مؤلف و مصنف

پروفیسر محمد عظیم فاروقی

(پرنسپل، گورنمنٹ کالج آف کامرس، مری)

آیئے

سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ

سیکھئے

مؤلف و مصنف

پروفیسر محمد عظیم فاروقی

عظیم پبلی کیشنز، گوجرانوالہ

کتاب کا نام
آیئے سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ سیکھئے

مؤلف و مصنف
پروفیسر محمد عظیم فاروقی

بار اوّل
۲۸ رجمادی الثانی ۱۴۳۲ھ/یکم جون ۲۰۱۱ء

قیمت	صفحات
۶۰۰/= روپے	۶۵۴

مرکزی دفتر
عظیم ایجوکیشنل کانفرنس (رجسٹرڈ) پاکستان، گوجرانوالہ
عظیم پبلی کیشنز، گوندلانوالہ روڈ، گوجرانوالہ
0321 - 6441756, 0345 - 5040713
E-Mail: azeempublications@gmail.com

ذیلی دفتر
مکان نمبر 452، گلی نمبر 89، G-11/3، اسلام آباد
051 - 2106610

انتساب

میں جملہ رفقاء کی مشترکہ سعی جمیلہ کو اللہ کے حضور شرفِ قبولیت کے لئے پیش کرتا ہوں اور اِس کارِ خیر کی تمام حسنات و برکات

شیخ الاسلام والمسلمین، امامِ ربانی
حضرت مجدد الف ثانی
الشیخ احمد فاروقی سرہندیؒ
کے حضور بطورِ تحفہ و ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

مولائے کریم! میری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ جملہ رفقاء کو دارین کی برکتوں سے مالا مال کرے، اور امامِ ربانیؒ کی قبرِ انور کو بقعۂ نور بنائے، اور آپؒ کے درجات اپنے حضور بلند ترین فرمائے۔
آمین (بجاہ النبی الکریم ﷺ)

محمد عظیم فاروقی

فہرست

پیش لفظ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.

سلوک، عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی راستہ چلنا، راہ طے کرنا، برتاؤ، طرزِ عمل، رویہ، درستی، محبت، امداد، بھلائی، نیکی، نیک روی ہیں۔ مگر سلوک تصوف کی بھی ایک اصطلاح ہے جس کے معنی حق تعالیٰ کا تقرب چاہنا اور تلاشِ حق ہیں۔ اس راستے پر چلنے والے کو سالک کہتے ہیں۔

محترم جناب پروفیسر محمد عظیم فاروقی صاحب، صاحب علم وفضل ہیں۔ دینی علوم پر بڑی دسترس حاصل ہے۔ آپ بیسیوں کتب کے مصنف ہیں مگر یہ تصنیف اِن سب میں گلِ سرسبد ہے۔ یہ ایک خوشگوار کوشش اور قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ یہ ایک مایۂ ناز تصنیف ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کر کے دین اور دنیا دونوں کی فلاح پائی جا سکتی ہے۔

جناب پروفیسر صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت علامہ سعید احمد مجددی صاحب کے خلیفہ مجاز ہیں۔ پروفیسر صاحب کے علمی کام سے تشنگانِ علم سیراب ہو رہے ہیں۔ بیشمار لوگ جو داخلِ سلسلہ ہیں، فیض پا رہے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں پروفیسر صاحب نے خواجگان نقشبندیہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر ذات باری تعالیٰ کس طرح تعلق استوار کرنا ہے، کے بارے میں روشنی ڈالی ہے۔

اللہ کریم کا فرمان ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى. یعنی فلاح کے حصول کی خاطر تزکیۂ نفس شرطِ لازم کی حیثیت رکھتی ہے۔ تزکیۂ نفس کی بے پایاں دولت کے حصول کے لیے اہل اللہ کی محبتیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ جناب پروفیسر صاحب نے اپنے شیخ حضرت علامہ سعید احمد مجددی صاحب کی صحبتوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ جناب پروفیسر صاحب کی صحبت میں بیٹھ کر تصوف وطریقت کی منازل طے کریں۔

موجودہ دَور میں خانقاہی نظام بڑی حد تک زوال پذیر ہے، بلکہ اصل تصوف اور طریقت پر دَبیز پردے پڑ چکے ہیں۔

موجودہ دَور میں اکثر لوگ پریشانیوں اور بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کے لیے

جناب پروفیسر صاحب قرآن کریم کی آیات اور خواجگان نقشبندیہ کے عطا کردہ لطائف اور نقوش کو مرتّب کیا ہے تاکہ یارانِ طریقت اور قارئین اس سے بھرپور فائدہ حاصل کریں۔ اس کتاب کو نماز کی ادائیگی پابندی کے ساتھ کرتے ہوئے پڑھیں تو رَبّ العزت انشاءاللہ بہت نفع دیں گے۔

صوفیاء کے نزدیک قربِ الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ذکراللہ ہے۔ حضرت سیّد احمد الرفاعی فرماتے ہیں کہ ذکراللہ کی پابندی کرو کیونکہ ذکر وصالِ حق کا مقناطیس ہے، قرب کا ذریعہ ہے۔ جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے۔ جو اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ذکر کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایک راہنما کی ضرورت ہوتی ہے جس کو پیر، شیخ یا مرشد کہتے ہیں۔ حضرت مزید فرماتے ہیں کہ ذکراللہ صحبتِ عارفین کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

اللہ کے ذکر سے ہمارے قلب میں جو نور اللہ نے ڈالا ہے وہ منور ہوگا۔

اس خاکسار کے لیے انتہائی اعزاز کا موقعہ ہے کہ جناب پروفیسر صاحب نے اپنی اس علمی تحقیق پر چند سطور لکھنے کا یا اپنے خیالات کے اظہار کا ارشاد فرمایا ہے۔ محترم پروفیسر صاحب نے جس موضوع پر بھی قلم اُٹھایا، تحقیق و تدوین کا حق ادا کر دیا۔

اللہ کریم ہم سب کو اپنی رحمت کے صدقے میں کتابِ مذکورہ میں دیے گئے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ جناب پروفیسر صاحب کی اِس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہماری سب کی آخرت اچھی فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

کنور طارق محمود نقشبندی مجددی
(خلیفہ مجاز حضور قبلہ محمد سعید احمد نقشبندی مجددیؒ)
اسلام آباد
۲ر دسمبر ۲۰۱۰ء

مقدمہ

حضراتِ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریقہ کی بنیاد چند اصطلاحات ہیں۔ جن کو بطور تعلیم وسبق عمل میں لانا قربِ الٰہی کا موثر ذریعہ ہے۔ پہلی آٹھ اصطلاحات خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے منقول ہیں۔ آپؒ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے شاہباز اور حضرت خواجہ خضرؑ کے روحانی فرزند تھے جبکہ آخری تین اصطلاحات خواجہ بلاگرداں حضرت خواجہ سیّد بہاء الدین شاہ نقشبند بخاریؒ کی طرف منسوب ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ہوش دَردم	۲۔ نظر برقدم	۳۔ سفر در وطن
۴۔ خلوت در انجمن	۵۔ یادکرد	۶۔ بازگشت
۷۔ نگہداشت	۸۔ یادداشت	۹۔ وقوفِ زمانی
۱۰۔ وقوفِ عددی	۱۱۔ وقوفِ قلبی	

۱۔ **ہوش دردم**

اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ۔ (بنی اسرائیل: ۳۶)

ترجمہ: بلاشبہ کانوں، آنکھوں اور دِلوں کے (صحیح استعمال) بارے میں ضرور باز پرس ہو گی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ صوفی ہر سانس کے ساتھ بیداری اور ہوشیاری رکھے کہ ذکر لسانی، اَنفسی اور قلبی، حضوری سے ہو، غفلت سے نہ ہو اس کا ہر سانس خدا کی یاد میں گزرے۔ یہ بتدریج حضوری حاصل کرنے اور انفس کے تفرقہ کو دور کرنے کا طریقہ ہے۔ اور مبتدی کے واسطے اس کی پابندی نہایت ضروری اور از حد مفید ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں دم کی نگہبانی از حد ضروری ہے اور جو شخص دم کی نگہبانی نہیں کرتا گویا وہ طریقہ شریفہ بھول گیا۔ اور حضرت خواجہ نقشبند بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کا دارومدار ہی دم پر ہے۔

کوئی دم اندر آنے اور باہر جانے اور ان کے بیچ کے وقفے میں یادِ خدا کے بغیر نہ گزرے، اسی کو پاسِ انفاس بھی کہتے ہیں۔

اسی ہوش دردم کی برکت سے سیرِ آفاقی وسیرِ انفسی کے در کھلتے ہیں۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہا جائے کہ اس طریقہ عالیہ کی بدایت میں نہایت درج ہے تو بھی مناسب ہے۔ اس حقیقت کا اظہار حضرت شاہِ نقشبند بخاریؒ نے یوں فرمایا:

''ما نہایت را در بدایت درج می کنیم''

۲۔ نظر بر قدم

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ. (النور:۳۰)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے مومنوں کو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

مبتدی طالب علم کے حق میں اس سے مراد یہ ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے کے وقت سوائے قدم کے پشت کے کسی چیز پر نظر نہ ڈالے تاکہ کسی نامحرم پر نظر نہ پڑ جائے اور یہ کہ دوسری چیزوں کی طرف مشغول ہونے سے محفوظ رہے کیونکہ مختلف نفوس اور متفرق محسوسات کی طرف لگ جانا سالک کی حالت میں بگاڑ پیدا کرتا ہے اور دل کی جمعیت کو پریشان کرتا ہے۔ اور جس کی وہ طلب میں ہو (اللہ) اس سے روکتا ہے۔ چلنے پھرنے کے وقت نظر کو پشتِ قدم پر لگانا اور بیٹھنے کی حالت میں اپنے آگے کی طرف نظر کرنا جمعیتِ قلب کے زیادہ قریب ہے۔

نماز میں حالتِ قیام کے وقت سجدہ کی جگہ پر اور رکوع میں پشتِ قدم پر اور سجدہ میں پردہ بینی پر اور قعدہ میں رانوں پر نظر رکھنے کے لیے جو شرع میں حکم ہے اس میں بھی یہی مصلحت اور اس میں بھی جمعیتِ قلب کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ نیز ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا. (بنی اسرائیل:۳۷)

ترجمہ: اور مت چل زمین پر اکڑ کر۔

اس آیت میں یہی راز مضمر ہے۔ کیونکہ اکڑ کر، متکبرانہ چلنے میں نظر اوپر رہتی ہے۔ جو جمعیت اور بندگی سے دور اور پراگندگی اور تکبر کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا متوسط کے حق میں نظر بر قدم سے مراد یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر وقت ہوشیار اور دانا و بینا رہے تاکہ غفلت کا دخل سالک کے

دل میں نہ ہو۔ اگر زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں میں نظر کرے تو عبرت کے ساتھ نظر کرے۔ کیونکہ سالک معرفت کے سمندر سے ایک بہت قیمتی ذخیرہ نظر کرتے ہی حاصل کر لیتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ. (الحشر:۲)

ترجمہ: پس عبرت حاصل کرو، اے دیکھنے والو۔

بات یہ ہے کہ سالک کے لیے اس راستے پر دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ ایک آفاق یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے۔ انسان ان کی لذت اور طلب میں مبتلا ہو کر یادِ الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا انفس یعنی انسان اپنے نفس کی رضا جوئی اور اس کی موافقت میں پڑ کر رضائے مولا سے دور ہو جاتا ہے۔ تو یہ سبق اس تفرقہ کے دور کرنے کے لیے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے۔ اور پہلا سبق ہوش دردم انفس کے تفرقہ کو دور کرتا ہے اور منتہی کے حق میں نظر بر قدم سے مراد ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا ہم سفر بنائے۔ بقولِ شاعر:

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان مکان اور بھی ہیں

۳۔ سفر در وطن

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ. اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ. (القیمۃ:۲۲،۲۳)

ترجمہ: کچھ منہ اس دن ترو تازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے۔

اس سے مراد باطنی روحانی سفر ہے یعنی صوفی صفاتِ بشریہ، حیوانیہ و شیطانیہ (غصہ، حسد، تکبر، غیبت، طمع، شہوت وغیرہ) کی طرف تبدیلی اور ترقی حاصل کرتا ہے۔ یہ سبق مراقبہ و تصور اور سنت پر عمل سے صفاتِ بشریہ رذیلہ کو محو کرتا ہے بلکہ اپنے آپ کو بھی فنا کر کے صفاتِ ملکیہ فاضلہ کی طرف ترقی کرتا ہے اور مقاماتِ سیر میں سفر کرنے لگتا ہے اور ولایتِ صغریٰ و کبریٰ، کمالاتِ نبوت، رسالت، اولوالعزم حقائقِ الٰہیہ و انبیاء حتیٰ کہ فیضِ ذاتِ غیب الغیب و لاتعین سے (بلا واسطہ) مشرف ہونے لگتا ہے۔ یہ ایک عجیب بھید ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر سفر میں رہتا ہے۔ پس سالک پر واجب ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی دیکھ بھال میں رہے کہ اس میں کچھ غیر اللہ کی محبت تو نہیں ہے، اگر ذرا بھی پائے تو اس کو لا الٰہ کی نفی میں لا کر الا اللہ کی ضرب سے اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دل

میں قائم کرے (جاننا چاہیے کہ اللہ کے واسطے جس چیز سے محبت کی جائے اللہ تعالیٰ کی محبت میں داخل ہے)۔ جیسے حدیثِ پاک میں ہے:

اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ. (مسلم)

ترجمہ: (اور اس شخص) کی محبت بھی اللہ کے لیے ہوتی ہے اور اس کی نفرت بھی اللہ کے لیے۔

اور سفر در وطن بھی سیرِ انفسی میں شامل ہے۔

خلوت در انجمن

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ. (آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ: وہ لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں (لیٹے ہوئے) پر۔

یہ سفر در وطن کی ہی ایک شاخ و ضمنی کیفیت ہے یعنی جب سفر در وطن حاصل ہو جائے تو خلوت در انجمن اس کے من میں میسر ہو جائے گی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسا مشغول ہو کہ ہر حالت میں یعنی پڑھنے، کلام کرنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں ذاکر رہے اور ذکر کا خیال ایسا پختہ ہو جائے کہ خواہ کیسی ہی مجلس اور ہجوم میں ہو، دل مولیٰ کی یاد میں رہے جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (النور:۳۷)

ترجمہ: وہ ایسے ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

ظاہر میں رہ بیگانہ خو باطن میں آشنا
دنیا میں کم ہیں ایسے عشاقِ خوش لقاء

اگرچہ شروع شروع میں یہ بات تکلف سے حاصل ہوتی ہے۔ بزرگانِ دین نے اس کے حصول کے لیے مختلف اوراد و اشغال تجویز فرمائے ہیں۔

اس سلسلہ کے بزرگوں کے نزدیک خلوت در انجمن سے مراد ظاہری حواس کا ڈھانپنا نہیں ہے بلکہ انجمنِ تفرقہ میں کسی طرف متوجہ نہ ہوتا ہے۔ پس جب سالک اس پر ملکۂ راسخ حاصل کر لیتا ہے تو عینِ تفرقہ میں جمعیتِ قلب کے ساتھ اور عینِ غفلت میں حضورِ دل کے ساتھ رہتا ہے۔

اس بیان سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلق طور پر برابر ہے، نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس کے باطن کی جمعیت میں برابر ہے۔ اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرے اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دفع کر دے تو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے فرماتا ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا. (المزمل:۸)

ترجمہ: اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ، اس کے ساتھ جوڑ۔

بعض اوقات ظاہری تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا، تاکہ مخلوق کے حقوق ادا ہوں پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہوتا ہے لیکن تفرقہ باطنی کسی وقت بھی اچھا نہیں کیونکہ باطن خالص اللہ کے لیے ہے پس بندوں سے تین حصے حق تعالیٰ کے ہوئے، باطن سب کا سب اور ظاہر کا دوسرا نصف حصہ مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے لیے رہا اور چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے۔ جیسے کہ کلامِ مقدس میں ہے:

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ. (ھود:۱۲۳)

ترجمہ: اور اس کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیں پس اسی کی عبادت کرو۔

۵۔ یاد کرد

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (الجمعۃ:۱۰)

ترجمہ: اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

اس سے مراد ذکر کرنا ہے۔ خواہ ذکر لسانی ہو یا قلبی، نفی اثبات ہو یا اسم ذات۔ سالک کو چاہیے کہ جس طرح ہوا پنے مرشد و مربی سے ذکر کی تعلیم و تلقین حاصل کرے اور ہر وقت اس کی تکرار میں بلاناغہ دل کی محبت کے ساتھ بیدار اور ہوشیار رہے، یہاں تک کہ حق جل شانہٗ کی حضور حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ قرآنِ مقدس میں ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ. (ق:۱۶)

ترجمہ: ہم تو (انسان) کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

۶۔ بازگشت

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا. (محمد:۲۴)

ترجمہ: بھلا یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے یا یہ ہے کہ ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ذاکر خیال وتصور سے نفی اثبات (کلمہ طیبہ) کو طاق عدد کی رعایت کرتے ہوئے چند بار کہے تو اس کے دل کی زبان سے مناجات کرے کہ:

''خداوندا مقصودِ من توئی و رضائے تو مرا محبت ومعرفت خود بدہ''

ترجمہ: یعنی اے خدا! میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا ہے، مجھ کو اپنی محبت ومعرفت عطا فرما۔

کمالِ عاجزی اور انکساری سے کہے تا کہ اگر غرور وفخر یا گرفتاری لذت کا وسوسہ آئے تو اس دعا کی برکت سے نکل جائے۔

۷۔ نگہداشت

اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ. (الجاثیہ:۲۳)

ترجمہ: کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنے نفس کی خواہشات کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ سالک نفس کی باتوں اور وسوسوں کو اپنے دل سے دور کرے اور لازم ہے کہ جب دل میں وسوسہ ظاہر ہو، فوراً اس کو دور کردے اور اس کو دل میں جگہ نہ پکڑنے دے، ورنہ اس کا دور کرنا دشوار ہو جائے گا اور اس کا بہترین اور مجرب علاج یہ ہے کہ اس وسوسہ سے بے خیال ہو جائے۔ دوسرا علاج فوراً ذکر اللہ میں محو ہو جانا ہے اور اگر پھر بھی رہ جائے تو شیخ ومرشد کی صورت کا تصور عقیدہ کی درستی کے ساتھ بہت مفید ہے۔ جاننا چاہیے کہ عوام کو یہ امر بہت مشکل ہے اور اولیائے کاملین کو یہ دولت تا زمانِ دراز حاصل رہتی ہے۔

۸۔ یادداشت

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرۃ:۱۱۵)

ترجمہ: جدھر بھی رخ کرو گے ادھر اللہ کا چہرہ ہوگا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ توجہ صرف ذاتِ حق کی طرف لگائے رکھے تا کہ دوامِ آگاہی حاصل ہو جائے۔ جیسے کلامِ مقدس میں ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ. (الحدید:۴)

ترجمہ: وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

اس مولا کو ہر وقت نگاہ میں رکھے۔ حق بات یہ کہ دوام آگاہی، فنائے حقیقی اور بقائے کامل کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ تکلف مرتبہ طریقت میں ہے اور طریقت میں دوامِ توجہ متصور نہیں ہے اور مرتبہ حقیقت میں (فنا و بقا کے بعد) دوامِ توجہ اس وجہ سے ہے کہ اس مقام میں تکلف کی مجال نہیں ہے۔ پس یاد کرد و نگہداشت جو مرتبہ طریقت میں ہے مبتدین اور متوسطین کے لیے ہے اور یادداشت حقیقت اور منتہیوں کے لیے ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یادداشت سے آگے پنداشت و وہم ہے یعنی اور مرتبہ کوئی نہیں اور دوامِ آگاہی بھی اسی یادداشت ہی کو کہتے ہیں۔ اس سلسلہ عالیہ کے ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لیے اس طرح بیان کرتے ہیں:

''خطرات دل سے اس طرح دور ہو جاؤ کہ اگر بالفرض صاحبِ دل کو حضرتِ نوحؑ کی عمر دے دی جائے تو بھی اس کے دل میں ہرگز کوئی خطرہ نہ آنے پائے۔''

لہٰذا سالکوں کو اس سے رغبت اور شوق حاصل کرنا چاہیے۔

۹۔ وقوفِ زمانی

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر وقت اپنے حال کا واقف رہے یعنی ہر ساعت کے بعد تامل کرے کہ غفلت تو نہیں آئی اور غفلت کی صورت میں استغفار کرنا اور آئندہ اس کے چھوڑنے پر ہمت باندھنی چاہیے۔

۱۰۔ وقوفِ عددی

اس سے مراد یہ ہے کہ ذکر نفی اثبات میں طاق عدد کی رعایت کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے: اَللّٰهُ وِتْرٌ وَّيُحِبُّ الْوِتْرَ.

ترجمہ: اللہ طاق (ایک) ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔

۱۱۔ وقوفِ قلبی

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت قلبِ نوری کی طرف جو بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف دو انگل کے فاصلے پر ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کا دھیان رکھنا خصوصاً ذکر وا ذکار کے وقت اور اس

میں بھی ایسی حکمت ہے جیسا کہ سلسلہ قادریہ میں ضربات کی رعایت میں ہے اور وہ یہ ہے کہ ماسویٰ اللہ تعالیٰ کسی کی طرف کسی قسم کی توجہ باقی نہ رہے اور بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہو، تاکہ آہستہ آہستہ صرف ذاتِ الٰہی پر توجہ منحصر ہو جائے۔ حضرت خواجہ شاہِ نقشبند بخاریؒ نے حبسِ دم اور رعایت عددِ طاق کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا مگر وقوف قلبی کو اثنائے ذکر میں لازم فرمایا جیسا کہ رابطہ مرشد اور مراقبات لازم ہیں کیونکہ مقصود ذکر سے غفلت کا دور کرنا ہے اور یہ بغیر وقوفِ قلبی کے حاصل نہیں ہوتی۔ بقول مولانا رومیؒ:

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ترجمہ: زبان پر تسبیح ہو اور دل میں بیل اور گدھا، (یعنی دنیوی خیالات آتے ہیں) تو ایسی تسبیح سے کیا فائدہ؟

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مانند مرغے باش تو بر بیضہ دل پاسباں
گز بیضہ دل زاید مستی و شور و قہقہہ

ترجمہ: تو اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح نگران رہ، تاکہ اس کی پابندی سے تجھ میں جوش وجذب و قہقہہ پیدا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں جس شخص کو ذکرِ قلبی اثر نہ کرے اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوفِ قلبی کا حکم کیا جائے اور اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے تاکہ ذکر اثر کرے اور بہ مطابق قرآن مجید:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا. (الاحزاب:۴۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کو بہت ہی زیادہ یاد کیا کرو۔

اور حدیث شریف میں ہے:

دَآئِمَ الذِّکْرِ اَیْ بِاِعْتِبَارِ الْقَلْبِ.

ترجمہ: رسول اللہ! ہمیشہ ذکر کرنے والے تھے، یعنی قلبی ذکر کے اعتبار سے۔

لہٰذا یہ حدیثِ مبارکہ بھی وقوفِ قلبی اور ذکرِ قلبی کے لیے دلیل ہے۔

پہلا باب

شکوک وشبہات کا اُزالہ......منزل کی طرف پہلا قدم

عن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب:

"دع ما یریبک الی ما لا یریبک." (الحدیث)

ترجمہ: جو چیز تجھے شک میں ڈالے اُس کو چھوڑ دو اور جو چیز تمہیں شک میں نہ ڈالے اُس کو اختیار کر لیا کرو۔

احکاماتِ دینیہ پر مختلف سوالات و اعتراضات کی طویل فہرست کے علاوہ سلوک وتصوف پر بھی اَن گنت اعتراضات، شکوک وشبہات، الزامات وافتراعات کی فہرست بھی کچھ کم طویل نہیں ہے، جس کی تفصیلات سے یہاں ہمیں غرض نہیں ہے کیونکہ اکثر ناقدین ''بحث برائے بحث''، ''تنقید برائے تنقید''، ''میں نہ مانوں''، ''زمین جنبش نہ جنبش گل محمد''، ''کوا سفید ہے'' والا طریقہ اختیار کرتے ہیں جس کا کوئی علاج نہیں اور کوئی بھی ذی شعور انسان اس کی تائید نہیں کرتا۔ رہی بات افہام وتفہیم کی یا سمجھنے سمجھانے کی تو اُس میں ہرگز ہرگز کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ کم علمی اور بے علمی کا علاج تو موجود ہے جہالت، کج روی، صمّ بکمٌ عمیٌ اور بے حیا کے لیے کوئی رعایت کرنا محض تضیع اوقات ہے۔

ہمارے معاشرے میں، بلکہ ہر معاشرے میں کچھ ایسے ناسمجھ اور کج رو ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو اپنے ہی طور پر ''عقلِ کُل'' سمجھتے ہیں اور جو بات یا کلام اُن کی انتہائی ناقص، ناپختہ اور سطحی علم وعقل کے ادراک میں نہیں آتا وہ بلا سوچے سمجھے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور انکار کے ساتھ ساتھ دشنام طرازی پر اُتر آتے ہیں جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا، منافق کی ایک نشانی ''دشنام طراز'' بھی، گالی گلوچ پر اُتر آنے والا بھی بیان کی گئی ہے۔

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ کسی دنیوی معاملے میں صحابہؓ نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے موقف سے اختلاف کرتے ہوئے عرض کیا کہ ”آقا! یہ شعبہ ایک دنیوی فن یعنی کھیتی باڑی اور کھجوروں کی پیوند کاری وغیرہ سے متعلقہ ہے اور ہم سال ہا سال کے تجربے کی روشنی میں اس طرح یہ امر سرانجام دیتے ہیں، باقی جیسے آپؐ ارشاد فرمائیں۔“ تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بجائے صحابہ کا ردّ کرنے کے یا بُرا بھلا کہنے کے آپ نے اُس شعبہ میں اپنے کم تجربے کا اعتراف کیا اور ساتھ ارشاد فرمایا:

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ. (الحدیث)

ترجمہ: تم اپنے دنیوی کام زیادہ بہتر طریقے سے جانتے ہو۔

لہٰذا علم تصوف و معرفت جو ہے ہی باطنی نظام، روح اور قلب کی کیفیات، حلاوتِ ایمان، مقامِ تقویٰ، درجۂ ولایت، عشقِ الٰہی اور عشقِ مصطفیٰ کے مقامات و احوال وغیرہ، تو بھلا عام مادی عقل اور ظاہر بین لوگ کہاں فوراً اس کی کنہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ اخلاصِ نیت سے اس پر چلنے والے کبھی گھاٹے میں نہیں رہے۔

تو آیئے سوال/ جواب کے انداز میں وہ چند بنیادی و اَساسی معارفِ طریقت سمجھیں جو نہ صرف علم و عقل کو رسا کریں گے بلکہ قربِ الٰہی کے مدارج اور حاصل کرنے میں ”انشاء اللہ“ مدد بھی دیں گے۔ (والتوفیق باللہ)

سوال نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقامِ محبوبیت کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقامِ محبوبیت صرف کامل اتباعِ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے حاصل ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (آلِ عمران:۳۱)

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع (پیروی) کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بھی ارشادِ پاک ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ

اَجْمَعِیْنَ. (الحدیث)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی اُس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا جب تک مَیں اُسے اُس کے والدین اور اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

علامہ اقبالؒ نے اسی مفہوم کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا:

شوق اگر تیرا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

سوال نمبر ۲۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اتباع کیسے ہوسکتی ہے؟

جواب: اتباعِ رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حوالے سے امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات شریف، جلد دوئم، مکتوب نمبر ۴۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اتباع کے سات درجات ہیں۔ جو جتنے درجات تک اتباعِ رسول کا حق ادا کرتا ہے وہ اُتنا ہی محبوبِ خدا اور قربِ خداوندی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

سوال نمبر ۳۔ اتباعِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سات درجات کون سے ہیں؟

جواب: امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مطابق اتباع کے درج ذیل سات درجات ہیں:

(۱) پہلا درجہ عوام اہلِ اسلام کے لیے ہے یعنی زبان سے اقرار اور دِل سے تصدیق کرنا۔

اِقْرَارٌم بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌم بِالْقَلْبِ. (زبان سے اقرار کرنا اور دِل سے تصدیق کرنا)

احکامِ شریعت بجالانا اور سنتِ مصطفیٰ کی متابعت کرنا۔ اتباع کے اس درجے میں تمام کلمہ گو اہلِ اسلام یکساں شریک ہیں۔ یہ بخشش اور نجات کا کم از کم معیار اور ذریعہ ہے۔

(۲) دوسرے درجے میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اقوال و اعمال کا اِتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتی ہے۔ مثلاً تہذیبِ اخلاق اور بُری صفتوں کا دُور کرنا اور باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا رَفع کرنا وغیرہ جو طریقت کے متعلق ہیں۔ اتباع کا یہ درجہ اربابِ سلوک کے

ساتھ مخصوص ہے۔ جو طریقہ صوفیہ کو شیخ مقتداء سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں کو قطع کرتا ہے۔

(۳) تیسرے درجے میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ان احوال و مواجید کی اتباع ہے جو مقام ولایت کا خاصہ رکھتے ہیں جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہیں۔ اس درجہ میں تمام احکامِ شریعت کے بجالانے میں متابعت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے جن میں ارکانِ اسلام وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ. (الحدیث)

ترجمہ: ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

منافق اور مسلمان دونوں نماز ادا کرتے ہیں لیکن ایک صرف ظاہری ادائیگی کرتا ہے اور دوسرا ظاہری و باطنی دونوں طرح اتباع کا حق ادا کرتا ہے۔

(۴) متابعت کا چوتھا درجہ نفس کے مطمئن ہونے اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت بجالانے کا درجہ ہے۔ یہ درجہ علمائے راسخین کے ساتھ مخصوص ہے جن کا نفس امارہ اور لوامہ سے گزر کر نفسِ مطمئنہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ. وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ. (الفجر: ۳۰-۲۷)

ترجمہ: اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف راضی خوشی لوٹ جا پھر میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اس درجہ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت کی متشابہات کی تاویلات اور حروفِ مقطعات کے اسرارِ قرآنی سے وافر حصہ نصیب ہوتا ہے۔ اصل میں یہ مقام انبیاء کرام کا ہے لیکن خاص امتیوں اور خوش نصیب غلاموں کو کمال اتباع کے نتیجے میں یہ دولت میسر آتی ہے۔

واضح رہے کہ اسرارِ مقطعات و متشابہات قرآنی سے مراد ظاہری معانی اور مرادی معانی نہیں ہیں بلکہ یہ قلبی وروحی فیضان ہے جو علماء ظواہر کے تصور سے بہت بالا ہے۔ اس درجہ میں فناء و بقاء کی منازل بھی طے ہوتی ہیں اور فناء فی الرسول کا مقام بھی ملتا ہے۔

(۵) مطابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ان کمالات کا اِتباع ہے جن

کے حاصل ہونے میں علم وعمل کو دخل نہیں ہے بلکہ ان کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کے محض فضل وکرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے اور پچھلے درجوں کا یہاں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ یہ اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے یا اُن خوش نصیب اہل اللہ کے ساتھ جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔

(۶) متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اُن کمالات کا اِتباع ہے جو حضور اکرمؐ کے مقامِ محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجے میں کمالات کا فیضان فضل واحسان پر موقوف ہے لیکن اس چھٹے درجے میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو تفضل واحسان سے برتر ہے۔

نوٹ: اتباع کے پہلے درجے کے علاوہ بقیہ پانچ درجاتِ اتباع مقامات عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان کا حاصل ہونا صعود پر وابستہ ہے۔

(۷) متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول وہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے، تمکین قلبی بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی جو طغیان وسرکشی سے باز آ گئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے۔ اس مقام میں تابع اپنے متبوع کے ساتھ اس قسم کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے کہ تبعیّت کا نام ہی درمیان سے ہٹ جاتا ہے۔ تابع ومتبوع کی تمیز دور ہو جاتی ہے۔

من تو شدم تُو من شدی
من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازایں
من دیگرم تُو دیگری

اس مقام میں امتی وغلام اپنے آپ کو آقا دو جہاں صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا طفیلی اور وارث جانتا ہے۔

سوال نمبر ۴۔ درجاتِ اتباع رسول کامل طور پر کیسے حاصل ہو سکتے ہیں؟

جواب: امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کامل تابعدار وہ شخص

ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ و پیراستہ ہو اور وہ شخص جس میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں ہیں تو درجوں کے اختلاف کے سبب مجمل طور پر تابع ہے۔ علماء ظواہر پہلے درجے پر ہی خوش ہیں۔ کاش یہ لوگ درجہ اوّل کو ہی سرانجام دے لیں۔ انہوں نے متابعت کو صرف ظاہری صورتِ شریعت پر محدود و موقوف رکھا ہے۔ اس کے سوا کوئی امر خیال نہیں کرتے اور طریقہ صوفیہ کو جو درجات متابعت کے حاصل ہونے کا واسطہ ہے، بیکار تصور کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر علماء ہدایہ (کتاب فقہ) اور قدوری (ابتدائی درجوں کی کتاب) کے سوا کسی اور اَمر کو اپنا پیر و مقتداء نہیں جانتے۔

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است
زمین و آسمان او ہمان است

ترجمہ:

وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے
وہیں اس کا زمین و آسماں ہے

لہٰذا شیخ مقتداء کے بغیر متابعت کے ان سات درجات کو سمجھنا اور پھر ان سے بہرہ مند ہونا محال ہے۔

نہ مسجد سے، نہ مکتب سے، نہ ہے کالج کے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

(اقبالؒ)

سوال نمبر ۵۔فیض کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: فیض ایک مجرد تصور ہے جسے کسی ٹھوس پیمانے پر تولنا اور پرکھنا ممکن نہیں ہے۔ جیسے ثواب، اجر، توجہ اور برکت وغیرہ۔ ہاں اگر یہ جائزہ لینا ہو کہ کس کو فیض، اجر، ثواب، توجہ اور برکت وغیرہ مل رہی ہے اور کس کو نہیں مل رہی یا کس کو کم اور کس کو زیادہ فیضان حاصل ہو رہا ہے تو اس کو دیکھنے اور پرکھنے کا بزرگوں نے آسان طریقہ بیان کیا ہے جسے معمولی علم اور عقل والا انسان بھی دیکھ سکتا ہے

اور اپنا محاسبہ اور جائزہ بھی لے سکتا ہے۔

خواجگان فرماتے ہیں کہ جس کے وقت میں برکت پڑ جائے اور وہ تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے علاوہ کارِ خیر کے متعدد اُمور سرانجام دیتا جائے اور پھر بھی اُسے وقت کی قلت کا شکوہ و شکایت نہ ہو تو سمجھ لیں کہ اُسے بارگاہِ ایزدی سے ثواب، آقائے دو جہاں سے رحمت اور اہل اللہ سے فیض کے چشمے حاصل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ بے فیض انسان تو اپنے حصے کے شرعی احکامات بجا لانے سے ہی قاصر ہوتا ہے جبکہ صاحب فیض اپنے علاوہ سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں جتنا کام اکیلا ہی سرانجام دے جاتا ہے۔

دن اور رات کے ہوتے تو چوبیس گھنٹے ہی ہیں جو دونوں کو میسر آتے ہیں لیکن اُن کا بامقصد استعمال اور مخلوق کی بھلائی و خیر خواہی کے امور وافر مقدار اور اعلیٰ کوالٹی کے ساتھ انجام دہی صرف صاحب فیض کے حصے میں آتی ہے۔ اللہ والوں کی زندگیاں ہمارے سامنے کھلی کتب ہیں جنہوں نے زندگی کے انتہائی قلیل عرصے میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے کہ جن پر مخلوق کیا خالق بھی ناز کرتا ہے۔

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز
نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے
یقینِ محکم، عملِ پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

(اقبالؒ)

سوال نمبر ۶۔فیض کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب: فیض کا حصول اللہ کے کرم پر موقوف ہے۔

فیض ترے دا ازلیں قطرہ مَیں، تیں دے وسانا ہیں
اِکناں ڈھٹھیاں ہٹھ ناں آوے اِکناں دے وچ رہیں

(میاں محمد بخشؒ)

لیکن اس کے حصول کے لیے دعا کرنا، کوشش کرنا اور اضافہ کی دعا کرنا سنتِ انبیاءؑ واولیاءؒ ہے۔اور حکمِ خدا بھی ہے۔قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا.

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

(البقرة:۲۰۱)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی (فیضان) عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی (خیر) عطا فرما اور ہمیں آگ (جہنم) کے عذاب سے محفوظ فرما۔(آمین)

جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے فیضان کا سر چشمہ دیتا ہے تو اُس کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ اُس خوش نصیب کے دل میں اللہ والوں کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اُس کی نشست و برخاست اہلِ اللہ کے ساتھ بڑھنا شروع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ اُن کے ظاہری و باطنی فیضان کی چلتی پھرتی تصویر بن جاتا ہے۔جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ. (الاعراف:۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ کی رحمت محسنین (اللہ والوں) کے قریب ہوتی ہے۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (الانبیاء:۷)

ترجمہ: پس تم سوال کرو (پوچھ لو) اہلِ ذکر سے اگر تم نہیں جانتے ہو۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا:

لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ. (الحدیث)

ترجمہ: اُن کی مجلس میں بیٹھنے والا کوئی بھی بدبخت/ بد نصیب نہیں رہتا۔

لہٰذا عظمتِ صحابہ کا سبب عبادات نہیں بلکہ صحبت امام المرسلینؐ ہے۔

نہ پوچھ ان اللہ والوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(اقبالؒ)

المختصر، دہی، دہی والی دکان سے ملے گا۔آٹا فلور مل سے ملے گا۔گوشت قصائی کی دکان سے اور فیضِ الٰہی صرف صاحبِ فیض سے ملے گا جو عشقِ الٰہی اور سنتِ مصطفیٰؐ کی اتباع کی زندہ تصویر اور مخلوقِ خدا کی خیر خواہی و بھلائی کا سر چشمہ و منبع ہو۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جسے خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

(اقبالؒ)

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

(حالیؔ)

سوال نمبر ۷۔جب قرآن وحدیث موجود ہیں تو پیر پکڑنے کی کیا ضرورت ہے، انسان اپنی اصلاح خود کیوں نہیں کر سکتا؟

جواب: صحابہ کرامؓ نے قرآن اُترتے ہوئے دیکھا، صاحبِ قرآن کو دیکھا، نبی کے فرمان کو اپنے کانوں سے سنا، مگر اپنا تزکیہ خود نہ کر سکے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا تزکیہ کیا۔قرآن پاک میں "ویزکیهم" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مزکی کی ضرورت پڑتی ہے۔آج اس گئے گزرے دور میں بھلا ہم اپنی اصلاح خود کیسے کر سکتے ہیں؟ جس طرح درخت کو اپنے پھل بوجھل محسوس نہیں ہوتے اسی طرح انسان کو بھی اپنے عیوب برے محسوس نہیں ہوتے۔شیخ کے بغیر تزکیہ حاصل کرنے کی مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک آدمی کہے کہ میں بیمار تو ہوں مگر میڈیکل کی کتابیں موجود ہیں، خود پڑھ کر اپنا علاج کر لوں گا۔کیا اسے عقلمند کہا جائے گا؟

سوال نمبر ۸۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر کامل نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں، یقین پکا ہونا چاہیے؟

جواب: جس طرح ایک قیدی دوسرے قیدی کو نہیں چھڑا سکتا یا ایک سویا ہوا دوسرے سوئے ہوئے کو نہیں جگا سکتا یا ایک اندھا دوسرے اندھے کو راستہ نہیں دکھا سکتا، اُسی طرح ایک غافل دوسرے غافل کو ذاکر نہیں بنا سکتا۔جب پیر ہی کامل نہیں تو مرید کامل کیسے بنے گا۔

سوال نمبر ۹۔آج کل کامل پیر کے نااہل بیٹے کو بھی پیر سمجھا جاتا ہے، کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب: جس طرح ڈاکٹر کے بیٹے کو ڈاکٹر ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا، جب تک وہ باقاعدہ ڈاکٹری کا علم حاصل نہ کرے، اسی طرح پیر کا بیٹا پیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ باقاعدہ نسبت اخذ نہ کرے۔ہاں اگر نسبت اخذ کرے تو پیر کا بیٹا "نورٌ علیٰ نور" ہوتا ہے۔اس سے ہی بیعت کی تجدید کرنا افضل ہے۔

سوال نمبر۱۰۔ پیر سے محبت رکھنے کے بارے میں شریعت کی کوئی دلیل بھی پیش کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا، تو کس کو دوست رکھتا ہے؟ عرض کیا کہ آپ ﷺ کو۔ آپؐ نے پوچھا کہ ''اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ؟'' عرض کیا، ''جی ہاں، اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو ہم بت پرست ہوتے۔''

سوال نمبر۱۱۔ شیخ کو مریدوں پر تنقید کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے باوجود مریدوں کی محبت کیوں ملتی ہے؟

جواب: ڈاکٹر علاج معالجہ کے لیے اگرچہ نشتر لگاتا ہے مگر شفاء حاصل کرنے کے بعد لوگ دعائیں دیتے ہیں۔

سوال نمبر۱۲۔ بعض سالکین اپنے اوپر مباحات کا دائرہ تنگ کر لیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

جواب: مباحات میں وسعت اس لیے نہیں کہ ہر شخص ہر مباح کو اِستعمال ہی کرے بلکہ کیا معلوم کس کو کس وقت کس چیز کی ضرورت پیش آجائے۔ اسی لیے بعض مشائخ تمبا کو کھانا پینا تو بڑی دور کی بات ہے پان کھانے اور چائے پینے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔

سوال نمبر۱۳۔ بعض اوقات سالکین پر کبھی عجیب کیفیات ہوتی ہیں اور کبھی کچھ بھی نہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: سالک کی مثال درخت کی سی ہوتی ہے۔ ایک وقت آتا ہے درخت پر کونپلیں پھوٹتی ہیں، نئے نئے پتے نکلتے ہیں، پھر نئے پتے نکلنا بند ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ درخت کی ترقی رک گئی بلکہ اس وقت درخت اپنے تنے، شاخیں مضبوط کر رہا ہوتا ہے۔ یہی معاملہ سالک کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال نمبر۱۴۔ سالک کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ اس کا مشرب کیا ہے؟

جواب: سالک جس نبی کے زیر قدم ہو، اس نبی علیہ السّلام کی صفات کا پَرتو سالک کی شخصیت پہ واضح نظر آتا ہے۔ جو موسوی المشرب ہوگا اسے کلامِ الٰہی سے شغف زیادہ ہوگا۔ ابراہیمی المشرب کو توکل علی اللہ اور مہمان نوازی میں خصوصیت نصیب ہوگی۔ عیسوی المشرب کی زندگی میں زہد فی الدنیا غالب ہوگا، اس میں سلبی قوت بہت زیادہ ہوگی۔ محمدی المشرب کو اِتباعِ سنت اور اخلاق

محمد ﷺ سے شغف زیادہ ہوگا۔

سوال نمبر۱۵۔ اگر اولیاء اللہ کا فیض مرنے کے بعد بھی رہتا ہے تو دوسرے شیخ سے بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: فیض تو رہتا ہے مگر اس قدر نہیں کہ ناقص کو کامل بنا سکے۔

سوال نمبر۱۶۔ کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کرے اور مرید کا اعتقاد سالم رہے تو بیعت قائم رہتی ہے یا نہیں؟

جواب: شیخ ناراض ہو جائے مگر مرید کا اعتقاد باقی و قائم رہے تو بیعت باقی رہتی ہے۔ غزوہ تبوک میں حضور ﷺ حضرت کعب بن مالکؓ سے منقبض ہو گئے تھے مگر اُن کا اعتقاد درست رہا، لہٰذا کامیابی ہوئی۔

سوال نمبر۱۷۔ اگر کسی مرید کا اعتقاد پیر کے بارے میں جاتا رہے اور شیخ بیعت واپس نہ کرے تو بیعت رہتی ہے یا نہیں؟

جواب: بیعت ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن جابرؓ سے روایت ہے، ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے پاس رہنے کی بیعت کی مگر بخار ہوا اور وہ بغیر اجازت چلا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مانند ہے، اپنے میل کو دُور کرتا ہے اور اپنے اچھے کو خالص کرتا ہے۔

سوال نمبر۱۸۔ پیر کا مرید سے تعلق کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: وہی ہونا چاہیے جو سیّدنا صدیق اکبرؓ کا حضرت نبی اکرم ﷺ سے تھا۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ جواب میں سیّدنا صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں: (۱) آپؐ کے چہرۂ انور کو دیکھتے رہنا۔ (۲) آپؐ پر اپنا مال خرچ کرنا۔ (۳) میری بیٹی آپؐ کے نکاح میں ہے۔ سوچئے ان تینوں کا مرکز ومحور ایک ہی ذات تھی۔ پس مرید کو اپنے شیخ سے ایسا ہی والہانہ تعلق ہونا چاہیے۔

سوال نمبر۱۹۔ سلوک میں ذکر ہی سے فائدہ ہوتا ہے یا کسی اور چیز سے بھی؟

جواب: سالک کو ابتدا میں ذکر سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھر ایک وہ وقت آتا ہے کہ ذکر خواہ نفی و اثبات ہی کیوں نہ ہو، مفید نہیں رہتا، بلکہ فکر کام آتا ہے۔ اس منزل پر تلاوت قرآن، کثرت نوافل، تبلیغ و تدریس اور تصنیف سے فائدہ ہوتا ہے پھر قرب بالفرائض کا درجہ آتا ہے، خواہ وہ اللہ کی طرف سے

مقرر ہوں یا بندوں کی طرف سے۔ مثلاً شیخ نے کہا، خانقاہ میں خدمت کرو۔ اب یہ خدمت کرنا فائدہ زیادہ دے گا بہ نسبت ذکر وفکر کے۔ اسے قرب بالفرائض کہتے ہیں۔

سوال نمبر۲۰۔ اسباق کے خواص سے کیا مراد ہے؟

جواب: ہر سبق سے رذائل کا اُزالہ وابستہ ہے، پیر اُس پر نظر رکھتا ہے کہ رذائل دور ہوئے یا نہیں۔ جب ایک کے رذائل دور ہو جاتے ہیں تو شیخ دوسرا سبق دے دیتا ہے۔

سوال نمبر۲۱۔ قرب بالنوافل سے کیا مراد ہے؟

جواب: سالک فنائے کامل حاصل کرنے کے بعد قرب بالنوافل سے ترقی پاتا ہے، یعنی اپنی طرف سے جو چاہتا ہے عبادت کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس سے جو دین کا کام لینا چاہیں اُس میں لگا دیتے ہیں۔ یہ قرب بالفرائض کہلاتا ہے۔ کسی کو تبلیغ کا کام، کسی کو تدریس کا اور کسی کو تصنیف و تالیف کا کام سپرد کیا جاتا ہے۔ قرب بالفرائض والا فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہو جائے تو گرفت کی جاتی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کی خلوت میں آدمیوں کو بھیج کر تنبیہ فرمائی۔

سوال نمبر۲۲۔ نفی اثبات جبس دم کے ساتھ ایک دفعہ میں اکیس سے زیادہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: سالک کو اوّل یہ ذکر بلحاظ شرائط ۲۱ مرتبہ تک پہنچانا چاہیے پھر اُس سے زیادہ کرے تو فائدہ ہے۔ مکتوباتِ معصومیہ میں کسی صاحب نے لکھا کہ میں ایک سانس میں ایک سو ایک بار نفی اثبات کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

سوال نمبر۲۳۔ کیا قرأتِ قرآن سے وہ نتائج واثرات حاصل ہوتے ہیں جو صوفیہ کے بتائے ہوئے اذکار سے حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: ابتداء میں سالک کی زیادہ ترقی ذکر سے ہوتی ہے حتیٰ کہ فنائے قلب اور فنائے نفس نصیب ہو جائے پھر تلاوت، نوافل اور دوسرے دینی اشغال سے زیادہ ترقی ہوتی ہے۔

سوال نمبر۲۴۔ جن کے اسباق زیادہ ہیں انہیں وقت پورا نہ ملے تو کیا کریں؟

جواب: ایسی صورت میں صرف نیت کر کے لطائف پر سے توجہ کرتے ہوئے گزر جائیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

سوال نمبر۲۵۔ نسبت سلب ہو جانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: نسبت نام ہے اس تعلق کا جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اس تعلق کو کوئی سلب نہیں کر

سکتا، البتہ کیفیات وواردات سلب کی جا سکتی ہیں۔

سوال نمبر۲۶۔ بعض لوگ چلتے پھرتے ہر وقت تہلیل لسانی (کلمہ کا ذکر) کرتے رہتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب: سو فیصد جائز، بلکہ مستحسن ہے۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ سے ایسا ہی سوال پوچھا گیا تو فرمایا: شریعت نے قریب المرگ کو کلمہ کی تلقین کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں ہر وقت اپنے آپ کو قریب المرگ سمجھتا ہوں، لہٰذا اپنے نفس کو کلمے کی تلقین کرتا رہتا ہوں۔

سوال نمبر۲۷۔ جو لوگ سفر کے دوران جیب میں قرآن پاک رکھتے ہیں اور مجبوراً پیشاب کے لیے بیت الخلاء میں جاتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: جیب کا حکم غلاف کا سا ہونا چاہیے، تاہم بہتر ہے کہ قرآن مجید کو کسی پلاسٹک وغیرہ کے غلاف میں لپیٹ کر جیب میں رکھیں۔

سوال نمبر۲۸۔ مومن کو نماز کا انتظار کیوں رہتا ہے؟

جواب: نماز جب روح کی غذا بن جاتی ہے تو نماز پڑھنے کے لیے دل اسی طرح بیتاب ہوتا ہے جیسے روٹی کھانے کے لیے معدہ بیتاب ہوتا ہے۔

سوال نمبر۲۹۔ مجذوب کون ہوتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے بعض بندے روحانی امور کے لیے متعین ہوتے ہیں اور بعض مادی یا تکوینی امور کے لیے۔ تکوینی امور کے لوگ ظاہر میں دیوانوں کی مانند ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں ہوتا کہ رجال تشریع کو رجال تکوین کی خبر ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کا علم نہ تھا۔ کبھی کبھی تکوین وتشریع ایک ہی شخص میں جمع ہو جاتی ہیں۔ رجال تکوین میں قطب مدار اور رجال تشریع میں قطب ارشاد ہوتے ہیں۔ عموماً قطب مدار قطب ارشاد کے ماتحت ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

"انی علی علم من علم اللہ علمنیہ لاتعلم انت وانت علی علم علمکم اللہ لا اعلمہ" (اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا علم مجھ کو دیا ہے جو تم کو نہیں ملا ہے اور تم کو ایک قسم کا علم دیا ہے جو مجھ کو نہیں ملا)۔ یہ تکوینی امور کے لوگ مجذوب کہلاتے ہیں۔

سوال نمبر۳۰۔ واردات کونیہ اور علمیہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: سالک کے دل میں بعض اوقات علمی نکات ڈالے جاتے ہیں اور بعض اوقات مادّی امور سے متعلق نکات، مثلاً ایسا ہوگا ایسا نہ ہوگا، اس کو واردات کونیہ کہتے ہیں۔ علمی معارف کو واردات علمیہ کہتے ہیں۔ دونوں محمود ہیں مگر علمیہ کونیہ سے افضل ہیں۔ علمیہ ہر شخص کو نہیں ملتے۔

ع دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

سوال نمبر۳۱۔ مشرب کیا ہوتا ہے؟

جواب: ہر سالک کسی نہ کسی نبی کے زیرِ قدم ہوتا ہے۔ لیکن کون کس کے زیرِ قدم ہے اِس کا پتہ نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو دوسرے بزرگ کی خدمت میں بھیجا تا کہ انہیں اپنے مشرب کا پتہ چلے۔ جب مرید پہنچا تو اُس بزرگ نے کہا، تمہارے یہودی کا کیا حال ہے؟ مرید بہت خفاء ہوا۔ جب واپس پہنچا اور بزرگ نے مرید سے حقیقت حال پوچھی تو مرید نے جھجکتے جھجکتے بتایا۔ شیخ نے کہا، الحمدللہ کہ میں موسوی المشرب ہوں۔

سوال نمبر۳۲۔ قیوم کسے کہتے ہیں؟

جواب: عالم تجلیات صفات الٰہی کا مظہر ہے۔ اب تجلیات ذات کا مظہر بھی کسی کو ہونا چاہیے اس کو قیوم کہتے ہیں کہ عالم کا قیام مادّی وسائل پر نہیں بلکہ ذکر اللہ پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا ہوگا۔ مشائخ چونکہ ذکر اللہ کرتے ہیں اور اس کے سلسلے کو جاری کرتے ہیں لہٰذا ان میں سے کسی خاص کو قیوم بنا دیا جاتا ہے۔

سوال نمبر۳۳۔ دست غیب سے کیا مراد ہے؟

جواب: بعض مشائخ کو روزانہ مصلے کے نیچے سے یا کسی اور طرح سے رزق مل جاتا ہے۔ یہ دست غیب کہلاتا ہے۔ یہ بھی دست غیب ہے کہ بلا توقع کوئی ہدیہ پیش کرے۔

سوال نمبر۳۴۔ بزرگوں کے ختم شریف پڑھنے کی کیا اصل ہے؟

جواب: کوئی آیت یا عبادت جسے کسی شیخ کی زندگی اور کیفیات سے مناسبت کاملہ ہو اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے پڑھنا ختم شریف کہلاتا ہے۔ بعض مشائخ خود متعین کرتے ہیں اور بعض کی وفات کے بعد متوسلین مقرر کر دیتے ہیں۔

سوال نمبر۳۵۔ خواب، واقعہ اور مشاہدہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: نیند میں جو کچھ نظر آئے خواب کہلاتا ہے۔ مراقبہ میں بیٹھے بیٹھے سو جائے اور کچھ دیکھے تو واقعہ کہلاتا ہے۔ اگر مراقبہ میں بقائمی ہوش وحواس کچھ دیکھے تو مشاہدہ کہلاتا ہے۔

سوال نمبر۳۶۔ قبض وبسط سے کیا مراد ہے؟

جواب: بعض اوقات سالک کو عجیب وغریب انشراح اور کیفیات محسوس ہوتی ہیں، یہ بسط کہلاتا ہے۔ بعض اوقات یہ کیفیات ایسے دَب جاتی ہیں جیسے کچھ بھی نہ تھا، یہ قبض کہلاتا ہے۔ قبض وبسط دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ہم اپنی کمزوریوں کے باعث صرف بسط مانگتے ہیں جس طرح درخت کو کاشتکار پانی دیتا ہے پھر کچھ عرصہ پانی خشک وجذب ہونے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ ہر وقت پانی کھڑا رہے تو نقصان دہ ہے، اس طرح وقفے وقفے سے پانی دینے سے درخت سرسبز وشاداب ہوتا ہے۔ یہی حقیقت قبض اور بسط کی ہے۔ ان کیفیات کے ذریعے سالک کی تربیت کی جاتی ہے۔

سوال نمبر۳۷۔ فنائی الرسولؐ سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب طبعی طور پر سنت کی اتباع ہونے لگے تو اِس کیفیت کا نام فنائی الرسول ہے۔

سوال نمبر۳۸۔ یادداشت سے کیا مراد ہے؟

جواب: چھوٹے بچے کو ترتیب سے اے بی سی یاد ہوتی ہے، بڑے کو اتنی تیزی سے پڑھنا نہیں ہوتا مگر بوقت ضرورت صحیح انگلش لکھ سکتا ہے۔ یا ہم مسجد میں جانے کا ارادہ کرتے ہیں، راستے میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں، دوستوں کو سلام کرتے ہیں مگر مسجد میں جانا نہیں بھولتے۔ اس کو یادداشت کہتے ہیں۔ سالک بھی دنیا کے کام کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں بھولتا۔

سوال نمبر۳۹۔ نقشبندیہ سلسلہ اور چشتیہ سلسلہ میں بنیادی فرق کیا ہے؟

جواب: دونوں میں کاملین اولیاء اللہ گزرے ہیں۔ فرق صرف طریق کار کا ہے۔ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے کسی نے پوچھا، میں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوں یا سلسلہ چشتیہ میں؟ فرمایا، اس کی مثال یوں ہے کہ ایک زمین میں جھاڑیاں ہیں۔ اس میں کاشت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں سال چھ مہینے صفائی کرو، پھر کاشت کرو، دوسرا یہ کہ جتنا صاف ہو اُتنا کاشت کرتے جاؤ۔ اس نے کہا کہ مجھے دوسرا طریقہ پسند ہے، موت کا کیا پتہ کب آ جائے۔ فرمایا، پھر

تمہیں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہونا چاہیے۔

سوال نمبر۴۰۔ کیا وجہ ہے کہ حنفی المسلک ممالک مثلاً پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، وسط ایشیاء کی ریاستیں، ترکی اور شام وغیرہ میں سلاسل صوفیہ زیادہ رائج ہیں؟

جواب: تمام دین کا نچوڑ چار فقہیں ہیں اور یہ چار بھی سمٹ کر دو میں آ جاتی ہیں، حنفی وشافعی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ حنفی المسلک میں کمالات نبوت غالب ہیں اور شافعی المسلک میں کمالات ولایت غالب ہیں۔ حنفی المسلک ممالک میں اتباع سنت زیادہ ہوتی ہے۔

سوال نمبر۴۱۔ نماز میں وساوس اور خیالات بہت آتے ہیں؟

جواب: ہر وسوسہ خیال ہے جبکہ ہر خیال وسوسہ نہیں ہوتا۔ وسوسہ وہ خیال ہے جو مقصد میں حائل ہو لیکن فقط خیال مقصد میں حائل نہیں ہوتا۔ خیالات کا آنا مضر نہیں، خیالات کا لانا مضر ہے۔ ہمیں نماز میں دنیا کے خیالات آتے ہیں جو اَسفل ہے اور اکابرین کو خیالات آتے ہیں دین کے جو اعلیٰ ہیں، جیسے حضرت عمرؓ نماز میں جہاد کی صفیں درست فرماتے تھے۔ ایسے خیالات محمود ہیں اور حضور قلب کے خلاف نہیں ہیں۔

سوال نمبر۴۲۔ بعض مشائخ کو نماز میں اِس قدر اِستغراق نصیب ہوتا ہے کہ اِرد گرد کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ کیا ہو رہا ہے، ہماری نمازیں کیوں ایسی نہیں ہیں؟

جواب: نماز میں اس قدر اِستغراق حاصل ہونا لازمی امر نہیں ہے۔ حضور قلب سے مراد نماز میں توجہ الی اللہ ہے۔ نبی علیہ السلام نے ایک بچے کے رونے پر نماز کو مختصر کر کے سلام پھیر دیا تھا۔

سوال نمبر۴۳۔ سنا ہے وسوسہ آنے پر منتہی کی گرفت ہوتی ہے؟

جواب: صرف اس وسوسہ پر گرفت ہوتی ہے جو منتہی کو غافل کر دے۔ جو وسوسہ آئے اور گزر جائے اس پر گرفت نہیں ہوتی۔

سوال نمبر۴۴۔ ظن اور الہام میں کیا فرق ہے؟

جواب: انسان جب نیت وارادے کے ساتھ ایک رائے قائم کر لیتا ہے اس کو ظن کہتے ہیں اور جب خود بخود قلب میں کوئی خیال وارد ہوتا ہے اسے الہام کہتے ہیں۔

سوال نمبر۴۵۔ عالم خلق اور عالمِ امر سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کائنات کو دو طرح سے پیدا کیا۔ جسے کُن کہہ کر پیدا کیا، وہ عالمِ امر کہلاتا

ہے۔ جسے بتدریج پیدا کیا وہ عالمِ خلق کہلاتا ہے۔

سوال نمبر۴۶۔ کیا سماع جائز ہے؟

جواب: ساز اور باجوں کے ساتھ کسی قسم کا گانا حتیٰ کہ حمد ونعت بھی ناجائز ہے۔ بغیر مزامیر کے چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ مثلاً:

۱۔ اشعار فاسقانہ مضامین پر مبنی نہ ہوں۔

۲۔ مجلس میں محرم، غیر محرم کا اِختلاط نہ ہو۔

۳۔ سامعین کو اِتنی رغبت ہو جیسے بھوک میں کھانے کی۔

سوال نمبر۴۷۔ سنت اور بدعت کی کیا پہچان ہے؟

جواب: سنت عمل آفاقی ہوتا ہے، بدعت علاقائی ہوتی ہے، یعنی سنت عمل ہر جگہ اور ہر ملک میں یکساں ہوگا، مثلاً دسویں محرم کا روزہ رکھنا سنت ہے۔ یہ ہر جگہ ہر ملک میں رکھا جاتا ہے۔ دسویں محرم کا ''منانا'' بدعت ہے اسی لیے ایران میں منانے کا طریقہ اور، پاکستان میں اور، عراق میں اور، ہندوستان میں اور ہے۔

سوال نمبر۴۸۔ امت کا ایک بہت بڑا طبقہ تصوف کو اَچھا نہیں سمجھتا، یہ کیوں ہے؟

جواب: بعض لوگ ڈھونگی پیروں کی باتیں سن کر متنفر ہو جاتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ آج تو ہر معاملے میں کھوٹا کھرے سے ملا ہوا ہے۔ نکھارنا تو ہمارا کام ہے۔ علماء میں بھی بعض نفس پرست دنیادار لوگ شامل ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ علم حاصل کرنا بند کر دے۔ تصوف پر اِعتراض کرنے والوں کی مثال ہندہ کی سی ہے جسے آکل الاکباد کہتے ہیں۔ مسلمان ہونے سے پہلے کتنی پکی دشمن تھی، مسلمان ہونے کے بعد کہنے لگی، ''یارسول اللہ! اب آپ سے بڑھ کر کسی چیز سے محبت نہیں۔'' معترضین پر تصوف کی حیثیت کھل جائے تو ان کا یہی حال ہو۔

سوال نمبر۴۹۔ تصوف میں عروج کن چیزوں سے ہوتا ہے؟

جواب: چار چیزوں سے: (۱) کثرت ذکر، (۲) اتباع سنت، (۳) تقویٰ، (۴) رابطہ شیخ

سوال نمبر۵۰۔ بعض مشائخ کی زبان سے ''انا الحق'' اور ''سبحانی ما اعظم شانی'' وغیرہ کے الفاظ کیوں نکلے؟

جواب: یہ الفاظ غلبہ حال میں نکلے اس حالت میں انسان معذور ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے سامنے

اگر درخت سے آواز نکل سکتی ہے، "اننی انا اللّٰہ" تو کیا عجب ہے کہ کسی انسان کی زبان سے انا الحق کے الفاظ نکلیں۔ تاہم صاحب ہوش آدمی ایسے الفاظ کہے گا تو جوتے پڑیں گے۔

سوال نمبر ۵۱۔ اکثر گناہوں کا سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب: اکثر گناہ 'حب جاہ' یا 'قوت باہ' کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۵۲۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ آخر میں حقیقت کعبہ اور حقیقت محمدیہ ایک ہو جائیں گے؟

جواب: کعبہ تجلیات ذاتی کا مرکز ہے اسی لیے وہ مسجود الیہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا قلب مبارک بھی آخر میں دائمی طور پر تجلیات ذاتی کا مرکز بن جائے گا۔ حضرت یوسفؑ کو ایک نبی حضرت یعقوبؑ نے سجدہ کیا۔ حضرت آدمؑ کو سجدہ کروایا گیا۔ "لایسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبد مومن۔" کعبہ بھی تجلیات ذاتیہ کا مرکز مومن کا قلب بھی، فرق اتنا ہے کہ کعبہ دائمی تجلیات کا مرکز مگر مومن پر کبھی ہیں کبھی نہیں۔

سوال نمبر ۵۳۔ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو بسم اللہ پڑھتے، دوسرے پر پاؤں رکھتے تو والناس پڑھتے، یہ کیسے ممکن ہے؟ یا بعض بزرگ اپنے شہر سے دوسری جگہ پہنچے، شادی کی، بچے ہوئے، واپس آئے تو چند گھنٹے ہی گزرے تھے، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

جواب: زمانے کا ایک طول ہوتا ہے، ایک عرض ہوتا ہے۔ عام مشہور یہی ہے کہ زمانے کا صرف طول ہے عرض نہیں ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ خواص کے ایسے کام زمانے کے عرض میں کروا دیتے ہوں، جیسے واقعہ معراج۔

سوال نمبر ۵۴۔ مبداء تعین کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر سالک کے لیے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں سے ایک مبداء تعین ہوتا ہے۔ اس سالک کی رسائی اپنے مبداء تعین تک ہی ہوتی ہے۔ اگر کسی کو اس سے اوپر سیر نصیب ہو تو وہ نظری ہوتی ہے، قدمی نہیں (مقام نہیں بنے گا) جیسے گھر لاہور میں ہے، یہ اصل مقام ہوا۔ اب جہاں گھوم پھر آؤ مقام یہی رہے گا۔

سوال نمبر ۵۵۔ تعین اوّل کونسا ہے؟

جواب: حدیث پاک میں ہے: "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" (میں مخفی خزانہ تھا، پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، پھر میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا)۔ بعض مشائخ نے کہا کہ خدا کا پہلی بار مخلوق کو پیدا کرنے کا علم تعین اوّل ہے۔ بعض نے کہا، ارادہ (تخلیق) تعین اوّل ہے، لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا، حب (یہ چاہنا کہ مجھے پہچانا جائے)۔ تعین اوّل ہے یہ 'حب' ہی نبی کا مبداء تعین ہے، اس سے اوپر لاتعین کا مقام ہے۔

سوال نمبر ۵۶۔ صوفیائے کرام فقط مصلے پر بیٹھ کر تسبیحات پھیرتے رہتے ہیں، جہاد میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟

جواب: جہاد کا لفظ قرآن مجید میں کئی مقامات پر وارد ہوا ہے۔ مثلاً:

۱۔ جہاد بالمال یعنی اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا، "وجاھدوا باموالکم" اس پر دلیل ہے۔

۲۔ جہاد بالنفس یعنی اپنی جانوں پر احکام شریعت نافذ کرنا۔ فرمانِ الٰہی ہے: "وتجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم۔" اسی لیے حدیث پاک میں وارد ہے: "المجاھد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللّٰہ۔"

۳۔ جہاد بالقرآن یعنی کفار کے سامنے اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اسلام کی دعوت کو پیش کرنا "وجاھدھم بہ جھادا کبیرا" اس کی دلیل ہے۔

۴۔ جہاد بالسیف یعنی کفار کے ساتھ قتال کرنا۔ جیسے فرمانِ الٰہی ہے: "یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم۔"

صوفیائے کرام عام طور پر جہاد کی پہلی تین صورتوں میں فعال رہتے ہیں۔ اس کی مثالیں اظہر من الشمس ہیں۔ رہی بات جہاد بالسیف کی تو جب دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے تو یہ حضرات کفن بردوش ہو کر میدان میں نکل آتے ہیں اور کفار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار یعنی بنیان مرصوص بن جاتے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں نے جب جلال الدین خوارزم شاہ کی واحد اسلامی سلطنت اور عباسی خلافت کا چراغ گل کر دیا تو یہ ضرب المثل بن گئی تھی:

"اذا قیل لک ان التاتار انهزموا فلا تصدق"

(اگر کوئی کہے کہ تاتاریوں نے شکست کھائی تو یقین نہ کرنا)

ایسی عجیب صورتِ حال میں حضرت محمد دربندیؒ جیسے حضرات نے تاتاری شہزادوں کے دلوں کی کایا پلٹ دی اور تیس سال کے بعد یہی شہزادے مسلمان ہو گئے اور دنیا میں اسلام کی عظمت کا پھریرا لہرانے لگا۔ علامہ اقبالؒ نے کہا:

ہے عیاں آج بھی تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

۲۔ ہندوستان میں جب اکبر بادشاہ کی وجہ سے دینِ الٰہی کی آندھی اٹھی تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے احیائے دین کا علم بلند کیا اور وقت کے بڑے بڑے فوجی جرنیلوں، مثلاً شیخ فرید اور خان خانان کے دلوں پر توجہات ڈالیں حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ رسومات بدعات کا قلع قمع ہوا اور دنیا میں "یحی الارض بعد موتا" کا نقشہ پیش ہوا۔ اورنگزیب جیسا دیندار بادشاہ انہی کی محنت کا ثمر تھا۔

۳۔ روس نے داغستان پر حملہ کیا تو غازی محمد شہیدؒ، حمزہ بےؒ اور شیخ شاملؒ جیسے مشائخ طریقت نے ۱۸۱۳ء سے ۱۸۵۹ء تک ۴۶ سال جنگ لڑی اور کمیونسٹوں کے ساتھ قتال کیا۔

۴۔ طرابلس کی جنگ میں شیخ احمد الشریف سنوسی نے اپنے مریدین کو اطالویوں کے سامنے صف آراء کیا اور انہیں پندرہ سال ناکوں چنے چبوائے۔ صحرائے اعظم افریقہ کی سنوسی خانقاہ آج تک مشہور ہے۔

۵۔ انیسویں صدی عیسوی میں الجزائر میں امیر عبدالقادر نے فرانسیسیوں سے ۱۸۳۲ء سے لے کر ۱۸۴۷ء تک ۱۵ سال جنگ کی، یہ شیخ طریقت تھے۔

۶۔ ہندوستان میں تحریک خلافت کے سلسلے میں جہادِ شاملی کے حافظ فیاض شہیدؒ اور انگریز سے آزادی کے حصول کے لیے سیّد احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ناموں کو تاریخ میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

۷۔ افغانستان میں سیّد جمال الدین افغانیؒ، ہندوستان میں شیخ الہند امیر مالٹا حضرت محمود الحسنؒ اور سلسلہ شاذلیہ کے حسن البناء وغیرہم یہ سب حضرات مشائخ طریقت تھے۔ ان سب نے جہاد

بالسیف کیا۔ ان عظیم قربانیوں کے بغیر تاریخِ اسلام نامکمل ہے۔

۸۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ نے اپنے مریدین میں ایسا جذبہ جہاد بھرا کہ ایک خاتون اپنے دو بیٹوں کو مخاطب ہو کر کہنے لگی:

بولی اماں محمد علی کی جاں بیٹا خلافت پہ دے دو

بتایئے حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا شوکت علیؒ میں جذبہ جہاد کس نے بھرا تھا۔ وہی شیخ جو خود بھی ایک ظالم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آج بھی ان کی قبر مبارک کے قریب یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں:

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ مسلمانوں کی آزادی کے لیے اپنے گھر سے ہجرت کر کے لندن چلے گئے تاکہ مسلمانوں کی آواز انگریز کے ایوانوں تک پہنچا سکیں۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور جب جان سے مار دیے جانے کی دھمکی دی گئی تو **"افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر"** کے مطابق کفر کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر کہا:

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے — پر غیب میں سامان بقا میرے لیے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابن علیؓ کو — خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لیے ہے
اللہ کے رستے کی جو موت آئے مسیحا — اکسیر یہی ایک دوا میرے لیے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے — یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

دوسرا باب

سلوکِ نقشبندیہ کا تعارف، اصول و آداب

فصل اوّل

سلوکِ نقشبندیہ کا تعارف

سلوک کا مفہوم

سلوک سیر آفاقی کا نام ہے جو دائرہ امکان میں ہوتی ہے۔ مرشدِ کامل کی ہدایت کے مطابق اتباعِ سنت و شریعت اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے طہارت نفس و عناصر کرنا سیر آفاقی ہے۔ اس کو سلوک کہتے ہیں اور اس قسم کی تربیت حاصل کرنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔

سیر کی تعریف

سیر کا ذکر سورہ بنی اسرائیل پارہ نمبر ۱۵ کے ابتداء میں ان الفاظ میں ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا .... الخ

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے خاص بندے کو رات کے مختصر حصہ میں مسجد حرام (مکہ معظمہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک۔

سیر کا لفظی معنی ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اہل طریقت کے نزدیک سیر حرکت علمی کا نام ہے۔ یہ سیر نہ اینی ہوتی ہے نہ مکانی ہوتی ہے اور نہ ہی جسمانی ہوتی

ہے بلکہ یہ سیر باطنی اور روحانی ہوتی ہے جس کا تعلق مقولہ کیف سے ہے۔ سیر چار قسم کی ہوتی ہے

۱۔ سیر الی اللہ
۲۔ سیر فی اللہ
۳۔ سیر عن اللہ
۴۔ سیر فی الاشیاء

دائرہ کا مفہوم

صوفیاء کے نزدیک دائرہ سے مراد عرش کے نیچے اور عرش کے اوپر عالمِ خلق اور عالم امر (یعنی سات زمینیں اور سات آسمان) کو محیط مقام ہے۔ جس کو دائرہ امکان کا نام دیا گیا ہے۔ عرش سے لیکر نیچے تحت الثریٰ (سات زمینیں اور سات آسمان) تک عالم خلق ہے اور عرش کے اوپر سے لیکر عالمِ وجوب تک عالمِ امر ہے۔ دائرہ کی دو اقسام ہیں:

۱۔ دائرہ ظلال　　۲۔ دائرہ اصل

دائرہ ظلال

صوفیاء کی تحقیق کے مطابق تمام موجودات، اسماء وصفاتِ باری تعالیٰ کے ظلال ہیں اور اسماء وصفات کی طرح ان کے ظلال بھی بے انتہاء ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ (النحل: ۹۶)

ترجمہ: جو تمہارے پاس ہے وہ فانی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

جب سالک اسماء وصفات کے ظلال سے اسماء صفات کی طرف سیر کرتے ہوئے دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ دائرہ ظلال کو دائرہ اسماء وصفات، دائرہ ممکنات اور دائرہ ولایت صغریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

دائرہ اصل

اہلِ تصوف کے مطابق دائرہ اصل سے مراد ذات کے اسماء و صفات اور شیونات و اعتبارات کے مراتب ہیں اس دائرے کا تعلق عالمِ وجوب سے ہے۔ ہر مرتبہ کسی لفظ، عبارت، اشارے یا کنائے کے ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس مرتبے میں سالک کو سیر علمی ہوتی ہے اس سیر کا نام ''سیر فی اللہ'' ہے۔

سیر وسلوک اس حرکت سے عبارت ہے جو علم کے میدان میں ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ محض کیفیت کا ہے کیونکہ حرکتِ مکان یہاں ممکن نہیں ہے۔

سیر الی اللہ

انسان کے عام علم سے اعلیٰ کے علم کی طرف جانا ہے۔ اس اعلیٰ سے مزید اعلیٰ کی طرف حتیٰ کہ ممکنات کے علم سے گزر کر واجب تعالیٰ کے علم پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ وہ حالت ہوتی جس میں سالک کو فنا نصیب ہوتی ہے جسے مقامِ فناء کہتے ہیں۔ اسے مقامِ جمع سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

سیر فی اللہ

اس سے مراد وہ علمی حرکت ہے جو خدا تعالیٰ کے مراتب یعنی اسماء وصفات، شیونات و اعتبارات اور تقدسیات وتنزیہات میں ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ ایسا مقام جس کو الفاظ بیان نہیں کر سکتے اسے مقامِ بقاء کہتے ہیں۔ اسے مقامِ جمع الجمع سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

سیر عن اللہ باللہ

یہ بھی حرکت علمی ہے اس علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف نزول ہوتا ہے اور پھر اسفل سے مزید اسفل کی طرف جس میں سالک واجد بھی ہوتا ہے اور فاقد بھی ہوتا ہے۔ متحد بھی ہوتا ہے اور جدا بھی ہوتا ہے۔ قریب بھی ہوتا ہے اور بعید بھی ہوتا ہے۔ اسے فناء بقاء کے مقام کے بعد مقام فرق بعد الجمع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سیر در اشیاء

یہ سیر اشیاء کے علوم حقیقیہ سے عبارت ہے جس میں تمام موجودات کے جملہ حسن وقبیح سالک پر عیاں ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی زندگی کی انتہاء کو چھونے لگتا ہے جس کے بارے فرمایا گیا۔

مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ

ترجمہ: جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا تو گویا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اس مقام کو مقامِ بندگی بھی کہا جاتا ہے۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنَ (القرآن)

ترجمہ: اور ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

متاع ہے بے بہا درد و سوز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

اس سیر کو ''مقام فرق مطلق'' سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ تمام سیریں دائرہ امکان میں واقع ہوتی ہیں۔

نوٹ: لیکن یاد رہے وہ روحانی اعمال اور مشکل ریاضتیں جو شریعت محمدیہ صاحب الصلوۃ والتسلیمات کے مطابق نہ ہوں اُن سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

فصل دوئم

سلوکِ نقشبندیہ کے اصول وشرائط

سلوکِ نقشبندیہ کے تین بنیادی اصول ہیں جن پر مرشد برحق کی بیعت اور نسبت کے حصول کے بعد عمل درآمد کرنا حصولِ منزل کا ذریعہ ہے۔

(i) ذکر (ii) مراقبہ (iii) رابطہ

آیئے ان تینوں بنیادی اصولوں کو قدرے تفصیل کے ساتھ سمجھیں کیونکہ منزل کا حصول ان کے بغیر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔ کیونکہ یہ سلوک کی بنیادی شرائط بھی ہیں جس طرح نماز کی سات شرائط نماز سے قبل اور سات شرائط نماز کے دوران بجالانے سے ہی نماز مکمل ہوتی ہے۔ اور ان میں سے اگر کوئی ایک غلطی سے بھی رہ جائے تو نماز بہر حال فاسد ہو جاتی ہے اور اس کو لوٹانا اور دہرانا لازم ہو جاتا ہے ایسے ہی طریقت وتصوف کی دُنیا میں شرائط سلوک کو اپنائے بغیر کوئی سالک منزل رسید نہیں ہو سکتا۔

سلوکِ نقشبندیہ کی پہلی شرط ذکر

ذکر کی تین اقسام ہیں جن کا سالک کو عامل ہونا ضروری ہے۔

۱۔ ذکر اسم ذات ۲۔ ذکر نفی اثبات ۳۔ سلطان الاذکار / ذکر قالبیہ

کوئی ذکر سالک کو اُس وقت تک فائدہ نہیں دیتا جب تک اُس کے آداب وشرائط پر مکمل طور پر عمل نہ کیا جائے۔

ذکر کے آداب وشرائط

ذکر کے آداب وشرائط درج ذیل ہیں۔

ذکر اسمِ ذات ہو، نفی اثبات ہو یا سلطان الاذکار اُس کے لئے ضروری ہے کہ طالب

(سالک، مرید) حسب ذیل امور بجالائے۔

☆ اپنے دل کو تمام خطرات اور حدیث نفس (خیالی کلام کا سلسلہ) سے پاک وصاف کرے اور گزشتہ اور آئندہ کے اندیشہ کو بھی دل سے نکال ڈالے۔

☆ خطرات وخیالات دور کرنے کے لئے جناب الٰہی میں خوب تضرع وزاری کرے۔ روئے دوئے، اپنی کم مائیگی، بے ثباتی اور رسوائی کا تصور لائے۔

☆ اُس بزرگ / شیخ طریقت کی صورت کا تصور وخیال ذہن میں لائے جس سے اُس نے وہ ذکر حاصل کیا ہے۔

☆ اپنے دل / قلب کے مقابل یا اندر شیخ کے تصور کو مضبوطی سے قائم کرے کہ توجہ اِدھر اُدھر منتقل نہ ہو۔ اُسی تصورِ صورتِ شیخ کو رابطہ ذکر بھی کہتے ہیں۔ پھر وقوفِ قلبی (یعنی قلب پر توجہ جانا) کی مکمل رعایت کرے۔ یعنی اپنی توجہ دل کی طرف کرے اور دل کی توجہ ذاتِ الٰہی کی طرف جو اسم مبارک ''اللہ'' کا مسمّی ومصداق ہے۔

ذکر کا طریقہ

طہارت وپاکیزگی کے حصول کے بعد جب ذکر کے جملہ آداب وشرائط پورے ہو جائیں تو پھر سالک / طالب اول اول ذکر قلبی اسمِ ذات پاس انفاس (سانس کے ساتھ) کرے۔

ذکر پاس انفاس

☆ آنکھیں بند کرے۔ منہ بند کرے، لب لبوں سے اور زبان تالو سے لگالے۔

☆ جسم قدرے ڈھیلا چھوڑ دے

☆ دوزانوں یا مربع شکل میں بیٹھ جائے۔

☆ گردن بائیں طرف یعنی دل کی جانب پھیرلے۔

☆ اپنی سانس کو اندر لیکر جائے تو لفظ ''اللّٰہ'' سانس کے ساتھ کہے زبان سے نہیں اور جب سانس باہر آئے تو ''ھُو'' سانس کے ساتھ کہے اور دل والی جگہ پر سانس کی ہوا ٹکرائے۔

☆ سانس اندر لے جائے تو خیال کرے کہ لفظ ''اللہ'' لطیفہ نفس یعنی ناف سے متصل دو انگلی یا ایک انچ تقریباً نیچے سے شروع ہو کر تمام جسم اور سینے سے گزرتے ہوئے دماغ کے وسط یا پیشانی تک گیا ہے پھر ایک دو سیکنڈ وقف کے بعد (تمام روحانی، فکری، عشقی، نسبتی قوت جمع کرکے) ''ھُو'' کی

طویل ضرب اپنے لطیفہ قلب پر مارے کہ لفظ ''اللّٰہ'' اپنی تمام قوتوں اور برکتوں سمیت میرے قلب میں گھس گیا ہے اور دل کے اندر سے جملہ خباثتیں، خواہشات اور وسوسات شیطانی دفع دُور ہو گئے ہیں۔ سانس کی ہوا ظاہراً قلب والی جگہ سے ٹکرائے لیکن تصور مقامِ قلب پر ہو جو عرش سے اوپر کا مقام ہے۔ فرمایا:

قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہ

ترجمہ: مومنوں کے دل اللہ کا عرش ہے۔

☆ اپنے قلب کو نُور سے بھرا ہوا دیکھے اپنے تمام وجود اور ماحول کو نورانی اور عشقِ الٰہی سے لبریز خیال کرے۔

☆ اپنے شیخ کے قلب میں اپنے قلب کو گم کردے اور وہ انوار وتجلیات جو شیخ ومرشد کے قلب پر وارد ہو رہے ہیں اپنے قلب میں جاری وساری کرے اور اس مشق کا مسلسل تکرار کرتا رہے تاوقتیکہ قلب وذہن اللہ کی محبت اور یاد سے پُر درد ومسرور ہو جائے۔

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من تو
پلا کے مجھے پلا مئے لا الہ الا ھو

اقبالؒ

ذکر اسمِ ذات / ذکر مجرد / ذکر خفی

ذکر پاس انفاس کی طرح جملہ شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے پھر سالک وطالب ذکر اسمِ ذات یعنی ذکر مجرد، ذکر خفی صرف لفظ ''اللہ'' کا ذکر بغیر آواز اور بغیر سانس کے کرے۔

☆ اپنے دل میں ''اللّٰہ'' ۔۔۔۔ ''اللّٰہ'' ۔۔۔۔ کا خیال گزارے۔

☆ دل کی دھڑکن کو ''اللّٰہ'' ۔۔۔۔ ''اللّٰہ'' ۔۔۔۔ ''اللّٰہ'' ۔۔۔ کا ذکر تصور کرے۔

☆ اگر دھڑکن محسوس نہ ہو تو دائیں ہاتھ کا انگوٹھا بائیں بازو کی کلائی پر نبض کے اُوپر رکھے (دو زانوں بیٹھنے کے انداز میں جبکہ دونوں ہاتھ گود میں باندھے ہوئے پڑے ہوں)

☆ اس ذکر قلبی اور نگہداشتِ خطرات اور وقوفِ قلبی کے ساتھ اس حد تک مشغول رہے کہ دل کے ذکر کی حرکت خیال کے کان میں جا پہنچے۔

ذکر حبسِ دم

اس ذکر کے دوران جملہ آداب وشرائط کی رعایت کے ساتھ سالک / طالب اپنا سانس روک کر وقوف عددی (طاق عدد کی رعایت کے ساتھ یعنی (13/11/9/7/3........)) کے مطابق ذکر قلبی یا ذکر مجرد کیا جاتا ہے۔ جب سانس پھول جائے تو سانس لیکر دوبارہ سانس سینے میں روک کر تکرار ذکر کرے حتیٰ کہ روح وقلب اللہ کی محبت سے سرشار ہو جائے۔

ذکر نفی اثبات

ذاکر اپنا دم ناف کے نیچے تقریباً ایک انچ نیچے بند کر کے لفظ ''لا'' کو ناف سے اُٹھا کر پیشانی تک لے جائے اور لفظ ''اِلٰہَ'' کو وہاں سے دائیں کندھے تک پہنچا کر لفظ ''اِلَّا اللّٰہُ'' کی ضرب دل پر اس طرح لگائے کہ تمام لطائف پر جا لگے اور اُس کا اثر تمام جوارح واعضاء تک جا پہنچے اور یہ ذکر اس طریقہ میں بدن کے اجزا اور اعضاء کی حرکت کے بغیر ہی کرتے ہیں۔ اور اگر دم بند کرنا کچھ نقصان دے تو اُس کے بغیر ہی ذکر کرے کیونکہ وہ ذکر کی شرط نہیں ہے۔ اور ذکر میں کلمہ شریف کے یہ معنی ملحوظ رکھتے ہیں کہ ''خدا تعالیٰ کی ذات پاک کے سوائے میرا کچھ بھی مقصود نہیں''

کئی بار ذکر کرنے کے بعد الفاظ بھی دل کے اندر خیال کرتے رہتے ہیں کہ ''اے خدا تو ہی ہے اور تیری ہی رضا میرا مقصود ہے مجھ کو اپنی محبت اور معرفت عطا فرما''۔ اس طریقے کو بازگشت کہتے ہیں۔ ذکر کے اختتام پر چند بار:

''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہُ'' ﷺ

اس کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

دورانِ ذکر طالب کو مختلف انوار والوان نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ہر لطیفہ کا نور جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

مختلف لطائف کے انوار کے رنگ

☆ قلب کا نور زرد ہے۔ ☆ روح کا نور سُرخ ہے۔
☆ سِر کا نور سفید ہے۔ ☆ خفی کا نور سیاہ ہے۔ اور
☆ اخفیٰ کا نور سبز ہے۔

انوار کا مشاہدہ

طالب ان انوار کو پہلے اپنے باہر مشاہدہ کرتا ہے اور اس کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ اور پھر ان انوار کو اپنے باطن میں احساس کرتا ہے اور اس کو سیر انفسی کہتے ہیں۔

سیر آفاقی وسیر انفسی کی تکمیل کے مراحل

سیرِ آفاقی عرش کے نیچے ہی نیچے تک ہے اور سیر انفسی عرش سے اوپر ہی اوپر ہے۔ یعنی لطائف مذکورہ قالب سے نکل کر جب اپنے اصول کی جانب عروج کرتے اور متوجہ ہوتے ہیں تو ان کا عرش تک پہنچنا سیر آفاقی ہے اور پھر جب عرش سے اوپر ان کو جذب وعروج حاصل ہوتا ہے تو وہاں سے سیر انفسی شروع ہو جاتی ہے۔

ابتدائے سلوک کی نشانی

صاحب کشف تو انوار کا مشاہدہ کرنا اور اپنی سیر خود ہی دریافت کرتے جاتا ہے مگر موجودہ زمانہ میں اکلِ حلال مفقود ہونے کے باعث صاحب کشف عیانی (خود مشاہدہ کرنے والے) تو بہت کم پائے جاتے ہیں۔ فی زمانہ اکثر طالب صاحبِ کشف وجدانی ہی ہوا کرتے ہیں اور وجدان بھی ایک نوع کا کشف ہے اور ان دونوں یعنی کشف عیانی اور کشفِ وجدانی میں فرق یہ ہے کہ صاحبِ کشفِ عیانی عیاناً وظاہراً دیکھتا جاتا ہے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب سیر ونقل وحرکت کرتا جا رہا ہے اور صاحبِ وجدان کو ظاہراً تو اپنی سیر ونقل وحرکت کا مشاہدہ نہیں کر سکتا مگر اپنے حالات وواردات کے تغیر وتبدل کو اپنے ادراک کے ساتھ دریافت کرتا جاتا ہے جیسے ہوا جو بظاہر دکھائی نہیں دیتی لیکن قوت ادراکیہ تو اُسے بتوسط لامسہ (چھونے کی قوت) بڑے زور سے محسوس کرتی ہے۔

جو شخص اپنے حالات ادراکِ وجدانی کے ساتھ بھی دریافت نہیں کر سکتا تو اُس کو مقامات کی بشارت دینا اور خوشخبری سُنانا گویا طریقہ فقراء کو بدنام کرنا اور اُس کی نسبت بدگمانی پھیلانا ہے۔

نوٹ: ذکر کی مزید تفصیلات باب بعنوان ''ذکر'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سلوک کی دوسری شرط مراقبہ

مراقبہ مبداءِ فیاض (اللہ تعالیٰ) سے فیض کے انتظار کرنے اور اپنے مورد (لطائف) پر اُس فیض کے وارد ہونے کا خیال رکھنے کو کہتے ہیں جو فیض کہ حضرت حق سبحانہ کی طرف سے سالک کے

لطائف میں سے کسی لطیفہ پر وارد ہوتا ہے۔ اُس لطیفہ کو اس کا مورد فیض کہتے ہیں۔

اسی واسطے مشائخ کرام نے مراقبات میں سے ہر ایک مقام کے مناسب ایک ایک مراقبہ فرمادیا ہے چنانچہ دائرہ امکان میں مراقبہ احدیت کا حکم ہے اور مراقبہ احدیث اُس ذاتِ عالیہ کے مراقبہ کا نام ہے جو کہ تمام صفات کمالیہ کی جامع اور ہر ایک عیب ونقصان سے منزہ و پاک اور اسم مبارک ''اللہ'' کا مسمی ومصداق ہے اور اس مراقبہ میں اس امر کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ اُس ذاتِ پاک کا فیض لطیفہ قلب پر وارد ہورہا ہے اور ان مراقبات کو کبھی کبھی بغیر ذکر کے استعمال کرتے ہیں اور خالی ذکر بغیر مراقبہ کے مفید نہیں ہے۔

نوٹ: مراقبہ کی مزید تفصیلات باب ''مراقبہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سلوک کی تیسری شرط رابطہ وتصور شیخ

رابطہ وتصور شیخ کے متعدد طرق (طریقے) ہیں۔

☆ اپنے شیخ ومرشد کی صورت وشکل کو اپنے ذہن اور نگاہ میں رکھنا

☆ اُس کی شکل وصورت کو اپنے دل کے اندر محفوظ رکھنا

☆ اپنی صورت کو شیخ کی صورت خیال کرنا

☆ جملہ امور دین ودنیا بجالاتے ہوئے شیخ مقتداء کی اداؤں/سنتوں کو بنیاد بنانا

☆ اپنے شیخ سے ٹوٹ کر محبت کرنا اور اُس کے تصور میں تسکین پانا

خیالِ یار میں ہم پُر بہار رہتے ہیں
خزاں کے دن بھی ہمیں سازگار رہتے ہیں

(ساغر صدیقی)

طالب پر جب رابطہ وتصور شیخ غلبہ کرلیتی ہے تو ہر چیز میں اُس کو اپنے شیخ کی صورت نظر آتی ہے اور اس حالت کا نام فناء فی الشیخ ہے۔ یاد رہے کہ رابطہ کا راستہ تمام راستوں کی نسبت بہت ہی نزدیک ترین راستہ ہے اور عجائب وغرائب کے ظہور کا منشاء اور ذریعہ بھی یہی ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے فرمایا ہے کہ خالی ذکر بغیر رابطہ اور بغیر فنافی الشیخ کے منزل ومقصود تک پہنچا نہیں سکتا اور خالی رابطہ صحبت کے آداب کی رعایت کے ساتھ کفایت کرسکتا ہے۔

نوٹ: مزید تفصیلات کیلئے باب ''تصور شیخ وفیض'' ملاحظہ فرمائیں۔

فصل سوئم

شیخ طریقت اور سلوک کی منازل

سیر وسلوک ولایت صغریٰ کے دائرہ میں واقع ہوتا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا معمول یہ تھا کہ اپنے مریدین وخلفاء کو مندرجہ ذیل طریقہ سے راہنمائی فرماتے۔

۱۔ اوّل طالب کے لطائف میں ذکر ڈالنے کے لئے توجہ فرماتے۔

(i) توجہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو مرید/ طالب کے قلب کے مقابل کر کے جناب الٰہی سے بتوسلِ حضراتِ مشائخ کرام یوں عرض کرے کہ خداوند جو انوار ذکر پیران کبار سے مجھ کو حاصل ہوئے ہیں اور میرا دل ان سے منور ہو چکا ہے تو اِس طالب کے دل میں ڈال دے اور ان سے اس کے دل کو منور فرمادے۔

(ii) پھر اپنی توجہ وہمت بڑے زور سے طالب کے قلب کی طرف مصروف رکھے۔ حق سبحانہ سے امید قوی ہے کہ چند ہی بار کی توجہ سے اُس کے قلب کے اندر ذکر کی حرکت پیدا ہوجائے گی۔

۲۔ پھر اس طرح اپنی روح کو اُس کی روح کے مقابل رکھ کر توجہ کرے اور خیال میں لائے کہ پیران عظام کی ارواح شریفہ سے جو نور ذکر میرے لطیفہ روح میں پہنچا ہے میں اُس کو اس طالب کی روح میں القا کرتا ہوں۔

۳۔ اسی طرح اُس کے دوسرے لطائف (سر، خفی واخفی ولطیفہ نفس وقالب) پر متوجہ ہوکر ذکر القا کرے۔

۴۔ پھر طالب کے تمام لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی اثبات کا ذکر تلقین فرما کر جمعیت وحضور کی نسبت القا کرے۔

(i) دل کے بے خطرہ یا کم خطرہ ہونے کو جمعیت کہتے ہیں۔

(ii) حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف طالب کے دل میں توجہ پیدا ہونے کو حضور قلب کہتے ہیں۔

۵۔ جب طالب کے قلب میں حضور و جمعیت پیدا ہوجائے تو شیخ مرید کے قلب کو اپنی ہمت اور توجہ سے فوق (اوپر) کی طرف جذب فرمائے (کھینچ لے جائے)۔

۶۔ شیخ کو لازم ہے کہ اسی طرح جس مقام کے فیض کے واسطے توجہ کرے پہلے اپنے تئیں اُس مقام کے فیض کے رنگ سے اپنے لطائف کو رنگین کر کے اُس مقام کا فیض طالب کے باطن میں القا کرے۔

(i) اُس کے فیض کے مورد کو بھی ملحوظ رکھے کیونکہ انسان کا دل اصل فطرت میں روشن و منور پیدا ہوا ہے، مگر عام طور پر کثرت تعلقات و موانع کے باعث کوئلہ کی مانند سیاہ و بے نور ہوگیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے آپ اور اپنی اصل کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ ولیکن جب وہ طالب صادق بن کر اور حُسن عقیدت واردات اپنے ہمراہ لے کر کسی کامل شیخ و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوجائے تو وہ مرشد اُس کی طرف متوجہ ہو کر اُس کو ذکر کی تلقین کرتا اور اپنی توجہات اُس کے حق میں مصروف رکھتا ہے، تو اُس کی توجہات کی برکت سے ذکر کا نور اُس کے قلب میں پیدا ہوجاتا ہے اور وہ سیاہ کوئلہ اب دہکنے لگتا ہے۔ اور جب ذکر کے نور سے اُس کا تمام دل منور ہوجاتا ہے تو اُس کے دل سے ایک نور کا شعلہ اُٹھتا ہے جسے فتح الباب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

(ii) اول اول جو بشارت کہ طالب کو عطا فرماتے ہیں، وہ یہی فتح الباب کی بشارت ہے۔

(iii) اس وقت قلب کو اپنی فراموش شدہ اصل پھر یاد آتی ہے اور اپنے فوق کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔

(iv) اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ نور کا شعلہ جو قلب سے اُٹھنے لگا تھا، اب قالب سے برآمد (ظاہر) ہوتا ہے۔ اور یہی مطلب ہے اُن کے اس قول کا کہ (لطیفۂ قالب سے برآمد ہو)۔

(v) وہ آہستہ آہستہ اپنے اصل کی طرف جو فوق العرش ہے، سیر کرنے لگتا ہے۔

(vi) اور شیخ کی صحبت کی برکت و یمن سے بڑے قوی قوی جذبات طالب کے لطائف پر وارد ہونے لگتے ہیں۔

(vii) رہی سیر کی تیزی و آہستگی، وہ تو شیخ کی توجہات کی کمی بیشی پر مبنی ہے۔

(viii) اگر شیخ اپنی توجہات طالب کے حق میں بکثرت صرف کرے گا تو طالب کی سیر تیز واقع

ہوگی۔

(ix) اور اگر شیخ کی توجہات کمی کے ساتھ واقع ہوئی تو طالب کی سیر بھی اُسی انداز پر وقوع میں آئے گی۔

(x) طالبوں کی اپنی استعداد ولیاقت بھی مختلف طور پر واقع ہوئی ہے۔

(xi) اُن میں کچھ تو بڑی استعداد ولیاقت کے ہوتے ہیں، جو ادنیٰ توجہ میں ہوائے آتشین کی مانند اوپر کو اس قدر تیزی کے ساتھ اُڑے جاتے ہیں کہ ان کی سرعت سیر میں ہر ایک شخص کی نظر کام نہیں کر سکتی۔

(xii) ان میں کچھ کم لیاقت بھی ہیں، مگر گرتے پڑتے منزل مقصود تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔

۷۔ الغرض طالبانِ حق کو صحبت شیخ (علی الخصوص طریقہ نقشبندیہ) از حد ضروری ہے، کیونکہ صحبت شیخ کے بغیر اُن کی تگ و دو کا پاؤں اٹھ نہیں سکتا۔

(i) اُن کی اپنی ریاضتوں اور محنتوں سے کچھ بھی نہیں بن سکتا۔ (الا ماشاء اللہ)

۸۔ توجہ کی برکات میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم واقع ہوا ہے۔ اسی وجہ سے راستہ میں ایک طرح کی سہولت پیدا ہوگئی ہے۔

(i) کیونکہ جانے اور لے جانے میں تو بہت ہی بڑا فرق ہے۔

سلوک کا خلاصہ

سلوک کا خلاصہ یعنی فقر کی دس مشہور منزلوں کو طے کرنا ہے:

۱۔ توبہ	۲۔ انابت
۳۔ زہد	۴۔ ریاضت
۵۔ ورع	۶۔ قناعت
۷۔ توکل	۸۔ تسلیم
۹۔ صبر	۱۰۔ رضا

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا احسان عظیم

آپؒ نے پندرہ روز تک سربسجود ہو کر جنابِ الٰہی میں دعا و گریہ زاری کی۔ اور عرض کیا کہ

خداوند مجھ کو ایسا طریقہ عطا فرما جو یقیناً وقطعاً تجھ تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایسا راستہ عطا فرمایا جو اور راستوں کی بہ نسبت بہت ہی نزدیک ہے اور یقیناً اُس تک پہنچانے والا بھی ہے لیکن پھر بھی پیر ایسا کامل و مکمل ہونا چاہئے جس کا:

۱۔ ظاہر رسول خدا ﷺ کی کمال متابعت کے ساتھ آراستہ و مزیّن ہو۔

۲۔ باطن غیر سبحانہ سے بے تعلق و پاک وصاف اور حضرت حق سبحانہ کے دوام حضور سے مشرف ہو ورنہ پھر اس طریقہ کا کیا گناہ اور کیا قصور۔

۳۔ مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک حضور اور جمعیت ہی اصلی کام ہے۔

۴۔ اسی واسطے ہر خشک وتر پر ہاتھ نہیں ڈالتے،

۵۔ اور غیبی صورتوں اور شکلوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور کشوف اور انوار کو چنداں معتبر خیال نہیں کرتے۔

فصل چہارم

طالب کے لائق توجہ امور

طالب کو چار چیزوں کی رغبت دلائی جاتی ہے:

۱۔ جمعیت

۲۔ حضور

۳۔ جذبات

۴۔ واردات

اول الذکر دونوں کے معنی اوپر بیان ہو چکے ہیں، مؤخر الذکر دو کے معنی یہ ہیں۔

۱۔ لطائف کی کشش فوق کی جانب کو جذبات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

۲۔ اور قلب پر کسی دشوار نا قابلِ برداشت حالت کے وارد ہونے کا نام واردات ہے۔

(i) فوق (اوپر) کی جانب کا ذکر صرف اسی بنا پر ہے کہ عادۃً فوق ہی کی طرف توجہ کی جاتی ہے ورنہ حق سبحانہ تعالیٰ جہات واطراف سے بالکل پاک ومبرا ہے۔

(ii) اس کو دائرہ جہالت واطراف سے باہر ڈھونڈنا چاہئے

(iii) اور انہی واردات کو اس طریقہ نقشبندیہ میں عدم اور وجود عدم بھی کہا جاتا ہے۔

(iv) اول اول یہ وارد (حالت) سالک پر کبھی کبھی بلکہ ایک ایک مہینہ کے بعد وارد ہوا کرتی ہے۔

(v) اور رفتہ رفتہ کثرت پیدا کرتی جاتی ہے۔ پھر تو ہفتہ وار اور روزانہ بلکہ ایک ایک روز کئی بار اُن کا وُرود ہونے لگتا ہے۔

(vi) حتیٰ کہ پے در پے اور متواتر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور واردات کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ وہ جو اس طریقہ کے بزرگوں نے فرمایا ہے۔

''اگر تجھ سے وصلِ اعدام ہو سکے تو تُو البتہ مردوں کا کام کر سکے گا''۔

نوٹ: یہی عدم و وجودِ عدم جہت جذبہ میں فنا بھی ہے اور بقا بھی، مگر فنا، قلب تو تب ہی حاصل ہوگی جبکہ ماسوا کا علمی و حبی تعلق سینہ سالک سے کوچ کر جائے اور غیر کا خطرہ تک بھی اُس کے دل میں نہ گزرے۔

خیال ماسوا دل سے برون کر
گزر چوں سے و حُب بیچگوں کر
دل میں یاد تیری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

(اعلیٰ حضرتؒ)

(vii) اور فناء قلب تجلیات افعالیہ الٰہیہ میں حاصل ہوتا ہے، یعنی ماسوا کے افعال کو حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے فعل کا اثر خیال کرنا۔

فصل پنجم

وحدت الوجود اور ولایت صغریٰ کی ابتدائی منزل

جب فناء قلب طالب کے دید و خیال پر غلبہ کر لیتا ہے تو ممکنات کی ذات و صفات حضرت حق سبحانہ کی ذات و صفات کا مظہر (جائے ظہور) سمجھنے لگتا ہے تو توحید وجودی، یعنی ممکنات کی ہستی کو ہستی حق کی موجیں سمجھنے کا گیت گاتا ہے۔

مفہوم

''اُس کی غیرت نے جہاں میں غیر نہیں چھوڑا، اسی بنا پر وہ ہر ایک چیز کا عین ہوا نہ غیر''

اہل توحید وجودی نے اپنے آپ کو اور تمام عالم کو گم کر کے حضرت حق کے دریا وجود میں غوطہ لگایا۔

بیت: ترجمہ

''مطرب کے پُر سوز ساز سے یہ ندا کان میں پہنچی کہ چوب اور تار اور تنن تنن کی آواز سب وہی ہے۔''

ہر صورت وچ آوے یار
کر کہ ناز ادا لکھ واز

(viii) فنافی اللہ ہی حالت وحدت الوجود ہے اور سالک نے جب اس سمندر بے کنار میں غوطہ لگایا تو اس کی بصیرت نے بجز سمندر کے اور کچھ بھی نہ پایا اور جس طرف نظر اٹھائی تو سوائے سمندر اور اُس کی موجوں کے اور کچھ بھی نظر نہ آیا، بلکہ اپنے تئیں بھی اس دریا کا ایک قطرہ پایا اور کمال استغراق کے باعث قطرہ اور دریا میں بھی امتیاز باقی نہ رہا۔ یہ مقام فناء ہے جسے اولاً مقام جمع کا نام دیا جاتا ہے۔

بیت: ترجمہ

''اب غور کر کہ تُو تو اسی دریا کی ایک نہر ہے، دریا اور نہر میں جدائیگی کہاں ہے۔''

کون کہتا ہے کہ موت آئے گی تو مر جاؤں گا

میں تو دریا ہوں سمندر میں اُتر جاؤں گا

۴۔ اس طائفہ علیا کی نسبت حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

البحر بحر علی ما کان فی قدم

ان الحوادک امواج والنهار

فلا یحجبنک اشکال تشا کلها

عمن تشکل فیها وهی استار

ترجمہ: ''سمندر تو اپنی اُسی قدیمی حالت پر ہی موجود ہے اور یہ تمام کائنات (جو تیرے مشاہدہ میں ہے) صرف اسی سمندر کی موجیں ہی موجیں اور نہریں ہی نہریں تو ہیں، سو یہ سب موجوں اور نہروں کی صورتیں اور شکلیں تیرے لئے ان کی اصلی متشکل سے حجاب نہ بن جائیں، یہ تو صرف پردے ہی پردے ہیں۔''

سند الطائفہ مزید فرماتے ہیں۔

ترجمہ: اے دلوں کے مقناطیس! اس عالم ہستی میں نہ آدم ہے نہ ابلیس اور نہ ملک سلیمان ہے اور نہ بلقیس، یہ تو سب کے سب الفاظ وعبارات ہیں اور تو ہی سب کا معنی ہے۔

حضرت مغربی صاحبِ دیوان فرماتے ہیں:

ترجمہ: اس دریائے وحدت سے کثرت کی گونا گوں موجیں برآمد ہوئیں، وہ (محبوب حقیقی) بیچونی سے چوں کے رنگ میں آیا، کبھی پہنا لباس لیلیٰ کا، کبھی مجنوں کی صورت بن کے آنکلا، خلوت سے جب وہ یار باہر آیا تو وہی ہو بہو اندر ہی کا نقشہ باہر آیا۔ اس دریا سے ان موجوں کے ہمراہ ہزاروں چھپے ہوئے خوبصورت موتی نکل آئے، سو مکر حیلے اور بہانے کئے تو پھر کہیں دوستوں کے موافق ہوا۔ غرض سو قصوں اور قضیوں کے بعد وہ نکلا، جس لباس میں اُس کو تو اب دیکھ رہا ہے یقین کر، کہ وہ اُس میں ابھی نکلا ہے، مغربی کے شعر کی مانند ہر لباس میں وہ نہایت ہی دل پسند اور موزوں نکلا۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

کتے عربی او کتے عجمی او کتے ٹوپی پوش نیرنگی او

تُسی ہر صورت وچ وَس دے او سانوں لامکاں نئیں دس دے او

بابا بلھے شاہؒ اس مقام پر فرماتے ہیں۔

جے میں تینوں اندر آکھاں تے فیر مقید جاناں

تے جے میں تینوں باہر آکھاں تے میرے اندر کون سماناں

میں وی توں ویں تے توں ویں توں ویں وچ بلھا کون نماناں

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا

جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

بقاء باللہ کی حالت

اور فنافی اللہ جب حد کمال تک پہنچتا ہے تو سالک کو وجود موہوب سے موجود کر کے خاص اپنے پاس سے ایک قسم کی بقا عطا فرماتے ہیں، پھر تو وہ اپنے آپ کو تمام میں اور تمام کو اپنے آپ میں مشاہدہ کرنے لگتا ہے، اور تمام عالم کو اپنے جمال کا آئینہ تصور کرتا ہے اور ذیل کے فارسی اشعار نہایت شوق سے گانے لگتا ہے۔

چوں بنگرم در آئینہ عکس جمال خویش

گردد ہمہ جہاں بحقیقت مصورم

خورشید آسماں ظہورم عجب مدار

ذرات کائنات اگر گشت مظہرم

ترجمہ: جب میں آئینہ میں اپنے جمال کے عکس کا مشاہدہ کرتا ہوں تو سارا جہاں درحقیقت میرا ہی میرا نقشہ دکھائی دیتا ہے۔ خورشید آسماں بھی میرا ہی ظہور ہے۔ اگر تمام کائنات کے ذرات بھی میرا ہی مظہر بن چکے ہیں تو اے یار تُو ہرگز بھی کچھ تعجب نہ کر۔ اس حالت کو مقام جمع الجمع کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

چوداں طبق فقیر دی وچ بغلی

جے آکھیں تے جھات پوا دیئے

(بلھے شاہؒ)

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز
(اقبالؒ)

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (القرآن)

ترجمہ: اور جب آپؐ نے (کنکریاں) پھینکیں تھیں وہ آپؐ نے کب پھینکی تھیں وہ تو میں (اللہ تعالیٰ) نے پھینکی تھیں۔

حضرت مغربیؒ کا قول ہے۔

قطعہ: ترجمہ:

میرا عشق جو کون و مکان میں ظاہر نہیں، تو پھر حیرانی کیا ہے۔ میں تو عنقا، مغرب ہوں، میرا تو ایک نشان تک بھی موجود نہیں، میں نے تو ابرو و غمزدہ کے ساتھ دونوں جہاں شکار کر لئے۔ اے منکر! خیال کر کہ میرا تو تیر و کمان بھی ظاہر نہیں، میں تو ہر زبان سے بولتا ہوں اور ہر کان سے سنتا ہوں، طرفہ یہ کہ نہ تو میری زبان ہی ظاہر ہے اور نہ ہی میرا کان۔

فصل ششم

وحدت الوجود اور لطیفہء قلب کی سیر

توحید وجودی، ذوق وشوق، آہ نعرہ، بیخودی، استغراق، سماع، رقص، وجد تواجد اور اسرار معیت کا ظہور ہے۔ یہ سب کے سب حالات لطیفہ قلب ہی کی سیر میں سالک پر وارد ہوا کرتے ہیں اور قلب اول اول تو دائرہ امکان ہی میں سیر کیا کرتا ہے اور جذب وحضور، جمعیت و واردات کشفِ عنی وکونی، کشف ارواح و عالمِ مثال اس دائرہ امکان کے احوال میں سے ہیں اور سیرِ عالم ملک یعنی ماتحت افلاک کی سیر اور عالم ملکوت یعنی ملائکہ وارواح وبہشت و مافوق افلاک کی سیر بھی اسی دائرہ میں ہی داخل ہے۔ بلکہ یہ تمام شعبدے اُس دائرہ کے نصف زیریں حصہ میں ہی دکھائی دیتے ہیں اور اس کو سیر آفاقی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

سیر انفسی اور ولایت صغریٰ کے درجات

اور کامل حضور و جمعیت اور قوی قوی جذبے تو دائرہ ثانی یعنی دائرہ ولایتِ صغریٰ میں حاصل ہوئے ہیں اور دائرہ ثانی تجلیات انعالیہ اور اسماء وصفات کے ظلال کی سیر کا نام ہے اور دائرہ امکان کے نصف حصہ عالی کا، جو فوق العرش ہے۔

اکابرین مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کیا حال ظاہر کیا جائے کہ بعض فقراء نے اس مقام کو ہی ذات وصفات کا مرتبہ خیال کر لیا۔ حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ استویٰ علی العرش کا راز اسی مقام کے دقیقہ اسرار میں سے ہے۔ یہ منجملہ اُن کے اغلاط سے ہے، مشائخ نے اس کے نصف فوق العرش کو سیر انفسی قرار دیا ہے، بلکہ سیر انفسی تو کامل طور پر ولایت صغریٰ کے دائرہ میں ہی ظاہر ہوتی ہے۔ جو توحید وجودی اور اسرار معیت کے ظہور کا محل ہے۔

دائرہ ولایت صغریٰ
کہ عبارت از
ظلال اسماء وصفات است
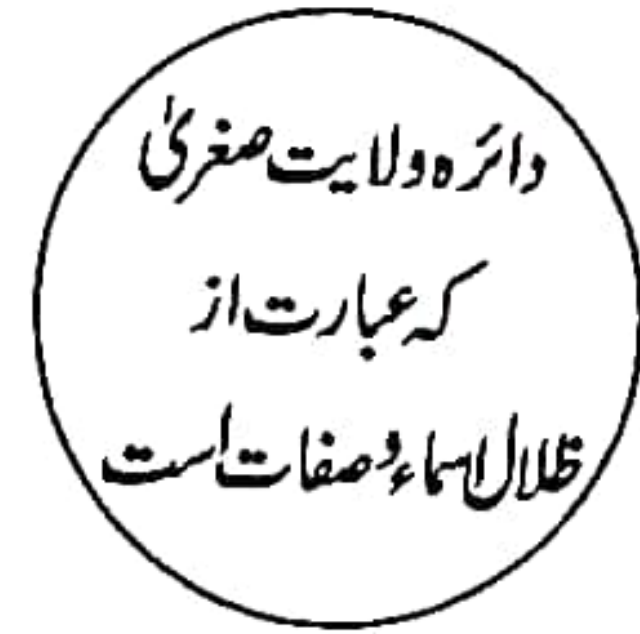
امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند کی تعلیم

امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاریؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ فناء و بقا کے بعد جو کچھ بھی دیکھتے ہیں، اپنے ہی آپ کو دیکھتے ہیں، اور کچھ بھی پہچانتے ہیں، اپنے ہی آپ میں پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت بھی اپنے ہی آپ میں ہے۔ آیت کریمہ

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. (القرآن)

ترجمہ: اور وہ تمہارے اندر ہے کیا پس تم کیوں نہیں دیکھتے۔

اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ولایت صغریٰ کی کیفیات

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

''نہ بن اندھا، نہ لے جا ہر طرف ہاتھ، ساتھ تیرے جو ہے زیرِ گلیم ہے''

ولایت صغریٰ کے دائرہ میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ سالک کثرت سے

(i) فوق کی جانب متوجہ ہو۔

(ii) اُس کا لطیفہ جہات ستہ کا احاطہ کرے۔

(iii) حضرت حق سبحانہ کی بے کیف معیت کو اپنے بے کیف ادراک کے ساتھ اپنے آپ کو اور تمام عالم کو محیط تصور کرے۔

(iv) اور بعض کو تو توحید وجودی کے اسرار بھی اسی میں حاصل ہو جاتے ہیں۔

مقام وحدت الوجود حاصل ہونے کی کیفیات

توحید وجودی کے اسرار کا منشاء سبب غالباً یہ ہوا کرتا ہے کہ:

☆ عبادتوں اور مجاہدوں کی کثرت ہو،

☆ اشیاء مالوفہ و مرغوبہ یعنی دنیوی تعلقات و لذات کی ترک ہو،

☆ ذکر و فکر پر دوام حاصل ہو،

☆ ہمیشگی کے باعث محبوب حقیقی کے عشق و محبت کا غلبہ ہو،

☆ دل کا اس جناب قدس کی طرف توجہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہو،

☆ مجاہدے اور اشیاء مالوفہ کی ترک جو حبیب خدا ﷺ کی اتباع کے موافق ہو، واقع ہو،

☆ ماسوائے سے باطن کا صاف ہو،

☆ آئینہ دل غفلت اور ہوائے نفسانی کے زنگ سے پاک ہو،

☆ باطن اسماء و صفات واجبی کے ظلال اور پرتوں کا آئینہ بن جائے،

☆ جب یہ بیچارہ سالک دلدادہ عاشق کہ جس بے دیکھے محبوب سے تعشق پیدا کر لیا تھا، محبوب کے عکوس اور ظلال کو محبوب کا عین خیال کر لے،

☆ سکر یہ کلمات برخلاف شریعت زبان پر وارد ہوں،

☆ اپنے محبوب کی صورت اپنے باطن کے آئینہ میں دیکھ کر بے خود و مدہوش ہوا جائے،

☆ اس وقت اس کے باطن میں محبوب کے وصال کا پختہ پختہ خیال بیٹھتا جائے جیسے حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

تیرے چہرے کا عکس جب پیالے شراب کے شیشے میں پڑا تو عارف کا دل شراب کے پرتو سے طمع خام میں آپڑا۔

☆ نہایت درجہ کی پیاس کے مارے ظل اور اصل میں فرق نہ کر سکے اور خوامخواہ اس کے وجود سے اتحاد اور عینیت کا نعرہ بلند کرتا پھرے

چوں عکسِ رخ دوست در آئینہ عیاں شد
بر عکس رخ خویش نگارم نگراں شد

ترجمہ: جب دوست کے چہرہ کا عکس آئینہ کے اندر ظاہر ہوا تو میرا معشوق اپنے ہی چہرہ کا عکس دیکھنے لگا۔ اور یہ دید اس حد تک اس پر غالب ہوئی کہ اس کا اپنا تعین و تشخص بھی اس کی نظر سے اٹھ گیا۔

فصل ہفتم

مقام وحدت الوجود اور انا الحق کی حقیقت

وحدت الوجود کے مقام میں سالک پر ایسی گھڑیاں بھی آجاتی ہیں جب وہ

"اَنَا الْحَقُّ" (حضرت منصور حلاجؒ)

ترجمہ: میں خدا ہوں،

اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (خواجہ بایزید بسطامیؒ)

میں پاک (خدا) ہوں مجھ سے بڑھ کر کس کی شان ہے۔

کے نعرے مارتا ہے۔

سبحانی و انا الحق کی ندا اس کے باطن سے بڑے زور کے ساتھ گونجنے لگی۔

چونکہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ کا بندہ کے ظن وگمان کے موافق ہونا وارد ہوا ہے، لہٰذا خدا کی طرف سے اس کے ساتھ اُس کے ظن کے مطابق ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ اور نیز چونکہ ایسی حالت والا اپنے آپ اور اپنی تمام خواہشوں اور ارادوں سے فانی ہو چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا:

☆ وہ طعن اور ملامت سے بالکل دور۔

☆ اولیاء اللہ کے زمرہ میں داخل

☆ اور مجذوبانِ حق میں شامل ہوتا ہے۔

عقیدہ کی اصلاح

۱۔ جاننا چاہیئے کہ دائرہ ثانی میں، جو توحید وجودی کے انکشاف کا مقام ہے، قلب کے پہنچنے سے پہلے پہلے توحید کی باتیں کہنا اور وحدت الوجود کا اعتقاد کرنا شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔

۲۔ انبیاء عظام علیہم السلام خلقِ خدا کو توحید وجودی کی دعوت ہرگز نہیں دیتے بلکہ شریعت کے

جملہ احکام دوئی اور کثرت پر موقوف ہیں

۳۔ کتاب وسنت بھی معبودانِ باطلہ کی نفی اور معبودِ حقیقی کو عبادت میں یگانہ سمجھنے کے ساتھ ناطق وگواہ ہے۔

نوٹ: عوام الناس کو توحید کے مراقبہ وتخیل سے سوائے دنیا وآخرت کے خسارہ کے اور کچھ بھی حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر دور کے مشائخ کو انصاف عطا فرمائے کہ اپنے مریدوں کو ایسا ملحدانہ اعتقاد تعلیم فرماتے ہیں اور ان بے چاروں کو راہِ راست سے منحرف کرتے ہیں۔ پہلے خود بھکے، پھر اوروں کو بہکایا۔ پہلے خود ضائع ہوئے، پھر اوروں کو ضائع کیا۔

بخیر دے چند ز خود بے خبر
عیب پسندند بزعم ہنر
باد شوند ازبچراغے رسند
دود شوند اربدماغے رسند

ترجمہ: چند بے وقوف جن کو اپنے آپ کی بھی ہوش نہیں، ہنر کے خیال سے عیب کو پسند کئے بیٹھے ہیں۔ کبھی کسی چراغ تک ان کی رسائی ہو جائے تو ہوا ہو جائیں کبھی کسی کے دماغ میں جا پہنچیں تو دھواں بن جائیں۔

ناقص وجودی اور ان کی اصلاح وتربیت

بعض سالکوں پر دائرہ امکان طے کرنے سے قبل بلکہ قالب سے لطیفہ برآمد ہونے سے بھی پیشتر ایک حالت توحید وجودی اور ہمہ اوست کے مشابہ وارد ہو جایا کرتی ہے۔ اس کا سبب اور منشا یہ ہوا کرتا ہے کہ:

☆ توحید وجودی کے مراقبہ کا تخیل کرنے سے توحید وجودی کی قوت خیلہ میں منقش ہو جاتی ہے۔

☆ اس تخیل کے غلبہ کے وقت توحید کے سخن در بے تحاشا سکر یہ کلمات کہنے لگتے ہیں۔

☆ خصوصاً سماع ودلکش آواز تار ونغمہ کے سننے کے وقت، جب اُن کے قلب میں ایک نوع کی حرارت کا ذوق وشوق پیدا ہو جاتا ہے تو اُس وقت زیادہ بیباک ہو جاتے ہیں۔ اور توحید کے شعر سُن کر اپنے آپ کو اُن اشعار کہنے والوں کے ہم خیال کر لیتے ہیں۔

فصل ہشتم

توحید وجودی کے پانچ مراتب

توحید وجودی کے احوال کے ساتھ متصف اور وحدت الوجود کے قائل صوفیوں نے وجود کے پانچ مرتبے معین کئے ہیں۔ان کو حضرات خمس کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

(1) پہلے مرتبے کو وحدت کہتے ہیں، اور اسی مرتبہ میں تعین اول، جو تعین علمی اجمالی ہے، ثابت کرتے ہیں۔یعنی وہ سب سے پہلا تعین (تقید واختصاص) جو احدیث مجردہ کو لاحق ہوا ہے۔یہی تعین ہے اور اسی مرتبہ کو تعین اول اور حقیقۃ الحقائق اور حقیقت محمدی ﷺ اور مرتبہ لاہوت بھی کہتے ہیں۔

(2) دوسرے مرتبہ کو واحدیت اور تعین ثانی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو حضرت حق کے اسماء وصفات کی تفصیل کا مرتبہ اور تمام ممکنات کے حقائق کا مرتبہ اور مرتبہ جبروت بھی کہا جاتا ہے۔اور ان ہر دو تعین کو مراتب وجوب میں ثابت کرتے ہیں۔

(3) تیسرے مرتبہ کو عالمِ ارواح وملکوت کا مرتبہ شمار کرتے ہیں۔

(4) اور چوتھے مرتبہ کو عالمِ مثال کا مرتبہ

(5) اور پانچویں مرتبہ کو عالم اجسام وناسوت کا مرتبہ قرار دیا ہے۔

اور ان تین متوخر الذکر مراتب کو امکانی مراتب کہا جاتا ہے اور ایک مرتبہ کے احکام دوسرے مرتبہ کے لئے ثابت کرنا اُن کے نزدیک سوائے زندقہ اور بے دینی کے اور کچھ بھی نہیں۔ اُن کا موقف یہ ہے کہ:

''وجود کا ہر مرتبہ جدا جدا حکم رکھتا ہے، اگر تو مراتب کی رعایت ملحوظ نہ رکھے تو تُو بے دین و ملحد ہے۔''

مراتب خمسہ کے اوصاف

یعنی ایک مرتبہ کا اسم دوسرے مرتبہ پر بولنا اور ایک مرتبہ کا حکم دوسرے مرتبہ پر جاری کرنا بالکل صریح کفر ہے۔مثلاً ناسوت کے مرتبہ کا نام انسان ہے۔اور اس کا حکم عجز و نیاز اور عبادت کرنا ہے اور وحدت کے مرتبہ کا نام اللہ ہے اور اس کا حکم بے پروائی اور بے نیازی اور معبود ہونا ہے۔سو ان دونوں اسموں اور حکموں کو ایک بنا دینا محققین صوفیہ کے نزدیک بلاشبہ کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔

اہل وحدت الشہود کی تطبیق

مشائخ نقشبند یہ فرماتے ہیں کہ ان پانچ مرتبوں کو جب بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ سب کے سب ولایت صغریٰ ہی کے دائرہ میں داخل معلوم ہوتے ہیں۔(والعلم عنداللہ سبحانہ) وجہ اس کی یہ ہے کہ:

☆ سیر تفصیلی کے وقت لطائف خمسہ کا گزر اولاً دائرہ امکان میں ضرور ہوگا تو عالم اجسام و عالم ارواح و عالم ملکوت و عالم مثال جو دائرہ امکان میں داخل ہیں، سب کے سب سالک کے مشاہدہ میں آئیں گے۔

☆ پھر اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد چونکہ لطائف کو عروج ہوگا تو سالک اس عروج کے وقت ولایت صغریٰ میں قدم رکھے گا۔

☆ اس دائرہ میں اسماء وصفات کے ظلال کی سیر اس کو حاصل ہوگی۔

☆ یہ ظلال سالک کی نظر کا عین دکھائی دیں گے۔

☆ چونکہ اس دائرہ کا ہر نقطہ اپنے مبداومنشا سے ناشی وحاصل ہوا ہے، لہٰذا سیر تفصیلی قطع کرنے کے بعد اس نقطہ اجمالی پر جب نظر پڑے گی تو اس نقطہ کو حقیقت محمدی اور تعین اول (جو تعین علمی ہے) سمجھے گا

☆ اس نقطہ کو ذات محض اور احدیث مجردہ خیال کرے گا (اللہ تعالیٰ تو اس سے کہیں برتر ہے۔)۔ کسی شاعر نے ترجمانی کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اٹھا لے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

فصل نہم

اسماء وصفات کے دائرہ کی حقیقت

اسماء صفات کے ظلال کا دائرہ سوائے انبیاء عظام اور ملائکہ کرام علیہم السلام کے تمام ممکنات کا مبدا تعین ہے۔

☆ افراد عالم کے ہر ہر فرد کو جناب الٰہی سے پے در پے اور متواتر نو بہ نو فیوضات پہنچتے رہتے ہیں، جیسے وجود وحیات اور دیگر بہت سی نعمتیں، جن کی تعداد احاطہ بشری سے خارج ہے۔

☆ اور یہ تمام فیوض صفات اور ان کے ظلال کی وساطت سے مخلوقات اور ذات حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں۔

☆ اگر یہ اسماء صفات نہ ہوتے تو یہ عالم جو معدوم محض تھا، ہرگز وجود و بقا نہ پاتا۔

☆ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ کی ذات پاک جو کمال استغنا اور بے پروائی کے ساتھ موصوف ہے، اس کو عالم کے ساتھ فی حد ذاتہا تو کسی قسم کی بھی مناسبت نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (القرآن)

ترجمہ: بے شک خدائے تعالیٰ تمام عالموں سے بے نیاز ہے۔

☆ پس اشخاص عالم سے ہر ایک شخص کو صفات کے غیر متناہی ظلال میں سے کسی ایک ظل سے فیوض و کمالات پہنچتے ہیں۔

☆ اس ظل کو اس شخص کا مبدو تعین اور اس کی حقیقت اور اس کا عین ثابتہ بھی کہتے ہیں۔

صوفیا کرام کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف موصل راستے انفاس خلائق کے شمار کے برابر ہیں۔

یہاں انہی ظلال کی طرف اشارہ ہے۔

فصل دہم

انبیاء کا ہم مشرب ہونے کا مفہوم

۱۔ آدمی المشرب (حضرت آدمؑ کے زیر قدم)

اور لطائف خمسہ میں سے جب کوئی لطیفہ ولایت صغریٰ کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے تو اپنے اصل اور اپنی حقیقت میں فانی اور نیست و نابود ہو کر اس اپنی حقیقت کے ساتھ بقا حاصل کر لیتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ لطیفہ قلب کی فنا فعلی تجلی میں ہوگی۔ اس وقت سالک اپنے اور تمام مخلوقات کے فعل اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں، اور بجز ایک فعل فاعل حقیقی کے اس کی نظر میں رہتا ہے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک کہ اس ولایت کے راستہ سے مقصود کو پائے، اس کو آدمی المشرب کہا جاتا ہے۔

۲۔ ابراہیمی المشرب ونوحی المشرب (حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوحؑ کے زیر قدم)

اور لطیفہ روح کی فنا حق سبحانہ کی صفات ثبوتیہ (طے شدہ/ ثابت شدہ) میں ہوتی ہے۔ اس وقت سالک اپنی صفات کی اپنے آپ سے اور تمام مخلوق کی صفات کی تمام مخلوق سے نفی کر کے صرف حق سبحانہ کی طرف ہی منسوب دیکھے گا اور سالک جب وجود کی، جو تمام صفات کی اصل ہے، اپنے آپ سے اور تمام ممکنات سے بھی نفی کر کے بجز حضرت حق سبحانہ کے اور کسی کے لیے بھی ثابت نہیں کرے گا، تو اس وقت خواہ مخواہ توحید وجودی کا قائل و معتقد ہو جائے گا۔ اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی ولایت قرار دیتے ہیں۔ اور جو سالک کہ اس ولایت کے راستے سے واصل مقصود ہوا، اس کو ابراہیمی المشرب اور نوحی المشرب کہا جاتا ہے۔

ایک امکانی سوال کا جواب

اگر کوئی سائل سوال کرے اور کہے کہ کاتب نے تو توحید وجودی کو لطیفہ روح میں، جو ولایت ابراہیمی ہے، لکھ دیا، حالانکہ حضرت خلیل علیہ السلام نے تو دائرہ نفی پورا پورا طے فرمالیا اور دقائق شرک سے کوئی ایک دقیقہ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ اور فرمایا:

لا احب الافلین (القرآن)

ترجمہ: (میں دوست نہیں رکھتا چھپ جانے والوں کو) کہتے ہوئے حضرت ذات مجردہ کی طرف، جو پرے سے پرے ہے، متوجہ ہو کر فرمایا

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ...... الخ

ترجمہ: (بے شک میں نے متوجہ کیا اپنا چہرہ اس کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب ایک طرف ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والوں سے)

اس سوال کا جواب کئی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

جواب نمبر۱

پہلا جواب یہ ہے کہ لطیفہ روح میں گو توحید وجودی بھی منکشف ہوتی ہے، مگر یہ توحید اس توحید کی مانند ہرگز نہیں، جو لطیفہ قلب کی سیر میں ظاہر ہوئی تھی کیونکہ سالک اس جگہ پر ممکنات کے وجود کو مارے محبت کے حضرت حق سبحانہ کا وجود ہی پاتا تھا، اور اسی جگہ وجود کو، جو بالکل خیر ہی خیر اور برکت ہی برکت ہے، سوائے حق سبحانہ کے اور کسی دوسرے کے لئے ثابت نہیں کرتا اور ممکنات کو تو عدم محض اور بالکل ناچیز ہی اعتقاد کرتا ہے، عدم کو وجود خیال کرنا اور وجود کو عدم پر محمول کرنا سکر کے کمال غلبہ اور بے شعوری سے ناشی ہے۔

نہ وہ یہ ہو نہ یہ وہ ہو،
سبھی اشکال ہوں آسان تجھ پہ اے یار

جواب نمبر۲

انس و محبت روح کی ایک خاص خاصیت اور لازمی صفت ہے، اس بناء پر سالک کو اس مقام میں حضرت حق سبحانہ کے ساتھ ایک خاص قسم کا انس پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر تو خواہ مخواہ سب سے منہ پھیر کر اپنے محبوب حضرت ذات ہی کی طرف متوجہ ہونا اس کا لازمی فرض ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر۳۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ولایت کبریٰ ہے۔ وہاں پر حضرت حق سبحانہ کے اسماء وصفات و شیونات کا قرب سالک کو میسر آتا ہے اور اس ولایت کے حالات کا محل ورود لطیفہ نفس ہے، اور اس ولایت میں توحید شہودی اور دوسرے معارف وعلوم کا انکشاف وظہور ہوتا ہے، نہ کہ توحید وجودی کا، کیونکہ اس کا انکشاف تو اسماء وصفات کے ظلال کے قرب میں ہوا کرتا ہے، نہ کہ اسماء وصفات کے عین میں، اور لطائف خمسہ عالم امر کی ولایت جو حضرات انبیاء علیہم السلام کی جانب نسبت کرتے ہیں، اس سے یہ مراد ہے کہ لطائف خمسہ عالم امر کو جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ اس قرب کا ظل ہے جو کہ انبیاء کرام کو مقام اصل میں حاصل ہوا ہے۔ مثلاً جو قرب کہ لطیفہ روح میں حاصل ہوتا ہے، وہ ولایت خلیلی کے قرب کا ظل ہے، اور اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کر لیں۔

جواب نمبر۴

گو لطیفہ روح کی ولایت ہے مگر مقام نبوت میں حضرت خلیل علیہ السلام کی ایک شان و بزرگی ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد دوسرے سب انبیاء کی نسبت افضل ہیں اور مقام نبوت کے معارف وعلوم ولایت کے علوم ومعارف کے ساتھ تو کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے، بلکہ مقام نبوت کے صاحب کو تو توحید وجودی کے معارف وعلوم سے ہزار ہا ننگ وعار ہے۔ (سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ.)

۳۔ موسوی المشرب (حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ)

لطیفہ سر کی فنا حضرت حق سبحانہ کے شیونات ذاتیہ میں ہوتی ہے اور اس مقام میں سالک اپنی ذات کو حق سبحانہ کی ذات میں گم ونیست ونابود پاتا ہے۔ اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک اس ولایت کے راستے واصل مقصود ہو، اس کو موسوی المشرب کہا جاتا ہے۔

۴۔ عیسوی المشرب (حضرت عیسیٰؑ روح اللہ)

اور لطیفہ خفی کی فنا اللہ تعالیٰ کی سلبیہ صفات میں ہوتی ہے۔ سالک اس مقام میں جناب کبریا حق جل وعلا کو تمام مظاہر سے جدا وممتاز پاتا ہے اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک اس ولایت کے راستے سے مقصود ومراد تک پہنچے، اس کو

عیسوی المشرب کہیں گے۔

۵۔ محمدی المشرب (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ)

لطیفہ اخفیٰ کی فنا شان الٰہی کے اس درجہ و مرتبہ میں ہے جو ان تمام مراتب پر مشتمل اور سب کا جامع ہے۔ سالک اس مقام میں واصل ہو کر اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متخلق ہو جاتا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لطائف کی تہذیب جدا جدا فرمایا کرتے تھے۔ مگر کبار مشائخ اور ان کے خلفاء نے راستہ کو کوتاہ کر دیا ہے۔ شروع ہی سے لطیفہ قلب کی تہذیب فرما کر لطیفہ نفس کی تہذیب کے درپے ہو جاتے ہیں، کیونکہ اُن کے خیال میں ان دونوں کی تہذیب کے ضمن میں ہی باقی چار لطیفوں کی تہذیب بھی بہم پہنچ جاتی ہے۔ (حضرت خواجہ شاہ ابو احمد سعید دہلویؒ)

تیسرا باب

تجوید وقرات

عربی حروف تہجی

ا	ب	ت	ث	ج	ح	خ	د
ذ	ر	ز	س	ش	ص	ض	ط
ظ	ع	غ	ف	ق	ک	ل	م
ن	و	ہ	ی	ے			

عربی حرکات

حرکت (جنبش) الفاظ پر زیر، زبر اور پیش کو کہتے ہیں اور انہیں اعراب بھی کہتے ہیں۔

فتحہ یا نصب زبر (َ) کو کہتے ہیں اور جس حرف پر یہ نشان ہو اسے منصوب یا مفتوح کہتے ہیں۔

کسرہ یا جر زیر (ِ) کو کہتے ہیں اور جس حرف پر یہ نشان ہو اسے مکسور یا مجرور کہتے ہیں

ضمہ یا رفع پیش (ُ) کو کہتے ہیں اور جس حرف پر یہ نشان ہو اسے مضموم یا مرفوع کہتے ہیں۔

سکون یا جزم حرکت نہ ہونے کو کہتے ہیں ( ) اور جس حرف پر جزم کا نشان ہو اسے ساکن یا مجزوم کہتے ہیں۔

تنوین دو زبر (ً) یا دو زیر (ٍ) یا دو پیش (ٌ) کا نام ہے۔ آواز یوں ہوگی۔ اً = اَنْ - اٍ = اِنْ اور قَوْلٌ ”کو قَوْلُنْ وغیرہ اور جس حرف پر تنوین ہو اسے منون کہتے ہیں۔

۴۔ وقف بالاشمام

اسکا مطلب ہے اشارہ سے ظاہر کرنا۔ یہ وقف صرف اس آخری حرف پر ہوگا جس پر پیش ہوگی۔ جیسے نَسْتَعِیْنُ۔

رموزِ اوقاف

رموزِ اوقاف مندرجہ ذیل ہیں۔

☆'O'		دائرے کا نشان یہاں رُکنا چاہیے۔
☆'ج'	جائز	رُکنا چاہیے اگر نہ رکیں تو مُضائقہ نہیں۔
☆'ط'	وقف مطلق	یہاں رُکنا ضروری ہے۔
☆'لا'	نہیں	نہیں رُکنا چاہیے۔
☆'م'	وقف لازم	یہاں ضرور رُکنا چاہیے۔ ورنہ معنی الٹ ہو جائے گا۔
☆'ص، صلےٰ'	ملانا	ملا کر پڑھنا چاہیے۔
☆'وقفہ'	ملانا	زیادہ رُکیں لیکن سانس نہ توڑیں۔
☆'سکتہ'	وقفہ	کم رُکیں لیکن سانس نہ توڑیں۔ ایک جگہ پر رکیں جبکہ دوسری جگہ ملادیں۔

☆'ق،ک' یہاں رُکنا نہیں چاہیے۔ ایک جگہ پر وقف کریں اور دوسری جگہ پر ملا کر پڑھیں۔

وقف کی اقسام

وقف کی چار اقسام ہیں۔

☆ وقفِ تام ☆ وقفِ کافی ☆ وقفِ حسن ☆ وقفِ قبیح

☆ وقف تام

ایسی جگہ پر وقف کیا کہ بعد والے کلمہ سے لفظی اور معنی تعلق نہ رہے۔ تو وقف تام ہے۔

☆ وقف کافی

ایسی جگہ پر وقف کیا کہ مابعد سے معنوی تعلق رہے تو اس کو وقف کافی کہتے ہیں۔ جیسے یُنْفِقُوْنَ۔ پیچھے سے لوٹانا ضروری نہیں۔

☆ وقف حسن

ایسی جگہ پر وقف کیا جائے کہ مابعد والے کلمے سے لفظی تعلق رہے تو وقفِ حسن ہے۔ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

☆ وقف قبیح

اگر ایسے کلمے میں مابعد کا لفظی اور معنوی تعلق رہے۔ یہ وقف نا جائز ہے۔ اس کو وقفِ قبیح کہتے ہیں۔

اجتماع مثلین ومتجانسین ومتقاربین

☆ اجتماع مثلین

دو ایک جیسے حروف اکٹھے ایک لفظ میں آجائیں تو ادغام مثلین ہوگا۔

مثلاً ءَ اَنْذَرْتَھُمْ جِبَاھُھُمْ۔

☆ اجتماع متجانسین

اس کے معنی ہیں ہم جنسی۔ اگر ایک ہی مخرج کے دو حروف کا اجتماع ہو جائے تو اس کو اجتماع متجانسین کہتے ہیں۔ مثلاً ذُنْذِحَ عَنِ النَّارِ۔

☆ اجتماع متقاربین

دو قریب المخرج حروف کا اکٹھا ہونا۔ مثلاً رُسُلُ، رَبِّکَ۔

☆ تسہیل

لفظ تسہیل سہل سے ہے جس کے معنی آسانی سے پڑھنا کے ہیں۔

☆ ہمزہ اور الف کے درمیان پڑھنا

آلذَّکَرَیْنِ، آللّٰہُ، ءَ اَعْجَمِیٌّ"، دآبَّۃ

☆ **اِبْدَال (بدلنا)**

ہمزہ کو خالص الف سے بدل کر پڑھنا۔ اٰءَ مَنُوْا کو اٰمِنُوْ کی طرح پڑھنا، اِءْ مَان" کو "اِیْمَان" کی طرح پڑھنا۔ ان حالتوں میں بڑے محتاط ہو کر سارے حروف ادا کرنے چاہیئے۔

حرکات کی ادائیگی

جن حروف پر زبر، زیر، پیش یا جزم و تشدید ہو انکو پڑھنا چاہیے اور جن حروف پر کچھ نہ ہو یعنی خالی ہوں انکو نہیں پڑھا جاتا ہے اور الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور اگر الف پر حرکت ہو تو وہ ہمزہ ہوتا ہے۔

حرفِ مدہ

وہ حروف جن کو ادا کرتے وقت آواز کو کھینچا جاتا ہے۔ حروفِ مدہ تین ہیں۔

☆ واؤ ساکن جبکہ اس سے پہلے پیش ہو۔

☆ یائے ساکن جبکہ اس سے پہلے زیر ہو۔

☆ الف جبکہ اس سے پہلے زبر ہو۔

مثلاً لفظ اُوْتِیْنَا میں واؤ ساکن، یائے ساکن اور الف حروفِ مدہ ہیں۔

لحنِ جلی و خفی

۱۔ لحنِ جلی

لحنِ جلی بڑی غلطی کو کہتے ہیں۔ اگر بڑی غلطی قرآنِ مجید کی تلاوت میں کی جائے تو انسان گنہگار ہوتا ہے اور اسطرح پڑھنا حرام ہوتا ہے۔ اگر نماز میں لحنِ جلی کی جائے تو نماز ادا نہیں ہوتی۔ لحنِ جلی مندرجہ ذیل ہیں۔

تبدیلی حرف بحرف

مثلاً "ت" کی جگہ "ط" یا "س" کی جگہ "ص" ادا ہو جائے۔

حروف کا گھٹانا

مثلاً لَمْ یُوْلَدْ کو لَمْ یُلَدْ پڑھنا۔

حروف کا بڑھانا

مثلاً لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کو لَمْ یَکُنْ پڑھنا۔

زیر، زبر یا پیش کی غلطی

مثلاً اٰمَنُوْ کو اٰمِنُوْ پڑھنا۔

۲۔ لحنِ خفی

اگر صفاتِ لازمہ کو ادا نہ کیا جائے تو اس کو لحنِ خفی کہتے ہیں۔ اس سے بھی بچنا ضروری ہے کیونکہ اس غلطی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔

تلاوتِ قرآنِ پاک کے طریقے

تلاوتِ قرآنِ پاک کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں۔

☆ وصلِ کُل ☆ فصلِ کُل ☆ وصلِ اول، فصلِ ثانی ☆ فصلِ اول، وصلِ ثانی

نوٹ:۔ وصل کے معنی ہیں ملانا اور فصل کے معنی جُدا کرنا کے ہیں۔

وصلِ کُل

تعوذ، تسمیہ اور کوئی آیت ایک ہی سانس میں پڑھنا۔

فصلِ کُل

تعوذ، تسمیہ اور کوئی آیت الگ الگ پڑھی جائے تو اسے فصلِ کُل کہتے ہیں۔

وصلِ اول، فصلِ ثانی

پہلے دو کو ملانا اور اگلے دو کو جُدا کرنا یعنی تعوذ اور تسمیہ کو ملا کر پڑھنا اور تسمیہ اور کسی آیت کو جُدا کر کے پڑھنا۔

فصلِ اول، وصلِ ثانی

پہلے دو کو جُدا کرنا اور اگلے دو کو ملانا یعنی تعوذ اور تسمیہ کو الگ پڑھنا اور کسی بھی سورۃ کو تسمیہ سے ملا کر پڑھنا۔

یہ چاروں صورتیں اس وقت کیلئے ہیں جب تلاوت کسی سورۃ کے شروع سے کی جائے۔

حروف کے مخارج کا بیان

حروفِ ہجا و مخارج

حروفِ ہجا (تہجی) کل 29 یا 28 ہیں اور ان کے مخارج 17 ہیں۔ حروف کے مخارج بعض قراء کے نزدیک 16 اور بعض کے نزدیک 14 ہیں۔

مخارج

مخارج مخرج کی جمع ہے جس کے معانی نکلنے کی جگہ کے ہیں۔ انسانی منہ کے اندر 17 ایسے مقامات ہیں جن سے قرآن کے 29 حروف تہجی ادا ہوتے ہیں۔ مخرج معلوم کرنے کا سادہ طریقہ یہ ہے کہ اسے ساکن کر کے اس سے پہلے ہمزہ متحرک لگائیں پھر پڑھیں تو جہاں آواز رکے گی وہ اس حرف کا مخرج ہوگا۔ جیسے اَبْ، اِبْ، اُبْ۔

۱۔ اقصیٰ حلق

گلے کا وہ حصہ جو سینہ کی طرف ہے اس سے ﴿ء، ہ﴾ نکلتے ہیں۔ جیسے شَآءَ ن''، اِهْدِنَا۔

۲۔ وسطِ حلق

گلے کا بیچ کا حصہ۔ اس سے ﴿ع، ح﴾ نکلتے ہیں۔ جیسے نَعْبُدُ. اَحْمَدُ

۳۔ ادنٰی حلق

گلے کا وہ حصہ جو منہ کی طرف ہے۔ اس سے ﴿غ، خ﴾ نکلتے ہیں۔ جیسے اَغْــــرَقَ، اَخْلَوَ۔

نوٹ: ﴿ء، ہ، ع، ح، غ، خ﴾ کو حروفِ حلقیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حلق سے نکلتے ہیں۔

۴۔ زبان کی جڑ اور اُوپر کا تالو

اس سے ﴿ق﴾ نکلتا ہے۔ جیسے اِقْرَأْ

۵۔ قاف کے مخرج سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر

اس سے ﴿ک﴾ نکلتا ہے۔ جیسے بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

نوٹ: ان دونوں کو حروفِ لہویہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لہو یعنی زبان سے نکلتے ہیں۔

۶۔ وسطِ زبان اور اوپر کا تالو

اس سے ﴿ج، ش، ی﴾ غیر مدہ نکلتے ہیں۔ جیسے اَجْرًا، نَشْرَحْ، يُحْيِيْ۔ یہ مدہ ہو جاتا ہے۔

نوٹ: ان تینوں کو حروفِ شجریہ کہتے ہیں۔

۷۔ اوپر کی داڑھیں اور حافۂ لسان، ضواحک سے نواجد تک

اس سے ﴿ض﴾ نکلتا ہے۔ جیسے وَالضُّحٰی

۸۔ زبان کی کروٹ، ضواحک تا ثنایا تک

اس سے ﴿ل﴾ نکلتا ہے۔ جیسے اَلْحَمْدُ

۹۔ زبان کا سرا اور اوپر کا تالو

اس سے ﴿ن﴾ نکلتا ہے۔ جیسے اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

۱۰۔ زبان کی پشت کا سرا اور اوپر کا تالو

اس سے ﴿ر﴾ نکلتا ہے۔ جیسے وَاَرْسَلَ

۱۱۔ زبان کا سرا اور ثنایا علیا کی جڑ

اس سے ﴿ت، د، ط﴾ نکلتے ہیں۔ جیسے تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ. اَحَدْ. مُحِيْطْ

۱۲۔ زبان کا سرا اور ثنایا علیا کی کنارہ

اس سے ﴿ث، ذ، ظ﴾ نکلتے ہیں۔ جیسے اَثْنَا. وَاذْكُرْ. اَلْغَيْظْ

نوٹ: ان کو حروفِ لثویہ کہتے ہیں۔

۱۳۔ زبان کی نوک اور ثنایا سفلی کا کنارہ

اس سے ﴿ز، س، ص﴾ نکلتے ہیں۔ جیسے اَلزَّانِيْ. وَاسْجُدْ. بِاَصْحَابِ الْفِيْلْ.

نوٹ: ان کو حروفِ اسلیہ اور صفیریہ کہتے ہیں۔ یعنی سیٹی والے حروف۔

۱۴۔ نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ

اس سے ﴿ف﴾ نکلتی ہے۔ جیسے اِفْتِرَاقْ

۱۵۔ دونوں ہونٹ

اس سے ﴿ب، و، م﴾ نکلتے ہیں۔ ب تری سے اور م خشکی سے ادا ہوتا ہے۔ اور وْ ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے ادا ہوتا ہے۔ جیسے اَبْتَرْ. وَالْاَرْضِ. وَامْسَحُوْا.

۱۶۔ جوفِ دہن

اس سے حروفِ مدہ اور حروفِ لین ادا ہوتے ہیں۔ جیسے اُوْتِيْنَا. خَوْف''. اِلَيْکَ.

۱۷۔ خیشوم

ناک کا بانسہ، اس سے غنہ ادا ہوتا ہے۔ اس میں نون مشدد اور میم مشدد شامل ہیں۔ جیسے

اِنَّ اللّٰہَ. عَمَّنْ

صفاتِ لازمہ

صفاتِ لازمہ کے معنی ہیں ہمیشہ رہنے والی۔ صفاتِ لازمہ بھی کل 17 ہیں جن میں 10 متضادہ اور 7 غیر متضادہ ہیں۔

۱۔ صفاتِ متضادہ

نام صفت	معنی	بیان کرنے کا طریقہ	مجموعہ
۱۔ ہمس	پستی، ضعف	اسکے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی پستی کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ جاری رہتی ہے۔ جیسے ناس کی سین۔	فَحَثَّہٗ شَخْصٌ سَکَتَ
۲۔ جہر	بلندی، قوت	اسکے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ سانس بند ہو جاتا ہے۔ جیسے مُحِیْط کی طاء۔	ہمس کے علاوہ باقی تمام حروف میں جہر کی صفت ہے۔
۳۔ شدت	سختی	اسکے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی سختی کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ بند ہو جاتی ہے۔	اَجِدُ قَطٍ بَکَتْ
۴۔ رخاوت	نرمی	اس کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسی نرمی کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ جاری رہتی ہے۔ جیسے منقوش کی شین۔	شدت کے علاوہ باقی دوسرے حروف میں یہ صفت موجود ہے۔

نام صفت	معنی	بیان کرنے کا طریقہ	مجموعہ
۵۔ استعلاء	اوپر کی جانب اُٹھنا	اسکے ادا کرتے وقت زبان اوپر تالو کی طرف اٹھتی ہے۔ جیسے مرصاد کی صاد۔	خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ
۶۔ اِستفال	نیچے رہنا	اسکے ادا ہوتے وقت زبان اوپر نہیں اُٹھتی بلکہ نیچے رہتی ہے۔ یہ حروف باریک پڑھے جاتے ہیں۔ جیسے غَیْث کی ثاء۔	استعلاء کے علاوہ باقی حروف میں استفال کی صفت موجود ہے۔
۷۔ اطباق	لپٹنا اور اچھی طرح ملنا	اسکے ادا کرتے وقت زبان کا اکثر حصہ اوپر کے تالو سے لپٹ جاتا ہے۔	طا، ظا، صاد، ضاد
۸۔ انفتاح	جُدا اور علیحدہ ہونا	اسکے ادا ہوتے وقت زبان کا بیچ تالو سے نہیں لپٹتا بلکہ الگ رہتا ہے۔ جیسے تابوت کی تاء۔	اطباق کے علاوہ باقی حروف میں انفتاح کی صفت موجود ہوتی ہے۔
۹۔ اذلاق	زبان اور ہونٹ کے کنارے سے ادا ہونا	اسکے ادا ہوتے وقت آواز مخرج سے آسانی اور جلدی سے نکل جاتی ہے۔ جیسے قُل کی لام۔	فَرَّ مِنْ لُبٍّ
۱۰۔ اصمات	روکنا	اسکے ادا ہوتے وقت آواز رُک کر گرانی سے نکلتی ہے۔ جیسے مُجْذُوذ کی ذال۔	اذلاق والے حروف کے علاوہ باقی دوسروں میں اصمات کی صفت موجود ہوتی ہے۔

۲۔ صفاتِ غیر متضادہ

جن حروف میں یہ صفات پائی جاتی ہیں ان کو مقرر اور جن میں یہ نہیں پائی جاتی ان کا نام کوئی مقرر نہیں اس لئے ان کو صفاتِ غیر متضادہ کہتے ہیں۔

نام صفت	معنی	بیان کرنے کا طریقہ	مجموعہ
۱۱۔ صفیر	سیٹی	اسکے ادا کرتے وقت آواز میں سیٹی پیدا ہوتی ہے۔ جیسے عزیز کی زاء۔	ز، س، ص
۱۲۔ قلقلہ	جنبش، حرکت	اسکے ادا کرتے وقت ساکن حالت میں آواز میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔	قُطْبُ جَدٍّ
۱۳۔ لین	نرمی	اسکے ادا کرتے وقت ایسی نرمی پیدا ہوتی ہے کہ اگر مد کرنا چاہیں تو کر سکیں۔ جیسے خوف اور بیت۔	واو ساکن، یائے ساکن جبکہ ان سے پہلے زبر ہو۔
۱۴۔ انحراف	پھرنا، لوٹنا	یہ صفت لام اور راء کی ہے اسکے ادا ہوتے وقت زبان کا کنارہ دوسرے حروف کے مخارج لوٹتا ہے۔	ل، را
۱۵۔ مشابہت تکرار	تکرار کی طرح ہونا	اسکے ادا ہوتے وقت زبان میں رعشہ اور لرزہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کو حروف مکرر کہتے ہیں۔	را
۱۶۔ تفشی	پھیل جانا	اس کے ادا ہوتے وقت آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔	ش
۱۷۔ استطالت	درازی چاہنا	اس کے ادا کرتے وقت آواز اپنے مخرج میں درازی چاہتی ہے۔ اور مخرج کے شروع سے آخر تک امتداد رہتا ہے۔	ض

صفاتِ عارضہ

صفاتِ عارضہ جو حروف میں کبھی ہوتی ہیں اور کبھی نہیں ہوتیں اور یہ صفات تمام حروف میں نہیں بلکہ بعض حروف میں ہوتی ہیں۔ جن حروف کی ادائیگی میں یہ صفات ادا نہ ہوں گی وہ حروف تو صحیح ہوں گے البتہ ان کی تحسین میں کمی آئے گی جیسے رَا مفتوح اور مضموم ہو تو پُر اور مکسور ہو تو باریک پڑھی جائیگی۔

صفاتِ عارضہ سترہ ہیں جو مختلف حالتوں میں مختلف حروف میں پائی جاتی ہیں اور یہ آٹھ حروف (اَوْ یَرْمُلَانِ) ہیں۔ یعنی: ا۔و۔ی۔ر۔م۔ل۔ا۔ن۔

صفاتِ عارضہ یہ ہیں

۱۔ ترقیق: باریک پڑھنا، جیسے اَلْحَمْدُ	۱۱۔ ادغام: ملادینا، جیسے مِنْ بَعْدِ، مِنْ رَّبِّ
۲۔ تفخیم: پُر پڑھنا، جیسے لفظ اللہ کا لام	۱۲۔ قلب: بدلنا
۳۔ ابدال: بدلنا، یہ صفت لام اور را میں ہے۔	۱۳۔ اخفاء: پوشیدہ کرنا بین الاظہار والادغام یعنی اظہار و ادغام کی درمیانی حالت
۴۔ تسہیل: تحقیق اور ابدال کی درمیانی حالت، جیسے مَجْرِیهَا	۱۴۔ ادغامِ شفوی: میم کو میم میں مدغم کرنا
۵۔ اثبات: حرف کو باقی رکھنا، جیسے حروف قمری میں اَلْ	۱۵۔ اخفاءِ شفوی: میم کے بعد ب ہو تو میم کو پوشیدہ کر کے پڑھنا
۶۔ مدّہ: مدّ کرنا، جیسے اُوْتِیْنَا	
۷۔ امالہ: فتحہ کو کسرے اور الف کو یاء کی طرف مائل کرنا، جیسے مَجْرِیْهَا	۱۶۔ اظہارِ شفوی: میم کے بعد نہ میم ہو نہ با اور نہ الف۔ باقی چھبیس حروف میں سے کوئی حرف ہو، جیسے ھُمْ وَ

۸۔ لین: مدّ کی طرح نرمی کرنا، جیسے و-ی-ا-لین۔ مثلاً وَالصَّیۡف	۱۷۔ حذف: حرف کو ختم کرنا، جیسے حروفِ شمسی میں اَلۡ
۹۔ غنّہ: ناک میں آواز لے جا کر پڑھنا، جیسے ن اور م مشدد پر	
۱۰۔ اظہار: حرف کو اس کے مخرج سے مع جمیع صفات پڑھنا، جیسے شِ متحرک	

نقشہ صفاتِ عارضہ اور وہ حروف جن میں یہ صفت پائی جاتی ہے

ء	ا	و	ی	را	م	ل	ن
ترقیق	مدّہ	مدّہ	مدّہ	غنّہ	غنّہ	ترقیق	تفخیم
تحقیق	ترقیق	لین	لین	اظہارِ حلقی	اظہارِ شفوی	تفخیم	ترقیق
ابدال	تفخیم	تفخیم	ترقیق	ادغام مع الغنّہ	ادغام مع الغنّہ		
تسہیل	امالہ کبریٰ یا صغریٰ			ادغام بلا غنّہ	اِخفاء شفوی		
اثبات	اثبات	اثبات	اثبات	قلب			
حذف	حذف	حذف	حذف	اخفاء			

۱۔ را

تفخیم (پُر پڑھنا)	ترقیق (باریک پڑھنا)
رَا پر زبر یا پیش ہو۔ رَضِیَ اللّٰہُ	رَا پر زیر ہو۔ ضُرِبَ
رَا ساکن ہو اور اس سے پہلے زبر یا پیش ہو۔	رَا ساکن ہو اور اس سے پہلے زبر ہو۔
رَا پر دو زبر اور دو پیش ہوں۔ سِرًّا	رَا ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو۔
رَا ساکن ہو اور اس سے پہلے زبر ہو لیکن را ساکن کے بعد حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو۔	رَا ساکن ہے اور اس سے پہلے زیر سے پہلے حرفِ ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف پر زیر ہو تو اُس را کو باریک پڑھتے ہیں۔
رَا ساکن ہو اور اس سے پہلے زبر ہو۔ جیسے پچھلے کلمے میں ہوئی۔	رَا ساکن سے پہلے 'ی' ہو اور اس 'ی' سے پہلے زبر ہی کیوں نہ ہو تو اس را کو باریک پڑھتے ہیں۔
رَا ساکن ہے اور اس سے پہلے زبر ہے لیکن وہ زبر اسکی نہیں بلکہ عارضی ہے۔	
رَا ساکن ہو اس سے پہلا حرف بھی ساکن ہو اور اُس سے پہلا حرف جو ہے جس پر زبر یا پیش ہو تو اُس کو پُر پڑھتے ہیں۔ جیسے لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرۡ۔	

۲۔ لام اللہ

جب لفظ اللہ سے پہلے زبر اور پیش آئے تو اسے تفخیم (موٹا) کرتے ہیں اور جب زیر آئے تو ترقیق (باریک) سے پڑھتے ہیں جیسے اللہ، واللہ، لِلّٰہ۔

۳۔ ن ساکن اور تنوین

ن ساکن وہ ہے جس پر حرکت نہیں ہوتی اور تنوین اً، اٍ، اٌ کو کہتے ہیں۔ تنوین کے مندرجہ ذیل چار قاعدے ہیں۔

۱۔ اظہار ۲۔ ادغام ۳۔ اقلاب ۴۔ اخفاء

☆ اظہار

اظہار کے معنی ہیں واضح کر کے پڑھنا۔ 'ن' ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ حلقی میں سے کوئی حرف آ جائے تو اظہار ہوگا۔ مثلاً اَنۡعَمۡتَ، سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ۔

☆ ادغام

ادغام کا مطلب ہے ملانا اور مدغم کرنا۔ دو حروف کو یکجا کر دینا یعنی پہلے ساکن حرف کو دوسرے میں مدغم کر دینا۔ ن یا تنوین کے بعد حروفِ یرملون میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام ہو گا۔ اور ایک الف جتنی دیر لگے گی۔ مَنْ یَّقُوْلُ، مِمَّنْ (مِنْ مَّنْ)، مِنْ نَّبِیٍّ۔ ادغام کی دو اقسام ہیں۔

☆ ادغامِ تام

ادغامِ تام وہ ہے کہ پہلا حرف دوسرے کیطرح ہو جائے۔ مثلاً اِذْ ظَّلَمُوْا کو اِظَّلَمُوْ پڑھیں گے۔ ادغامِ تام کے حروف 'ل، ر' ہیں۔

☆ ادغامِ ناقص

ادغامِ ناقص وہ ہے جس میں پہلے حرف کی کوئی صفت باقی رہے۔ ادغامِ تام کے کے چار حروف 'ی، و، م، ن' ہیں۔

☆ اقلاب

اقلاب قلب سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہے بدل دینا۔ اگر 'ن' یا تنوین کے بعد 'باء' آئے تو 'ن' ساکن کو م سے بدل دیتے ہیں اور ایک الف جتنی دیر لگتی ہے۔ جیسے مِنْ بَعْدِ، سَمِیْعٌ "بَصِیْرٌ"۔

☆ اخفاء

اخفاء کا مطلب ہوتا ہے چھپانا۔ اگر 'ن' ساکن یا تنوین کے بعد نہ تو حروفِ حلقی (ہ، ء، ع، ح، غ، خ) ہوں اور نہ یرملون اور نہ ہی باء ہو ان تیرہ حروف کے علاوہ اور حرف ہو تو اخفاء ہو گا۔ جیسے عَفُوًّا قَدِیْرًا، عَلِیْمٌ "قَدِیْرٌ"۔

۵۔ میم ساکن

میم ساکن کے تین بڑے قاعدے ہیں۔

☆ اخفاء

اگر میم ساکن کے بعد 'باء' آجائے تو اخفاء ہو گا۔ جیسے وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللہِ۔ اس کو اخفاءِ شفوی کہتے ہیں۔

☆ ادغام

اگر میم ساکن کے بعد دوسرا میم (متحرک میم) آجائے تو ادغام ہو گا جیسے وَلَکُمْ مِّنْ مَّلَکٍ اسکو ادغامِ مثلین کہتے ہیں۔

☆ اظہار

اگر میم ساکن کے بعد باء یا میم کے علاوہ کوئی اور حرف آجائے تو اظہار ہو گا۔

۵۔ ہمزہ / ءُ / ا

جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی ہوں تو تحقیق سے یعنی خوب صاف طور سے پڑھنا چاہئے مگر (ءَ اَعْجَمِیٌّ") جو سورۃ حم سجدہ میں ہے اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل ہو گی اور اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہے تو جائز ہے۔ دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال، مگر ابدال اولیٰ ہے۔ اور یہ چھ جگہ ہے مثلاً آلْئٰنَ، ءٰآلذَّکَرَیْنِ۔

۶۔ مدّات

مدّ کا مطلب ہے کھینچنا۔ حروفِ مدّہ عام طور پر تین ہوتے ہیں۔ واوٌ ساکن، یائے ساکن، اور الف ساکن اور اس کے مجموعے کو اُوْتِیْنَا کہتے ہیں۔ مدّ کی دو بڑی اقسام ہیں۔

۱) مدّ اصلی ۲) مدّ فرعی

☆ مدّ اصلی

مدّ اصلی وہ مد ہے جس کے بعد نہ ہمزہ ہو نہ ساکن حرف ہو اور اسکا کھینچنا کسی سبب پر نہ ہو مدّ اصلی کی مقدار الف جتنی ہے۔ مثلاً وَلَمْ یُوْلَدْ۔

☆ مدّ فرعی

مدّ فرعی وہ مدّ ہے جس کے بعد ہمزہ ہو یا کوئی سکون ہو یا اس کا کھینچنا کسی سبب سے ہو تو اس کو مدّ فرعی کہتے ہیں۔ مدّ فرعی کی مندرجہ ذیل آٹھ اقسام ہیں۔

۱) مدّ متصل ۲) مدّ منفصل
۳) مدّ لازم حرفی مخفف ۴) مدّ لازم حرفی مثقل
۵) مدّ لازم کلمی مخفف ۶) مدّ لازم کلمی مثقل
۷) مدّ وقفی / عارضی ۸) مدّ لین وقفی

۹) مدِ لازم حرفی مثقل

۱۔ مدِ متصل

جب کسی حرفِ مدہ کے بعد ہمزہ اُسی کلمے/لفظ میں آ جائے تو اس مد کو مدِ متصل کہتے ہیں۔ اسکی مقدار تین سے پانچ ہے۔ مثلاً وَالسَّمَآءِ، جَآءَ۔ اس کو مد واجب بھی کہتے ہیں۔

۲۔ مدِ منفصل

جب کسی حرفِ مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمے/لفظ میں آ جائے تو اس مد کو مدِ منفصل کہتے ہیں۔ اس کی مقدار بھی تین سے پانچ ہے۔ مثلاً اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ۔ اس کو مد جائز بھی کہتے ہیں۔

۳۔ مدِ لازم حرفی مُخَفَّف

یہ مد حروفِ مقطعات میں ہوتی ہے۔ اگر حرفِ مد کے بعد سکون لازمی ہے اور اُسی حرف میں ہے یعنی وقف کرنے کی وجہ سے نہ ہو تو اس کو مدِ لازم حرفی مُخَفَّف کہتے ہیں۔ مثلاً قٓ، نٓ۔

۴۔ مدِ لازم حرفی مُثَقَّل

اگر حرفِ مدہ کے بعد شد (تشدید) حرف میں ہو تو اُسے مدِ لازم حرفی مثقل کہتے ہیں۔ مثلاً الٓمّٓ، لام میں مدِ لازم حرفی مثقل پائی جاتی ہے۔

۵۔ مدِ لازم کلمی مخفف

اگر کسی کلمے/لفظ میں حرفِ مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن آ جائے جس کا سکون اصلی ہو تو اُس مد کو مدِ لازم کلمی مخفف کہتے ہیں۔ اسکی مقدار ۳ تا ۵ ہے۔ مثلاً آلْـٰٔنَ۔

۶۔ مدِ لازم کلمی مثقل

اگر کسی کلمے/لفظ میں حرفِ مدہ کے بعد تشدید آ جائے تو اس مد کو مدِ لازم کلمی مثقل کہتے ہیں۔ اسکی مقدار ۳ سے ۵ تک ہے۔ مثلاً دَآبَّۃ۔

۷۔ مدِ وقفی/عارضی

اگر کسی حرفِ مدہ کے بعد سکون ہو جو کہ صرف وقف کرنے کی وجہ سے ہو یا عارضی ہو تو اُسے مدِ وقفی کہتے ہیں۔ مثلاً رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

۸۔ مدِ لین

اگر حرفِ لین کے بعد کوئی حرف ساکن آ جائے جس کا سکون وقف کی وجہ سے ہو تو اُس کو مدِ لین کہتے ہیں۔ مثلاً مِنْ خَوْفٍ، قُرَیْشٍ۔

۹۔ مدِ لازم حرفی مثقل

اگر کسی حروفِ مقطعات میں حرفِ مدہ کے بعد کوئی تشدید آ جائے تو اُس مد کو مدِ لازم حرفی مثقل کہتے ہیں۔ جیسے الٓمّٓ میں لٓمّٓ۔

سکون یعنی جزم (منتخب قرآنی الفاظ)

اَنْتَ	عَدْنِ	تَنْسٰی	اَلْھَمَ
اِھْدِ	عَشْرٍ	یَخْشٰی	اَنْشَرَ
بَعْدُ	عَصْفٍ	یَسْعٰی	اَنْقَضَ
بَطْشَ	غَرْقًا	یَتْلُوْا	دَمْدَمَ
سَعْیَ	غُلْبًا	یَدْعُوْا	عَسْعَسَ
کُنْتُ	فَصْلٌ	تَجْرِیْ	اَعْبُدُ
لَسْتَ	قَدْحًا	یَھْدِیْ	نَعْبُدُ
اَمْرِ	قَضْبًا	یُغْنِیْ	یَخْرُجُ
بَرْدًا	کَاْسًا	اَلْقَتْ	یَحْسَبُ
جَمْعًا	کَدْحًا	اَمْھِلْ	یَشْرَبُ
حَبْلٌ	لَغْوًا	اِقْرَاْ	یَشْھَدُ
خُسْرٍ	مِسْکٌ	فَارْغَبْ	تَرْھَقُ
خَلْقًا	نَخْلاً	فَانْصَبْ	تَعْرِفُ
سَبْحًا	نَشْطًا	وَانْحَرْ	اُقْسِمُ
سَبْقًا	نَفْسٍ	اَخْرَجَ	یُبْدِیُٔ

شَاْنٌ	نَقْعًا	اَرْسَلَ	يُنْفَخُ
صُبْحًا	يُسْرًا	اَغْطَشَ	يَنْقَلِبُ
ضَبْحًا	اَبْقٰى	اَفْلَحَ	يُوَسْوِسُ
عَبْدًا	تَرْضٰى	اَكْرَمَ	ثَقُلَتْ

تشدید (منتخب قرآنی الفاظ)

بُرِّزَ	حُصِّلَ	صَدَّقَ	عَدَّدَ
قَدَّرَ	كَذَّبَ	نَعَّمَ	يَظُنُّ
يَحُضُّ	جَنَّةٍ	ذَرَّةٍ	قُوَّةٍ
كَرَّةٌ	سُعِّرَتْ	قَدَّمَتْ	كَذَّبَتْ
زُوِّجَتْ	سُجِّرَتْ	فُجِّرَتْ	سُيِّرَتْ
ثَجَّاجًا	غَسَّاقًا	فَعَّالٌ	كِذَّابًا
وَهَّاجًا	مُمَدَّدَةٍ	مُكَرَّمَةٍ	مُطَهَّرَةٍ
وَالسَّمَآءِ	وَالتَّرَآئِبِ	وَالنّٰشِطٰتِ	وَالنّٰزِعٰتِ
وَالسّٰبِحٰتِ	فَالسّٰبِقٰتِ	فَالْمُدَبِّرٰتِ	اَيَّانَ
اِيَّاكَ	تَجَلّٰى	تُبْلَى السَّرَآئِرُ	فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ

تشدید مع سکون (منتخب قرآنی الفاظ)

مَرُّوْا	رَبِّيْ	مُدَّتْ	حُقَّتْ
خَفَّتْ	تَبَّتْ	تَخَلَّتْ	قَدَّمَتْ
وَالصُّبْحِ	وَالشَّمْسِ	وَالشَّفْعِ	بِالصَّبْرِ

تشدید مع تشدید (منتخب قرآنی الفاظ)

يَزَّكّٰى	اَلْمُدَّثِّرُ	اَلْمُزَّمِّلُ	عِلِّيُّوْنَ

تشدید بعد حروفِ مدّہ (منتخب قرآنی الفاظ)

ضَآلًّا	دَآبَّةٍ	حَآجَّكَ	حَآجُّوْكَ
لَضَآلُّوْنَ	وَلَا الضَّآلِّيْنَ	اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ	وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ
وَالصّٰٓفّٰتِ	جَآءَتِ الصَّآخَّةُ		

ایمانِ مفصل

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ
خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ۝

ایمانِ مجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ
جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ ۝

اوّل کلمہ طیّب

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝

دوسرا کلمہ شہادت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ
لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۝

تیسرا کلمہ تمجید

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ
اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝

چوتھا کلمہ توحید

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ

يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ط ذُو الْجَلَالِ
وَالْاِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ ط وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط

پانچواں کلمہ استغفار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهٗ عَمَدًا اَوْ خَطَاءً سِرًّا اَوْ عَلَانِيَةً
وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِيْ اَعْلَمُ وَ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِيْ لَا اَعْلَمُ اِنَّكَ
اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ وَسَتَّارُ الْعُيُوْبِ وَغَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَلَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

چھٹا کلمہ ردِّ کفر

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ
بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْكُفْرِ
وَالشِّرْكِ وَالْكِذْبِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبِدْعَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَالْفَوَاحِشِ
وَالْبُهْتَانِ وَالْمَعَاصِيْ كُلِّهَا وَاَسْلَمْتُ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط

اذان

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط
حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ط حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ط
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ط حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ط
اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط

اذان کی دعا

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ انِ الْوَسِيْلَةَ وَ
الْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ انِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا
شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ط بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

نماز

ثناء

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ
اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ط

تعوّذ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط

تسمیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

سورۂ فاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ o
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ o اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ o غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ o اٰمِيْنَ

سورۂ اخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ o وَلَمْ يُوْلَدْ o وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ o

تسبیح رکوع سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ط

تسمیع سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ط

تحمید رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ط

سجدہ کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ط

تشہد

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ
اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ o

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ

درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰىٓ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰىٓ اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰىٓ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰىٓ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰىٓ اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰىٓ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

دعا

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝
رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

دعائے قنوت

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ
عَلَيْكَ وَنُثْنِیْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَ
نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ؕ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ
نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ
وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ط

نماز جنازہ

ثناء (بعد پہلی تکبیر)

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَآ ئُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ؕ

درود شریف (بعد دوسری تکبیر)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰىٓ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰىٓ اِبْرٰهِيْمَ

وَعَلٰىٓ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ

بالغ مرد وعورت کی دُعا (بعد تیسری تکبیر)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِيْرِنَا
وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ
عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ

نابالغ لڑکے کی دُعا (بعد تیسری تکبیر)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَآ اَجْرًا
وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا ؕ

نابالغ لڑکی کی دُعا (بعد تیسری تکبیر)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَآ اَجْرًا
وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً ؕ

بعد چوتھی تکبیر

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

قرآن مقدس کی آخری بیس سورتیں

(مشق وحفظ کیلئے)

سورة التين

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ (1) وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ (2) وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (3) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (4) ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (5) اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (6) فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ (7) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ (8)

سورة العلق

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (1) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (2) اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ

(3)الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (4)عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (5)كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَى (6)أَن رَّآهُ اسْتَغْنَى (7)إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجْعَى (8)أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يَنْهَى (9)عَبْداً إِذَا صَلَّى (10)أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَى (11)أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى (12)أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّى (13)أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى (14)كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعاً بِالنَّاصِيَةِ (15)نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (16)فَلْيَدْعُ نَادِيَه (17)سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (18)كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (19)

سورة القدر

إِنَّا أَنزَلْنَهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (1)وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (2)لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (3)تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ (4)سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (5)

سورة البيّنة

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنفَكِّيْنَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (1)رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفاً مُّطَهَّرَةً (2)فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (3)وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ (4)وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (5) إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيهَا أُوْلَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (6)إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُوْلَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (7) جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيهَا أَبَداً رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (8)

سورة الزلزال

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (1)وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (2)وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا (3)يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (4)بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا (5)يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتاً لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ (6)فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ (7)وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ (8)

سورة العاديٰت

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً (1)فَالْمُورِيَاتِ قَدْحاً (2)فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاً (3)فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعاً (4)فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعاً (5)إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ (6)وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيْدٌ (7)وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (8)أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ (9) وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ (10)إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ (11)

سورة القارعة

الْقَارِعَةُ (1)مَا الْقَارِعَةُ (2)وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ (3)يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ (4)وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ (5)فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ (6)فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (7)وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ (8)فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (9) وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ (10)نَارٌ حَامِيَةٌ (11)

سورة التكاثر

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (1)حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (2)كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (3)ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (4)كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (5)لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ (6)ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ (7)ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (8)

سورة العصر

وَالْعَصْرِ (1)إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (2)إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (3)

سورة الهُمَزَة

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (1)الَّذِيْ جَمَعَ مَالاً وَعَدَّدَهُ (2)يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ (3)كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (4)وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ (5)نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ (6)الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ (7)إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ (8)فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (9)

سورة الفيل

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيْلِ (1)أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ (2) وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْراً أَبَابِيْلَ (3)تَرْمِيْهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيْلٍ (4)فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ

مَّأْكُولٍ (5)

سورة قريش

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ (1)إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (2)فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ (3)الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ (4)

سورة الماعون

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ (1)فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ (2)وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (3)فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (4)الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (5) الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (6)وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (7)

سورة الكوثر

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (1)فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (2)إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (3)

سورة الكافرون

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (1)لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ (2)وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (3) وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ (4)وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (5)لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (6)

سورة النصر

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (1)وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (2) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (3)

سورة الهب

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (1)مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (2)سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (3)وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (4)فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ (5)

سورة الإخلاص

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (1)اللَّهُ الصَّمَدُ (2)لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (3)وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ(4)

سورة الفلق

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (1)مِن شَرِّ مَا خَلَقَ (2)وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (3)وَمِن

شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ (4)وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ (5)

سورة الناس

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (1)مَلِكِ النَّاسِ (2)إِلَٰهِ النَّاسِ (3)مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ (4)الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (5)مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (6)

چوتھا باب

عربی گرائمر

کلمہ

کلمہ کی تعریف

جو معنی دار لفظ ہمارے منہ سے نکلتا ہے اس کو کلمہ کہتے ہیں چند کلمات کے مجموعے کو کلام کہتے ہیں۔

علمِ صرف

جس علم میں کلمہ اور اس کے احوال و متعلقات سے بحث کی جاتی ہے۔ اس کو "علم صرف" کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک فعل کی بحث کا نام علمِ صرف ہے۔

علمِ نحو

جس علم میں کلام سے متعلقہ مباحث مذکور ہوتے ہیں ان کا نام "علمِ نحو" ہے۔ بعض کے نزدیک کلمہ کی بحث کا نام علمِ نحو ہے۔

کلمہ کی اقسام

کلمہ کی تین قسمیں ہیں ۱۔اسم ۲۔فعل ۳۔حرف

اسم

جو کسی چیز، جگہ، شخص یا کام کا نام ہو جیسے بَنَات". مَسْجِد". مُحَمَّد". ضَرْب"

فعل

وہ کلمہ ہے جس سے کسی کام کا کیا جانا یا ہونا معلوم ہو اور اس میں زمانہ پایا جائے جیسے ذَهَبَ (وہ گیا) تَضْرِبُ (تو مارتا ہے) اِضْرِبْ (تو مار)

حرف

وہ لفظ جس کے معنی کسی اور لفظ سے مل کر ظاہر ہوں حرف کہلاتا ہے۔ جیسے مِنْ (سے) اِلٰی (تک)

اسمائے اشارہ

اسم اشارہ وہ کلمہ ہے جس سے کسی خاص آدمی یا چیز کی طرف اشارہ کیا جائے۔ اشارہ کو مشارٌ اور جس کی طرف اشارہ کیا جائے اسے مشارٌ الیہ کہتے ہیں۔ مثلاً ذالِکَ الْکِتَابُ (وہ کتاب) میں ذالک (مشارٌ) اور الکتاب (مشار الیہ) ہے۔ اسم اشارہ کی دو قسمیں ہیں۔

☆ **اشارہ قریب**

جب مشارٌ الیہ قریب ہو۔ جیسے ھٰذَا الرَّجُلُ (یہ آدمی)

☆ **اشارہ بعید**

جب مشارٌ الیہ دور ہو۔ جیسے ذالِکَ الْکِتَابُ (وہ کتاب) مشارٌ پہلے آتا ہے اور مشارٌ الیہ بعد میں۔ مذکورہ مثال میں ھذا اور ذالک مشارٌ ہیں اور الرجل اور الکتاب مشارٌ الیہ ہیں۔ مشارٌ الیہ کے ساتھ ال لگتا ہے اور وہ معرفہ ہوتا ہے۔ اسمائے اشارہ نقشہ ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

اشارہ قریب	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ھٰذَا یہ	ھٰذَانِ یہ دونوں	ھٰؤُلَاءِ یہ سب
مؤنث	ھٰذِہٖ یہ	ھٰتَانِ یہ دونوں	ھٰؤُلَاءِ یہ سب
اشارہ بعید	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ذالِکَ وہ	ذَانِکَ وہ دونوں	اُوْلٰئِکَ وہ سب
مؤنث	تِلْکَ وہ	تَانِکَ وہ دونوں	اُولٰئِکَ وہ سب

مشق نمبر ۱

ھٰذَا الْقَلَمُ	یہ قلم	ھٰذَانِ الْکَلْبَانِ	یہ دو کتے
ھٰذَا الرَّجُلُ	یہ مرد	ھٰذَا الْکُرْسِیُّ	یہ کرسی
ھٰذَا الْخَادِمُ	یہ خادم	ھٰذَانِ الْوَلَدَانِ	یہ دو لڑکے
ذَالِکَ الْکَلْبُ	وہ کتا	ذَانِکَ الْکِتَابَانِ	وہ دو کتابیں
تِلْکَ الْبَقَرَۃُ	وہ گائے	اُوْلٰئِکَ الْمُسْلِمُوْنَ	وہ مسلمان (مرد جمع)
تَانِکَ الْھِرَّتَانِ	وہ دو بلیاں	اُوْلٰئِکَ الْبَنَاتُ	وہ لڑکیاں (جمع)

ضمائر مُنْفَصِلَہ و مُتَّصِلَہ

تعریف

ضمیر ایک اسم ہے جو اسم ظاہر کی جگہ لایا جاتا ہے مثلاً کسی کا نام لینے کی بجائے کہیں ھُوَ (وہ) اَنْتَ (تو) یا متکلم اپنا نام ذکر نہ کرے اور کہے اَنَا (میں)۔

ضمیر کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ضمیر متصل ۲۔ ضمیر منفصل

ضمیر متصل

ضمائر متصلہ وہ اسم ضمیر جو کسی لفظ کے ساتھ ملا ہوا ہو اور الگ استعمال نہ ہوتا ہو اسے ضمیر متصل کہتے ہیں جیسے غُلَامُہٗ (اس کا غلام) یا کِتَابُکَ (تیری کتاب) ان مثالوں میں (ہ اور ک) ضمیر متصل ہیں۔

ضمیر منفصل

ضمائر منفصلہ، وہ اسم ضمیر جو الگ بولا جاتا ہو اور کسی لفظ کا جز نہ ہو مُنْفَصِل کہلاتا ہے۔

جیسے هُوَ خَالِد" (وہ خالد ہے) اور هِیَ زَیْنَب" (وہ) زینب ہے۔ ان مثالوں میں هی اور هو منفصل ہیں۔ ضمائر متصلہ حسب ذیل ہیں۔

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر (صیغہ غائب)	ہٗ وہ مرد	هُمَا وہ دونوں مرد	هُمْ وہ سب مرد
مونث (صیغہ غائب)	هَا وہ عورت	هُمَا وہ دونوں عورتیں	هُنَّ وہ سب عورتیں
مذکر (صیغہ حاضر)	کَ تو مرد	کُمَا تم دونوں مرد	کُمْ تم سب مرد
مونث (صیغہ حاضر)	کِ تو عورت	کُمَا تم دونوں عورتیں	کُنَّ تم سب عورتیں
مذکر (صیغہ متکلم)	یْ میں	نَا ہم / مرد و عورتیں	نَا ہم / مرد و عورتیں
مونث (صیغہ متکلم)	یْ میں	نَا ہم	نَا ہم

ضمائر منفصلہ یہ ہیں۔

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر (صیغہ غائب)	هُوَ وہ مرد	هُمَا وہ دونوں	هُمْ وہ سب
مونث (صیغہ غائب)	هِیَ وہ عورت	هُمَا وہ دونوں	هُنَّ وہ سب عورتیں
مذکر (صیغہ حاضر)	اَنْتَ تو	اَنْتُمَا تم دونوں	اَنْتُمْ تم سب
مونث (صیغہ حاضر)	اَنْتِ تو	اَنْتُمَا تم دونوں	اَنْتُنَّ تم سب عورتیں
مذکر (صیغہ متکلم)	اَنَا میں	نَحْنُ ہم	نَحْنُ ہم
مونث (صیغہ متکلم)	اَنَا میں	نَحْنُ ہم	نَحْنُ ہم

مشق نمبر ۲

هُوَ صَالِحٌ"	وہ (مذکر) نیک ہے	هُوَ مُحْتَاجٌ"	وہ (مذکر) ضرورتمند ہے

اَنْتَ نَظِیْفٌ"	تو صاف ستھرا ہے	هُنَّ صَادِقَاتٌ"	وہ (عورتیں) سچی ہیں
اَنْتِ مُهَذَّبَةٌ"	تو مہذب (عورت) ہے	هٰذَا کِتَابُکَ	وہ تیری کتاب ہے
اَنَا مُجْتَهِدٌ"	میں محنتی ہوں	ذَالِکَ قَلَمُکَ	وہ تیرا قلم ہے
نَحْنُ مُطِیْعَاتٌ"	ہم فرمانبردار (لڑکیاں) ہیں	ذَالِکَ اُسْتَاذِیْ	وہ میرا استاد ہے
نَحْنُ سَامِعُوْنَ	ہم (مذکر) سننے والے ہیں	هُمُ الْغَائِبُوْنَ	وہ غائب ہونیوالے ہیں

مرکبات کی چند اقسام

مرکب کی تعریف

اکیلے لفظ کو مفرد اور دو یا دو سے زیادہ لفظوں کے مجموعے کو مرکب کہتے ہیں۔ مرکب کی دو قسمیں ہیں۔

۱-مرکب تام ۲-مرکب ناقص

مرکب تام

اگر مرکب سے پوری بات کوئی "خبر" یا "حکم" سمجھ میں آتا ہو تو اسے مرکب تام اور جملہ کہتے ہیں جیسے زَیْدٌ" قَائِمٌ" (جملہ اسمیہ) زید کھڑا ہے، یا قَامَ زَیْدٌ (جملہ فعلیہ خبریہ) زید کھڑا ہوا، یا اِضْرِبْ زَیْدًا (جملہ فعلیہ انشائیہ) زید کی پٹائی کرو۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ جملہ اسمیہ ۲۔ جملہ فعلیہ

۱۔ جملہ اسمیہ

اگر جملہ صرف اسماء سے مل کر بنے تو جملہ اسمیہ کہتے ہیں جیسے الرجل قائم (آدمی کھڑا

ہے۔)۔یہ مبتدااور خبر سے مل کر بنتا ہے۔

جملہ اسمیہ کا پہلا جز اسم ہوتا ہے اسے مسند الیہ اور مبتداء کہتے ہیں۔دوسرا جز مسند اور خبر کہلاتا ہے جیسے اَلرَّجُلُ مُجَاھِد" (آدمی مجاہد ہے) میں اَلرَّجُل مبتدا ہے اور مُجَاھِد" خبر مبتدا عموما معرفہ ہوتا ہے اور خبر نکرہ، مبتدا اور خبر دونوں مرفوع ہوتے ہیں یعنی ان پر پیش (ُ) آتی ہے مذکر اور مونث ہونے میں مبتدا اور خبر ایک دوسرے کے مطابق ہوتے ہیں۔جیسے بَکْر" عَالِم" (بکر عالم ہے) اور عَائِشَۃُ عَالِمَۃ" (عائشہ عالمہ ہے)۔

۲۔ جملہ فعلیہ

جس جملہ خبریہ کے شروع میں فعل ہو اسے جملہ فعلیہ کہتے ہیں جسے ذَھَبَ بَکْر" (بکر گیا) اَکَلَ خَالِد" (خالد نے کھایا)۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔

۱- جملہ خبریہ ۲-جملہ انشائیہ

جملہ فعلیہ = فعل + فاعل + مفعول

مذکورہ مثال میں پہلا جز یعنی ذَھَبَ اور اَکَل فعل ہے اس کو مسند بھی کہتے ہیں۔دوسرا جز یعنی بَکْر" اور خَالِد" فاعل ہے اس کو مسند الیہ بھی کہتے ہیں۔

جملہ خبریہ

اگر جملہ میں کوئی خبر دی گئی ہو تو اسے جملہ خبریہ کہتے ہیں۔جملہ خبریہ اسمیہ بھی ہوتا ہے اور فعلیہ بھی۔اسمیہ جیسے بَکْر" ذَاھِب" (بکر جانے والا ہے) اور فعلیہ قَامَ طَارِق" (طارق کھڑا ہے)۔

جملہ انشائیہ

اگر جملہ میں کسی بات کا حکم دیا گیا ہو یا کسی بات سے منع کیا گیا ہو یا کوئی بات دریافت کی گئی ہو تو اسے جملہ انشائیہ کہتے ہیں یہ جملہ عام طور پر فعل امر، فعل نہی یا کلمہ استفہام (سوالیہ) پر شامل ہوتا ہے جیسے اِضْرِبْ حَامِدًا (حامد کو مار) یا لَاتَضْرِبْ مَحْمُوْدًا (محمود کو نہ مار)۔

فعل کی اقسام

فعل کی دو قسمیں ہیں۔

۱- لازم ۲- متعدی

۱-فعل لازم

فعل لازم وہ ہے جس کا مفعول نہ ہو اور فعل و فاعل سے مل کر جملہ مکمل ہو جائے جیسے جَلَسَ زَیْد" (زید بیٹھا)۔

۲-فعل متعدی

متعدی اس فعل کو کہتے ہیں جو فاعل کے علاوہ مفعول کو بھی چاہتا ہو اور اس کے بغیر مطلب سمجھ میں نہ آئے جیسے ضَرَبَ خَالِد" بَکْرًا (خالد نے بکر کو مارا) اس مثال میں ضَرَبَ فعل ہے خَالِد" اس کا فاعل ہے اور بَکْرً مفعول ہے فعل، فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

مشق نمبر ۵

اَلْوَلَدلَاعِب"	لڑکا کھیل رہا ہے	اَلْوَلَدُمَرِیْض"	لڑکا بیمار ہے
اَلْحَقُّ مُرّ"	سچ کڑوا ہوتا ہے	اَلْمَآءُ بَارِد"	پانی ٹھنڈا ہے
اَلْکِتَابُ جَدِیْد"	کتاب نئی ہے	اَلْاِنْکِسَارُ تَاجُ	تواضع انسان کا
اَلشَّمْسُ لَامِعَۃ"	سورج چمک رہا ہے	اَلْاِنْسَان	تاج ہے
اَلْمُعَلِّمُ حَاضِر"	استاد حاضر ہے	حِمَارُ الْجَارِ جَائِع"	پڑوسی کا گدھا بھوکا ہے
اَلدَّوَاۃُمَمْلُوْءَ ۃ"	دوات بھری ہوئی ہے	سَاعَتُکَ جَمِیْلَۃ"	تیری گھڑی خوبصورت ہے
بُسْتَانِیْ نَظِیْفَۃ"	میرا باغ صاف ستھرا ہے	اَلْوَلَدُ مُجْتَھِد"	لڑکا محنتی ہے

اسم فاعل

تعریف

اسم فاعل وہ ہے جو تین حرفی فعل یعنی (ثلاثی مجرد) کے مصدر سے فَاعِلٌ' کے وزن پر اس شخص کے لئے لایا جاتا ہے جو کوئی کام انجام دیتا ہے مثلاً ذَاھِب" (جانیوالا) ظَالِم" (ظلم کرنے

والا)عَادِل"(انصاف کرنیوالا)اسمِ فاعل کے چھ صیغے ہوتے ہیں۔

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر (ترجمہ)	عَالِم" جاننے والا	عَالِمَانِ دوجاننے والے	عَالِمُوْنَ سب جاننے والے
مونث (ترجمہ)	عَالِمَة" جاننے والی	عَالِمَتَانِ دوجاننے والیاں	عَالِمَاتٌ" سب جاننے والیاں

مشق نمبر ۶

اَلْوَلَدُصَادِق" لڑکا سچا ہے	نَحْنُ غَارِسُوْنَ ہم پودا لگانیوالے ہیں
اَلنَّبِیُّ صَابِر" نبی صابر ہے	نَحْنُ رَاجِعُوْنَ ہم واپس لوٹنے والے ہیں
اَللّٰهُ نَاصِر" اللہ مددگار ہے	هُوَظَالِم" وہ ظلم کرنیوالا ہے
هُنَّ شَاکِرَات" وہ سب شکر کرنیوالیاں ہیں	هِیَ صَدِیْقَة" وہ سچی عورت ہے

اسم مبالغہ

تعریف

اسم مبالغہ اسم فاعل ہی کی ایک صورت ہے یہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب فاعل میں کوئی صفت زیادتی / کثرت یا شدت کے ساتھ پائی جاتی ہو جیسے ظَلَّام" (بہت ظلم کرنیوالا)

مثالیں

فَعَّال" جیسے	کَذَّاب"	بہت جھوٹ بولنے والا
فَعَّالَة" جیسے	عَلَّامَة"	بہت بڑا ظالم
فِعِّیْل" جیسے	صِدِّیْق"	بہت سچ بولنے والا
فُعُوْل" جیسے	ظَلُوْم"	بہت ظلم کرنے والا

مِفْعَال" جیسے	مِقْدَام"	بہت آگے بڑھنے والا
مِفْعِیْل" جیسے	مِسْکِیْن"	بہت ہی غریب و عاجز
فَعُّوْل" جیسے	قَیُّوْم"	خوب قائم کرنے والا
فُعَلَة" جیسے	هُمَزَة"	چغلی کھانے والا
فَعْلَان" جیسے	عَطْشَان"	بہت پیاسا
فَعِیْل" جیسے	رَحِیْم" کَرِیْم"	بہت رحم کرنے والا، بہت کرم کرنے والا

اسم مفعول

تعریف

اسم مفعول وہ اسم ہے جس پر کوئی فعل واقع ہو جیسے مَقْتُوْل" یہ مَفْعُوْل" کے وزن پر آتا ہے۔ اسم مفعول کی گردان حسب ذیل ہے۔

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	مَضْرُوْب"	مَضْرُوْبَان	مَضْرُوْبُوْنَ
مونث	مَضْرُوْبَة"	مَضْرُوْبَتَان	مَضْرُوْبَات"

مثالیں

اَلْجَمَلُ مَذْبُوْح" اونٹ ذبح کیا ہوا ہے	یَدُالسَّارِقِ مَقْطُوْعَة" چور کا ہاتھ کٹا ہوا ہے
بَابُ الْمَسْجِدِمَفْتُوْح" مسجد کا دروازہ کھلا ہے	اَخُوْکَ مَشْغُوْل"بِالْکِتَابَةِ تیرا بھائی لکھنے میں مشغول ہے
اَنْتَ مَظْلُوْم" تو مظلوم ہے	نَحْنُ مَظْلُوْمُوْنَ ہم مظلوم ہیں
اَلسَّاعَةُ مَکْسُوْرَة" گھڑی ٹوٹی ہوئی ہے	اَنْتُمْ مَنْصُوْرُوْنَ تم سب مدد کئے گئے ہو

یَدُہ' مَبْسُوْطَۃ"	اس کا ہاتھ کھلا ہے	اَلصِّدْقُ مَقْبُوْل"	سچائی قبول کی گئی
اَنْتَ مَحْزُوْن"	تو غمگین ہے		

مرکب ناقص

اگر مرکب سے پوری بات سمجھ میں نہ آئے تو اسے مرکب ناقص کہتے ہیں۔ مرکب ناقص کی دو اہم قسمیں ہیں۔

۱۔مرکب اضافی ۲۔مرکب توصیفی

مرکب اضافی

وہ مرکب ہے کہ جب اردو میں اس کا ترجمہ کیا جائے تو اس میں کا۔کی۔کے میں سے کوئی لفظ آئے جیسے رَسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ کا رسول) کِتَابُ اللّٰہِ (اللہ کی کتاب) ان مثالوں میں پہلا لفظ یعنی رسول اور کتاب (مضاف) ہے اور لفظ اللہ (مضاف الیہ)۔عربی میں مضاف پہلے آتا ہے اور مضاف الیہ بعد میں۔عربی میں مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔(یعنی اس کے آخری حرف کے نیچے زیر آتی ہے)۔یادرہے کہ مضاف پر نہ اَلْ آتا ہے اور نہ تنوین' جیسے بَابُ الدَّارِ (گھر کا دروازہ) اور کِتَابُ زَیْدٍ زید کی کتاب۔

جب مضاف تثنیہ یا جمع سالم ہو تو اس کا آخری نون گرجاتا ہے جیسے کِتَابَا خَالِدٍ' (خالد کی دو کتابیں) مُسْلِمُوا الْبَاکِسْتَانِ (پاکستان کے مسلمان) کِتَابَا دراصل کِتَابَانِ تھا اور مُسْلِمُو' مُسْلِمُوْن تھا دونوں کے نون مضاف ہونے کی وجہ سے گر گئے۔

مشق نمبر ۳

صَلٰوۃُ الْفَجْرِ	فجر کی نماز	اَوْرَاقُ الْاَشْجَارِ	درختوں کے پتے
کَلْبُ الْجَارِ	پڑوسی کا کتا	اَقْلَامُ الْاَوْلَادِ	لڑکوں کے قلم
قَصْرُ الْمَلِکِ	بادشاہ کا محل	مَفَاتِیْحُ الْاَبْوَابِ	دروازوں کی چابیاں
مِنْقَارُ الْعُصْفُوْرِ	چڑیا کی چونچ	اَوْلَادُ الْمَدْرَسَۃِ	سکول کے لڑکے
مِفْتَاحُ الْبَابِ	دروازے کی کنجی	کِتَابَا وَلَدٍ	لڑکے کی دو کتابیں

اِبْنُ زَیْدٍ	زید کا بیٹا	بِنْتَانِ بَکْرٍ	بکر کی دو بیٹیاں
اَخُوْسَعْدٍ	سعد کا بھائی	مُعَلِّمُوا الْمَدْرَسَۃِ	مدرسہ کے معلم

مرکب توصیفی

تعریف

مرکب ناقص کی دوسری قسم مرکب توصیفی ہے۔مرکب توصیفی وہ ہے جس میں کسی چیز کی صفت بیان کی جائے۔جیسے رَجُل" صَالِح" (نیک آدمی) جس کی صفت بیان کی جائے اسے (موصوف) کہتے ہیں اور جو اس کا وصف (خوبی) ہو اسے (صفت) کہتے ہیں۔مذکورہ مثال میں رَجُل" موصوف اور صَالِح" اس کی صفت ہے اس طرح اَلْوَلَدُ الصَّادِقُ (سچا لڑکا) میں اَلْوَلَدُ' موصوف اور اَلصَّادِق صفت ہے۔موصوف اور صفت کے مجموعے کو مرکب توصیفی کہتے ہیں۔عربی میں موصوف پہلے آتا ہے اور صفت بعد میں جیسا کہ مذکورہ مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ صفت اور موصوف کی حالت یکساں ہوتی ہے یعنی اگر موصوف معرفہ ہو تو اس کی صفت بھی معرفہ ہوگی اور اگر موصوف نکرہ ہو تو اس کی صفت بھی نکرہ ہوگی۔اسی طرح اگر موصوف مذکر ہو تو اس کی صفت بھی مذکر آئے گی۔اگر موصوف مونث ہو تو اس کی صفت بھی مونث ہوگی۔رَجُل" عَالِم". بِنْت" صَالِحَۃ" مُسْلِمَانِ صَالِحَانِ. مُسْلِمُوْنَ صَادِقُوْنَ وغیرہ

مشق نمبر ۴

رَجُل" عَادِل"	انصاف کرنیوالا مرد	سَاعَۃ" جَمِیْلَۃ"	خوبصورت گھڑی
سَیْف" قَاطِع"	کاٹنے والی تلوار	بِنْتَانِ صَالِحَتَانِ	دو نیک بیٹیاں
مُسْلِم" صَالِح"	ایک نیک مسلمان	یَد" نَظِیْفَۃ"	ستھرا ہاتھ
وَلَدَانِ لَاعِبَانِ	دو کھلنڈرے لڑکے	قَلْبَانِ فَارِغَانِ	دو فارغ دل

فَوَاكِهَةٌ" لَذِيْذَةٌ"	لذیذیا مزیدار پھل	مُسْلِمُوْنَ خَاشِعُوْنَ	اللہ سے ڈرنے والے مسلمان

ماضی مطلق معروف

تعریف

جس فعل سے کسی کام کا گزرے ہوئے زمانہ میں واقع ہونا سمجھا جائے اسے فعل ماضی کہتے ہیں۔ جیسے جَلَسَ خَالِدٌ" (خالد بیٹھا) جب اس فعل میں ماضی قریب یا بعید کے زمانے کا مفہوم نہ پایا جائے تو اسے ماضی مطلق کہتے ہیں۔

جملہ فعلیہ میں فعل پہلے آتا ہے اور پھر فاعل۔ عربی میں فاعل ہمیشہ مرفوع (پیش والا) ہوتا ہے جیسے جَآءَ زَيْدٌ" (زید آیا) اگر فعل متعدی ہو تو فاعل کے بعد مفعول آتا ہے عربی میں مفعول منصوب (یعنی زبر والا) ہوتا ہے جیسے اَكَلَ طَارِقٌ" طَعَامًا (طارق نے کھانا کھایا) اس مثال میں اَكَلَ فعل طَارِقٌ" فاعل اور طَعَامًا مفعول ہے۔

اگر فعل کا فاعل مذکور ہو تو اسے فعل معلوم یا معروف کہتے ہیں فعل ماضی کے چودہ صیغے ہیں۔

صیغہ	گردان	ترجمہ
واحد مذکر غائب	فَعَلَ	اس ایک، مرد نے کیا
تثنیہ مذکر غائب	فَعَلاَ	ان (دو) مردوں نے کیا
جمع مذکر غائب	فَعَلُوْا	ان (سب) مردوں نے کیا
واحد مونث غائب	فَعَلَتْ	اس (ایک) عورت نے کیا
تثنیہ مونث غائب	فَعَلَتَا	ان (دو) عورتوں نے کیا
جمع مونث غائب	فَعَلْنَ	ان (سب) عورتوں نے کیا
واحد مذکر مخاطب	فَعَلْتَ	تو (ایک) مرد نے کیا
تثنیہ مذکر حاضر	فَعَلْتُمَا	تم (دو) مردوں نے کیا
جمع مذکر حاضر	فَعَلْتُمْ	تم (سب) مردوں نے کیا
واحد مونث مخاطب	فَعَلْتِ	تو (ایک) عورت نے کیا
تثنیہ مونث مخاطب	فَعَلْتُمَا	تم (دو) عورتوں نے کیا
جمع مونث مخاطب	فَعَلْتُنَّ	تم (سب) عورتوں نے کیا
واحد متکلم	فَعَلْتُ	میں نے کیا (مرد، عورت)
تثنیہ و جمع متکلم	فَعَلْنَا	ہم نے کیا (دونوں کیلئے)

مشق نمبر ۷

دَخَلْتُ حُجْرَتِيْ میں اپنے کمرے میں داخل ہوا	ذَهَبَتْ اِلَى الْمَدْرَسَةِ تو ایک لڑکی مدرسہ گئی
رَكِبْتَ الْاَقْطَارَ تو ریل گاڑی میں سوار ہوا	طَلَعَتِ الشَّمْسُ سورج نکل آیا
سَفَرَتْ مَرْيَمُ مریم نے سفر کیا	خَرَجَتْ مِنَ الدَّارِ وہ عورت گھر سے نکلی
عَادَتْ زَيْنَبُ اِلَى دَارِهَا زینب اپنے گھر واپس آئی	قَتَلْتُمْ عَبْدَهُ تم نے اسکے غلام کو قتل کر دیا

ماضی قریب

تعریف

جس فعل سے ظاہر ہو کہ کام کو زیادہ دیر نہیں ہوئی اس فعل کو ماضی قریب کہتے ہیں۔ ماضی مطلق کے صیغے پر قَدْ لگانے سے ماضی قریب بن جاتا ہے قَدْ کے لفظ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی اور یہ تمام الفاظ کے ساتھ ایک ہی حالت میں رہتا ہے جیسے قَدْ فَعَلَ، قَدْ فَعَلَا، قَدْ فَعَلُوْا وغیرہ

قَدْشَرِبْتَ اللَّبَنَ تو (مذکر) نے دودھ پیا ہے	قَدْ سَبَحْنَا فِي الْبَحْرِ ہم دریا میں تیرے ہیں

قَدْعَرَفْنَا قَدْرُالْعِلْم ہم نے علم کی قدر پہچانی ہے	قَدْ حَفِظْتُ دَرْسِی میں نے اپنا سبق یاد کرلیا ہے
قَدْ طَبَخْتُنَّ لَحْمًا تم (جمع مونث) نے گوشت پکایا	قَدْفَهِمَتْ دَرْسَهَا اس (مونث) نے اپنا سبق یاد کرلیا ہے
قَدْ كَتَبْتُ مَكْتُوْبًا میں نے ایک خط لکھا ہے	قَدْ لَعِبْتُنَّ فِيالْمَلْعَب تم نے (جمع مونث) میدان میں کھیلا ہے
قَدْ غَسَلْنَ ثِيَا بَهُنَّ ان عورتوں نے کپڑے دھوئے ہیں	

ماضی بعید

تعریف

جس فعل سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اس کو کئے ہوئے کافی دیر ہو چکی ہے اسے ماضی بعید کہتے ہیں۔ ماضی مطلق پر کَانَ کا لفظ لگانے سے ماضی بعید کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے ماضی کے صیغے بدلتے جائیں گے ان کے ساتھ ساتھ کَانَ کا لفظ بھی بدلتا جائے گا جیسے کَانَ فَعَلَ ۔ کَانَا فَعَلاَ ۔ کَانُوْا فَعَلُوا

کَانَ کی گردان

كَانَ	واحد مذکر غائب	كَانَا	تثنیہ مذکر غائب
كَانُوْا	جمع مذکر غائب	كَانَتْ	واحد مونث غائب
كَانَتَا	تثنیہ مونث غائب	كُنَّ	جمع مونث غائب
كُنْتَ	واحد مذکر مخاطب	كُنْتُمَا	تثنیہ مذکر مخاطب
كُنْتُمْ	جمع مذکر مخاطب	كُنْتِ	واحد مونث مخاطب
كُنْتُمَا	تثنیہ مونث مخاطب	كُنْتُنَّ	جمع مونث مخاطب

كُنْتُ	واحد متکلم	كُنَّا	جمع متکلم

ماضی منفی

تعریف

جس فعل میں کسی کام کا نہ ہونا پایا جائے اسے فعل منفی کہتے ہیں ماضی منفی بنانا مقصود ہو تو ماضی مثبت سے پہلے مَا لاتے ہیں جیسے مَاضَرَبَ (اس نے نہیں مارا) مَا اَكَلَ (اس نے نہیں کھایا) ماضی کے صیغے پر لا داخل کر کے بھی ماضی منفی بناتے ہیں مگر اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے بعد ایک اور صیغہ ماضی لَا سمیت لاتے ہیں جیسے لَا اَكَلْنَا وَلَا شَرِبْنَا نہ ہم نے کھایا اور نہ پیا

مشق نمبر ۹

كُنْتَ صَدَقْتَ تو نے سچ بولا تھا	مَاعَدَلْتَ فِیْ حَكْمِكَ تم نے اپنے فیصلے میں انصاف نہیں کیا
كُنْتُ خَرَجْتُ مِنَ الدَّارِ میں گھر سے نکلا تھا	كُنْتِ رَكِبْتِ الْقِطَارَ تو ریل گاڑی میں سوار ہوئی تھی
مَافَتَحْتُ الْبَابَ میں نے دروازہ نہ کھولا	مَالَعِبَ الْاَوْلاَدُ لڑکے نہیں کھیلے
كَانُوْا غَسَلُوْاايْدِيَهُمْ انہوں نے ہاتھ دھوئے تھے	مَاخَرَجْنَا اِلَى الْحُقُوْلِ ہم کھیتوں کی طرف نہیں نکلے
كُنْتَ طَلَبْتَ الطَّعَامَ تو نے کھانا طلب کیا تھا	مَاسَبَحْتِ فِی النَّهْرِ تو (واحد مونث) دریا میں نہیں تیری
كُنْتَ حَضَرْتَ بِئرًا تو نے کنواں کھودا تھا	كُنَّا قَرَعْنَاالْبَابَ ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا

ماضی مجہول (نائب فاعل)

تعریف

جس فعل کا فاعل مذکور نہ ہو اسے مجہول کہتے ہیں جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ" (زید کو پیٹا گیا) شُرِبَ اللَّبَنُ (دودھ پیا گیا)۔ ماضی مجہول ہمیشہ فُعِلَ کے وزن پر آتی ہے جیسے طُبِخَ (پکایا گیا)، قُتِلَ (قتل کیا گیا) اُکِلَ (کھایا گیا)۔ ان مثالوں میں ضُرِبَ اور شُرِبَ ماضی مجہول ہیں اور زَیْدٌ" اور اَللَّبَنُ کو نائب فاعل کہتے ہیں نائب فاعل چونکہ فاعل کا قائم مقام ہوتا ہے اسلئے مرفوع ہوتا ہے یعنی جس پر پیش ُ آئے۔

ماضی مجہول کی گردان

جنس	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	ضُرِبَ	ضُرِبَا	ضُرِبُوْا
مونث	ضُرِبَتْ	ضُرِبَتَا	ضُرِبْنَ
مذکر	ضُرِبْتَ	ضُرِبْتُمَا	ضُرِبْتُمْ
مونث	ضُرِبْتِ	ضُرِبْتُمَا	ضُرِبْتُنَّ
متکلم	ضُرِبْتُ	ضُرِبْنَا	

مشق نمبر ۱۰

قُتِلَ السَّارِقُ چور قتل کیا گیا	نُصِرَ الْمَظْلُوْمُ مظلوم کی مدد کی گئی
سُرِقَ الْمَالُ مال چوری کیا گیا	کُتِبَ الْمَکْتُوْبُ خط لکھا گیا
قُرِءَ الْکِتَابُ کتاب پڑھی گئی	ضُرِبَ زَیْدٌ" زید پیٹا گیا
فُتِحَ بَابُ الْمَسْجِدِ مسجد کا دروازہ کھولا گیا	ذُبِحَتِ النَّاقَةُ اونٹنی ذبح کی گئی

مضارع معروف

تعریف

مضارع وہ فعل ہے جس میں حال اور یعنی مستقبل دونوں زمانے پائے جاتے ہیں جیسے یَعْلَمُ (وہ جانتا ہے یا جانے گا) یَسْمَعُ وہ سنتا ہے یا سنے گا۔ فعل مضارع بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ماضی کے صیغہ واحد مذکر غائب سے پہلے مضارع کی علامتوں یعنی ا ت ی ن میں سے ایک حرف لگا دیا جاتا ہے ان چاروں علامتی حروف کے مجموعے کو اَتَیْنَ کہتے ہیں جیسے فَعَلَ سے یَفْعَلُ۔

گردان

	جنس	واحد	تثنیہ	جمع
حاضر	مذکر	یَسْمَعُ	یَسْمَعَانِ	یَسْمَعُوْنَ
	مونث	تَسْمَعُ	تَسْمَعَانِ	یَسْمَعْنَ
	مذکر	تَسْمَعُ	تَسْمَعَانِ	تَسْمَعُوْنَ
غائب	مونث	تَسْمَعِیْنَ	تَسْمَعَانِ	تَسْمَعْنَ
متکلم	مذکر مونث	اَسْمَعُ	نَسْمَعُ	نَسْمَعُ

مشق نمبر ۱۱

نَلْعَبُ بِالْکُرَةِ ہم گیند سے کھیلتے ہیں	اَحْفَظُ الدَّرْسَ میں سبق یاد کرتا ہوں
اَلْبَسُ ثِیَابِیْ میں اپنے کپڑے پہنتا ہوں	یَزْرَعُ الْفَلَّاحُ الْحِنْطَةَ کسان گیہوں بوتا ہے
یَغْسِلُ الْوَلَدُ یَدَیْهِ لڑکا اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے	یَصْنَعُ النَّجَّارُ کُرْسِیًّا بڑھئی ایک کرسی بناتا ہے
یَنْزِلُ الْمَطَرُ مینہ برستا ہے	تَحْلُبُ الْبَقَرَةَ تو گائے دوہتا ہے

مضارع مجہول

تعریف

مضارع مجہول وہ فعل ہے جس میں کوئی فعل زمانہ حال یا مستقبل میں واقع ہو مگر اسکے فاعل کا پتہ نہ ہو جیسے یُضْرَبُ (اسے پیٹا جاتا ہے) یُسْمَعُ (وہ سنا جاتا ہے)

مضارع مجہول کی گردان

	جنس	واحد	تثنیہ	جمع
حاضر	مذکر	یُعْلَمُ	یُعْلَمَانِ	یُعْلَمُوْنَ
	مونث	تُعْلَمُ	تُعْلَمَانِ	یُعْلَمْنَ
	مذکر	تُعْلَمُ	تُعْلَمَانِ	تُعْلَمُوْنَ
غائب	مونث	تُعْلَمِیْنَ	تُعْلَمَانِ	تُعْلَمْنَ
	متکلم	اُعْلَمُ	نُعْلَمُ	

مشق نمبر ۱۲

اُطْلَبُ فِی الْمَدْرَسَةِ میں مدرسہ میں طلب کیا جاتا ہوں	یُرْکَبُ الْجَمَلُ اونٹ پر سواری کی جاتی ہے
یُهْزَمُ الْعَدُوُّ فِی الْحَرْبِ دشمن کو جنگ میں شکست دی جائے گی	تُمْدَحْنَ لِلْجُوْدِ تم (سب عورتوں) کی سخاوت کیلئے تعریف کی جائے گی
تُخْرَجُوْنَ مِنَ الدَّارِ تم (سب مرد) گھر سے نکال دیئے جاؤ گے	یُرْزَقْنَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وہ (عورتیں) بے حساب رزق دی جاتی ہیں

ماضی استمراری

تعریف

ماضی استمراری وہ فعل ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ کوئی کام زمانہ ماضی میں ہمیشہ یا اکثر

ہوتا رہا ہے جیسے کَانَ یَضْرِبُ (وہ مارتا تھا) کَانَ یَسْمَعُ (وہ سنتا تھا)۔

فعل مضارع سے پہلے اگر کَانَ کا لفظ لگا دیں تو ماضی استمراری بن جاتا ہے مضارع کے صیغوں کے ساتھ کَانَ کے صیغے بھی بدلتے رہتے ہیں مثلاً

کَانَ یَقْتُلُ وہ قتل کرتا تھا کَانَا یَقْتُلَانِ وہ دونوں قتل کرتے تھے

کَانُوْا یَقْتُلُوْنَ وہ سب مرد قتل کرتے تھے اسی طرح پوری گردان مکمل کر لی جائے۔

مشق نمبر ۱۳

کُنْتُ اَسْمَعُ الْوَعْظَ میں نصیحت سنتا تھا	کُنْتُمْ تَشْرَبُوْنَ اللَّبَنَ تم سب (مرد) دودھ پیتے تھے
کَانَ یَضْرِبُ الْکَلْبَ وہ کتے کو مارتا تھا	کُنْتُنَّ تَقْطَعْنَ الْاَزْهَارَ تم سب (عورتیں) پھول توڑتی تھیں
کُنْتِ تَلْبَسِیْنَ ثِیَابَکِ تو اپنے کپڑے پہنتی تھی	کُنَّ یَذْهَبْنَ اِلَی الْمَدْرَسَةِ وہ سب (عورتیں) مدرسے جاتی تھیں
کُنَّا نَقْتُلُ الْعَدُوَّ ہم دشمن کو قتل کرتے تھے	کُنَّا نَزْرَعُ الْقُطْنَ ہم سب کپاس بوتے تھے

مضارع منفی

تعریف

فعل مضارع سے پہلے لَا لگانے سے مضارع منفی بن جاتا ہے مضارع منفی میں بھی حال اور مستقبل دونوں زمانے پائے جاتے ہیں جیسے لَا نَشْرِبُ (ہم نہیں پیتے ہیں یا نہیں پیئیں گے) لَا یَقُوْمُ (وہ کھڑا نہیں ہوتا یا وہ کھڑا نہیں ہوگا)۔

مشق نمبر ۱۴

لَا تَفْتَحُ الْبَابَ تو دروازہ نہیں کھولے گے	لَا نَلْبَسُ الْحَرِیْرَ ہم ریشم نہیں پہنیں گے
لَا نَلْعَبُ بِالْکُرَةِ ہم گیند سے نہیں کھیلیں گے	لَا تَضْرِبْنَ اَوْلَادَکُنَّ تم سب عورتیں اپنے بچوں کو نہیں مارو گی

لا اَضْرِبُ الْفَرَسَ میں گھوڑے کو نہیں ماروں گا	لا یَکْتُمْنَ الشَّهَادَةَ وہ سب عورتیں گواہی نہیں چھپائیں گی
لا نَفْهَمُ قَوْلَکَ ہم تیری بات نہیں سمجھتے	لا تَجْلِسُوْنَ فِی الطَّرِیْقِ تم راستہ میں نہیں بیٹھو گے

مضارع مختص بحال

قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ فعل مضارع میں حال اور مستقبل دونوں زمانے پائے جاتے ہیں جب فعل مضارع کو زمانہ حال سے مخصوص کرنا مقصود ہو تو اس کے شروع میں ل لگا دیتے ہیں جیسے لَیَجْلِسُ وہ بیٹھتا ہے لَنَذْهَبُ ہم جاتے ہیں۔

مشق نمبر ۱۵

لَیَحْفَظُ دَرْسَهُ وہ اپنا سبق یاد کرتا ہے	لَنَجْمَعُ الْقُطْنَ ہم روئی جمع کرتے ہیں
لَتَدْخُلُوْنَ الْمَسْجِدَ تم (سب مرد) مسجد میں داخل ہوتے ہیں	لَاَصْبِرُ عَلَی الْمَصَائِبِ میں مصیبت میں صبر کرتا ہوں
لَتَرْکَبِیْنَ عَلَی الْفَرَسِ تو گھوڑے پر سوار ہوتی ہے	لَیَسْمَعْنَ کَلَامَ اللّٰهِ وہ سب عورتیں اللہ کا سنتی ہیں
لَیَذْبَحُوْنَ الْجَمَلَ وہ سب مرد اونٹ ذبح کرتے ہیں	لَنَسْبَحُ فِی النَّهْرِ ہم دریا میں تیرتے ہیں
لَتَقْتُلْنَ الْعَدُوَّ تم سب عورتیں دشمن کو قتل کرتی ہو	

مضارع مختص بمستقبل

تعریف

اگر مضارع کے صیغہ سے پہلے س یا سوف لگا دیں تو اس کے معنے مستقبل کے ساتھ خاص

ہو جاتے ہیں س مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے اور سَوْفَ مستقبل بعید کے لئے جیسے سَیَقُوْمُ (وہ عنقریب کھڑا ہوگا) سَوْفَ نَکْتُبُ (ہم آگے چل کر لکھیں گے)

مشق نمبر ۱۶

سَاَذْهَبُ اِلَی الْمَحَطَّةِ میں عنقریب سٹیشن جاؤں گا	سَتَکْتُمِیْنَ سِرَّکِ تو عنقریب اپنا بھید چھپائے گی
سَیَرْکَبُ عَلَی الْفَرَسِ وہ عنقریب گھوڑے پر سوار ہوگا	سَتَرْحَمُوْنَ الْفَقِیْرَ تم عنقریب فقیر پر رحم کرو گے
سَوْفَ نَحْصُدُ الْقَصَبَ ہم آئندہ گنے کی فصل کاٹیں گے	سَوْفَ یُرْزَقُوْنَ وہ آئندہ روزی دیئے جائیں گے

☆ جملہ انشائیہ ☆ امر حاضر

تعریف

جس فعل میں مخاطب کو کسی بات کا حکم دیا گیا ہو یا اس سے کوئی مطالبہ کیا گیا ہو اسے فعل امر حاضر کہتے ہیں۔ جیسے اِضْرِبْ (تو مار)

بنانے کا طریقہ

امر حاضر فعل مضارع سے بنایا جاتا ہے مضارع مخاطب کے شروع سے علامت مضارع یعنی (ت) گرا کر اس کے شروع میں ہمزہ وصل یعنی (اِ) لے آتے ہیں اور حرف آخر کو ساکن کر دیتے ہیں اگر مضارع مضموم العین ہو تو ہمزہ وصل مضموم لاتے ہیں جیسے تَنْصُرُ سے اُنْصُرْ اور اگر مضارع مفتوح العین یا مکسور العین ہو تو دونوں حالتوں میں ہمزہ وصل مکسور ہوتا ہے جیسے تَسْمَعُ سے اِسْمَعْ اور تَحْسِبُ سے اِحْسِبْ۔

امر حاضر کی گردان

جنس	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر حاضر	اُقْتُلْ تو (ایک مرد) قتل کر	اُقْتُلَا تم (دو مرد) قتل کرو	اُقْتُلُوْا تم (سب مرد) قتل کرو

مونث حاضر	اُقْتُلِیْ تو (ایک عورت) قتل کر	اُقْتُلَا تم (دو عورتیں) قتل کرو	اُقْتُلْنَ تم (سب عورتیں) قتل کرو

امر حاضر بنانے کیلئے مضارع مخاطب مجہول کیلئے لام امر یعنی لِ داخل کرتے ہیں اس سے مضارع کا آخری لفظ ساکن ہو جاتا ہے۔ جیسے تُسْمَعُ سے لِتُسْمَعْ اس کی گردان یوں ہوگی۔

مذکر	لِتُضْرَبْ	لِتُضْرَبَا	لِتُضْرَبُوْا
مونث	لِتُضْرَبِیْ	لِتُضْرَبَا	لِتُضْرَبْنَ

مشق نمبر ۱۷

اُعْبُدُوْ اَرَبَّکُمْ تم اپنے رب کی عبادت کرو	اُنْظُرْنَ اِلَی الْجِبَالِ تم (مونث) پہاڑوں کی طرف دیکھو
اُنْصُرِ الْمَظْلُوْمَ تو (مذکر) مظلوم کی مدد کر	اُتْرُکِی اللَّعْبَ تو (مونث) کھیل چھوڑ دے
اِغْسِلِیْ وَجْهَکِ تو (مونث) اپنا منہ دھو	اِزْرَعِ الْقَصَبَ تو گنا کاشت کر
اِفْتَحْ بَابَ الْحُجْرَةِ تو (مذکر) کمرے کا دروازہ کھول	اِشْرَبَا الْمَآءَ تم دونوں پانی پیو
اِحْفَظُوْا دُرُوْسَکُمْ تم (مذکر) اپنے سبق یاد کرو	لِتُعْرَفُوْا تم سب پہچانے جاؤ
لِتُنْصَرْ تو (مذکر) مدد کیا جا	اِشْرَبُوْا تم (مذکر) پیو

امر غائب

تعریف

عام طور پر حکم اس شخص کو دیا جاتا ہے جو سامنے (حاضر) ہو لیکن بعض دفعہ غائب کو بھی حکم دیا جاتا ہے اس کے لئے امر غائب استعمال کرتے ہیں امر غائب معروف مضارع معروف سے بنایا

جاتا ہے اور امر غائب مجہول مضارع مجہول سے مضارع کے شروع میں لام امر (لِ) لگا کر حروف آخر کو جزم دیتے ہیں جیسے یَفْتَحُ سے لِیَفْتَحْ اور یَفْتَحُ سے لِیَفْتَحْ امر غائب معروف ہے۔ اور لِیُفْتَحْ امر غائب مجہول ہے۔

امر غائب کی گردان

	جنس	واحد	تثنیہ	جمع
	مذکر	لِیَذْهَبْ	لِیَذْهَبَا	لِیَذْهَبُوْا
غائب	مونث	لِتَذْهَبْ	لِتَذْهَبَا	لِیَذْهَبْنَ
متکلم	مذکر مونث	لِاَذْهَبْ	لِنَذْهَبْ	

مشق نمبر ۱۸

لِیَنْصُرْ وہ مدد کرے	لِیَقْتُلُوْا وہ (مذکر) قتل کریں
لِیَفْتَحِ الْبَابَ وہ دروازہ کھولے	لِنَزْرَعِ الْقَصَبَهُمْ گنا کاشت کریں
لِیَاْکُلْ وہ کھائے	لِنُعْرَفْ ہم پہچانے جائیں
لِیَشْرَبْنَ اللَّبَنَ وہ (مونث) دودھ پئیں	لِیُسْجَنْ وہ قید کیا جائے

نہی حاضر

تعریف

جس فعل کے ذریعہ کسی کام سے روکا جائے اسے فعل نہی کہتے ہیں جیسے لَا تَضْرِبْ (تو نہ مار) فعل نہی حاضر مضارع معروف مخاطب سے بنایا جاتا ہے۔ مضارع حاضر کے صیغے پر لا لگا کر آخر کو جزم دیتے ہیں جیسے تَجْلِسُ سے لَا تَجْلِسْ (تو نہ بیٹھ) تَذْهَبُ سے لَا تَذْهَبْ (تو نہ جا)

نہی حاضر کی گردان

مذکر	لَا تَقْتُلْ	لَا تَقْتُلَا	لَا تَقْتُلُوْا
	لَا تَقْتُلِیْ	لَا تَقْتُلَا	لَا تَقْتُلْنَ

نہی غائب

تعریف

بعض دفعہ غائب کو بھی کسی کام سے روکا جاتا ہے اسے نہی غائب کہتے ہیں نہی غائب بنانا مقصود ہو تو مضارع غائب سے پہلے لائے نفی (لا) لگا کر لام کلمہ کو جزم دیتے ہیں جیسے لَا یَسْمَعْ (وہ نہ سنے) لَا یَفْتَحْ (وہ نہ کھولے) اسی طرح نہی غائب مجہول مضارع مجہول سے بناتے ہیں جیسے لَا یُقْتَلُ (اسے قتل نہ کیا جائے)۔

نہی غائب کی گردان

جنس	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	لَا یَلْعَبْ وہ نہ کھیلے	لَا یَلْعَبَا وہ دونہ کھیلیں	لَا یَلْعَبُوْا وہ سب نہ کھیلیں
مونث	لَا تَلْعَبْ وہ عورت نہ کھیلے	لَا تَلْعَبَا وہ دوعورتیں نہ کھیلیں	لَا یَلْعَبْنَ وہ سب عورتیں نہ کھیلیں
مذکر/مونث	لَا اَلْعَبْ میں نہ کھیلوں	لَا نَلْعَبْ ہم نہ کھیلیں	

مشق نمبر ۱۹

لَا تَکْتُبْ تو نہ لکھ	لَا یَخْلِفُوا الْوَعْدَ وہ (جمع مذکر) وعدہ نہ توڑیں
لَا تَشْرَبِ الْمَآءَ الْبَارِدَ تو ٹھنڈا پانی نہ پی	لَا یُضْرَبِ الْاَوْلَادُ بچوں کو نہ پیٹا جائے
لَا تَلْعَبُوْا تم مت کھیلو	لَا یَخْلِفْنَ الْحَلْفَ الْکَاذِبَ وہ جمع مونث جھوٹی قسمیں نہ کھائیں

لَا تَغْضَبِی عَلَی الْخَادِمِ تم (مونث) خادم پر غصے نہ ہو	لَا اَقْتِلُ الْعَدُوَّ میں دشمن کو قتل نہ کروں
لَا تَخْرُجْ فِی الْحَرِّ تو گرمی میں باہر مت نکل	لَا نَفْرَحْ عَلٰی هَلَاکِ الْعَدُوِّ ہم دشمن کی ہلاکت پر خوش نہ ہوں
لَا تَجْلِسُوا فِی الطَّرِیْقِ تم (مذکر) راستے میں مت بیٹھو	لَا یَکْتُمَا اَسْرَارَهُمَا وہ دونوں اپنے بھید نہ چھپائیں

کلمات استفہام

استفہام یعنی دریافت اور سوال کے لئے کئی لفظ استعمال کئے جاتے ہیں ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔(۱) ھمزہ (اَ) اور (ھَلْ) ان دونوں کو حروف استفہام کہتے ہیں۔

اَ ۔یہ جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی جیسے اَجَلَسَ زَیْدٌ" (کیا زید بیٹھا ہے) اَلَا تَسْمَعُ کَلَامَنَا ؟ (کیا تو ہمارا کلام نہیں سنے گا)۔

ھَلْ ۔صرف مثبت جملے پر داخل ہوتا ہے خواہ اسمیہ ہو یا جیسے ھَلْ اَنْتُمْ ذَاھِبُوْنَ (کیا تم جانے والے ہو؟)۔

مندرجہ ذیل کلمات بھی دریافت اور طلب کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں ان کو اسمائے استفہام کہتے ہیں۔

☆ مَنْ۔ (کون) یہ انسانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے مَنْ ھٰذَا الطِّفْلُ؟ (یہ لڑکا کون ہے؟)۔

☆ مَا۔ (کیا) یہ بے جان اشیاء کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے مَا ھٰذَا الشَّیْءُ؟ یہ کیا چیز ہے؟

☆ مَاذَا۔ (کیا) یہ مَا استفہامیہ اور ذَا اسم اشارہ سے مرکب ہے جیسے مَاذَا تَصْنَعُ؟ تو کیا کرتا ہے؟

☆ لِمَ۔ (کیوں۔کس لئے) جیسے لِمَ کَتَبْتَ ؟ تو نے کیوں لکھا؟

☆ متٰی۔ (کب) جیسے متٰی ذھبت؟ تو کب گیا؟

☆ ایّان۔ (کب) جیسے ایّان یوم العید؟ عید کا روز کب آئے گا؟

☆ این۔ (کہاں) جیسے این زید؟ "زید کہاں ہے؟"

☆ کیف۔ (کیسا) جیسے کیف حالک؟ تمہارا حال کیسا ہے؟

☆ انّٰی۔ (جہاں۔کہاں) جیسے انّٰی ذھب خالد؟ "خالد کہاں گیا؟"

☆ کم۔ (کتنا) جیسے کم دینارا عندک؟ آپ کے پاس کتنے دینار ہیں؟

☆ ایّ۔ (کون سا) جیسے ایّ کتب عندک؟ تمہارے پاس کون سی کتاب ہے؟

مشق نمبر ۳۰

اانت زید؟ "کیا تم زید ہو؟"	ماذا تفعل؟ "تم کیا کرتے ہو؟"
اخالد مریض؟ "کیا خالد بیمار ہے؟"	ایّ معبد؟ "کون سا معبد ہے؟"
اتذھب الی المدرسۃ "کیا تم مدرسے نہیں جاؤ گے؟"	کیف حال مریضکم "تمہارے بیمار کا کیا حال ہے؟"

اَلصَّلٰوۃُ (نماز)

عربی قواعد کے آئینہ میں

(صرفی ونحوی ترکیب)

اَلصَّلٰوۃُ (نماز)

صَلّٰی، یُصَلِّی، صَلٰوۃٌ (نماز پڑھنا، دعا کرنا، برکت دینا، اچھی تعریف کرنا، بھلائی چاہنا) اس تعریف کے ساتھ اس کا مفہوم مسلمانوں کے لیے ایک خاص طریقہ عبادت ہے جسے نماز کہتے ہیں۔

تکبیر تحریمہ۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ (اللہ سب سے بڑا ہے)۔

اَللّٰہُ (اسم جلالت) مبتدا۔

اَکْبَرُ (سب سے بڑا) کَبُرَ، یَکْبُرُ، کُبْرًا، کِبَرًا، کَبَارَۃً (مرتبہ میں بڑا ہونا) سے اسم تفضیل خبر۔

مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

ثناء

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ

(پاک ہے تو اے اللہ اور ہر قسم کی تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ اور بہت بابرکت ہے تیرا نام اور تیری ذات بلند و برتر ہے اور نہیں کوئی معبود تیرے سوا)۔

یہ ثناء پانچ جملوں پر مشتمل ہے جو واؤ عاطفہ کے ذریعے باہم عطف کر دیے گئے ہیں۔ ان جملوں میں پہلے چار جملے فعلیہ ہیں اور آخری جملہ اسمیہ ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ (اے اللہ میں آپ کو تمام نقائص و عیوب سے انتہائی منزہ مانتا ہوں،

بیان کرتا ہوں) سَبَّحَ، یُسَبِّحُ تَسْبِیْحًا (پاکی بیان کرنا) سے مصدر مع اضافہ الف نون سُبْحَانَ ہوا جو کہ محذوف فعل اُسَبِّحُ کا مفعول مطلق ہے۔ کَ یہ اُسَبِّحُ محذوف فعل کا مفعول بہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ: اللّٰهُ+مَّ: (منادیٰ، ندا) یہاں مَّ حرف ندا جو فعل محذوف اُسَبِّحُ سے متعلق ہے۔ فعل محذوف بفاعل، مفعول اور متعلقات مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ یاد رہے کہ مَّ حرف ندا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے۔

وَ: (اور) واؤ عاطفہ۔

بِحَمْدِکَ: (تیری تعریف کے ساتھ) بَ حرف جار، حَمْدِ مجرور و مضاف، کَ مضاف الیہ اور پورا مرکب محذوف فعل اُسَبِّحُ سے متعلق ہے۔

وَ: (اور) واؤ عاطفہ۔

تَبَارَکَ: (انتہائی مقدس ہونا، بابرکت ہونا) تَبَارَکَ، یَتَبَارَکُ، تَبَارُکًا سے فعل ماضی۔

اِسْمُکَ: (آپ کا نام) مضاف، مضاف الیہ جو کہ تَبَارَکَ کا فاعل ہے۔ فعل اور فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

وَ: (اور) واؤ عاطفہ۔

تَعَالٰی: (بلند و برتر ہونا) تَعَالٰی، یَتَعَالٰی، تَعَالِیًا سے فعل ماضی۔

جَدُّکَ: (آپ کی ذات) مضاف، مضاف الیہ جو تَعَالٰی کا فاعل ہے۔ فعل اور فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

وَ: (اور) واؤ استئناف۔

لَا: (کوئی نہیں) لائے نفی جنس۔

اِلٰهَ: (معبود) اسم لائے نفی جنس۔

غَیْرُکَ: (سوائے آپ کے) مضاف، مضاف الیہ، خبر لائے نفی جنس۔

تعوذ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

(میں پناہ مانگتا/مانگتی ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے)۔

اَعُوْذُ: (میں پناہ مانگتی ہوں) عَاذَ، یَعُوْذُ، مَعَاذًا سے فعل مضارع واحد متکلم (کسی سے اپنی حفاظت طلب کرنا، کسی سے پناہ لینا، پناہ مانگنا) یہ فعل متعدی ہمیشہ بِ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ جس سے پناہ طلب کی جائے اگر وہ اسم ہو تو اس سے پہلے مِنْ آتا ہے۔ اور اگر وہ فعل ہو تو اَنْ آتا ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ.

بِ: (سے، پر، کے ساتھ، کے ذریعے سے، کی مدد سے، کی بنا پر، کی وجہ سے، کے سبب، کے بدلے، کے بجائے، کے پاس، کے وقت، کی قسم سے) حرف جار ہے۔

کبھی یہ حرف دوسرے حروف جار مِنْ، فِیْ، عَنْ، عَلٰی، اِلٰی اور مَعَ کی جگہ پر یا ان کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

کبھی یہ حرف عربی محاورے کی ضرورت کی خاطر لایا جاتا ہے۔ جیسے: وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ.

کبھی یہ لازم سے متعدی بنانے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ.

اَللّٰهِ: (اسم جلالت) عربی زبان میں یہ لفظ پوری کائنات کے خالق و مالک کے نام کے لیے زمانہ دراز سے استعمال ہو رہا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔ کیونکہ کسی اور زبان کا کوئی لفظ جیسے خدا، God یا پرماتما وغیرہ اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

مِنْ: موقع کے لحاظ سے اس کا ترجمہ (سے، سے لے کر، تک، میں سے، کی قسم سے، کی نسبت، کی بجائے، کا بنا ہوا، کے مقابلے میں) کیا جاتا ہے۔ مِنْ کو آگے کسی معرف باللام لفظ کے ساتھ ملاتے وقت اس کے ن کو مفتوح پڑھا جاتا ہے۔

الشَّیْطٰنِ: اتنا معروف لفظ ہے کہ اُردو میں کسی اور طرح ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُردو، فارسی اور پنجابی کے علاوہ انگریزی میں بھی Satan یا Satanic وغیرہ کی ترکیب سے متعارف ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ابلیس کے لقب یا صفاتی نام کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ گویا یہ ایک خاص شریر، سرکش بدروح یا شخصیت کا نام ہے اس لیے محاورے میں سرکش اور سراپا بدی یا سراپا شر کو شیطان کہا جاتا ہے، چاہے وہ انسان ہو یا جن۔ البتہ جس ابلیس کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ جنوں سے تھا۔ یہ لفظ شَطَنَ، یَشْطُنُ، شَطُوْنًا (بہت دور ہونا یا چلے جانا) سے ہے۔ چنانچہ لغوی معنوں میں اس لفظ سے خیر سے دوری، رحمت سے دوری کی مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ شَاطَ،

یَشِیْطُ، شَیْطًا (برباد ہونا، جل جانا) جو کہ مادہ (ش ی ط) سے بھی لایا جاتا ہے۔

اَلرَّجِیْم: (مردود، لعین) رَجَمَ، یَرْجُمُ، رَجْمًا (کسی کو پتھر مار کر بھگا دینا) سے فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ ہے۔ لفظ رَجِیْم اور مَرْجُوْم ہم معنی ہیں جس کا ترجمہ لعین اور راندہ کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے یا کیا جا سکتا ہے۔ وزن فَعِیْلَ ی مفعول کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

پورا فقرہ جملہ فعلیہ ہوا۔

تسمیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے)۔

ب: (کے ساتھ، کی مدد سے، سے) حرف جار ہے۔

اِسْم: (نام) سَمَا، یَسْمُوْ، سُمُوًّا (بلند ہونا، رتبہ پانا) آخری واؤ گرا دیا جاتا ہے۔ اسم کے شروع کا الف ہمزۃ الوصل ہے جو حرف ساکن س سے پہلے ضرورتاً تلفظ کے لیے لگایا جاتا ہے۔ مجرور اور مضاف ہے۔

اَللّٰہِ: (اسم جلالت) مضاف الیہ۔ بعض وجوہات کی بنا پر اسے ذات باری تعالیٰ کے لیے اسم جامد ہی سمجھنا چاہیے نہ کہ اَلَہَ، یَاْلَہُ، اِلَاہٌ (معبود) اَلِہَ، یَاْلَہُ، اِلَاہٌ (سکون پانا، غم اور مصیبت میں اس کی طرف رخ کرنا، کسی کے لیے بے تاب ہونا) وغیرہ سے۔

اَلرَّحْمٰنِ: (بے حد رحم کرنے والا) رَحِمَ، یَرْحَمُ، رَحْمَۃً (رحم کرنا، مہربانی کرنا) سے صیغہ مبالغہ ہے۔ یہ ہمیشہ بغیر صلہ کے آتا ہے۔ یعنی رَحِمَہٗ کہیں گے نہ کہ رَحِمَ عَلَیْہِ۔ الرَّحْمٰنُ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ۵۷ میں سے کم از کم ۴۵ مقامات پر اللہ تعالیٰ کے لیے بطور ذاتی نام کے استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ چونکہ عبرانی اور سریانی زبان میں بھی اللہ کے نام کے لیے استعمال ہوا ہے اس لیے ضروری نہیں کہ وہ رَحِمَ ہی سے مشتق ہے۔ رَحْمٰنُ کی جمع بھی نہیں آیا کرتی۔

اَلرَّحِیْم: (ہمیشہ رحم کرنے والا) رَحِمَ سے صفت مشبہ جس میں مصدر کے معنی استمرار کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ چونکہ الرَّحْمٰنِ کو اسم جامد بھی مانا جا سکتا ہے اور صفت بھی، اس لیے اگر اسم مانیں تو یہ بدل ہوگا اللّٰہِ کا اور اس کا ترجمہ ہوگا ''اللہ الرحمٰن کے نام کے ساتھ جو ہمیشہ رحم

کرنے والا ہے''۔

اگر رَحْمٰنِ کو صیغہ مبالغہ یا صفت مانیں تو ترجمہ ہوگا ''بے حد اور ہمیشہ رحم کرنے والے اللہ کے نام کے ساتھ''

پوری بِسْمِ اللّٰہِ مکمل جملہ نہیں بلکہ ایک مرکب جاری ہے۔ مکمل جملہ بنانے کے لیے شروع میں کسی مبتدا یا فعل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ایسے مبتدا یا فعل کو مقدر (Understood) کہتے ہیں۔

سورۃ الفاتحہ (کھولنے والی سورت)

سُوْرَۃُ: (شہر کی فصیل) سَارَ، یَسُوْرُ، سُوْرًا سے اسم مؤنث (مضاف)

الْفَاتِحَہ: (کھولنے والی) فَتَحَ، یَفْتَحُ، فَتْحًا سے اسم فاعل مؤنث، (مضاف الیہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. (سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے [تمام] جہانوں کا پروردگار ہے)۔

اَلْ: (سب) لام تعریف استغراق الجنس۔ جب کسی اسم کے متعلق اس اسم کی پوری جنس کا احاطہ مطلوب ہو تو اس اسم پر ال تعریف داخل کیا جاتا ہے۔ اور اسے ال استغراق الجنس کہا جاتا ہے۔ جب کسی اسم کی تعریف متکلم یا پھر متکلم اور مخاطب دونوں کے ذہن میں ہو تو اس اسم پر بھی ال تعریف داخل کیا جاتا ہے اور اسے العہد کہا جاتا ہے۔ جبکہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر ال تعریف داخل ہو کر موصول یعنی جو کے معنی دیتا ہے۔

حَمْدُ: (وہ تعریف جو کسی اختیاری امر کی ہو) حَمِدَ، یَحْمَدُ، حَمْدًا (کسی کی تعریف کرنا) اس کا فعل متعدی بغیر صلہ کے آتا ہے۔ باب نَصَرَ، یَنْصُرُ سے (کسی کا شکر ادا کرنا) مبتدا۔

لِ: (کے لیے) حرف جر۔

لِلّٰہِ: (اللہ کے لیے)، اسم جلالت، جار مجرور، خبر۔

رَبِّ: (مالک، پروردگار) رَبَّ، یَرُبُّ، رَبًّا سے مصدر بحیثیت بدل یا صفت لایا گیا ہے۔ مضاف۔

الْعٰلَمِیْنَ: (تمام مخلوق، ساری کائنات) اسم جمع، مضاف الیہ۔

اَلْحَمْدُ کے ال کو اگر لام استغراق مانا جائے تو ترجمہ ہوگا ''ہر ایک تعریف، سب تعریفیں'' اور اگر لام عہد مانا جائے تو ترجمہ ہوگا ''وہ ساری تعریف جس کی طرف لفظ تعریف سن کر ہمارا ذہن منتقل ہو سکتا ہے۔''

اگر رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کو صفت مانا جائے تو ترجمہ ہوگا ''ساری تعریفیں سارے جہانوں کے پروردگار اللہ کے لیے ہیں۔'' یعنی صفت کا ترجمہ پہلے ہوگا اور موصوف بعد میں آئے گا اور اگر رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کو بدل مانا جائے تو ترجمہ ہوگا ''ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔''

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. (جو نہایت مہربان اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے)۔

الرَّحْمٰنِ: صفت یا بدل۔

الرَّحِیْمِ: صفت یا بدل۔

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ. (جزا [بدلہ] کے دن کا مالک ہے)۔

مٰلِکِ: (کا مالک ہونا، پر حکمران ہونا) مَلَکَ، یَمْلِکُ، مُلْکًا مضاف۔ اللہ کی صفت یا بدل ہو کر مجرور ہے۔

یَوْمِ: (دن، وقت) مٰلِکِ کا مضاف الیہ ہو کر مجرور ہے۔ الدِّیْنِ کا مضاف ہونے کی وجہ سے لام تعریف اور تنوین دونوں ساقط ہو گئے۔

الدِّیْنِ: (جزا یا بدلہ) دَانَ. یَدِیْنُ، دِیْنًا سے مصدر ہے۔ مضاف الیہ۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ. (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)۔

اِیَّاکَ: (صرف تیری ہی) مفعولی ضمیر جو فعل سے پہلے آ کر اسے فاعل کی طرف مخصوص کر آتی ہے۔

نَعْبُدُ: (ہم عبادت کرتے ہیں) عَبَدَ، یَعْبُدُ، عِبَادَةً سے صیغہ مضارع جمع متکلم۔

وَ: (اور) واؤ عاطفہ۔

اِیَّاکَ: (تجھ ہی سے)۔

نَسْتَعِیْنُ: (ہم مدد چاہتے ہیں) اِسْتَعَانَ، یَسْتَعِیْنُ، اِسْتِعَانَةً سے مضارع کا صیغہ جمع

متکلم۔ فعل مضارع چونکہ حال اور مستقبل دونوں کے لیے آتا ہے اس لیے اس آیت کا عام ترجمہ کے علاوہ ایک اقرار اور عہد یا وعدہ بھی ہے کہ مستقبل میں بھی ہم تیری ہی عبادت کریں گے اور تجھ ہی سے مدد چاہیں گے۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. (ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے)۔

اِھْدِنَا: (تو ہدایت دے، تو رہنمائی کر، تو دکھا ہم کو) هَدٰی، یَهْدِیْ، هُدًی، هِدَایَةً سے فعل امر اور

نَا: (ہم کو) ضمیر متصل جمع متکلم، مفعول بہ۔

الصِّرَاطَ: (راستہ) دوسرا مفعول بہ، موصوف۔

الْمُسْتَقِیْمَ: (سیدھا) اِسْتَقَامَ، یَسْتَقِیْمُ، اِسْتِقَامَةً (سیدھا ہونے والا) سے اسم فاعل، الصِّرَاطَ کی صفت۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنا انعام کیا)۔

صِرَاطَ: (راستہ) پہلے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کا بدل اس لیے منصوب ہے اور آگے مضاف ہونے کی وجہ سے تنوین ساقط ہو گئی۔

الَّذِیْنَ: (ان لوگوں کا جن کو) اسم موصول جمع مذکر۔ مضاف الیہ۔

اَنْعَمْتَ: (تو نے انعام کیا) اَنْعَمَ، یُنْعِمُ، اِنْعَامًا سے فعل ماضی معروف کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہ فعل متعدی ہے اور اس کو دو مفعول درکار ہوتے ہیں ان میں سے پہلے مفعول کے ساتھ عَلٰی کا صلہ آتا ہے۔

عَلَیْهِمْ: عَلٰی + هُمْ: (ان پر) جار مجرور متعلق اَنْعَمْتَ، اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ، الَّذِیْنَ کا صلہ ہے۔

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ. (جو نہ مغضوب ہوئے اور نہ گمراہ ہوئے)۔

غَیْرِ: (کے سوا، سوائے، کے، جو نہیں ہیں) الَّذِیْنَ کی صفت یا بدل ہو کر مجرور ہے۔ یہ لفظ عموماً مضاف بن کر آتا ہے۔

الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ: (جن پر سخت غصہ ہوا) غَضِبَ، یَغْضَبُ، غَضَبًا (سخت غصے میں آنا) سے اسم مفعول اور غَیْرِ کا مضاف الیہ ہے۔ یہ فعل لازم ہے جبکہ متعدی بنانے کے لیے اس

کے ساتھ ہمیشہ عَلٰی کا صلہ استعمال ہوتا ہے اور ال موصولہ ہے۔ اس قسم کے مفعول میں تثنیہ جا
جمع کی تبدیلی صلہ کے بعد آنے والی ضمیر کے ذریعے سے ہی ظاہر کی جاتی ہے۔

وَ: (اور)، واؤ عاطفہ۔

لاَ: (نہ ہی)۔ لا زائدہ جو کہ مزید تاکید کے لیے لایا جاتا ہے اور غیر عامل ہوتا ہے۔

الضَّآلِّیْنَ: (گمراہ، بھٹکے ہوئے)۔ ضَلَّ، یَضِلُّ، ضَلاَلَۃً (مطلوب راستے سے عمداً یا سہواً
کم یا زیادہ دور ہونا) سے اسم فاعل کی جمع۔ یہ الْمَغْضُوْبِ پر معطوف ہونے کی بنا پر مجرور۔ اس کا
ال موصولہ ہے۔

آمین: (اللہ کرے ایسا ہی ہو)۔

سورۃ اخلاص

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ. اَللّٰہُ الصَّمَدُ. لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ. وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ.

کہو وہ اللہ یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ نہیں ہے اس نے جنا کوئی۔ اور نہ ہی وہ
کسی سے جنا گیا۔ اور نہیں ہے کوئی اس کی برابری کرنے والا۔

قُلْ: (کہو، کہہ دیں)، قَالَ، یَقُوْلُ، قَوْلاً سے فعل امر۔

ھُوَ: (وہ) مبدل منہ۔ مبتدا۔

اَللّٰہُ: (اللہ) اسم جلالت، بدل۔

اَحَدٌ: (یکتا ہے) واحد مجموعہ پر بھی بولا جاتا ہے جب کہ اَحَد صرف اکائی پر۔ خبر مبتدا اور
خبر مل کر جملہ اسمیہ۔

اَللّٰہُ (اللہ ہے) اسم جلالت، موصوف۔

الصَّمَدُ: (سب سے بے نیاز ہے) صفت۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ، ھُوَ کی خبر ثانی۔

لَمْ: (نہیں) حرف جازم المضارع۔

یَلِدْ: (اس نے جنا)۔ وَلَدَ، یَلِدُ، وَلْدًا (بچہ، پیدائش کرنا) سے فعل مضارع مع
فاعل۔ جملہ فعلیہ۔

وَلَمْ یُوْلَدْ: (اور نہ ہی وہ کسی سے جنا گیا) وَ عطف، لَمْ حرف جازم المضارع اور یُوْلَدْ

مضارع مجہول جملہ فعلیہ ہوا۔

وَلَمْ: (اور نہیں)، وَعطف، لَمْ حرف جازم المضارع۔

یَکُنْ: (ہے) فعل ناقص کَانَ یَکُوْنُ کَوْنًا سے فعل مضارع مجزوم۔

لَّہٗ: (اس کی)، جار مجرور، متعلق یَکُنْ۔

کُفُوًا: (برابری کرنے والا)، کَانَ کی خبر مقدم۔

اَحَدٌ: (کوئی) کَانَ کا اسم مؤخر۔

رکوع کی تسبیح

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ.

میں اپنے پروردگار کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں جو عظیم ہے۔

سُبْحَانَ: (میں پاکی بیان کرتا ہوں) فعل محذوف اُسَبِّحُ سے مفعول مطلق۔

رَبِّیَ: (میرا پروردگار) مضاف، مضاف الیہ۔

اَلْعَظِیْمِ: (جو انتہائی عظمت والا ہے)، رَبِّ کی صفت جس میں ال موصولہ ہے۔ عَظُمَ،
یَعْظُمُ، عَظْمًا (بڑا ہونا، اہم ہونا) سے صفت مشبہ۔

رکوع سے اٹھنے کی دعا

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ.

سن لی اللہ نے اس کی بات جس نے اس کی تعریف کی۔

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ.

اے ہمارے رب آپ ہی کے لیے ہے ہر طرح کی تعریف۔

سَمِعَ: (سن لیا، قبول کرلیا) سَمِعَ، یَسْمَعُ، سَمْعًا سے فعل ماضی۔

اَللّٰہُ: (اللہ نے) فاعل۔

لِمَنْ: (جس نے)، جار مجرور۔

حَمِدَ: (تعریف کی) فعل ماضی۔

ہٗ: (اس کی) ضمیر متصل، مفعول بہ۔

رَبَّنَا: (اے ہمارے رب)، رَبَّ منادی، مضاف، جس کے لیے حرف ندا یا محذوف ہے

اس لیے منصوب ہے اور نہ مضاف الیہ۔

لَکَ: (آپ ہی کے لیے ہے) جار مجرور، خبر مقدم۔

اَلْحَمْدُ: (ہر طرح کی تعریف) مبتدا مؤخر، ال استغراق۔

سجدہ کی تسبیح

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی.

پاک ہے پروردگار میرا جو انتہائی عظمت والا ہے۔

سُبْحَانَ: (میں پاکی بیان کرتا ہوں) فعل محذوف اُسَبِّحُ سے مفعول مطلق۔

رَبِّ: (رب، پروردگار) مضاف، موصوف۔

یَ: (میرا) ضمیر، مضاف الیہ۔

اَلْاَعْلٰی: (جو سب سے بلندی والا ہے) صفت، عَلَا، یَعْلُو، عُلُوًّا (بلند ہونا) سے اسم تفضیل۔

تشہد

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

سب قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔ اور سب بدنی عبادتیں بھی (نماز وغیرہ) اور سب مالی عبادتیں بھی۔ سلامتی ہو تجھ پر، اے نبی ﷺ اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اَلتَّحِیَّاتُ: (سب قولی عبادتیں) حَیِیَ، یَحْیٰی، حَیَاةً (زندہ رہنا) سے تَحِیَّة (سلام کرنا، تعظیم کرنا، زندہ باد کہنا)، مبتدا۔

لِلّٰهِ: جار مجرور، قائم مقام خبر۔

وَالصَّلَوٰاتُ: (اور سب بدنی عبادتیں)، صَلّٰی، یُصَلِّی، صَلٰوةً سے مصدر کی جمع۔ واؤ کے ذریعہ اَلتَّحِیَّاتُ پر معطوف۔

وَالطَّیِّبَاتُ: (اور سب مالی عبادتیں) طَابَ، یَطِیْبُ، طَیِّبًا (اچھا ہونا، پاکیزہ کرنا) سے مصدر جمع مؤنث، واؤ کے ذریعہ اَلتَّحِیَّاتُ پر معطوف۔

اَلسَّلَامُ: (سلامتی ہو) مبتدا۔

عَلَیْکَ: (تم پر) جار مجرور، قائم مقام خبر۔

اَیُّهَا النَّبِیُّ: (اے نبی) ندا، منادی متعلق خبر۔

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ: (اللہ کی رحمت ہو) مبتدا ثانی، جس میں واؤ عاطفہ ہے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ مرکب اضافی ہے۔

وَبَرَکَاتُهٗ: (اور اس کی برکتیں ہوں)، مبتدا ثالث۔

اَلسَّلَامُ: (سلامتی ہو)، مبتدا۔

عَلَیْنَا: (ہم پر)، جار مجرور، قائم مقام خبر۔

وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ: (اور اللہ کے نیک بندوں پر) واؤ عاطفہ علٰی حرف جار، عِبَادِ مجرور و مضاف، اللّٰهِ مضاف الیہ، الصّٰلِحِیْنَ مضاف کی صفت، صَلَحَ، یَصْلَحُ، صُلُحًا سے اسم فاعل کی جمع، خبر ثانی۔

اَشْهَدُ: (میں گواہی دیتا ہوں) اَنْ (گواہی دینا) سے فعل مضارع بفاعل۔

اَنْ: (کہ)۔

لَا: (کوئی نہیں)، لائے نفی جنس، اس کا اسم منصوب اور بغیر تنوین کے ہوتا ہے۔

اِلٰهَ: (معبود)، لائے نفی جنس کا اسم۔

اِلَّا: (سوائے) حرفِ استثناء۔

اللّٰهُ: (اسم جلالت)، مستثنیٰ اور لَا کی خبر۔

وَ: (اور) واؤ عاطفہ۔

اَشْهَدُ: (میں گواہی دیتا ہوں) فعل مضارع بفاعل۔

اَنَّ: (بے شک)، حرف تاکید، مشبہ بالفعل جو اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے اور فقرے کے درمیان آتا ہے۔

مُحَمَّدًا: (اسم علم) اَنَّ کا اسم۔

عَبْدُهٗ: (اس [اللہ] کے بندے ہیں) مرکب اضافی، اَنَّ کی خبر۔

وَ: (اور) حرف عطف۔

رَسُوْلُهٗ: (اس [اللہ] کے رسول ہیں)، مرکب اضافی جو عَبْدُهٗ پر معطوف ہے۔

درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اے اللہ! رحمت فرما محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر جس طرح کہ آپ نے رحمت فرمائی ابراہیم (علیہ السّلام) پر اور ابراہیم (علیہ السّلام) کی آل پر، بے شک آپ ہی تعریف کے لائق ہیں، بزرگی والے۔ اے اللہ! برکت فرما محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر جس طرح کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السّلام) پر اور ابراہیم (علیہ السّلام) کی آل پر، بے شک تو ہی تعریف کے لائق ہے، بزرگی والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ: (اے اللہ) منادی + ندا بمعنی اَدْعُوْكَ۔

صَلِّ: (رحمت فرما) صَلّٰی، يُصَلِّیْ، صَلٰوةً سے فعل امر، یہاں چونکہ صلٰوۃ کی نسبت اللہ سے ہے اور مفعول بندے ہیں اس لیے یہاں معنی ہوں گے، ''تو رحمت فرما، تو گناہوں سے پاک فرما۔''

عَلٰی مُحَمَّدٍ: (محمد ﷺ پر) جار مجرور متعلق صَلِّ۔

وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ: (اور محمد ﷺ کی آل پر)، واوَ عاطفہ، عَلٰی حرف جار، آلِ مجرور مضاف اور مُحَمَّدٍ مضاف الیہ۔ یہ پورا مرکب عَلٰی مُحَمَّدٍ پر معطوف ہوا جو کہ صَلِّ کے متعلق ہے۔

كَمَا: (جیسا کہ، جس طرح) حرف تشبیہ۔

صَلَّيْتَ: (آپ نے رحمت فرمائی)، صَلّٰی، يُصَلِّیْ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد حاضر۔

عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ: (ابراہیم علیہ السّلام پر) جار مجرور، اِبْرَاهِيْمَ چونکہ غیر منصرف ہے اس لیے اس پر مجرور ہونے کے باوجود زبر آئی اور یہ شبہ جملہ متعلق صَلَّيْتَ ہے۔

وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ: (اور ابراہیم علیہ السّلام کی آل پر)، واوَ عاطفہ، عَلٰی حرف جار، آلِ مجرور مضاف اور اِبْرَاهِيْمَ مضاف الیہ۔ یہ پورا مرکب عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ پر معطوف ہوا جو کہ صَلَّيْتَ کے متعلق ہے۔

اِنَّكَ: (بے شک تو ہی) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، كَ اِنَّ کا اسم۔

حَمِيْدٌ: (تعریف کے لائق) حَمِدَ، يَحْمَدُ، حَمْدًا سے صفت مشبہ مفعول کے معنی ہیں۔ اِنَّ کی خبر اوّل۔

مَّجِيْدٌ: (بزرگی والا، عظمت والا، شرافت میں) مَجَدَ، يَمْجُدُ، مَجْدًا (بزرگ ہونا، شریف ہونا) سے صفت مشبہ اور اِنَّ کی دوسری خبر۔

بَارِكْ: (برکت فرما) بَارَكَ، يُبَارِكُ، مُبَارَكَةً (برکت کی دعا کرنا)۔

عَلٰی مُحَمَّدٍ: (محمد ﷺ پر) جار مجرور متعلق بَارِكْ۔

كَمَا: (جیسا کہ، جس طرح) حرف تشبیہ۔

بَارَكْتَ: (آپ نے برکت فرمائی)، فعل ماضی کا صیغہ واحد حاضر۔

عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ: (ابراہیم علیہ السّلام پر) جار مجرور، شبہ جملہ متعلق صَلَّيْتَ ہے۔

وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ: (اور ابراہیم علیہ السّلام کی آل پر)، واوَ عاطفہ، عَلٰی حرف جار، آلِ مجرور مضاف اور اِبْرَاهِيْمَ مضاف الیہ۔ یہ پورا مرکب عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ پر معطوف ہوا جو کہ صَلَّيْتَ کے متعلق ہے۔

اِنَّكَ: (بے شک تو ہی) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، كَ اِنَّ کا اسم۔

حَمِيْدٌ: (تعریف کے لائق)، اِنَّ کی خبر اول۔

مَّجِيْدٌ: (بزرگی والا، عظمت والا) اِنَّ کی دوسری خبر۔

دعا

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما دنیاوی زندگی میں بھلائی اور آخر میں بھلائی۔ اور ہمیں بچا آگ کے عذاب سے۔

رَبَّنَآ: (اے ہمارے رب) رَبَّنَآ سے پہلے یا حرف ندا محذوف مان کر رَبَّ منادی اور

مضاف ہوا اور نَا مضاف الیہ۔

اٰتِ: (عطا کر، تو دے) اٰتَی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءً (عطا کرنا، دینا) سے فعل امر بافاعل۔

نَا: (ہمیں) مفعول بہ (اول)۔

فِی الدُّنْیَا: (دنیاوی زندگی میں) شبہ جملہ متعلق اٰتِ۔

حَسَنَةً: (بھلائی) مفعول ثانی۔

وَّفِی الْاٰخِرَةِ: (اور آخرت میں) وَ واؤ عاطفہ، فِی الْاٰخِرَةِ جار مجرور، شبہ جملہ متعلق اٰتِ۔

حَسَنَةً: (بھلائی) مفعول بہ۔

وَ: (اور) واؤ عاطفہ یا استئناف۔

قِ: (بچا) وَقٰی، یَقِیْ، وَقَایَةً (بچانا) سے فعل امر بافاعل۔

نَا: (ہمیں) مفعول بہ (اول)۔

عَذَابَ النَّارِ: (آگ کے عذاب سے) مفعول بہ (ثانی) مضاف و مضاف الیہ۔

سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.

سلامتی ہو تم پر اور اللہ کی رحمت ہو۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ: (تم پر سلامتی ہو)، اَلسَّلَامُ مبتدا اور عَلَیْکُمْ جار مجرور، قائم مقام خبر۔

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ: (اور اللہ کی رحمت ہو) وَ عاطفہ، رَحْمَةُ اللّٰهِ مبتدا ہے جو اَلسَّلَامُ پر معطوف ہے۔ جس کی خبر عَلَیْکُمْ ہے۔

دعائے قنوت

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ. اَللّٰهُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ.

اے اللہ! بے شک ہم تیری ہی مدد چاہتے ہیں اور تجھ ہی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے

ہیں۔ اور تجھ ہی پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور تعریف کرتے ہیں تیری سب بھلائیوں کی ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور ہم تیری ناشکری نہیں کرتے۔ ہم الگ ہوتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں ان کو جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں۔ اور ہم تیرے ہی لیے سجدہ کرتے ہیں۔ اور تیری ہی طرف قصد کرتے ہیں۔ اور تیری ہی خدمت میں ہیں اور تیری ہی رحمت سے پرامید ہیں۔ اور ہم تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ: (اے اللہ) اَللّٰهُ منادی، مَّ حرف ندا۔

اِنَّا: (بے شک ہم) اِنَّ حرف تاکید، نَا ضمیر جمع متکلم اور اِنَّ کا اسم۔

نَسْتَعِیْنُکَ: (تیری مدد چاہتے ہیں) اِسْتَعَانَ، یَسْتَعِیْنُ، اِسْتِعَانَةً سے فعل مضارع بفاعل کا صیغہ جمع متکلم، کَ ضمیر، مفعول بہ۔ فعل، فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا اور اِنَّ کی خبر بنی۔

وَنَسْتَغْفِرُکَ: (اور ہم تجھ ہی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں)، وَ واؤ عاطفہ، اِسْتَغْفَرَ، یَسْتَغْفِرُ، اِسْتِغْفَارًا (گناہوں کی معافی مانگنا) سے فعل مضارع بفاعل کا صیغہ جمع متکلم، جس کا ثلاثی مجرد غ ف ر، یَغْفِرُ، غَفْرًا (گناہ معاف کرنا) ہے۔ اور کَ ضمیر مفعول بہ۔

وَنُؤْمِنُ بِکَ: (اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں) وَ واؤ عاطفہ، اٰمَنَ، یُؤْمِنُ، اِیْمَانًا (بروسہ کرنا) فعل مضارع بفاعل۔ بِ نُؤْمِنُ صلہ، کَ ضمیر مفعول بہ۔ فعل افعل اور مفول مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ: (اور ہم صرف تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں)، وَ واؤ عاطفہ، تَوَکَّلَ، یَتَوَکَّلُ، تَوَکُّلًا (بھروسہ کرنا) فعل مضارع بفاعل۔ عَلٰی صلہ، کَ ضمیر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ: (اور ہم تعریف کرتے ہیں تیری ہی)، وَ واؤ عاطفہ، اَثْنٰی، یُثْنِیْ، اِثْنَاءً سے عَلٰی کے صلہ کے ساتھ (تعریف کرنا)۔ باب افعال سے فعل مضارع بفاعل کا صیغہ جمع متکلم۔ عَلٰی صلہ اور کَ ضمیر مفعول بہ۔

اَلْخَیْرَ: (سب بھلائیوں کی) ال استغراق، مفعول بہ (بھلائی کی)۔

وَنَشْکُرُکَ: (اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں)، وَ واؤ عاطفہ، شَکَرَ، یَشْکُرُ، شُکْرًا (شکر ادا کرنا) سے فعل مضارع جمع متکلم، کَ مفعول بہ۔

وَلَا نَکْفُرُکَ: (اور ہم ناشکری نہیں کرتے تیری نعمت کی)، وَ واؤ عاطفہ، لا حرف نفی، کَفَرَ یَکْفُرُ، کُفُوْرًا (نعمت کی ناشکری کرنا) سے فعل مضارع بفاعل کا صیغہ جمع متکلم، اور کَ ضمیر مفعول بہ۔

نَخْلَعُ: (ہم الگ ہوتے ہیں) خَلَعَ، یَخْلَعُ، خَلْعًا (کسی چیز کو اتارنا) سے فعل مضارع بفاعل کا صیغہ جمع متکلم اور اِنَّ کی دوسری خبر۔

وَنَتْرُکَ: (اور ہم چھوڑتے ہیں)، وَ واؤ عاطفہ، تَرَکَ، یَتْرُکُ، تَرْکًا (چھوڑنا) سے فعل مضارع کا صیغہ جمع متکلم۔

مَنْ یَّفْجُرُکَ: (جو تیری نافرمانی کرتے ہیں)، مَنْ اسم موصول، فَجَرَ یَفْجُرُ، فُجُوْرًا (حق سے تجاوز کرنا) سے فعل مضارع، اور کَ مفعول بہ۔

اَللّٰھُمَّ: (اے اللہ) منادی، ندا۔

اِیَّاکَ: (آپ ہی کی) ضمیر مفعول بہ فعل پر مقدم ہو کر معانی میں حصر پیدا کرتی ہے۔

نَعْبُدُ: (ہم عبادت کرتے ہیں) عَبَدَ، یَعْبُدُ، عِبَادَۃً سے فعل مضارع بفاعل جمع متکلم۔

وَلَکَ نُصَلِّی: (اور آپ ہی کے لیے نماز پڑھتے ہیں)، وَ واؤ عاطفہ، لَکَ جار مجرور، جس نے اپنے متعلقہ فعل نُصَلِّی (صَلّٰی، یُصَلِّی نماز پڑھنا) سے مقدم ہو کر اس کے معانی میں حصر پیدا کیا۔

نَسْجُدُ: (ہم سجدہ کرتے ہیں) سَجَدَ یَسْجُدُ، سُجُوْدًا (جھکنا، زمین پر سر رکھنا، کسی کے لیے سجدہ کرنا) سے فعل مضارع جمع متکلم)۔

وَ اِلَیْکَ نَسْعٰی: (اور آپ ہی کی طرف قصد کرتے ہیں)، وَ واؤ عاطفہ، اِلَیْکَ جار مجرور، متعلق فعل نَسْعٰی (سَعٰی، یَسْعٰی، سَعْیًا کوشش کرنا، قصد کرنا)۔

وَنَحْفِدُ: (اور ہم آپ ہی کی خدمت کرتے ہیں)، وَ واؤ عاطفہ، حَفَدَ، یَحْفِدُ، حَفْدًا (خدمت کرنا) سے فعل مضارع بفاعل۔

وَنَرْجُوْ: (اور ہم امید باندھتے ہیں) وَ واؤ عاطفہ، رَجَاءَ، یَرْجُوْ، رَجْوًا (پر امید ہونا، امید باندھنا) سے فعل مضارع جمع متکلم۔

رَحْمَتَکَ: (تیری رحمت سے) رَحْمَۃَ مفعول بہ و مضاف، کَ مضاف الیہ۔

وَنَخْشٰی: (اور ہم ڈرتے ہیں)، وَ واؤ عاطفہ، خَشِیَ، یَخْشٰی، خَشْیًا (ڈرنا) سے فعل مضارع بفاعل۔

عَذَابَکَ: (آپ کے عذاب سے، تیرے عذاب سے)، عَذَابَ مفعول بہ اور مضاف، کَ مضاف الیہ۔

اِنَّ عَذَابَکَ: (بے شک تیرا عذاب) اِنَّ حرف تاکید، عَذَابَ، اِنَّ کا اسم اور مضاف، کَ مضاف الیہ۔

بِالْکُفَّارِ: (کفار کے ساتھ) جار مجرور، خبر مقدم۔

مُلْحِقُ: (ملا ہوا ہے)، اَلْحَقَ، یُلْحِقُ، اِلْحَاقًا [بِ کے صلہ کے ساتھ] (کسی سے ملا دینا) سے اسم فاعل، مبتدا موخر نکرہ۔ خبر اور مبتدا مل کر جملہ اسمیہ بنے اور ان کی خبر بنی۔

پانچواں باب

قرآنی سورتوں کا اجمالی تعارف

1-سُوْرَةُ الْفَاتِحَةُ

"فــاتحة" کے لغوی معنی ہیں "کھولنے والی" یہاں مراد ہے قرآن مجید کی ابتداء۔ یہ قرآن مجید کا دیباچہ ہے۔ اس لئے یہ سورۃ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ کہلاتی ہے۔ یہ نام حدیث میں مروی ہے اس سورۃ کے اور بھی نام ہیں۔ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِىْ یہ نام سُوْرَةُ الْحِجْرِ میں آتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِىْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (آیت ۸۷)

ترجمہ: اور ہم نے ہی تجھے سات بار دہرائی گئی آیتیں اور عظمت والا قرآن دیا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِىْ سے مراد سورۃ فاتحہ ہے حدیث شریف میں اس سورۃ کا نام "اُمُّ الْقُرْاٰن" یا "اُمُّ الْكِتَابِ" بھی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورۃ قرآنِ کریم کی تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ حدیث میں اور نام بھی وارد ہوئے ہیں۔ اَلدُّعَآءُ - اَلصَّلٰوةُ - اَلشِّفَآءُ (روحانی اور جسمانی بیماریوں کی شفا) اَلْكَنْزُ (خزانہ) اَلْحَمْدُ. (تعریف یعنی اللہ کی تعریف)

حدیث میں اس سورۃ کو اَعْظَمُ السُّوَرِ فِى الْقُرْاٰنِ کہا گیا ہے۔ یعنی قرآن مجید کی سب سے زیادہ عظمت والی سورۃ۔ اس سورۃ قرآنی میں مندرجہ ذیل اہم مضامین کی طرف اشارہ و تعلیم ملتی ہے۔

☆ حمدِ باری تعالیٰ کا استحقاق ☆ ربوبیتِ خداوندی

☆ رحمٰن و رحیم مولا کی شانِ بندہ نوازی ☆ یومِ آخرت کی ضرورت

☆ عبادت واستعانت حقوقِ مولائے کریم ☆ صراطِ مستقیم کی عظمت ورفعت
☆ مغضوب اور گمراہوں سے بیزاری ☆ کلمہ آمین کی اہمیت

2-سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

"بقرہ" کے معنی ہیں "گائے"۔ اس کے مضامین کی جامعیت کی وجہ سے اسے فُسْطَاطُ الْقُرْآن (قرآن کا خیمہ) یا سَنَامُ الْقُرْآن (قرآن کی چوٹی) کہا گیا ہے۔ اس سورت کا نام البقرہ اس تذکرے سے لیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کو ایک گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیئے جانے سے متعلق اس سورۃ کے آٹھویں رکوع میں کیا گیا ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں خاص طور پر یہودیوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ یہود کو شرک کی دلدل سے نکالنا چاہتا تھا۔ یہود مصر میں رہ کر گائے کی پرستش میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اس لئے گائے کے ذبح کا تذکرہ اس سورۃ کا ایک اہم ترین مضمون ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ مشرکینِ مکہ اور یہودِ مدینہ کی گمراہی کا فرق
☆ اسلامی ریاست کے اہم خدوخال
☆ مسلمانوں کو چند نصیحتیں

3-سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ

"اٰلِ عمران" کے معنی ہیں۔ عمران کی نسل، اس سورت میں اولادِ عمران کے ذکر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عمران حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے والد کا نام ہے اور عمران حضرت مریمؑ کے والد کا نام بھی ہے۔ مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس سورۃ میں عمران سے کون مراد ہے۔ چونکہ اس سورت میں نبوت کے سلسلہ موسویہ سے رخصت ہونے کا ذکر ہے اور اس سلسلے کے آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ عیسیٰؑ کے متبعین کے غلط عقائد کا ذکر تفصیلاً کیا گیا ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام اٰلِ عمران رکھا گیا ہے۔

صحیح مسلم میں سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران کو "اَلزَّهْرَاوَانِ" کے نام سے پکارا گیا ہے جو زھر کا تثنیہ ہے یعنی روشن یا پھول، دونوں میں توحید اور رسول کریم ﷺ کی نبوت کا اثبات ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ دینِ اسلام تمام انبیاءؑ کا مذہب ☆ تمام انبیاءؑ پر ایمان اور ختمِ نبوت
☆ جھوٹے عقیدہ تثلیث کا محاسبہ ☆ اجازتِ جہاد
☆ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم اور فوائد ☆ حرمتِ سود

4-سُوْرَةُ النِّسَآءِ

"اَلنِّسَآءُ" کے معنی ہیں عورتیں۔ اس سورۃ میں عورتوں کے حقوق معاشرت اور خانہ داری کے متعلق امور کا ذکر ہے۔ اس مناسبت کی وجہ سے اس سورۃ کا نام اَلنِّسَآءُ ہے۔ اس سورۃ کے تین اہم بڑے عنوانات ہیں۔ (۱) یتیموں کے حقوق، عورتوں کے حقوق اور ان سے تعلقات (۲) منافقین (۳) یہودی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ خوشگوار خانگی زندگی کے اصول ☆ یتیموں کی کفالت اور حق وراثت
☆ بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک ☆ تقسیم میراث اور تحفظِ حقوق العباد
☆ عملِ پیہم اور عملی تحریک ☆ اطاعتِ رسول کریم ﷺ

5-سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ

"اَلْمَآئِدَةِ" کے معنی ہیں۔ دسترخوان جن پر کھانا ہو۔ یہ نام مائدہ کے اس ذکر سے لیا گیا ہے جو اس کے پندرہویں رکوع میں ہے هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ یعنی "کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے کہ وہ آسمان سے مائدہ نازل کرے۔" ذکر یہ ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ انہیں کثرت سے کھانے کی چیزیں ملیں تاکہ وہ سرورِ دائمی کا موجب بنیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں منع فرمایا اور کہا کہ حقیقی خوشی تقویٰءِ اللہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مگر ان کے اصرار پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نزول مائدہ کی دُعا کی۔

صلح حدیبیہ سے لے کر حجۃ الوداع کے دوران یہ سورت نازل ہوئی جب اسلام فتوحات

کے جھنڈے گاڑھ رہا تھا۔ ان بدلے ہوئے حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ تربیت اخلاقِ حسنہ ☆ قاضی و جج کے لئے ہدایات
☆ کتبِ سماوی کے احکامات میں مطابقت ☆ مومن کا فرضِ منصبی
☆ جزئیاتِ شریعت ☆ تکمیلِ دین کا اعلان

6–سُوْرَةُ الْاَنْعَام

"اَلْاَنْعَام" انعام کے معنی ہیں "چارپائے"۔ اس سورۃ کے رکوع ۱۷، ۱۸، میں بعض انعام (مویشیوں) کی حرمت کے متعلق اہلِ عرب کی توہمات کی تردید کی گئی ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام "اَلْاَنْعَام" رکھا گیا ہے۔

ابنِ عباس کی روایت ہے کہ یہ پوری سورت مکہ میں بیک وقت نازل ہوئی تھی۔ چوپایوں کے متعلق اہلِ عرب میں عجیب مشرکانہ رسوم مروّج تھیں۔ بعض اقسام کے جانوروں کو متبرک سمجھا جاتا تھا۔ ان کی یہ رسوم شرک کی حد تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اسلام نے توحید کی جو دعوت دی وہ اس وقت تک پوری نہ ہو سکتی تھی جب تک کہ ان مشرکانہ رسوم کی بیخ کنی نہ کی جائے۔ اس سورت کا اصل مضمون توحیدِ الٰہی ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ بتوں کی حقیقت ☆ تسخیرِ کائنات کا حکم اور عرفانِ الٰہی
☆ جاھلانہ رسوم کا خاتمہ ☆ مکارمِ اخلاق اور روحِ توحید

7– سُوْرَةُ الْاَعْرَاف

اعراف کے معنی ہیں "بلند مقامات"۔ اس سورت کے پانچویں اور چھٹے رکوع میں کچھ لوگوں کا ذکر ہے جو اعراف میں ہوں گے اور یہ انبیاء علیہم السلام کا گروہ ہے یا ان کے کامل تبعین کا۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ" يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ

اعراف پر کچھ مرد ہوں گے۔ جو سب کو ان کے نشانوں سے پہچانتے ہوں گے۔ چونکہ اس میں ضرورت نبوت پر بحث کی گئی ہے۔ اس لئے اس کے نام میں انبیاء کے بلند مقام کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ مشرکینِ عرب کو خطاب ☆ مشرکینِ عرب کا انبیاءؑ سے سلوک

8–سُوْرَةُ الْاَنْفَال

انفال جمع ہے نفل کی جس کے معنی ہیں زیادتی۔ یہاں انفال سے مراد مالِ غنیمت یا وہ مال ہے جو باقاعدہ جنگ میں دشمن سے ہاتھ آتا ہے۔ جہاد کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور غنیمت ایک زائد چیز ہے۔ لہٰذا اس کو انفال کہا گیا۔ اس سورت میں مالِ غنیمت کی تقسیم کا ذکر ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام "اَلْاَنْفَال" رکھا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔ تجھ سے مالِ غنیمت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ مالِ غنیمت اللہ اور رسول ﷺ کا ہے۔ اس سورت میں اصل ذکر جنگِ بدر کا ہے اور یہ سب سے پہلی باقاعدہ جنگ ہے جو مسلمانوں اور کفار کے مابین ہوئی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ غزوہ بدر کے محرکات واسباب ☆ نبی ﷺ کی دوراندیشی
☆ دعائے رسول ﷺ اور حضور ﷺ کی حکمتِ عملی ☆ یوم الفرقان
☆ غزوہ بدر اور اللہ کی تائید و نصرت ☆ اصحابِ رسول ﷺ کی جانفروشی و شان

9–سُوْرَةُ التَّوْبَة

توبہ کے معنی ہیں لوٹنا۔ تَابَ يَتُوْبُ تَوْبَةً ۔ اسلام کی اصطلاح میں اَلتَّوْبَةُ کے معنی ہیں اپنے گناہوں کی معافی چاہنا اور خدا سے عہد کرنا کہ دوبارہ گناہ سرزد نہیں ہوگا۔ التوبہ کے معنی مہربانی بھی ہے۔ یہ نام اس آیت سے ماخوذ ہے۔ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ ۔ (آیت ۱۱۷) اللہ تعالیٰ نبی پر مہربان ہوا۔

اس سورت کا دوسرا نام اَلْبَـرَآئَۃُ ہے۔ برآءۃ کے معنی ہیں۔ بے زاری یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ بَـرَآئَۃٌ" مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (آیت ۱) یہ بے زاری (کا اعلان) ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مشرکوں میں سے ان لوگوں کی طرف جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا تھا۔

اس سورۃ کے نام احادیث میں اور بھی درج ہیں۔ اَلْـمُـقَـشْـقَـشَـۃِ یعنی شفا دینے والی۔ اَلْـمُـنَقِّرَۃُ، اَلْبَحُوْثُ، اَلْـمُبَعْثِرَۃُ وغیرہ یہ نام اس سورت کے مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس سورت کے ابتداء میں تسمیہ (یعنی بسم اللہ شریف) نہیں پڑھی جاتی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ فتح مکہ اور اشاعتِ اسلام ☆ حاکم شرجیل کو دعوتِ حق
☆ حضور ﷺ کی نگاہِ دور بین ☆ امدادِ اہلِ مسلم اور مسلمانانِ اسلام کا جوش
☆ لشکرِ اسلام کی پیش قدمی ☆ غزوہ تبوک کے فوائد
☆ تنسیخ معاہدات

10۔ سُوْرَۃُ یُوْنُس

حضرت یونس بن متی علیہ السلام بنی اسرائیل میں ایک پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ ان کا زمانہ ۷۸۴ع اور ۸۶۰ق-م کے درمیان ہے۔ شوروالوں کی رشد و ہدایات کے لئے عراق میں مبعوث ہوئے۔ اس قوم کا مرکز نینوٰی کا مشہور شہر تھا جو ۶۰ میل تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے کھنڈرات آج بھی دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر موجود شہر موصل کے عین مقابل پائے جاتے ہیں۔

ایک بار کچھ ایسے ناراض ہوئے کہ قوم کو چھوڑ کر علاقہ چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ فعل پسند نہ تھا۔ لہذا جب وہ دریا میں سفر کر رہے تھے تو انہیں ایک مچھلی نے نگل لیا۔ اس وجہ سے ان کا نام کہیں ذوالنّون ہے یا کہیں صَاحِبُ الْحُوْتِ (ذوالنون اور حوت، مچھلی کو کہتے ہیں) بائبل میں ان کا نام یوحنا ہے۔

سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآءِ کی مشہور ترین آیت کو "آیت کریمہ دعائے یونس" کہتے ہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

کیونکہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی اس لئے اس کے مخاطب بھی وہی لوگ تھے وہی ان کی بیماریاں تھیں وہی ان کے شبہات تھے اور وہی ان کا رویہ تھا جن کا ذکر گزشتہ مکی سورتوں میں گزر چکا ہے۔ اس لئے اس سورۃ میں بھی انہی لوگوں کی اصلاح کی مشفقانہ کوششیں کی جارہی ہیں اور بڑے پیار بھرے انداز سے ان کے اعتراضات کا جواب دیا جارہا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ حق و باطل کی نشاندہی ☆ بعثتِ نبی ﷺ کی وجہ
☆ کلامِ الٰہی پر اعتراض اور قرآن کا چیلنج ☆ علم و حکمت کے موتی

11۔ سُوْرَۃُ الْھُوْدِ

"ھُوْد" ایک پیغمبر کا نام جو قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ قرآن مجید کی رو سے اس قوم کا مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو حجاز، یمن اور یمامہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں سے نکل کر اس قوم نے یمن کے مغربی ساحل سے عراق تک اپنی حکومت قائم کر لی۔ تاریخی لحاظ سے اس قوم کے آثار دنیا سے تقریباً ناپید ہیں لیکن جنوبی عرب میں کہیں کہیں کچھ پرانے کھنڈرات موجود ہیں جن کو عاد کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ایک جگہ پر حضرت ہود علیہ السلام کی قبر بھی مشہور ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ وجہ نزول اور مشرکین کی زبردستی ☆ مشرکین کو دعوتِ اسلام
☆ مشرکین کا ردِ عمل ☆ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی عالمگیریت
☆ حضور ﷺ کو ربِ کائنات کی ہدایت

12۔ سُوْرَۃُ یُوْسُف

"یوسفؑ" پیغمبر کا نام ہے۔ حضرت یعقوب کے بیٹے تھے جو حضرت یعقوبؑ کی بیوی راخیل سے پیدا ہوئے۔ بھائیوں نے سازش سے ایک کنوئیں میں پھینک دیا۔ اتفاقاً ایک تجارتی قافلہ اس طرف سے گزرا اس نے آپؑ کو نکالا اور مصر کے بازار میں فروخت کر دیا۔ وہاں بادشاہ مصر کے ایک بڑے عہدے دار فوطیفار نے جسے قرآن مجید میں "عزیز" کے لقب سے موسوم کیا

گیا ہے آپ کو خریدا۔ اس عزیزِ مصر کی بیوی کے اتہام کی وجہ سے قید میں ڈال دیا گیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام الزامات سے بری کیا اور عزیزِ مصر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپؑ نے اَسّی سال مصر پر حکومت کی اور ایک سو دس سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت یوسفؑ کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بہت عروج حاصل ہوا اس سورت کا نام یوسف حضرت یوسفؑ کے تذکرہ سے لیا گیا ہے جو اس سورت کا واحد مضمون ہے۔

☆ احسن القصص اور حضرت یوسفؑ کی داستانِ حیات

13– سُوْرَةُ الرَّعْدِ

رعد کے معنی ہیں کڑک۔ قرآن مجید نے رعد (کڑک) کو ان خطرناک حملوں سے تشبیہ دی ہے جو دشمن حق کو نیست و نابود کرنے کے لئے کرتا ہے۔ اس سورۃ میں جہاں اسلام کی کامیابی اور غلبہ کا ذکر ہے وہاں مصائب اور دشمنوں کے خوفناک ارادوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام اَلرَّعْد رکھا گیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے دلائل ☆ منصبِ رسالت اور اسکی ذمہ داریاں

14– سُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ

''ابراھیمؑ'' پیغمبر کا نام ہے۔ قرآن میں آزر چچا کو باپ کہا گیا اسکی تحقیق متفرق ہے۔ آپؑ عراق میں اُر کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپؑ کی نسل میں سے بے شمار نبی پیدا ہوئے ہیں ان میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اس سورۃ کے چھٹے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے۔ جو آپؑ نے مکہ اور اہلِ مکہ کے لئے کی تھی جس دعا میں یہ ذکر ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کو ایک خاص مقصد کے لئے اس وادی غیر ذی زرع میں چھوڑا گیا ہے وہ خاص مقصد یہ ہے کہ ان کی نسل سے ایک عظیم الشان نبی پیدا ہوگا۔ جس کا پیغام ساری دنیا کے لئے ہوگا۔ اور وہ رحمۃ للعالمین ﷺ بن کر دنیا میں مبعوث ہوگا۔ اس لحاظ سے اس سورت کا نام ابراہیم رکھا گیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ بعثتِ نبی کی وجہ ☆ منکرینِ حق کی سرگرمیاں اور سازشیں

☆ حضرت ابراہیمؑ کی دعائیں ☆ کفار کو تنبیہ

☆ اللہ تعالیٰ سے دعائے کرم

15– سُوْرَةُ الْحِجْرِ

حجر کے معنی ''پتھر'' ہیں اور الحجر اس وادی کا نام ہے جس میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، قومِ ثمود رہتی تھی۔ اس سورۃ میں زیادہ تر ثمود کا ذکر ہے۔ ثمود قوم کے مسکن کے نام پر اس سورۃ کا نام رکھا گیا ہے یہ قوم زلزلہ سے تباہ ہوئی تھی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ ہٹ دھرمی اور تعصب کرنے والوں کا انجام ☆ غور وفکر کی دعوت

16– سُوْرَةُ النَّحْلِ

نحل کے معنی شہد کی مکھی ہیں۔ اس نام میں اشارہ یہ ہے کہ جس طرح شہد کی مکھی مختلف پھلوں اور پھولوں سے رس چوس کر ایک اعلیٰ درجہ کی شیریں اور شفاء دینے والی چیز بناتی ہے اور اس میں کوئی بگاڑ نہیں ہوتا۔ خواہ وہ شہد ہزاروں سال پڑا رہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں تمام بہترین ہدایاتِ عالم جمع کر دی گئی ہیں۔ جن میں رہتی دنیا تک بگاڑ پیدا نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اسکی خود حفاظت کرے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ دعوتِ رسول ﷺ ☆ اہلِ مکہ کا ردِ عمل

☆ رسولِ خدا اور مشرکین میں فرق ☆ عذابِ الیم کی وعید

17– سُوْرَةُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

بنی اسرائیل کے لفظی معانی ''اسرائیل کی اولاد'' کے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے لڑکے تھے۔ ان کا دوسرا نام عبرانی میں اسرائیل تھا یہ اسر

(عبد-بندہ) اور ایل (اللہ) دو لفظوں سے مرکب ہے۔ اس نام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل بنی اسرائیل کہلائی۔ تمام یہود نسلی لحاظ سے بنی اسرائیل ہیں۔ اس سورۃ کے آخری رکوع میں شریعت موسوی کا ذکر ہے۔ اس لحاظ سے اس سورۃ کا نام بنی اسرائیل ہے۔ اسکے علاوہ اسکو اسریٰ اور سبحان کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ معراج النبی ﷺ ☆ سابقہ سورتوں سے مماثلت
☆ بنی اسرائیل کی سرکشی و نافرمانی ☆ قوم سے خطاب اور اصلاحِ عقائد
☆ سورت بنی اسرائیل کا امتیاز

18– سُوْرَةُ الْكَهْف

کہف کے معنی ''غار'' اور ''جائے پناہ'' کے ہیں۔ اس سورۃ کا نام کہف اس وجہ سے ہے کہ اس میں اصحاب کہف کا ذکر ہے۔ یعنی ان لوگوں کا جنہوں نے شرک سے بچنے کے لئے اور توحید کو پھیلانے کے لئے ایک خاص غار میں پناہ لی تھی اور یہ لوگ عیسائی مذہب سے تھے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ حمدِ خداوندی اور اسکی وجہ ☆ کفار کی بدقسمتی اور گمراہیاں
☆ ابدی و ازلی زندگی ☆ تین اہم واقعات
☆ اصحابِ کہف ☆ حضرت موسیٰ
☆ ذوالقرنین

19– سُوْرَةُ مَرْيَم

مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر کے عیسائیت پر اتمام حجت کیا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام پر رکھا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ حضرت زکریاؑ کی التجاء ☆ پیدائشِ مسیح کا تذکرہ
☆ حضرت ابراہیمؑ کا اندازِ دعوت ☆ متعدد رسولوں کے خصوصی کمالات
☆ منکرینِ قیامت کی غلط فہمیوں کا ازالہ ☆ گمراہ فرقوں کی حماقت

20– سُوْرَةُ طٰهٰ

طٰہٰ حروف مقطعات ہیں۔ بعض لغتوں میں یَــا رَجُــلُ کی جگہ بولا جاتا ہے۔ اے مرد۔ رَجُــلُ ۔ نکرہ رکھنے میں عظمت اور کمال کی طرف اشارہ ہے یعنی اسے مردِ کامل یہ رسول کریم ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔ جو روحانی مدارج کے کمال پر پہنچ جانے کی وجہ سے ''مرد کامل'' ہیں۔ اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ نور محمدی ﷺ اپنے کمال کو پہنچ کر رہے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ اسلام دشمنی کا عروج اور حضور ﷺ کو تسلی ☆ ذکر موسیٰ
☆ ذکر سامری جادوگر ☆ واقعہ تخلیقِ آدمؑ

21– سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ

''اَلْاَنْبِیَآءِ'' نبی کی جمع ہے۔ لغوی معنی ہیں غیب کی خبر دینے والا۔ نبی وہ بزرگ ہستی ہے جس پر وحی نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو۔ چونکہ اس سورۃ میں مختلف انبیاءؑ کی تعلیم اور ان کے مقام معترضین کے اعتراضات اور ان کے متبعین کا اور اللہ کے فضلوں کا وارث ہونے اور عصمتِ انبیاءؑ کا ذکر ہے۔ اس لحاظ سے اس سورۃ کا نام اَلْاَنْبِیَآءِ رکھا گیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کفر و شرک کا انسانی زندگی پر برا اثر ☆ عہدِ نبوت کے کفار و مشرکین
☆ تکوینی و عقلی دلائل ☆ فرشتوں سے متعلق عقیدے کا بطلان
☆ مشرکین کے شکوک کی تردید ☆ انبیاء کی سیرت
☆ بامراد و کامیاب انسان کون؟ ☆ رحمۃ اللعالمین ﷺ

22- سُوْرَۃُ الْحَجّ

الحج کے لغوی معنی ''زیارت کا قصد کرنا'' ہیں۔لیکن اصطلاحِ شریعت میں اس کے معنی ہیں ضروری عبادات کی بجا آوری کے لئے بیت اللہ کا قصد کرنا ہے(مفردات امامِ راغب)۔ اور حج کی رسموں کو ارکانِ حج یا مناسکِ حج کہا جاتا ہے۔حج کی دو اقسام ہیں۔

☆ حجِ اکبر جسے عموماً حج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆ حجِ اصغر اس کو عمرہ کہا جاتا ہے۔

اس سورت کا نام الحج اس حکم سے لیا گیا ہے۔جو حج کے متعلق اس سورۃ میں دیا گیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ کفار کو قیامت کی وعید اور دعوتِ حق ☆ مسلمانوں کیلئے خوشخبری

☆ دلائلِ توحید اور اصنام کی بے بسی ☆ شمع توحید کی ذمہ داری امر بالمعروف

23- سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْن

''المُؤمِنُون'' مومن کی جمع ہے۔ایمان لانے والا۔اسلام میں مومن اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اللہ پر، فرشتوں پر، کتبِ سماوی پر، انبیاءؑ پر اور بعثت بعد الموت پر ایمان لاتا ہے۔اس سورۃ کا نام المومنون پہلی ہی آیت میں آتا ہے۔جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ کامیابی کا انحصار کن باتوں پر ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ مومنین کی صفاتِ حمیدہ ☆ حضور ﷺ پر کفار کا اعتراض

☆ کفار کی غلط فہمی کا ازالہ ☆ انبیاءؑ کے احوال اور اقوام کا سلوک

☆ مشرکین کی پیشکش اور ربِ کائنات کا جواب

24- سُوْرَۃُ النُّوْر

نور کے معنی ''روشنی'' ہیں۔اس سورۃ کے پانچویں رکوع میں رسول کریم ﷺ کے ظہور کو ایک اعلیٰ درجہ کے مصفّٰی، دائمی اور کل عالم پر محیط نور سے تشبیہ دی گئی ہے اس لحاظ سے اس کا نام

اَلنُّوْر ہے۔اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا نور کل عالم پر محیط ہو جائے گا اور آپ ﷺ کے نائبین کو حکومت ملے گی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ معاشرے کی خشتِ اوّل ☆ خانگی زندگی سے متعلق ہدایات و احکامات

☆ اسلام میں پردہ کے احکام ☆ حدِ زنا ☆ واقعہء افک

25- سُوْرَۃُ الْفُرْقَان

الفرقان کے معنی ہیں ''حق اور باطل میں فرق کرنے والا''۔قرآن مجید کا نام بھی الفرقان ہے اور وہ وحی نبوت جو رسولِ کریم ﷺ پر قرآن کے نام سے نازل ہوئی۔اس نے واضح طور پر حق اور باطل میں فرق کر دیا ہے۔اس وجہ سے قرآن مجید کو الفرقان کہا گیا ہے اور اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام الفرقان رکھا گیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ سورۃ کا ماحصل ☆ مشرکین کے اعتراضات و شبہات کا ازالہ

26- سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ

''الشُّعَــرَآء'' شاعر'' کی جمع ہے۔اس سورۃ کا نام اس کے آخری رکوع سے لیا گیا ہے۔وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ(اَلشُّعَرَاءُ۔ ۲۲۴)۔شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔اس سورۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔یہ شعراء کی شاعری نہیں ہے۔اسی مناسبت سے اس کا نام الشعراء ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ کفار کی ایذا رسانیاں اور رسول مکرم ﷺ کا ردِ عمل

☆ رسولِ خدا ﷺ کی پریشانی پر اللہ کی تسلی

☆ سابقہ انبیاءؑ کی تبلیغ اور منکرین کا انجام

☆ منکرین کی حماقت و نادانی اور کلامِ الٰہی کی حقیقت کے منکر

31– سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ

''لقمان'' نام ہے، حضرت لقمان عادِثانیہ کا ایک نیک دِل بادشاہ اور حضرت ہود علیہ السلام کا پیرو تھا۔ عربی الاصل تھا بعض مورّخ اور مفسر اس کو نبی کہتے ہیں قرآن مجید نے اس کی بعض حکیمانہ نصائح اور وصایا کا ذکر کیا ہے۔ لیکن کسی ایک جملہ میں بھی اشارۃً نبوت کا ذکر نہیں کیا۔ اس سورۃ میں لقمان کا ذکر آیت ۱۲ میں ہوا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ ۔ ترجمہ: اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی۔

اس سورۃ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قوموں کی فلاح اور ترقی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی حالت سے ہوتی ہے اور توحید ہی تمام اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ مومنین پر عنایاتِ الٰہی اور منکرین کا انجام ☆ حضرت لقمانؑ کی تبلیغ اور اہمیت

☆ دیگر تکوینی دلائل

32– سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ

''سجدہ'' کے معنی جھکنا ہیں۔ فرمانبرداری کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔ اس سورت کا نام اس آیت سے ماخوذ ہے۔

اِنَّمَا یُوْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا
وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَایَسْتَکْبِرُوْنَ (السجدہ۔۱۵)

ترجمہ: ہماری آیات پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں ان سے نصیحت کی جاتی ہے وہ سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

اس نام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی فلاح اور کامیابی قرآن مجید کی کامل فرمانبرداری میں ہے اور یہی سورۃ کا مضمون ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ حضور ﷺ کی اپنی قوم کو تین امور کی دعوت ☆ کفار کو انکے حال پر چھوڑنے کا حکم

33– سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ

''الْاَحْزَاب'' حزب کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں ''گروہ'' یہ نام آیت ۲۰ سے ماخوذ ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْھَبُوْا ...الخ

ترجمہ: وہ خیال کرتے ہیں کہ کفار کی جماعتیں نہیں گئیں۔

اس سورت میں جنگِ احزاب (جنگ خندق) کا ذکر ہے جس میں بہت سی عرب کی قومیں شامل تھیں اور ایک جرار لشکر مسلمانوں کو کچلنے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ یہ جنگ ہجرت کے پانچویں سال ہوئی تھی۔ جنگِ احزاب کا ذکر کر کے مسلمانوں کو یہ بتایا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسلام کو مٹا نہیں سکتی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ تاریخ اسلام کے اہم واقعات کا بیان ☆ عہد جاہلیت کی دور رسوم کا خاتمہ

☆ رہبرِ انسانیت ﷺ کے اہلِ بیت کو حکم

34– سُوْرَۃُ سَبَاٍ

''سَبَاء'' قوم کا نام ہے۔ سباء کی قوم ملک یمن میں رہتی تھی ان کی تباہی کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے قریب ترین ہے یعنی پہلی یا دوسری عیسوی کا ذکر ہے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ہم نے ان کو بڑی بڑی نعمتیں دی ہیں لیکن انہوں نے ناشکری کی اس لئے ان پر تباہی آئی۔ مسلمانوں کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری نہ کریں ورنہ وہ بھی قوم سبا کی طرح تباہ ہو جائیں گے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ حمدِ باری تعالیٰ سے ابتداء ☆ وقوعِ قیامت پر کفار کے اعتراض کا جواب

☆ حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کا ذکر

35– سُوْرَۃُ فَاطِرٍ

''فاطر'' کے معنی ہیں پیدا کرنے والا۔ ایسی چیز کا خالق جو براہِ راست عدم سے وجود میں آئے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ. (آیت نمبر۱)

ترجمہ: سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے جو سب انسانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کا ایک نام اَلْــمَلٰٓئِـکَۃُ بھی ہے۔ ملائکہ جمع ہے ملک کی اس کا مادہ الک یا الوکہ ہے جس کے معنی ہیں رسالت یا پیغمبری۔ ملائکہ وہ خارجی ہستیاں ہیں جو ہماری جسمانی اور روحانی ربوبیت کیلئے پیدا کی گئی ہیں فرشتے نورانی مخلوق ہیں کائنات میں سورج چاند، ستارے، ہوائیں اور بادل وغیرہ تمام عناصر جو انسان کے لئے کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں در پردہ وہ ملائکہ کے کام ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ گمراہی و گناہ سے بچاؤ کی تدابیر ☆ عظمتِ خداوندی کا بیان

☆ حضور ﷺ بطورِ ہادی و راہنما ☆ اللہ تعالیٰ کی اپنے حبیب ﷺ کو تسلی

☆ اللہ تعالیٰ کی اہلِ مسلم کو تلقین ☆ حلیم و کریم آقا

☆ قدرت و کبریائی کے دلائل اور فکر و تدبر کی دعوت

36– سُوْرَۃُ یٰسٓ

''یٰسٓ'' مقطعاتِ قرآنی میں سے ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے اس کے معنی ''اے انسان'' مروی ہیں اس سورت کا نام پہلی آیت میں ہے یٰسین یہ خطاب (اے انسان) رسول اکرم ﷺ کو ہے جس میں یہ بتانا مقصود ہے اور آپ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ہی انسان کمال کو حاصل کرسکتا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ دعوت کے بنیادی اصول ☆ توحید و حکمت پر دلائل

☆ دو اہم امور پر توجہ ☆ دوسروں کی مدد سے انکار

☆ نبی ﷺ کے علوم و معارف ☆ وقوعِ قیامت پر انسان کے اعتراض و شبہات

37– سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰتِ

''الصّٰفّٰت'' کے معنی ہیں صف باندھنے والے (جماعتیں) یا فرشتے۔ اس سورۃ کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا گواہ ہیں صف باندھنے والی جماعتیں قطاروں میں۔ اس سورۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کے حضور صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور ذکرِ الٰہی کرتے ہیں۔ وہ آخر کار غالب ہوں گے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ دعوتِ توحید کی تین اقسام ☆ خدا کا شریک ٹھہرانے کی مخالفت

☆ منکرین قیامت کا الجھاؤ ☆ حضور ﷺ کے جانثاروں کو تسلی

☆ اہلِ مکہ کو تنبیہ

38– سُوْرَۃُ صٓ

''ص'' حروف مقطعات میں سے ہے۔ تفسیر ضحاک میں اس کے معنی صِدقُ اللہ مروی ہیں یعنی اللہ صادق ہے۔ اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ سچا وعدہ کرنے والا ہے۔ مسلمانوں کو مایوسی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ تین امراض کا علاج ☆ منصبِ نبوت کی سرفرازی

☆ انکارِ نبوت حضور ﷺ کو صبر کی تلقین

39– سُوْرَۃُ الزُّمَرِ

''الــزُّمَــر'' زمرہ کی جمع ہے، قلیل جماعت کو کہتے ہیں (مفردات امام راغبؒ) زمر کا لفظ آیت ۷۳ میں آتا ہے۔

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا..........الخ

ترجمہ: اور جنہوں نے اپنے رب کا تقویٰ کیا وہ بہشت کی طرف گروہ گروہ کر کے چلے جائیں گے۔

اس سورت میں دو گروہوں، مومن اور کافروں کا ذکر ہے اور یہ کہ مومن حق پھیلانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ آخر میں یہ بتایا ہے کہ مومن کامیاب ہوں گے اور کافر ناکام و نامراد رہیں گے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کفار کی غلط فہمی ☆ شرک گناہِ عظیم
☆ کفار کی حماقت ☆ حدایتِ ربانی اور قربِ الٰہی
☆ کفار کی کذب ☆ منظرِ قیامت

40- سُوْرَةُ الْمُؤْمِن

ایمان لانے والا۔ سورت کا نام اس کی آیت نمبر ۲۸ میں رَجُل "مُؤمِن" (مومن مرد) کے ذکر سے کیا گیا ہے جو فرعون کے سامنے حق کی حمایت کیلئے کھڑا ہوا۔ ارشادِ الٰہی ہے۔
وَقَالَ رَجُل "مُؤمِن" مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ الخ (۲۸) (ترجمہ) اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن مرد نے کہا اس سورۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص حق کی حمایت میں کھڑا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کرتا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کفار کی حضور ﷺ کو اذیت اور اللہ کی تسلی ☆ حضور ﷺ کے لئے آگاہی
☆ موسیٰ کی فرعون کو دعوت ☆ فرعون کا رویہ ☆ موسیٰ کا دفاع
☆ فرعون کی نئی چال ☆ توحید و کبریائی پر تکوینی دلائل

41- سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ

حٰم۔ مقطعات قرآنی میں سے ہے۔ جس کے معنیٰ مردی ہیں، اللہ تعالیٰ بے انتہا رحم فرمانے والا ہے۔ اس سورۃ کا نام فُصِّلَتْ بھی ہے جو اس سورۃ کی ابتداء میں ہی آتا ہے۔ "کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ"۔ یہ کتاب جن کی آیتیں کھول کر بیان کی گئی ہیں۔ اس کو صرف حٰم بھی کہا جاتا ہے۔

اس سورۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں ہی انسان پر گرفت نہیں کرتا۔ جب تک اس کی بھلائی اور اس کی برائی کی راہیں کھول کھول کر نہیں بتا دیتا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ فروغِ اسلام ☆ حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام
☆ نبی کریم ﷺ پر کفار کے اعتراض ☆ باطل خیال کی تردید
☆ کفار کو تنبیہ ☆ قیامت کی وعید
☆ اہلِ حق کی شانِ استقامت ☆ کلامِ حق کی حفاظت

42- سُوْرَةُ الشُّوْرٰی

شوریٰ کے معنیٰ ہیں باہم مشورہ کرنا۔ سورت کا نام اس عظیم الشان حکم سے لیا گیا ہے جسے مسلمانوں کی حکومت اور کل قومی کاموں کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ یعنی باہمی مشورہ سے امور کو طے کرنا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ (آیت ۳۸)

ترجمہ: اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔

اس سورت کا دوسرا نام حٰمٓ عٓسٓقٓ ہے۔ سورت کی پہلی دو آیتیں حروف مقطعات پر مشتمل ہیں۔ پہلی آیت حٰمٓ اور دوسری عٓسٓقٓ۔ ان حروف کا اشارہ صفات الٰہی کی طرف ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ دعویٰ نبوت پر اہل مکہ کی حیرت ☆ منکرین یا کفار کو مہلت
☆ حکمتِ رب کا تقاضا ☆ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ

43- سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ

زخرف کے معنیٰ سونا ہیں۔ اس سورۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگ عموماً دنیوی آرائش سونا چاندی پر فریفتہ رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ خدا کے نزدیک وہ شخص پسندیدہ ہے جو اخلاق فاضلہ کا مالک ہو اور اللہ کی راہوں پر چلتا ہو۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی عنایات بے پایاں ☆ کفار کا ردعمل اور اللہ تعالیٰ کا جواب
☆ کفار کی ہٹ دھرمی ☆ رضائے الٰہی
☆ منصبِ نبوت پر اعتراض ☆ کفار کے اعتراض کا جواب
☆ سابقہ انبیاءؑ کے حالات کی طرف اشارہ

44- سُوْرَةُ الدُّخَانِ

دخان کے عام معنی دھواں ہیں۔ قحط سالی اور خشک سالی پر بھی بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ اس سورت کی اس آیت سے ماخوذ ہے۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (۱۰آیت)

ترجمہ: سو اس دن کا انتظار کرو جب آسمان کھلا دھواں لائے۔

اس لفظ میں سورۃ کے مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کے مخالفین کو پہلے خشک سالی اور قحط کے چھوٹے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ بعد ازاں ان کی طاقت بالکل توڑ دی جائے گی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کلام الٰہی سے انکار ☆ مشرک
☆ کفار سے خطاب ☆ وقوعِ قیامت کی حکمت

45- سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ

جاثیہ کے معنی ہیں ''گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی''۔ اس سورۃ کا نام ۲۸ نمبر آیت میں آتا ہے ۔ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۔ (ترجمہ) اور تو ہر ایک امت کو گھٹنوں کے بل دیکھے گا۔ اس سورۃ میں وحی الٰہی کی حقانیت اور جزا و سزا کے حق دار ہونے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور ان کی صداقت کے انکار پر سزا کا ذکر ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کائنات کی گواہی ☆ بنی اسرائیل پر الطاف
☆ حضور ﷺ کو تلقین ☆ عقیدہ کفار ☆ قیامت کی طرف توجہ کروانا

46- سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ

''احقاف'' کے معنی ہیں ریت کے ٹیلے یا تودے۔ یہ نام آیت نمبر ۲۱ میں مذکور ہے۔ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ ۔ (ترجمہ) عاد کے بھائی (ہود) کا ذکر کر جب اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا۔ اس سورت میں مخالفین حق کو ان کے برے انجام سے ڈرایا ہے اور تیسرے رکوع میں قوم عاد کی مثال بیان کی ہے جو ایک طاقت ور اور زبردست قوم تھی۔ لیکن حق کی مخالفت کی وجہ سے تباہ ہوگئی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کائنات کا حقیقی خالق اللہ رب العالمین ☆ کفار کو تنبیہہ
☆ کلام الٰہی کی حقیقت پر گواہی ☆ حقوقِ والدین
☆ حضرت ہود اور ان کی قوم کا ذکر ☆ گروہ جنات کا قبول اسلام
☆ منکرینِ قیامت کے لئے وعید ☆ حضور ﷺ کو صبر کی تلقین

47- سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ

''محمد'' رسولِ کریم ﷺ کا نام ہے جس کے معنی ہیں تعریف کیا گیا۔ یہ نام اس سورۃ کی دوسری آیت میں آتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر اتارا گیا۔

اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام لیوا دنیا میں ذلیل و خوار نہیں رہ سکتے۔ اور اسلام اور مسلموں کو ضرور جلال ملے گا اور دنیا میں ان کی حکومتیں قائم ہوں گی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ ابتدائی آیات کی وضاحت ☆ مسلمانوں کو حکمِ جہاد

☆ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت ☆ منافقین کے دعوے
☆ جانبازِ اسلام کیلئے خصوصی حکم ☆ جہاد بالمال

48- سُوْرَۃُ الْفَتْحِ

''اَلْفَتْح'' کے لفظی معنی ''کھولنا'' ہے۔لیکن یہ لفظ کامیابی وکامرانی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اس نام کا ذکر سورۃ کی پہلی آیت میں ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

ترجمہ: ہم نے تیرے لئے ایک کھلی فتح (کی راہ) کھول دی ہے۔

اس سورۃ میں اس عظیم الشان فتح کا ذکر ہے۔جو صلح حدیبیہ میں حاصل ہوئی اور اس کا فتح مبین ہونا بعد میں واقعات نے ثابت کردیا۔لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے۔فتح مکہ بھی اس فتح کی ایک کڑی ہے۔آخر پر اس سورت میں اصلی فتح کی خوشخبری سنائی کہ دینِ اسلام تمام دنیا پر غالب آ کر رہے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ صلح حدیبیہ ☆ اہلِ مکہ کی حالت ☆ معاہدہ کی اہم شرائط
☆ مسلمانوں کا رنج واندوہ ☆ حضور ﷺ کی دوراندیشی
☆ اہلِ اسلام میں اضافہ ☆ مستحق اسلامی حکومت کا قیام
☆ مخالف طاقتوں کی تسخیر ☆ مسلمانوں کی پریشانی کا سبب

49- سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ

''الحُجُرٰت'' ''حُجرۃ'' کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کمرہ۔یہ نام آیت ۴ میں آتا ہے۔
اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔(ترجمہ) جولوگ آپ کو حجروں کے باہر پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے۔اس سورت کا اصلی مضمون جماعت اسلامی کے نظام کو قائم کرنا اور باہمی محبت کا پیدا کرنا ہے اور اس میں رسولِ کریم ﷺ کی محبت اور ادب کی ضروری تعلیم دی ہے۔

اس سورت مبارکہ کی آیتوں کی تعداد اگرچہ صرف ۱۸ ہے لیکن اس میں نہایت اہم موضوعات بیان کئے گئے ہیں جن پر اعتقاد، اخلاق، سیرت اور کردار کا محل تعمیر کیا جاسکتا ہے۔اور جن کی برکت سے معاشرے میں انس، محبت اور ایثار کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ بارگاہِ نبوت ﷺ کا ادب واحترام ☆ مسلمانوں کو نصیحت
☆ صحابہؓ کے متعلق اعلان ☆ مسلمانوں کو صلح کروانے کا حکم
☆ اخوت ☆ ربِ کائنات کی خواہش
☆ باطل امتیازات کا خاتمہ ☆ جہاد کرنے والوں کی خوش قسمتی

50- سُوْرَۃُ قٓ

قٓ مقطعات قرآنی میں سے ہے۔ابن جریر نے تین قول لکھے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔قرآن مجید کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔زمین کے اردگرد ایک پہاڑ ہے۔مگر اس قول کا تو سیاق سے کوئی تعلق نہیں۔پہلا قول ابنِ عباسؓ کا ہے یعنی ایک اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔مراد اس سے اللہ کا اسم قادر یا قدیر ہے۔اس سورۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا کردے گا۔لوگوں کی نظر میں یہ چیز انہونی معلوم ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے اس کتاب کے ذریعہ ایک انقلابِ عظیم برپا کردے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ اہلِ عرب کی حیرت ☆ اہلِ علم کی بیداری
☆ جدید ماہرین کی تحقیقات ☆ منکرین قیامت کو تنبیہ
☆ ربِ کائنات کی موجودگی ☆ حضور ﷺ کو صبر کی تلقین
☆ وسعتِ الٰہی

51- سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ

الذّٰریٰت کے معنی ہیں وہ ہوائیں جو اُڑ کر پھیلانے کا کام کرتی ہے. اس سورۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حق کا بیج بو دیا گیا ہے. وہ بڑھے گا، پھولے گا اور آخر ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ اس سورۃ کے نام کا ذکر پہلی آیت میں ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ترجمہ: گواہ ہیں اڑ کر پھیلا دینے والیاں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ عقیدۂ آخرت ☆ حالاتِ ابراہیمؑ کا تذکرہ

☆ منکر اقوام سے عبرت ☆ شان وعظمتِ رب کی طرف اشارہ

52- سُوْرَةُ الطُّوْرِ

''الطُّوْر'' پہاڑ کا نام ہے۔ یہ نام سورۃ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ ''وَالطُّوْرِ'' قسم ہے طور (پہاڑ) کی۔ لفظ طور میں اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی کی طرف ہے جس کا نزول طور پر ہوا۔ اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی کی مخالفت کرنے والے ہلاک ہوئے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی وحی کی مخالفت کرنے والے ہلاک ہو جائیں گے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کفار کی ہٹ دھرمی ☆ حقیقتِ قیامت کا اعلان

☆ منکرین اور متقین کا انجام ☆ کفار سے سوال

☆ حضور ﷺ کو منکرین کی حقیقت سے آگاہی ☆ حضور ﷺ کو حکم

53- سُوْرَةُ النَّجْمِ

نجم کے معنی ہیں ''ستارہ''۔ یہ نام سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى. ترجمہ: قسم ہے (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔

اس سورۃ میں رسولِ کریم ﷺ کے مقامات عالیہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ سرورِ عالم ﷺ پر الزامات کی تردید ☆ کفار سے خطاب

☆ نزولِ قرآن سے پہلے کے واقعات

54- سُوْرَةُ الْقَمَرِ

قمر کے معنی ہیں ''چاند''۔ یہ نام اس سورۃ کی آیت نمبر ۱ میں مذکور ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ (آیت نمبر ۱) وعدے کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اس سورۃ میں مخالفین کی قوت کے خاتمہ کا ذکر ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام سورۃ اِقْتَرَبَتِ ہے۔ یہ سورت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ یعنی قیامت کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ معجزہ ''شق القمر'' ☆ حقیقت سے انکار

☆ سابقہ قوموں کے احوال ☆ قرآن کھلی و واضح کتاب

☆ کفار کی غلط فہمی ☆ کفار کو وعید

55- سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ

رحمٰن کے معنی ہیں بے انتہا رحم کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ سورۃ کا نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ۔ اس سورۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو صفتِ رحمانیت کے تحت بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے تحت وہ تمام اللہ کی عطا کردہ چیزیں آتی ہیں جو انسان کو بغیر محنت اور کام کے ملی ہوئی ہیں۔ مثلاً ہوا، زمین، سورج، چاند، ستارے، آسمانی کتب وغیرہ۔ کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کرسکتا۔ کہ یہ اشیاء کسی انسان کی محنت کا ثمر ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ رحمٰن کی وسعتیں ☆ ربِ کائنات کی عنایات

☆ فبای الاء ربکما تکذبان کا مقصدِ تکرار ☆ سرکشوں کا انجام

☆ دُعائے مغفرت

56– سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

''الْوَاقِعَةِ'' لفظی معنی میں ''ہونے والی کوئی چیز'' مراد قیامت ہے۔ اس سورۃ کا نام پہلی ہی آیت میں مذکور ہے۔ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۔ جب ہونے والی (بات) ہو جائے گی۔ اس سورت میں تین گروہوں کا ذکر ہے۔ اول مقربینِ الٰہی۔ دوم عام مومنین۔ سوم مکذبین۔

جس زمانہ کے ساتھ سورت کے نزول کا تعلق ہے اس وقت صرف تین باتیں زیرِ بحث تھیں۔ توحید، قرآن اور قیامت۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ انکارِ قیامت ☆ وقوعِ قیامت

☆ السابقون اور اصحاب الیمین کے حالات ☆ اصحاب الشمال کی خستہ حالی

☆ دلائلِ وحدانیت اور وجودِ رب ☆ فرشتۂ اجل اور انسانوں کی بے بسی

57– سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ

حدید کے معنی ہیں ''لوہا''۔ یہ نام اس سورت کی آیت نمبر ۲۵ میں مذکور ہے۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْس '' '' شَدِيْد '' وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۔ ہم نے لوہا اتارا۔ اس میں شدت کی سختی ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی۔ اس سورۃ میں ان لوگوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ وقتِ نزول ☆ خطرناک و پریشان کن صورتحال

☆ مسلمانوں کو تنبیہ ☆ اہلِ کتاب کی غلط فہمی

58– سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ

آپس میں جھگڑنا۔ جَادَلَ يُجَادِلُ مُجَادَلَةً باب مُفَاعَلَة'' یہ نام اس سورت کا ایک مسلمان عورت کے رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ مجادلہ سے لیا گیا ہے۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۔ (آیت ۱) اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی۔ جو تجھ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتی تھی۔ آغاز سورۃ میں اس عورت کا ذکر کر کے باقی سورۃ میں مخالفین کی منصوبہ بازیوں اور شرارتوں کا ذکر ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ مسئلہ ظہار ☆ منافقین کو وعید ☆ مسلمانوں کو نصیحتیں

☆ مجلسی آداب کی تعلیم ☆ انسانوں کے گروہوں کے حالات و خصوصیات

59– سُوْرَةُ الْحَشْرِ

حشر کے لفظی معنی ہیں ''اٹھنا''۔ لیکن یہاں مراد جلاوطنی ہے۔ اس سورۃ میں یہود کے قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا ذکر ہے۔ یہ نام سورت کی دوسری آیت میں مذکور ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۔ یعنی وہ ذات ہے جس نے اہلِ کتاب میں سے ان لوگوں کو جو کافر ہیں اپنے گھروں سے پہلے جلاوطنی کے لیے نکالا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

☆ عالمِ موجودات کی غلط پوجا پاٹ ☆ مخالفینِ اسلام کا انجام

☆ مالِ فئے کی تقسیم اور اسلامی نظامِ معیشت ☆ منافقین کو سرزنش

☆ اسماءِ حسنیٰ کا ذکر ☆ اطاعتِ رسول ﷺ اور انصار و مہاجرین کی تعریف و توصیف

60– سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ

اس کا سہ حرفی مادہ ''محن'' ہے۔ اس سے باب اِفْتِعَال'' اِمْتَحَنَ يَمْتَحِنُ اِمْتِحَانًا فَهُوَ مُمْتَحِن'' ٥ مَحَنْتُ الْفِضَّةَ کے معنی ہیں۔ میں نے چاندی کو آگ سے پاک اور خالص کر دیا۔ مجاہدؒ سے اِمْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ کے معنی مروی ہیں ان کے دلوں کو خالص کر دیا۔ ابو عبیدہؓ

نے اس کے معنی کئے ہیں انہیں مصفیٰ اور پاکیزہ بنایا المتحنہ کے معنی ہیں پاکیزہ یا صاف کرنے والی، خالص کرنے والی۔ یہ نام اس آیت سے ماخوذ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ. (آیت ۱۰)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب مومن عورتیں تمہارے پاس ہجرت کرتی ہوئی آئیں تو ان کا امتحان لے لیا کرو۔

اس سورت میں مسلمانوں کے کفار کے ساتھ تعلقات پر بحث ہوئی ہے جو کفار جنگ کرتے ہیں ان سے ہر طرح کے ترک معاملات کا حکم ہے اور دوسری طرف جو جنگ نہیں کرتے ان سے احسان کرنے اور انصاف کرنے کا حکم ہے۔ اس ضمن میں ان عورتوں کا ذکر آیا ہے جو کافر خاوند کو چھوڑ کر ہجرت کر آئیں تو ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان کا امتحان لے کر اطمینان کر لینا چاہیے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قبل از جنگ حضور ﷺ کا اندازِ تربیت ☆ حضرت حاطب ابن ابیٰ کی غلطی
☆ اہلِ ایمان کو تنبیہ ☆ ایک امر کی وضاحت

61- سُوْرَةُ الصَّفِّ

صف کے معنی ''صف باندھنا''۔ یہ نام اس آیت سے ماخوذ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ'' (آیت ۴) اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کے راستے میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں۔ گویا وہ مضبوط دیوار ہیں۔ اس سورت میں اصل مضمون غلبہء دین ہے جو اسے تمام مذاہب پر حاصل ہوگا۔ اس کے لئے بتایا کہ مسلمانوں کو بڑی بڑی قربانیوں سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ حضور ﷺ کی مدنی زندگی کی مشکلات ☆ کفار سے جنگ کا طریقہ
☆ مسلمانوں کو نصیحت ☆ غلبہء اسلام کی بشارت
☆ نفع بخش کاروبار ☆ اہلِ ایمان کو دعوتِ جہاد

62- سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ

جمع سے ہے جس کے معنی اکٹھا ہونا۔ اصطلاح میں ایک دن کا نام ہے۔ اس دن مسلمانوں کو جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم ہے اور نماز کے وقت کاروبار کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ نام اس آیت سے ماخوذ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (آیت ۹)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جلدی آؤ اور کاروبار چھوڑ دو۔

اس سورت کا اصل مضمون یہ ہے نبی کریم ﷺ ہی اب تا قیامت دنیا کے معلم اور مزکی (پاک کرنے والے) رہیں گے۔ اور جس قدر علم دنیا میں پھیلے گا اور جس قدر لوگوں کا تزکیہ ہوگا۔ آپ ﷺ کی شاگردی سے ہی پھیلے گا چونکہ مسلمانوں میں اسلامی تعلیم اور اتحاد کو برقرار رکھنا ضروری ہے اس وجہ سے جمعہ کی نماز کا ذکر خاص طور پر کیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ اللہ کی شانِ رفیع کا بیان ☆ یہود کے زعمِ باطل کی تردید
☆ یہودیوں کی عداوتِ اسلام ☆ یہودیوں کی غلط فہمی
☆ نمازِ جمعہ کے آداب

63- سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ

''اَلْمُنٰفِقُوْنَ'' ''اَلْمُنَافِقُ'' کی جمع ہے۔ اسلامی اصطلاح میں منافق وہ ہوتا ہے جو زبان سے ایمان لانے کا اقرار کرے لیکن دل متاعِ ایمان سے خالی ہو۔ عام زبان میں منافق دورخے کو کہتے ہیں اس سورت کا نام آیت نمبرا سے ماخوذ ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ ۔۔۔الخ ترجمہ: جب منافق تیرے پاس آتے ہیں۔

اس سورۃ میں منافقوں کا ذکر ہے۔ جو منہ سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ رکھتے ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ منافقین مارِ آستین ☆ منافق کی پہچان
☆ اعتقادی منافق ☆ عملی منافق
☆ عزت واحترام کے مستحق ☆ کثرتِ ذکر کا حکم

64– سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ

غبن یہ ہے کہ تم اپنے ساتھی کو کسی معاملے میں جو تمہارے اور اس کے درمیان ہوا، اخفا کے طریق پر کم کردو۔ یہ مال میں بھی ہوتا ہے اور رائے میں بھی۔ باب تفاعل ہے۔ اس سورت میں التغابن کا لفظ اس کمی پر بولا گیا ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں دکھاتا ہے۔ یہ نام سورۃ کی نویں آیت میں آتا ہے۔

یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ۔(آیت۔ ۹)

ترجمہ: جس دن کہ وہ تمہیں جمع ہونے کے دن کے لئے اکٹھا کرے گا یہ کمی کے ظاہر ہو جانے کا دن ہے۔

اس سورت کا مضمون یہ ہے کہ جو کچھ انسان خدا کے حق میں کمی دکھائے گا اس کا نتیجہ دیکھ لے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ صفاتِ ربانی کا بیان ☆ کفار کا انجام اور مسلمانوں کو نصیحت
☆ بال بچوں کی ناجائز ناز برداری سے اجتناب ☆ تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم

65– سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ

طلاق کے معنی ہیں ''آزاد کرنا'' یا ''ایک گانٹھ کو کھولنا''۔ فقہا کی اصطلاح میں طلاق ''خاوند کا اپنی بیوی کو چھوڑ دینے کا نام ہے''۔ اس سورت میں طلاق کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام الطلاق ہے۔ اس مسئلہ کے ضمن میں عورتوں سے حسنِ سلوک کی تعلیم دی ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ ازدواجی زندگی کے اقدامات ☆ تعدادِ طلاق کا تعین
☆ مدخولہ عورت کی عدت ☆ طلاقِ رجعی میں عدت اور رجوع کے احکامات
☆ طلاقِ مغلظہ کی قباحتیں ☆ سورۂ احزاب میں حکمِ طلاق
☆ دیگر عائلی زندگی کے مسائل کا بیان

66– سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ

تحریم کے معنی ہیں حرام قرار دینا۔ باب تفعیل ہے۔ حَرَّمَ یُحَرِّمُ تَحْرِیْمًا۔ اس کا نام ''التحریم'' اس واقعہ سے لیا گیا ہے جو رسولِ کریم ﷺ کو مدینہ میں پیش آیا۔ یعنی ایلا، جب آپؐ نے ازواج کے مطالبہ پر ایک ماہ کے لئے علیحدگی اختیار کی۔ اسی لحاظ سے اس کا نام ''التحریم'' ہے یعنی حرام قرار دینا۔ ایک دفعہ رسولِ کریم ﷺ نے اپنی بعض ازواج کی خوشنودی کے لئے شہد کا استعمال ترک کر دیا۔ اس سورت کی افتتاحی آیت میں ارشاد ہوا۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ (التحریم۔ ۱)

ترجمہ: اے رسول ﷺ اس چیز کو کیوں حرام ٹھہراتے ہو جو اللہ نے حلال قرار دی ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قسم کا کفارہ ☆ تحریم سے مراد
☆ ازواجِ مطہرات کی تادیب ☆ شوہر کے راز کی حفاظت
☆ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کو ہدایت ☆ توبہ کی تلقین
☆ کفار و اہلِ ایمان کا فرق ☆ خواتینِ اسلام کو ترغیب اخلاص

67– سُوْرَۃُ الْمُلْکِ

''مُلک'' کے معنی ہیں بادشاہت۔ اس سورۃ کا نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ۔ وہ ذات بابرکت جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے۔ اس سورۃ کا مضمون یہ ہے۔ خدا کا قانون ہی ساری دنیا میں چلتا ہے۔ یہ نظامِ کائنات ایک قانونِ خداوندی کے تحت چل رہا ہے۔ انسان کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت زندگی بسر کرے۔ اس

سورت کا دوسرا نام تبارک ہے تبارک کے معنی ہیں پختگی، بلندی پر فائز ہونا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ ربِ کائنات کی حمد وثناء ☆ نسلِ انسانی کا امتحان

☆ اجر کبیر کی بشارت ☆ نافرمانوں کے لئے وعید

☆ وقوعِ قیامت سے متعلق سوال ☆ منکرین کے معبودوں کی بے بسی

68- سُوْرَةُ الْقَلَم

قلم کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ (وہ چیز جس سے لکھا جاتا ہے)۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۔ قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ اس سورۃ کا نام "نٓ" بھی ہے۔ "نٓ" کے معنی مچھلی ہیں اور یہاں ن کے معنی حسن اور قتادہ سے دوات اور ابن عباسؓ سے "حوت" مچھلی مروی ہیں۔ مفسرین سے اس کے معنی دوات ہی مروی ہیں اور سیاق ایک ہی معنی دوات کو چاہتا ہے۔

ابن جریر کا ایک قول ہے کہ اس سے مراد لوحِ نور ہے یعنی نورانی تختی۔ اس سورت میں علوم کو رسول کریم ﷺ کی صداقت پر بطور شہادت پیش کیا ہے۔ مخالفین رسولِ کریم ﷺ کو مجنوں کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کی تردید کر رہا ہے کہ مجنوں کی باتیں بے جوڑ ہوتی ہیں یہ پیغمبر جو کلام پیش کرتا ہے وہ مربوط اور علوم سے پُر ہے۔ اس قسم کا مربوط اور پُر علم کلام لانے والا مجنوں نہیں ہوسکتا۔ جو کلام اس نے پیش کیا ہے وہ علوم ظاہری اور باطنی علوم سے پُر ہے کوئی علم کی ایسی بات نہیں جو اس کلام میں بیان نہ ہوئی ہو۔ اس سورت کا دوسرا نام "نٓ" ہے۔ نون کا حرف متشابہات میں سے ہے۔ جس کے معنی بعض مفسرین دوات لکھتے ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ حضور سرورِ عالم ﷺ کی دعوتِ اسلام ☆ کفار کے الزامات کی تردید

☆ کفار کی خواہشِ بد ☆ مادہ پرستانہ اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کی تصویر کشی

☆ متقی اور منکر کے انجام میں فرق ☆ حضور ﷺ کو ربِ کائنات کی تسلی

☆ واقعہ یونسؑ

69- سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ

"حـــاقـــہ" کے معنی ہیں حق ہو کر رہنے والی۔ یہاں قیامت کی طرف اشارہ ہے۔ لسان العرب میں ہے کہ حاقۃ مصیبت یا بھاری مصیبت کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورت کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کا جو نتیجہ ہے وہ کسی صورت نہیں ٹل سکتا۔ پہلے یہ نتیجہ برنگِ عذاب ظاہر ہوتا ہے قیامت کے دن ان لوگوں کو دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ یہ نام سورۃ کی پہلی آیت میں آیا ہے۔ اَلْحَآقَّةُ (حق ہو کر رہنے والی)۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قوم ثمود، عاد، اور فرعون کے انجام کا ذکر ☆ قرآن عظیم کلامِ الٰہی

70- سُوْرَةُ الْمَعَارِج

"الـــمـــعـــارج" معرج کی جمع ہے اس کے معنی مصاعد ہیں۔ یعنی مراتب عالیہ بلند درجات۔ قتادہؒ کے نزدیک اس کے معنی فواضل اور نعم (نصیحتیں) ہیں۔ اس سورت کا نام تیسری آیت میں مذکور ہے۔ مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۔ یعنی اللہ کی طرف سے جو بلند مرتبوں والا ہے۔ اس سورت میں یہ مضمون ہے کہ جو شخص تزکیہ نفس کر لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند درجات پاتا ہے اور مخالفین کو بھی سمجھایا ہے کہ وہ بھی عذاب مانگنے کی بجائے اپنے اندر نیک صفات پیدا کریں اور خدا کے پاس بلند درجات پائیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ مشرکینِ مکہ کا قیامت سے انکار ☆ اہلِ مکہ کی بیمار ذہنیت کی اصلاح

☆ حریص و بے بس انسان / اصلاحِ انسان اور اجرِ عظیم ☆ کفار کا انجام بد

71- سُوْرَةُ نُوْح

"نـــوح" ایک عظیم الشان پیغمبر کا نام ہے۔ جن کی تبلیغ کا مرکز عراق تھا یہ نام پہلی آیت میں ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ ۔ الخ۔ ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس سورت میں نوحؑ اور ان کی قوم کا ذکر ہے جو ایک عرصہ تک اپنی قوم کو نصیحت کرتے رہے لیکن وہ حق

کی طرف نہ لوٹی اور پانی کے طوفان سے غرق کردی گئی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ غافل قوم کے لئے پیغمبر ☆ نوحؑ کے دعوتی ستون

☆ نوحؑ کی تبلیغ اور قوم سے وعدہ ☆ رئیسوں کی عیاری کا تذکرہ

☆ نوحؑ کا عرصہ تبلیغ اور بددعا ☆ صالحین کے لئے دعائے مغفرت

72- سُوْرَةُ الْجِنّ

''جن'' پوشیدہ چیز کو کہتے ہیں یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ۔(ترجمہ) کہہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے سنا۔ اس سورۃ میں رسولِ کریم ﷺ کو یہ بتایا گیا ہے کہ اگر اہلِ عرب مخالفت کرتے ہیں تو وہ بھی ہیں جو اس پیغام کو سن کر قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ جنوں کے ایک گروہ کی سعادت اور قبولِ اسلام ☆ اعلانِ توحید کا حکم

☆ عالم الغیب مولا کریم کی ذات والہ شان ہے

73- سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل

مزمل کے معنی ہیں اپنے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ لینے والا رسولِ کریم ﷺ کو خطاب ہے۔ قتادہؒ کے نزدیک تیاری نماز کے لئے اپنے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ لینے والا مراد ہے۔ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔ سورۃ کا نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۔ اے کپڑا اوڑھنے والے۔ اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بلحاظِ قیام اور بلحاظِ حضور قلب رات کی نماز یعنی نماز تہجد بہترین نماز ہے اس سے قوت عملی پیدا ہوتی ہے اور قول میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ حضور ﷺ کو سحر خیزی کی تلقین ☆ صحابہ اور اولیاء کرام کا شعار

74- سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر

مدثر کے معنی ہیں سونے کے وقت کپڑا اوڑھنے والا۔ اس کے معنی بعض نے یہ لئے ہیں کہ سونے کے لئے کپڑا اوڑھنے والا اور بعض نے نبوت اور اس کی ذمہ داریوں کا لباس اوڑھنے والا۔ رسولِ کریم ﷺ کو مدثر کہا گیا ہے۔ اس سورت میں رسولِ کریم ﷺ کو انداز پر مامور کیا ہے اور اعدائے حق کو حق کی مخالفت سے ڈرایا ہے۔ پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ ۔ الخ۔ کے اترنے کے چھ ماہ بعد تک وحی رکی رہی۔ پھر ایک دن رسولِ کریم ﷺ پر اس سورت کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ وحی کے رعب اور ذمہ داریوں کے بوجھ سے گھبرا کر رسول کریم ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ فرمایا۔ دَثِّرُوْنِيْ دَثِّرُوْنِيْ۔ مجھے چادر اوڑھا دو۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ اول سات آیات میں محققین کا اختلاف ☆ سلسلہ وحی کا رکنا

☆ دوسری وحی کا نزول ☆ تذکرہ ولید ابن مغیرہ

☆ دوزخ اور دوزخیوں کے حالات کا تذکرہ ☆ کفار کے خبث باطن کا ذکر

75- سُوْرَةُ الْقِيٰمَة

قرآن مجید میں قیامت اس گھڑی کا نام ہے جب کائنات کی صف لپیٹ لی جائے گی۔ اور تمام مخلوق فنا کی گود میں سو جائے گی۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ لَاۤ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔ اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے۔ جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو تمام دنیا فنا کی گود میں سو جائے گی۔ دوسرا پھونکیں گے تو تمام دنیا قبروں سے نکل آئے گی۔ سب کو میدان میں کھڑا کر دیا جائے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کفار کے شکوک و شبہات کا ازالہ ☆ نبی رحمت ﷺ اور اللہ کریم کی تسلی

☆ مومنوں اور کافروں کی موت کا منظر ☆ ابوجہل کا فطری انجام

76- سُوْرَۃُ الدَّھْرِ

دہر کے معنی ہیں زمانہ۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا۔ (ترجمہ) انسان پر زمانے کا ایک وقت آ چکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ اس سورۃ کا نام الانسان بھی ہے۔ اس سورت میں انسان کی روحانی ترقیات کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کا نام هَلْ اَتٰى بھی ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ تخلیقِ انسان کا مقصد آزمائش ☆ صابر مومنین کی توصیف

☆ رسول اللہ ﷺ کو صبر کی تلقین ☆ دنیا پرستوں کے حالات

77- سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ

"مُرْسَلٰت" "مُرْسَلَة" کی جمع ہے۔ بھیجی ہوئی۔ یہاں مُرسلت سے مراد رسولوں کی جماعتیں ہیں جو نیکی پھیلانے کے لئے بھیجی گئی ہیں۔ بعض نے اس کے معنی ہوائیں اور فرشتوں کی جماعتیں بھی کئے ہیں۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا گواہ ہیں نیکی پھیلانے کے لئے بھیجی ہوئی جماعتیں۔ اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ رسولوں کی تکذیب کا ثمر کیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث الایا گیا ہے۔

☆ قیامت کی حقیقت اور ہولناکیاں ☆ سنتِ الٰہی کا تذکرہ

☆ روزِ محشر میں کفار کی حالت ☆ متقین پر عنایات اور نوازشات

78- سُوْرَۃُ النَّبَاِ

نبا کے معنی ہیں خبر۔ یہ نام دوسری آیت میں مذکور ہے۔ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ۔ (ترجمہ) بڑی بھاری خبر کے متعلق۔ اس سورت میں بعثت بعد الموت کا ذکر ہے۔ جب تمام انسانوں کو خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ اس سورت کا دوسرا نام عَمَّ۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ عَنْ کے معنی سے ما کے معنی ہیں کیا۔ یعنی کسی چیز کے بارے میں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ ابدی زندگی بعد از موت ☆ یوم حساب سے کفار و مشرکین کا انکار

☆ قیامت کی حقانیت کے دلائل ☆ کفار کے سوالات اور جواب

79- سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ

نازعہ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں اپنے آپ کو کھینچ کر باہر نکال لینے والی جماعتیں۔

مفسرین کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

نازعات سے مراد فرشتے ہیں جو کافر کی جان نکالتے ہیں یا موت یا ستارے ہیں۔ جو افق سے افق کی طرف جاتے ہیں یا کمانیں۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ انسان روحانی مدارج اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا۔ جب تک وہ اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے کھینچ کر نہ نکال لے۔ یہ نام سورۃ کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا۔ گواہ ہیں ڈوب کر نکال لینے والی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کفار کی ہٹ دھرمی ☆ قیامت ناقابلِ تردید حقیقت

☆ منکرینِ قیامت کا اعتراض اور انہیں جواب ☆ گزشتہ سرکشوں کی بغاوت

80- سُوْرَۃُ عَبَسَ

عبس کے معنی ہیں تیوری چڑھائی۔ یہ نام سورۃ کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى (آیت ۱) تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ اس سورت میں وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں رؤسا قریش بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان کو تبلیغ کر رہے تھے۔ ایک نابینا صحابی ابن ام مکتوم ؓ آئے اور سلام عرض کیا اور ان کی توجہ اپنی طرف پھیرنا چاہی لیکن حضور ﷺ نے ناپسند کیا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور بتایا بڑے آدمیوں کی اتنی پرواہ نہ کرو۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ حضرت اُمِ مکتوم کا واقعہ ☆ شکستہ دلوں اور سوختہ جگروں کی قدر و منزلت

☆ محبوبِ کریم ﷺ کو تنبیہ ☆ رؤسائے مکہ کی غلط فہمی کا ازالہ

☆ کم فہم و عقل لوگ ☆ انسان کی ناشکری

☆ احوالِ قیامت کی طرف توجہ

81– سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ

لپیٹ لینا۔ باب تفعیل۔ کَوَّرَ۔ تَکْوِیْرًا۔ یہ نام اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ (آیت ۱) سے ماخوذ ہے جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اس سورۃ میں دنیا کی صف لپیٹنے کا ذکر ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قیامت کے مراحل ☆ تذکرہ رسالت

☆ نادانوں سے خطاب

82– سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ

اِنفِطَارُ کے معنی ہیں پھٹ جانا۔ باب انفعال ہے۔ اِنْفَطَرَ یَنْفَطِرُ اِنْفِطَار"۔ پہلی آیت کا لفظ اِنفَطَرَتْ سے ماخوذ ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ. جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اس میں بھی قیامت کی گھڑی کا ذکر ہے۔ اور جب اس دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور دنیا فنا ہو جائے گی۔ خدا کے سامنے حاضر ہوگی۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ دنیاوی اعمال کا اجر ☆ انسانوں کی ناشکری

83– سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ

"اَلْمُطَفِّفِیْن "مُطَفِّف" کی جمع ہے اسکا مطلب ہے کمی کرنے والے۔ یہ نام سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وَیْلٌ " لِّلْمُطَفِّفِیْنَ کمی کرنے والوں کے لیے تباہی ہے۔ اس سورت میں معاملہ یا حقوق کی ادائیگی میں کمی کرنے والوں کو ڈرایا ہے۔ کیونکہ حقوق کی ادائیگی میں ہی قیامِ امن کا راز مضمر ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قیامت کی ضرورت وحکمت پر غور ☆ قیامت کے معترف کی عزت افزائی

☆ کفار کی خبیث حرکت

84 – سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ

"الْاِنْشِقَاق" کے معنی پھٹ جانا۔ باب انفعال ہے۔ اِنْشَقَّ۔ یَنْشَقُّ ۔اِنْشِقَاقًا۔ یہ نام پہلی آیت کے لفظ انشقت سے ماخوذ ہے۔ اور اس لفظ کا مصدر ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۔ جب آسمان پھٹ جائے گا اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قیامت کے حادثات کا تذکرہ ☆ اولادِ آدمؑ کے گروہ

☆ قیامت کے مراحل کا قسمیہ اعتراف

85– سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ

"اَلْبُرُوْج" برج کی جمع ہے۔ بروج سے مراد ستارے ہیں۔ یہ نام پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۔قسم ہے ستارے والے آسمان کی۔ اس سورت میں مخالفینِ حق کی تباہی اور مومنوں کی کامیابی کا ذکر ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ اصحاب الاخدود ☆ کفر و باطل کی محرومیت

☆ اہلِ حق کی استقامت ☆ مسلمانوں کے لئے عبرت

86– سُوْرَةُ الطَّارِقِ

"طارق" کے معنی ہیں رات کو آنے والا۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ آسمان گواہ ہے اور رات کو آنے والا۔ اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ ظلمت کے وقت مبعوث ہوئے پھر انہوں نے اس ظلمت کو دور کر کے اس دنیا میں توحید کے چراغ کو روشن کیا اور ایک ایسا ضابطہ حیات دیا۔ جو لوگوں کی فلاح کا ضامن ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ وقوعِ قیامت پر دلائل اور انسانوں کا امتحان ☆ منکرین کو وعید سزا

☆ اہلِ مکہ کی سازشیں

87– سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی

"اعلیٰ" کے معنی ہیں بہت بلند (اللہ کا نام) ہے۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ۔ اپنے رب بہت بلند کے نام کی تسبیح کر۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے سے ہی انسان بلند مقام پر پہنچ سکتا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ تسبیح رب کا حکم ☆ اپنے حبیب ﷺ کو حکم ☆ متقی کے لئے جزا

88– سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ

"غاشیہ" کے معنی ہیں ڈھانپ لینے والی چیز۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ ۔ کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی کی خبر نہیں آئی۔ اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرتے اور دنیا پر ہی گرے رہتے ہیں۔ آخر ایک وقت آتا ہے کہ جس مصیبت سے وہ بچنا چاہتے تھے وہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ رسالت کے مکی دور میں سارا زور تین باتوں کو ذہن نشین کرانے پر دیا گیا۔

☆ توحید ☆ رسالت ☆ آخرت

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قیامت سے متعلق سوال ☆ بنی نوع انسان کے گروہ

☆ چار چیزوں کی تخلیق پر غور کرنے کا حکم ☆ حضور ﷺ کی ذمہ داری

89– سُوْرَۃُ الْفَجْرِ

فجر صبح کی روشنی کے پھوٹنے کا نام ہے۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وَالْفَجْرِ قسم ہے

فجر کی۔ اس سورت میں بتایا ہے کہ انسان اعلیٰ روحانی حالت صرف عبادتِ الٰہی سے حاصل کر سکتا ہے اور اسی غرض کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

ترجمہ: میں نے جن وانس اپنی عبادت کے لئے پیدا کیے ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ کفار کی غلط فہمی ☆ سرفروش اور جانثار بندوں کی حوصلہ افزائی

☆ غلط نظریہ کا بطلان ☆ رب کائنات کی آزمائش اور وعید

90– سُوْرَۃُ الْبَلَدِ

بلد کے معنی ہیں شہر۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ نہیں میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔ یہاں البلد سے مراد مکہ معظمہ ہے۔ اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ اور ان کے پیروکاران تمام برکات کے وارث ہوں گے جو اس شہر سے مخصوص ہیں۔ ان برکات کے حصول کے لئے تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ سراپا لغو خیال ☆ اسلام دینِ فطرت ☆ انسان کو تنبیہ

91– سُوْرَۃُ الشَّمْسِ

"شمس" کے معنی ہیں سورج۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔ اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ رسولِ کریم ﷺ عالمِ روحانیت میں سورج کا حکم رکھتے ہیں۔ آئندہ تمام انوار آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے ہی پھیلیں گے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ خیر وشر میں امتیاز کی صلاحیت ☆ قوم ثمود کا انجام

92- سُوْرَةُ الَّيْلِ

"لیل" کے معنی رات ہیں۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى رات کی قسم جب وہ پردہ ڈالتی ہے اس سورت میں نیک اور بد کا مقابلہ دکھایا گیا ہے گویا ایک کو دن کی روشنی سے تشبیہہ دی ہے اور دوسرے کو رات کی تاریکی سے مزید بتایا کہ ہدایت سے فائدہ اٹھانے والے اور ہدایت کو جھٹلانے والے برابر نہیں ہوسکتے۔ تاریکی کے فرزندوں کا انجام تاریک ہے۔ روشنی کے فرزندوں کا انجام روشن ہے اور کمال کا انحصار اپنی اپنی جدوجہد پر ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ نفسیاتی راز کی پردہ کشائی ☆ انسانوں کی خودمختاری

☆ اللہ کے بندوں کا وصف

93- سُوْرَةُ الضُّحٰی

"ضُحٰی" کے معنی ہیں دن کی روشنی چاشت کا وقت۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وَالضُّحٰی دن کی روشنی کی قسم۔ اس سورت میں رسولِ کریم ﷺ کے کمالات کا نقشہ کھینچ کر آپ ﷺ کو عالمِ روحانی کا آفتاب قرار دیا گیا ہے۔ اس میں مزید یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت رسولِ کریم ﷺ کے شاملِ حال ہے۔ بعد ازاں یتامیٰ اور سائلین کی خبر گیری کا حکم دیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ اپنے محبوب بندوں اور رسول ﷺ پر عنایات بے پایاں

☆ رحمت اللعالمین ﷺ کو تعلیم

94- سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ

"اَلَمْ نَشْرَحْ" کے معنی ہیں "کیا میں نے نہیں کھولا"۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ کیا ہم نے تیرے لئے سینہ نہیں کھولا۔ اس میں یہ بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اس غم نے کہ دنیا کس طرح اپنے مولیٰ سے دور پڑی ہے اور ناپاکیوں میں ملوث ہے آپ ﷺ کی پیٹھ کو توڑ رکھا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس غم کو دور کردیا ہے۔ دنیا ہدایت پر آ گئی ہے

۔ اور تیرا نام بلند ہو گیا ہے آخر میں بتایا کہ اسلام پر مصیبت اور تنگی آئے گی لیکن پھر آسانی کا زمانہ آجائے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ سرفرازی نبوت اور لوگوں کا ردِ عمل ☆ حضور ﷺ کے درجات کی بلندی

☆ رحمت اللعالمین ﷺ کے لئے خوشخبری

95- سُوْرَةُ التِّيْنِ

"التین" کے معنی "انجیر" ہیں یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔ انجیر اور زیتون کی قسم۔ اس نام سے سلسلہ موسویہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بتایا ہے کہ انسان بلند مرتبہ اخلاقِ فاضلہ سے ہی حاصل کرسکتا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ مقدس مقامات کا تذکرہ ☆ احسن الخلق اور اکمل الخلق

☆ احسن تقویم کا لقب ☆ قیامت کی ضرورت و حکمت

96- سُوْرَةُ الْعَلَقِ

"علق" کے معنی ہیں "لوتھڑا"۔ یہ نام دوسری آیت میں مذکور ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ اس سورت کی پہلی پانچ آیات بالاتفاق سب سے پہلی وحی ہے۔ جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئیں۔ اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کو اس وحی کے ذریعہ ایک نئی زندگی دی جائے گی۔ اس میں اس عظیم الشان انقلاب کی طرف اشارہ ہے۔ جو ایک گمنام آدمی (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کے ذریعے رونما ہونے والا ہے۔ اور انسان اپنی سرکشی سے باز آجائے گا اور اپنے خالق کے سامنے جھک جائے گا۔ قرآنی ہدایت کے آنے کے بعد جو سرکش رہے گا وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ دو حصوں میں نزولی ☆ حضور ﷺ کا اندازِ عبادت اور ابوجہل کی جہالت

97– سُوْرَةُ الْقَدْرِ

"لیلۃ القدر" ایک عزت والی رات جو ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں میں سے کسی ایک تاریخ کی رات میں غالباً آتی ہے۔اس رات میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔"قدر" کے لغوی معنی ہیں اندازہ کرنا (مفردات)۔بعض نے تعظیم اور عزت بھی لئے ہیں۔صوفیائے کرام اس زمانہ کو بھی کہتے ہیں جس میں کوئی ماموراِلٰہی کسی تاریک زمانہ میں لوگوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوتا ہے۔

یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ہم نے لیلۃ القدر (عزت والی رات) میں قرآنِ مجید کو نازل کیا۔اس سورۃ میں اصل ذکر قرآن مجید کے نزول کا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قدر کا مفہوم ☆ شبِ قدر کی قدر و منزلت

98– سُوْرَةُ الْبَیِّنَةِ

"بینہ" کے معنی ہیں کھلی دلیل۔اس نام کا ذکر پہلی آیت میں ہے۔حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ۔یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئی۔اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا گناہوں میں ملوث ہو چکی تھی اگر رسولِ کریم ﷺ کی بعثت نہ ہوتی تو دنیا گناہوں سے نجات حاصل نہ کرسکتی۔یہاں رسولِ کریم ﷺ کی قوتِ قدسیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔کہ آپ ﷺ کی قوتِ قدسیہ نے کس طرح دنیا کو گناہوں سے نجات دلائی۔

اس سورت کا دوسرا نام لَمْ یَکُنْ بھی ہے۔سورت کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ۔وہ لوگ جو اہلِ کتاب میں سے کافر اور مشرک ہوئے وہ گناہ سے باز آنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ رسالت کی ضرورت ☆ اہلِ کتاب کا راہِ حق سے انحراف

☆ تمام انبیاءؑ کا دین ☆ بدترین خلائق

☆ مؤمنین کو منصب رفیع کی بشارت

99– سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ

"الزِّلْزَال" کے معنی ہیں "بھونچال"۔یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔جب زمین اپنے بھونچال سے ہلائی جائے گی۔اس سورۃ میں زلزلہ قیامت کا ذکر تو ظاہر ہے لیکن اس انقلابِ عظیم کا بھی ذکر ہے۔جو رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے رونما ہوا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ گناہگاروں کی نادانی اور انجام ☆ سزا و جزا کا وقت

100– سُوْرَةُ الْعٰدِیٰتِ

"اَلْعٰدِیٰت" کے معنی ہیں "دوڑنے والے"۔یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا گواہ ہیں دوڑنے والے ہانپنے والے اس سورت میں اس عظیم انقلاب کا ذکر ہے جو رونما ہونا تھا۔پھر ان نمازیوں کے گھوڑوں کو بطورِ شہادت پیش کیا ہے جن سے انقلاب برپا ہونا تھا اور باطل کا قلع قمع ہونا تھا۔سورت کے آخر میں انسان کی ناشکری اور اس کی مال سے محبت کا ذکر کیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ ناشکرا انسان ☆ دولت کی ہوس

☆ انسان کی عقل و فہم پر افسوس

101– سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ

"اَلْقَارِعَة" کے معنی ہیں۔سخت مصیبت۔یہ لفظ قرع سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسرے پر مارنا۔یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔اَلْقَارِعَةُ۔سخت مصیبت۔یہ لفظ قیامت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔اس سورت میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قیامت کے بارے میں استفسار ☆ سزا و جزا کے حقدار

102– سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ

''اَلتَّکَاثُر'' کے معنی ہیں کثرت مال و عزت میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۔ کثرتِ مال کی خواہش نے تمہیں غافل کر دیا۔ اس سورت میں بتایا ہے کہ کثرتِ مال و دولت کی خواہش اور تڑپ انسان کو اس مقصد سے غافل رکھتی ہے۔ یہ غفلت ہی اس کو دوزخ کا ایندھن بناتی ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ لوگوں کی نادانی و کم ہمتی ☆ نادان لوگوں کی انجام

☆ شرمندگی اور خجالت سے بچنے کی تدبیر ☆ قیامت کے دن جوابدہی

103– سُوْرَةُ الْعَصْرِ

''اَلْعَصْر'' کے معنی ہیں زمانہ۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وَالْعَصْرِ قسم ہے زمانہ کی۔ اس سورت میں بیان کیا گیا ہے انسان گھاٹے سے ایمان اور عملِ صالح، حق اور صبر پر قائم رہنے اور اس کی تلقین کرنے سے ہی بچ سکتا ہے اور یہی اصول قوموں کی ترقی کے باعث ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ انسانی عقل کی حیرانی ☆ عمرو بن عاص کی گواہی

☆ صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل ☆ فلاحِ ناس

104– سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

''اَلْھُمَزَة'' کے معنی ہیں ''پیٹھ کے پیچھے عیب لگانے والا''۔ یہ لفظ ''ھُمز'' سے ہے یہ نام پہلی آیت میں آیا ہے۔ وَیْلٌ '' لِّکُلِّ ھُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۔ تباہی ہے ہر عیب لگانے والے طعن کرنے والے کیلئے۔ اس سورۃ میں ان لوگوں کی حالت دکھائی گئی ہے جو مالِ دنیا سے محبت کرتے ہیں اور

بجائے اپنی اصلاح کرنے کے دوسروں کی عیب شماری میں لگے رہتے ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ شانِ نزول ☆ سیرتِ طیبہ پر الزام لگانے والوں کے کردار

☆ لوگوں کی غلط فہمی

105– سُوْرَةُ الْفِيْلِ

'' الفیل '' کے معنی ہیں ہاتھی۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۔ کیا تو نے غور نہیں کیا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس آیت میں اصحابِ فیل یعنی ابرہہ اور اس کے لشکر کا ذکر ہے۔ جنہوں نے بیت اللہ کو تباہ کرنا چاہا اور خود تباہ ہو گئے۔ اس میں یہ اشارہ ہے جو اسلام کو ختم کرنے کا ارادہ کرے گا۔ وہ خود تباہ و برباد ہو جائے گا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ واقعہ ابرہہ ☆ پرندوں کی سنگ باری

☆ بھاگنے والوں کا انجام ☆ بیت اللہ کی حفاظت اور عام الفیل

☆ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت

106– سُوْرَةُ قُرَيْشٍ

'' قریش'' عرب کے ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے۔ اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش پر اس قدر احسان کئے۔ انہیں چاہیے کہ وہ خدائے واحد کی جو اس گھر کا رب ہے عبادت کریں کیوں کہ خدا نے ہی ان کو تجارت کا سامان دے کر بھوک سے بچایا اور کعبہ کو حرم بنا کر دشمنوں کے خوف سے محفوظ کر دیا۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قریش پر احسانات کا تذکرہ ☆ لوگوں کو تنبیہ

☆ اللہ تعالیٰ کی عنایات

107– سُوْرَةُ الْمَاعُوْن

''مَعْن'' تھوڑی سہل چیز کو کہا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ سے ماعون کے معنی زکوٰۃ مروی ہیں۔ اور ماعون کو زکوٰۃ اس لئے کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ چالیسواں حصہ مال کا ہونے کی وجہ سے ایک قلیل شے ہے۔ ماعون گھر کے اسباب کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی عام برتنے والی چیزیں۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے وہ دین جس کی طرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بلاتے ہیں۔ اس میں بیکسوں اور غریبوں کی ہمدردی ہے۔ جب تک ہمدردی دل میں پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک نماز محض دکھاوا ہے۔ یہ نام آخری آیت نمبر ۷ میں مذکور ہے۔ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ وہ برتنے والی چیزوں کو روکتے ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ لوگوں کے اخلاق و کردار کی تصویر کشی

☆ بیکسوں اور غریبوں کی ہمدردی کا درس

108– سُوْرَةُ الْكَوْثَر

لسان العرب میں ''الکوثر'' کے معنی خیر کثیر ہیں۔ کوثر جنت کی وہ نہر بھی ہے جس سے تمام نہریں نکلتی ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے لئے خاص ہے۔ بعض مفسرین نے کوثر سے مراد قرآن اور نبوت بھی لیا ہے۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ ہم نے تجھے کوثر دی ہے اس سورت میں یہ بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کو خیر کثیر دی ہے اس وجہ سے آپ ﷺ کو خدا کے سامنے جھکے رہنا چاہیے۔ آپؐ سے دشمنی کرنے والے ہمیشہ ناکام رہیں گے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ قدرِ مشترک بات ☆ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں

109– سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْن

''الْكٰفِرُوْن'' کافر کی جمع ہے جس کا مطلب ہے انکار کرنیوالے۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کہہ اے کافرو! اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ خدائے واحد کی عبادت کرتے ہیں جبکہ کافر بتوں کی۔ نہ تو خدا کا رسول ﷺ بتوں کی عبادت کر سکتا ہے اور نہ کافر توحید کی طرف آتے ہیں دونوں کی عبادت کی راہیں جدا جدا ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ باطل کی عیاری ☆ دعوت کے ابتدائی حالات

☆ کفار کی سودابازی کا آغاز ☆ حضور ﷺ کا جواب

☆ کفار کی دوسری چال

☆ حضور ﷺ کی تدبیر

110– سُوْرَةُ النَّصْر

''نَصر'' کے معنی مدد کے ہیں۔ یہ نام سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئی اس سورت میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق مدد ملی ہے۔ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے ہیں۔ اس وجہ سے رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کے طور پر کثرت سے حمد و تسبیح کرنا چاہیے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ حجۃ الوداع ☆ ربِ کائنات سے دعا

111– سُوْرَةُ اللَّهَب

''اللَّهَب'' کے معنی ہیں آگ کا شعلہ۔ یہ نام پہلی آیت میں آیا ہے۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوئے اور وہ بھی ہلاک ہوا۔ ''ابولہب'' عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب کی کنیت ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کا چچا تھا مقاتل سے مروی ہے کہ اس کی کنیت اس وجہ سے تھی کہ اس کے رخسار سرخ تھے۔ یا یہ کنایہ جہنمی ہونے سے ہے۔ اس سورۃ میں ابولہب کی مثال دے کر ان لوگوں کا انجام ہلاکت ہونا بتایا ہے جو عداوت حق میں غضب سے بھر جاتے ہیں۔

اس سورت کو تَبَّتْ بھی کہہ لیتے ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ ابولہب کی نافرمانی ☆ گستاخ و بے ادب کے لئے وعید

112– سُوْرَةُ الْاِخْلَاص

"اَلْاِخْلَاص" کے معنی ہیں ایک چیز کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک کرنا۔ اس سورت میں توحیدِ باری تعالیٰ کو ہر قسم کے شرک سے خالص کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اس مناسبت سے اس سورت کا نام الاخلاص ہے اس سورت کا مضمون ہی توحیدِ باری تعالیٰ ہے۔ شرک کی تمام اقسام کی تردید کر دی گئی ہے۔ یہ سورت تمام قرآن کا عمود ہے۔ کیونکہ توحید ہی وہ عمود ہے جس کے اردگرد تمام مضامین گھومتے ہیں اور یہی وہ چشمہ ہے جس سے تمام مضامین نکلتے ہیں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ نوعِ انسانی کی غلط فہمیوں کا ازالہ ☆ اوہام وظنون میں بھٹکنے والوں کی تصحیح

☆ دیگر انبیاءؑ اور حضور ﷺ کا مقصد ☆ قدیم وجدید فکری گمراہیوں کا استیصال

113– سُوْرَةُ الْفَلَق

"فلق" کے لغوی معنی ہیں پھٹنا۔ صبح کے نمودار ہونے پر فلق بولا جاتا ہے کیونکہ تاریکی سے روشنی الگ ہو جاتی ہے یہاں صبح مراد ہے۔ اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ ہر قسم کے شر اور گناہوں کی ظلمتوں اور دشمنوں کے ضرر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ ضروری ہے اس وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ یہ نام سورۃ کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہہ میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ زندگی کی حقیقی تصور کی تکمیل ☆ ربِ کائنات کی پناہ کے طالب

☆ ممکنہ مسائل و آلام

114– سُوْرَةُ النَّاس

"النَّاس" کے معنی ہیں لوگ۔ یہ نام پہلی آیت میں مذکور ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ کہہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس سورت میں بیان کیا ہے کہ سب لوگوں کا حقیقی تربیت کرنے والا حقیقی بادشاہ اور اصلی معبود صرف ایک خدا ہے۔ اسی رب بادشاہ اور معبود کی پناہ میں رہنا چاہیے۔ ان دو آخری سورتوں کو معوذتین کہا جاتا ہے۔

اس سورت میں درج ذیل موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆ شیطانی قوتوں سے بچاؤ کی دعا ☆ الناس کے شر سے بچاؤ

☆ مالکِ حقیقی کی طرف رجوع کا مشورہ ☆ جن وانس کا مقصدِ تخلیق

☆ شیطان سے پناہ ☆ خبیث وذلیل سے ابدی پناہ کی طلب

چھٹا باب

ارکانِ ایمان

دین دو باتوں سے تعبیر ہے، فکر و کردار یا عقیدہ و عمل سے۔ قرآن حکیم کی اصطلاح میں ایسا عقیدہ جو عمل کی اساس بنے، کردار و سیرت کی تشکیل کرے اور بجائے خود تخلیقی نوعیت کا حامل ہو ایمان کہلاتا ہے۔ ایمان کے اصل معنی ہیں کسی چیز پر اعتماد کرنا اور اس وجہ سے اس کی بات کو سچ ماننا۔ جب آدمی کو کسی کی سچائی کا یقین ہوتا ہے تب ہی اس کی بات مانتا ہے۔ ایمان کی اصل روح یہی اعتماد و یقین ہے اور مومن کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام باتوں کو حق مان کر قبول کرے جو اللہ کی طرف سے انبیاء کے ذریعہ آئی ہیں۔ قرآن مجید میں اسلام کے ایمانیات اتنی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں کہ ان میں کسی اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے اور رسول خدا ﷺ نے صریح الفاظ میں عقائد کے اصول تلقین کیے ہیں جن پر دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار ضروری ہے۔ ان کے بغیر خالص عمل کا وجود نہیں ہوسکتا۔ اسلام کے بنیادی عقائد یہ ہیں۔

☆ توحید ☆ رسالت ☆ الہامی کتب

☆ ملائکہ ☆ آخرت

توحید

لفظ توحید عربی زبان کے مادہ "وحد" (و ح د) سے بنا ہے۔ وحد کے معنی ہیں "ایک ہونا"۔ توحید سے مراد وہ عقیدہ ہے جس پر ایمان لا کر انسان ایک خدا کو ساری کائنات کا خالق و مالک سمجھتا ہے۔ خدا کا ذاتی نام "اللہ" ہے۔ "خدا" فارسی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں خود آنے والا۔ یعنی ہر جگہ موجود و حاضر۔ توحید پر ایمان لانا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اس کے مطابق اللہ

تعالیٰ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے کامل اور بے عیب ہے۔عقیدہ ءتوحید کی بہترین تشریح سورت الاخلاص ہے۔قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. ’’کہہ دو کہ اللہ ایک ہے وہ ہر ضرورت سے بے نیاز ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا۔اور نہ کوئی اس کا ہمسر وثانی ہے‘‘۔

توحید اور شرک میں فرق

توحید کی ضد لفظ ’’شرک‘‘ ہے شرک کے معنی ہیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔خواہ اس کی ذات میں یا صفات میں گویا شرک توحید کی نفی ہے۔اور قرآن مجید میں شرک کو ظلم کہا گیا ہے۔ قرآنِ پاک کی چند آیات نمونے کے طور پر پیشِ خدمت ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ (آل عمران:154)

ترجمہ: پوچھتے ہیں کہ اختیارات میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے، کہو کہ اختیارات تو سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

گویا اختیارات میں شرکت کا تصور بھی شرک ہے اور شرک اسلام میں بدترین گناہ ہے۔پھر فرمایا گیا:

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (الکہف:110)

ترجمہ: اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

ان آیات کی روشنی میں حاکمیت الہیہ کا تصور ابھرتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ خدا پوری کائنات کا خالق ومالک ہے حکم دینے اور قانون بنانے کے اختیارات کسی بھی انسان کو حاصل نہیں کیونکہ سورۃ یوسف میں بھی ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (یوسف:40)

ترجمہ: حکم سوائے اللہ کے کسی اور کا نہیں اس کا فرمان ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو یہی صحیح دین ہے۔

سورۃ النحل میں فرمایا گیا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ (النحل:116)

ترجمہ: اور تم اپنی زبانوں سے جن چیزوں کا ذکر کرتے ہو ان کے متعلق جھوٹ گھڑ کر یہ نہ کہہ دیا

کرو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ فیصلے شریعت (لغوی معنی راستہ۔وہ احکام جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ پر نازل فرمائے) کے مطابق کئے جائیں اور ان پر عمل بے چون وچرا لازم ہے۔کوئی بھی فرد شریعت کے فیصلوں میں تبدیلی نہیں کرسکتا۔کیونکہ کے ان میں تبدیلی اللہ تعالیٰ کے احکام میں تبدیلی کے مترادف ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ
وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (المائدۃ:49)

ترجمہ: اور یہ کہ تم ان کے درمیان حکم کرو اس ہدایت کے مطابق جو اللہ نے اتاری ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ہوشیار ہو کہ وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کرکے اس ہدایت کے کسی جز سے نہ پھیر دیں۔جو اللہ نے تم پر نازل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکانا مگر امید دوسروں سے وابستہ کرنا بھی شرک ہے۔ایک شرک تو یہ ہے کہ خدا کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا۔یہ تو شرک کی واضح اور کھلی صورت ہے۔شرک کی چھپی اور خفیہ صورت یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی اور سے ڈرنا اسے اپنے نفع وضرر کا مالک سمجھنا وغیرہ خدا کی صفات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانے سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے مختلف ناموں (اسمائے الحسنٰی) پر نظر رہنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ کے (ننانوے ۹۹) صفاتی نام ہیں۔جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

خالق، مالک، رازق، وہاب، خبیر، علیم، سمیع، قدیر، بصیر وغیرہ۔اللہ تعالیٰ کی صفات مختصر اور جامع طور پر آیت الکرسی (سورۃ بقرہ آیت 255) میں موجود ہیں۔

عقیدہ توحید کے تقاضے

عقیدہ توحید پر ایمان لانے کے کیا تقاضے ہیں؟ انہیں مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ پر اس کی ساری صفات کے ساتھ ایمان لانا۔اللہ کی کسی بھی صفت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ماننا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو صحت ومرض، زندگی وموت اور عزت وذلت کے معاملے میں بلکہ کسی

بھی معاملے میں نفع وضرر کا مالک اور حاجت روانہ ماننا اور ہمیشہ خدا سے مانگنا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔

☆ اللہ تعالیٰ کو اپنی ساری محبت وعقیدت کا مرکز بنانا۔

☆ ہر جھوٹے اور خودساختہ ''خدا'' کا کھلا انکار کرنا'

☆ خدا کی رضا اور خوشنودی کو ہر شے پر مقدم سمجھنا، غیر اللہ کی خواہشات کے آگے جھکنے کی بجائے خدا کے احکامات کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا۔

یہ عقیدہ محض اسی قدر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے بلکہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک مکمل اور صحیح تصور رکھتا ہے اور اسی تصورِ صفات سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو انسان کی تمام فکری اور عملی قوتوں پر محیط اور حکمران ہو جاتی ہے۔ محض ہستیِ باری تعالیٰ کا اثبات وہ چیز نہیں ہے جسے اسلام کی امتیازی خصوصیت کہا جا سکتا ہو۔ دوسری قوموں نے بھی کسی نہ کسی طور سے باری تعالیٰ کے وجود کا اثبات کیا ہے۔ البتہ جس چیز نے اسلام کو تمام مذاہب وادیان سے ممتاز کر دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس نے صفاتِ باری تعالیٰ کا صحیح اور مکمل علم بخشا ہے اور پھر اسی علم کو ایمان بلکہ اصل و مفصل ایمان بنا کر اس سے تزکیۂ نفس، اصلاحِ اخلاق، تنظیمِ اعمال، نشرِ خیر و منعِ شر اور بناءِ تمدن کا اتنا بڑا کام لیا ہے جو دنیا کے کسی مذہب وملت سے نہیں لیا۔

ایمان باللہ کی مجمل صورت جس میں اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کو دخولِ اسلام کی پہلی اور لازمی شرط قرار دیا گیا ہے کلمہ لا الہ الا اللہ ہے یعنی دل سے اس اَمر کی تصدیق اور زبان سے اس امر کا اعتراف کہ ''اِلٰہ'' بجز اس ایک ہستی کے اور کوئی نہیں ہے جس کا نام ''اللہ'' ہے دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ الوہیت کو کائنات کی جملہ اشیاء سے سَلب کر کے صرف ایک ذات کے لئے ثابت کیا جائے اور ان تمام جذبات، تخیلات، اعتقادات واطاعات کو جو الوہیت کے لئے مخصوص ہیں۔ اسی ایک ذات سے متعلق کر دیا جائے۔ اس مجمل کلمہ کے اجزاءِ ترکیبی تین ہیں۔

۱۔ الوہیت کا تصور

۲۔ تمام اشیاء سے اس کی نفی

۳۔ صرف اللہ کے لئے اس کا اثبات

قرآن مجید میں خدا کی ذات وصفات کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب ان ہی تینوں امور کی تفصیل ہے۔ قرآن نے الوہیت کا ایک ایسا مکمل اور صحیح تصور پیش کیا ہے جو دنیا کی کسی کتاب اور کسی مذہب میں ہمیں نہیں ملتا۔ اس میں شک نہیں کہ تمام قوموں اور ملتوں میں یہ تصور کسی نہ کسی طور پر موجود ہے لیکن ہر جگہ غلط یا نامکمل ہے۔ اس غلط اور نامکمل تصورات کی تصحیح اور تکمیل جس کتاب نے کی ہے وہ صرف قرآن پاک ہے۔ اسی کتاب نے الوہیت کی تقدیس وتمجید کی ہے۔ اسی نے بتایا ہے کہ اِلٰہ صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو بے نیاز، صمد اور قیوم ہو، جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے جو قادرِ مطلق اور حاکم الاطلاق ہو۔ جس کا علم سب پر محیط، جس کی رحمت سب پر وسیع، جس کی طاقت سب پر غالب ہو۔ جس کی حکمت میں کوئی نقص نہ ہو۔ جس کے عدل میں ظلم کا شائبہ تک نہ ہو۔ جو زندگی بخشنے اور وسائلِ حیات مہیا کرنے والا ہو۔ جو نفع وضرر کی ساری قوتوں کا مالک ہو۔ اس کی بخشش اور نگہبانی کے سب محتاج ہوں۔ اسی کی طرف تمام مخلوقات کی بازگشت ہو۔ وہی سب کا حساب لینے والا ہو اور اسی کو جزا وسزا کا اختیار ہو۔ پھر یہ الوہیت کی صفات نہ تجزیہ وتقسیم کے قابل ہیں کہ ایک وقت میں بہت سے ''اِلٰہ'' یا معبود ہوں اور وہ ان صفات یا ان کے کسی ایک حصہ سے متصف ہوں۔ نہ وقتی اور زمانی ہیں کہ ایک الٰہ کبھی تو ان سے متصف ہو اور کبھی نہ ہو۔ نہ یہ قابل انتقال ہیں کہ آج ایک ''الٰہ'' میں پائی جائیں اور کل دوسرے میں۔

الوہیت کا یہ کامل اور صحیح تصور پیش کرنے کے بعد قرآن اپنے انتہائی زورِ بیان کے ساتھ ثابت کرتا ہے کہ کائنات کی جتنی اشیاء اور جتنی قوتیں ہیں ان میں سے کسی پر بھی یہ مفہوم راست نہیں آتا۔ تمام موجوداتِ عالم محتاج ہیں مُسخر ہیں، کائن وفاسد ہیں' نافع وضار ہونا تو درکنار خود اپنی ذات سے ضرر کو دفع کرنے پر قادر نہیں ہے۔ ان کے افعال اور ان کی تاثیرات کا سرچشمہ ان کی اپنی ذات میں نہیں بلکہ وہ سب کی سب کہیں اور سے قوتِ وجود قوتِ فعل اور قوتِ تاثیر حاصل کرتی ہیں۔ لہٰذا کائنات کی کوئی شے ایسی نہیں جو الوہیت کا شائبہ بھی اپنے اندر رکھتی ہو اور جس کو ہماری نیاز مندیوں میں سے کسی ایک کا بھی حق پہنچتا ہو۔

اس نفی کے بعد قرآن صرف اور صرف ایک ذات کے ــــ ـیت ثابت کرتا ہے۔ جس کا نام اللہ ہے اور انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ سب کو چھوڑ کر اسی پر ایمان لاؤ، اسی کے آگے جھکو، اسی کی تعظیم کرو، اسی سے محبت کرو، اسی سے خوف کرو، اسی سے امید رکھو، جو کچھ مانگو اسی سے مانگو

، ہر حال میں اسی پر توکل کرو اور ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک دن اس کے پاس جانا ہے اس کو حساب دینا ہے اور تمہارا اچھا یا بُرا انجام اسی کے فیصلہ پر منحصر ہے۔

ایمان باللہ اور ارشاداتِ قرآن

☆ ''اور (لوگو) تمہارا معبود خدائے واحد ہے۔ اس بڑے مہربان (اور) رحم کرنیوالے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' (البقرہ:163)

☆ ''خدا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی گواہی دیتے ہیں اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں'' (آل عمران:18)

☆ ''اور (یہ) نہ کہو (کہ خدا) تین (ہیں اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ تمہارے حق میں بہتر ہے خدا ہی معبود واحد ہے۔ اور اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور خدا ہی کارساز کافی ہے''۔ (النسآء:17)

☆ ''بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا (ایک) خدائے یکتا و غالب۔ (یوسف:39)

☆ ''اگر آسمان و زمین میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں خدائے مالکِ عرش ان سے پاک ہے''۔ (الانبیاء:22)

ایمان باللہ اور احادیث نبوی ﷺ

☆ حضور ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کی نمائندگی کرنے والوں سے پوچھا ''جانتے ہو اللہ واحد پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟'' انہوں نے کہا ''اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر علم رکھتے ہیں''۔ آپؐ نے فرمایا ''ایمان یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز ٹھیک طریقے پر ادا کرے اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے''۔ (مشکوٰۃ)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''جس نے اللہ کے لئے دوستی کی اور اللہ کے لئے دشمنی کی اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روک رکھا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کیا''۔ (بخاری)

☆ حضور ﷺ فرماتے ہیں، ''ایمان کا مزہ چکھا اس شخص نے جو اللہ کو اپنا رب ماننے اور اسلام کو

اپنا دین ماننے اور محمد ﷺ کو اپنا رسول تسلیم کرنے پر راضی ہو گیا''۔ (بخاری و مسلم)

ایمان باللہ کی اہمیت

اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز ایمان باللہ ہے۔ باقی جتنے اعتقادات و ایمانیات ہیں سب اسی ایک اصل کی فرع ہیں اور اخلاقی احکام اور تمدنی قوانین ہیں سب اسی مرکز سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں جو کچھ بھی ہے اس کا مصدر اور مرجع خدا کی ذات ہے۔ ملائکہ پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ خدا کے ملائکہ ہیں۔ کتابوں پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ خدا کی نازل کی ہوئی ہیں۔ رسولوں پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یوم آخرت پر اس لئے ایمان ہے کہ وہ خدا کے انصاف کا دن ہے۔ فرائض اس لئے فرائض ہیں کہ خدا نے ان کو مقرر کیا ہے۔ حقوق اس لئے حقوق ہیں کہ وہ خدا کے حکم پر مبنی ہیں۔ اوامر کا امتثال اور نواہی سے اجتناب اس لئے ضروری ہے کہ وہ خدا کی جانب سے ہیں۔ غرض ہر چیز جو اسلام میں ہے خواہ وہ عقیدہ ہو یا عمل' اس کی بناء صرف ایمان باللہ پر قائم ہے اگر اس کی اِس چیز کو الگ کر دیجئے۔ پھر نہ ملائکہ کوئی چیز ہیں نہ یوم آخرت نہ رسول اتباع کے مستحق ٹھہرتے ہیں نہ ان کی لائی ہوئی کتابیں' نہ فرائض و طاعات میں کوئی معنویت باقی رہ جاتی ہے نہ حقوق و واجبات میں' نہ اوامر و نواہی کسی قوت نفاذ کے حامل رہتے ہیں اور نہ ضوابطہ و قوانین، اس ایک (ایمان باللہ) کے ہٹتے ہی سارے کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے بلکہ سرے سے اسلام ہی کسی چیز کا نام نہیں رہتا۔

عقیدہ توحید کے فوائد

جب انسان عقیدہ توحید کو دل و جان سے تسلیم کر لیتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ:

☆ آدمی صرف ایک خدا سے ڈرتا ہے۔ اور کسی قسم کا ڈر یا اندیشہ اس کے دل میں راہ نہیں پاتا۔ ہر شرک کے پیچھے ایک خوف پوشیدہ ہوتا ہے۔ گویا توحیدِ خالص سے متصف ہو کر انسان شرک سے کلّی طور پر بچ جاتا ہے۔

☆ موحد انسان جھوٹے ''خداؤں'' کی بندگی اور توہمات کی گندگی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ وہ ہر ایک کے آگے ناک رگڑنے کی بجائے ایک خدا کی بندگی پر راضی ہو جاتا ہے۔ اور یوں اس میں جذبۂ حُریت پیدا ہوتا ہے۔

☆ ایک ہی اللہ کی بندگی کے ناطے سے تمام انسان برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عقیدہ توحید

سے انسان کی وحدت و مساوات کا تصور اُبھرتا ہے۔

☆ جہاں "سب ایک مالک کے بندے" کا عقیدہ موجود ہو وہاں ہر قسم کے طبقاتی، علاقائی اور نسلی امتیازات مِٹ جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ عقیدۂ توحید انسان کو عجز و انکساری، تقویٰ و طہارت، جرأت و شجاعت، آزادی و حُریت، توکل و عزیمت، قناعت و بے نیازی اور مخلوقِ خدا سے سچی ہمدردی کی تعلیم دیتا ہے۔ عقیدۂ توحید امن اور آشتی کا پیامبر ہے۔ توحید کا جتنا سادہ اور جامع اور واضح تصور اسلام میں ہے کسی اور مذہب میں نہیں۔

عقیدہ توحید کے اخلاقی فوائد

ایمان باللہ انسان کے دل میں راسخ ہو جائے تو وہ اپنے اندر ایسے غیر معمولی فوائد رکھتا ہے جو کسی دوسرے اعتقاد سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس کے چیدہ فوائد یہ ہیں۔

☆ وسعتِ نظری

ایمان باللہ انسان کے زاویہ نظر کو اتنا وسیع کر دیتا ہے جتنی خدا کی غیر محدود سلطنت وسیع ہے انسان جب تک دنیا کو اپنے نفس کے تعلق کا اعتبار کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ اس کی نگاہ اسی تنگ دائرے میں محدود رہتی ہے جس کے اندر اس کی اپنی قدرت اس کا علم اور اس کے اپنے مطلوبات محدود ہیں۔ اسی دائرے میں وہ اپنے اپنے حاجت روا تلاش کرتا ہے اسی دائرے میں جو قوت والے ہیں ان سے ڈرتا اور دبتا ہے اور جو کمزور ہیں ان پر فوقیت جتاتا ہے۔ اسی دائرے میں اس کی دوستی اور دشمنی محبت اور نفرت، تعظیم اور تحقیر محدود رہتی ہے۔ جس کے لئے بجز اس کے اپنے نفس کے اور کوئی معیار نہیں ہوتا۔ لیکن خدا پر ایمان لانے کے بعد اس کی نظر اپنے ماحول سے نکل کر تمام کائنات پر پھیل جاتی ہے۔ اب کائنات پر اپنے نفس سے نہیں بلکہ خداوند کریم کے تعلق سے نگاہ ڈالتا ہے۔

☆ عزتِ نفس

یہی ایمان باللہ انسان کو پستی و ذلت سے اٹھا کر خودداری و عزتِ نفس کے بلند ترین مدارج پر پہنچا دیتا ہے۔ جب تک اس نے خدا کو نہ پہچانا تھا، دنیا کی ہر طاقتور چیز ہر نفع یا ضرر پہنچانے والی چیز، ہر شاندار اور بزرگ چیز کے سامنے جھکتا تھا۔ اس سے خوف کھاتا تھا اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا تھا مگر جب اس نے خدا کو پہچانا تو معلوم ہوا کہ جن کے آگے وہ ہاتھ پھیلا رہا تھا وہ خود محتاج

ہیں۔ یہ علم حاصل ہونے کے بعد وہ تمام دنیا کی قوتوں سے بے نیاز اور بے خوف ہو جاتا ہے۔ خدا کے سوا اس کی گردن کسی کے آگے نہیں جھکتی۔ خدا کے سوا اس کا ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلتا۔ خدا کے سوا کسی کی عظمت اس کے دل میں نہیں رہتی۔ خدا کو چھوڑ کر وہ کسی دوسرے سے امیدیں وابستہ نہیں کرتا۔

☆ انکسار

خدا پر ایمان رکھنے والے میں خودداری انکسار کے ساتھ اور عزتِ نفس، خشوع و خضوع کے ساتھ ہم رشتہ ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خدا کی طاقت کے سامنے مَیں بالکل بے بس ہوں۔ اس عقیدہ کے بعد غرور و تکبر کہاں رہ سکتا ہے۔ ایمان باللہ کا تو خاصہ لازم یہ ہے کہ وہ انسان کو سراپا انکسار بنا دیتا ہے۔

☆ غلط توقعات کا ابطال

خالق اور مخلوق کے تعلق کی صحیح معرفت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے ان تمام غلط توقعات اور جھوٹے بھروسوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے جو عدمِ معرفت کا نتیجہ ہیں اور انسان خوب سمجھ لیتا ہے کہ اس کے لئے اعتقادِ صحیح اور عملِ صالح کے سوا فلاح و نجات کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

☆ رجائیت اور اطمینانِ قلب

ایمان باللہ انسان میں ایک ایسی رجائی کیفیت پیدا کر دیتا ہے جو کسی حال میں مایوسی اور شکستہ دلی سے مغلوب نہیں ہوتی۔ مومن کے لئے ایمان امیدوں کا ایک لازوال خزانہ ہے جس سے قوتِ قلب و تسکینِ روح کی دائمی اور غیر منقطع رسد اس کو پہنچتی رہتی ہے چاہے وہ دنیا کے تمام دروازوں سے ٹھکرا دیا جائے۔ سارے اسباب کا رشتہ ٹوٹ جائے، وسائل و ذرائع ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیں مگر ایک خدا کا سہارا اس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا اور اس کے بل وہ ہمیشہ امیدوں سے لبریز رہتا ہے۔ اس لئے کہ جس خدا پر وہ ایمان لایا ہے وہ کہتا ہے کہ مَیں تمہارے قریب ہوں اور تمہاری پکار سنتا ہوں۔

☆ صبر و توکل

پھر یہی رجائیت ترقی کر کے صبر و استقامت اور توکل علی اللہ کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ جاتی ہے جہاں مومن کا دل ایک سنگین چٹان کی طرح مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے اور ساری دنیا کی

مشکلیں، دشمنیاں، تکلیفیں، مضرتیں اور مخالف طاقتیں مل کر بھی اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں۔ یہ قوت انسان کو بجز ایمان باللہ کے اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتا اس کا بھروسہ ان مادی یا وہمی اسباب و سائل پر ہوتا ہے جو خود کسی طاقت کے مالک نہیں ہیں ان کے بل پر جینے والا گویا تارِ عنکبوت کا سہارا لیتا ہے۔

☆ شجاعت

انسان کو عموماً دو چیزیں بزدل بناتی ہیں ایک محبت، جو وہ اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور اپنے مال سے رکھتا ہے۔ دوسرے خوف، جو نتیجہ ہے اس غلط اعتقاد کا کہ نقصان پہنچانے اور ہلاک کر دینے کی قوت دراصل ان اشیاء میں ہے جو محض آلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ ایمان باللہ ان دونوں چیزوں کو دل سے نکال دیتا ہے۔ مومن کے رگ و پے میں یہ اعتقاد سرایت کر جاتا ہے کہ خدا سب سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ اس کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ مال اور اولاد سب دنیا کی زینتیں ہیں جن کا کبھی نہ کبھی ضائع ہونا یقینی ہے کبھی نہ ضائع ہونے والی چیز وہ ہے جو خدا کے ہاں ملے گی۔

☆ قناعت اور استغناء

ایمان باللہ انسان کے دل سے حرص و ہوس اور رشک و حسد کے وہ رکیک جذبات بھی دور کر دیتا ہے جو اس کو جلبِ منفعت کے لئے ذلیل و ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر ابھارتے اور بنی نوع انسان کے درمیان فساد برپا کراتے ہیں۔ ایمان باللہ سے انسان میں قناعت و استغناء پیدا ہوتا ہے۔ وہ دوسروں سے مقابلہ یا منافقت نہیں کرتا۔ ظلم و عدوان کی وادیوں میں دوڑ دھوپ نہیں کرتا۔ ہمیشہ باعزت طریقے سے اپنے رب کا فضل تلاش کرتا ہے اور جو تھوڑا یا بہت مل جاتا ہے اس کو خدا کی دین سمجھ کر قناعت کر لیتا ہے۔

☆ اصلاحِ اخلاق و تنظیمِ اعمال

سب سے زیادہ اہم فائدہ وہ ہے جو ایمان باللہ سے تمدن کو پہنچتا ہے۔ اس سے انسانی جماعت کے افراد میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ نفوس میں پاکیزگی اور اعمال میں پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ لوگوں کے باہمی معاملات درست ہوتے ہیں۔ پابندیٔ قانون کی حس پیدا ہوتی ہے۔ اطاعتِ امیر اور ضبط و نظم کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور افراد ایک زبردست باطنی قوت سے

اندر ہی اندر سدھر کر ایک صالح اور منظم سوسائٹی بنانے کے لئے مستعد ہو جاتے ہیں۔ یہ دراصل ایمان باللہ کا معجزہ ہے اور اسی کے لئے مخصوص ہے۔

☆ حاصلِ کلام

حاکمیت و اقتدارِ اعلیٰ ایسی صفت ہے جو تمام قوتوں پر حاوی ہو، غالب ہو جہاں خدا کی ذات پر ایمان لانا لازم ہے وہیں یہ بات بھی لازم ہے کہ یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ حاکمیتِ اعلیٰ بھی خدا کو حاصل ہے اور اقتدار بھی سارا رب کے ہاتھ میں ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ کی خصوصیات یہ ہیں۔

☆ وحدتِ اقتدار ☆ ابدیت
☆ ناقابلِ تعطل ☆ لامحدود
☆ ناقابلِ انتقال ☆ بالادستی
☆ آزادی ☆ قانون سازی
☆ اطاعت ☆ ناقابلِ تقسیم پذیری

اسلامی نکتہ نظر سے ان تمام خوبیوں کا مالک اللہ کا بنایا ہوا دستور ہے جو مکمل طور پر خدا کے ہاتھ میں ہے جبکہ مغربی نکتہ نظر سے یہ تمام اختیارات ریاست کے پاس اور اس کے اعلیٰ اداروں کے پاس ہوتے ہیں تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اقتدار کسی ادارہ یا ریاست و فرد کے ہاتھ میں آیا انتقامی جذبات ذاتی لگاؤ یا کسی مصلحت کی بناء پر انصاف کو ملحوظ نہ رکھا گیا دباؤ میں آ کر قوانین تبدیل ہوتے رہے ہیں اداروں میں شراکت بھی آتی ہے اور انسان کو انسان کا غلام بن کر بھی زندگی گزارنی پڑتی رہی ہے جیسے کہ سفید فام کا قانون سفید فام کے لئے ہے کچھ اور سیاہ فام کے لئے ہے کچھ اور معنی رکھتا ہے یہ صرف اسلامی اقتدارِ اعلیٰ کی خوبی ہے کہ انسان کو انسان کی غلامی سے نکال کر اشرف المخلوقات کا درجہ دیتا ہے تاکہ وہ کسی کے ظلم و بربریت کا شکار نہ ہو انسان کے پاس یہ تمام اختیارات امانت کے طور پر ہیں اسے اپنے رب کو حساب کتاب دینا ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرة:30)

ترجمہ: بے شک ہم نے (انسان کو) زمین میں اپنا خلیفہ بنا ہے۔

رسالت

عربی میں رسُل' اور ارسال' کے معنی ہیں بھیجنا۔ چنانچہ اسلام میں رسالت سے مراد پیامبری ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا۔ چنانچہ عقیدۂ رسالت کے معنی یہ ہوئے'' خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے تمام پیغمبروں پر ایمان رکھنا۔'' گویا اِتباع اور اطاعت کے لحاظ سے رسالت اصل دین ہے۔ پیغمبر، نبی اور رسول بلحاظ معنی ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔ پیغمبر فارسی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''پیغام پہنچانے والا''۔ نبی اور رسول میں اصطلاحِ شرعی کے اعتبار سے البتہ کچھ فرق ہے۔ نبی کا لفظ عام معنوں میں بولا جاتا ہے جبکہ رسول خاص ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ جبکہ نبی کے لئے یہ شرط لازمی نہیں۔ چونکہ تمام پیغمبر خدا کے فرستادہ تھے اور دعوتِ حق لے کر آتے رہے۔ اس لئے وہ تمام ایک ہی امت کے لوگ تھے چنانچہ تمام پیغمبروں پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ آدم علیہ السلام خدا کے پہلے بندے اور رسول تھے اور محمد ﷺ اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت حتمی اور آخری ہے اور قیامت تک قائم و دائم رہے گی۔

جو شخص کسی کا پیغام کسی دوسرے شخص کے پاس لے جائے وہ ''رسول'' ہے مگر اسلام کی اصطلاح میں رسول اس کو کہتے ہیں جو خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچائے اور خدا کے حکم سے راہِ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔ اسی لئے قرآن میں رسول کے لئے ''ہادی'' کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے یعنی جو سیدھا راستہ دکھائے۔

خدا نے ایک رہبر تو انسان کے لئے اس کے اپنے نفس کو مقرر کر رکھا ہے جو الہام الٰہی کی بناء پر اچھے اور برُے خیالات' غلط اور صحیح اعمال کے درمیان تمیز کر کے انسان کو فکر و عمل کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے لیکن چونکہ اس رہنما کی ہدایت واضح نہیں اور اس کے ساتھ ذہنی اور خارجی قوتیں ایسی بھی لگی ہوئی ہیں جو انسان کو برے اعمال کی طرف کھینچتی رہتی ہیں اور ان وجوہ سے تنہا اس جبلّی رہنما کی ہدایت بے شمار ٹیڑھے راستوں میں سے حق کی سیدھی راہ نکال لینے اور اس پر بے خطر چلنے میں انسان کے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خارج سے اس کمی کو پورا کیا اور انسان کی طرف اپنے پیغامبر بھیجے تاکہ وہ علم و معرفت کی روشنی سے اس باطنی رہنما کی امداد کریں اور اس

مبہم فطری الہام کو آیاتِ بیّنات کے ذریعے سے واضح کردیں جس کی روشنی جہالتوں اور گمراہ کن قوتوں کے ہجوم میں مدھم پڑ جاتی ہے۔ یہی منصبِ رسالت کی اصل ہے۔ چنانچہ جملہ ایمانیات اور معتقدات کی صحت کا کُلّی انحصار ایمان بِالرُّسُل پر ہے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ہم اس واسطہ سے قطع نظر کر کے علمِ صحیح سے دامنِ فکر کو وابستہ کرسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ایمان بِالرُّسُل پر زور دیا گیا ہے اسی لئے ایمان باللہ اور ایمان بالرُّسُل کا تعلق ناقابلِ انقطاع ہے جو شخص خدا کے رسولوں کا انکار کرتا ہے اور ان کی تعلیم کو قبول نہیں کرتا وہ چاہے خدا کو مانے یا نہ مانے دونوں حالتوں میں اس کی گمراہی یکساں ہے اور پھر ایمان بِالرُّسُل ہی وہ چیز ہے جو بنی نوع انسان کو ایک عقیدہ پر جمع کرسکتی ہے کیونکہ قرآن کے مطابق تمام انبیاء ایک ہی گروہ ہیں، سب کی تعلیم ایک' سب کا دین ایک ہے، سب ایک ہی صراطِ مستقیم کی طرف بلانے والے ہیں اور مومن کے لئے سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جو شخص انبیاء میں سے کسی ایک نبی کی بھی تکذیب کرے گا وہ گویا تمام انبیاء کی تکذیب کا مجرم ہوگا اور اس کے دل میں ایمان باقی نہ رہے گا کیونکہ جس تعلیم کو وہ جھٹلا رہا ہے وہ محض اس ایک نبی کی تعلیم نہیں ہے بلکہ بنفسہٖ وہی تعلیم تمام انبیاء کی ہے۔ علاوہ ازیں جن نبیوں کا ذکر قرآن مجید میں تصریح کے ساتھ کیا گیا ہے ان پر تو تصریح کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے۔ رہے وہ انبیاء جن کے نام ہمیں نہیں بتائے گئے تو ان کے متعلق صحیح اعتقاد یہ ہے کہ وہ سب اسلام ہی کے داعی تھے اور سب نے اسی اسلام کی طرف دعوت دی ہے جس کی طرف محمد ﷺ بلاتے ہیں۔ انبیاء کے متعلق قرآن کی یہ تعلیم بے نظیر ہے۔ دیگر کسی مذاہب میں ایسی تعلیم موجود نہیں ہے۔ یہ صداقتِ قرآن کی روشن دلیل ہے اور بنی نوع انسان کے لئے اس میں عالم گیر اتفاق اور وحدتِ کلمہ کا ایک سکون بخش پیغام مُضمر ہے۔ (اس پر مزید تفصیل آگے رسالت کے عنوان میں آئے گی)۔ اس لئے، پس رسول انسانی زندگی میں خدا کی قانونی حاکمیت کا نمائندہ ہے اور اس بناء پر اس کی اطاعت عین خدا کے حکم کی اطاعت ہے کیونکہ خدا ہی کا حکم ہے کہ رسول کے امر و نہی اور اس کے فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کیا جائے حتیٰ کہ ان پر دل میں بھی ناگواری پیدا نہ ہو ورنہ ایمان کی خیر نہیں۔

ایمان بالرّسول اور قرآن

☆ ''ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی

جائے''۔(النساء:64)

☆ ''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی''۔(النساء:80)

☆ ''اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب اور دانائی عطا کردوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا۔اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔''(ال عمران :81)

رسالت کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔جس کا فریضہ خدا کی عبادت اور اطاعت ٹھہرایا ہے اور اس فریضہ کی تکمیل پر اس کی دنیاوی کامیابی اور اُخروی نجات کا دارومدار ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔(الذاریات:52)

یہاں عبادت سے مراد پوری انسانی زندگی خدا کی اطاعت میں دے دینا ہے۔اس میں روحانی' مادی' معاشی' معاشرتی' سیاسی اور اخلاقی ہر قسم کی زندگی شامل ہے۔گویا کہ انسان پیدائش سے موت تک خدائی ضابطہ کے تحت زندگی گزارتا ہے۔پس جب انسان کی کامیابی خدائی ضابطہ کی اطاعت میں مُضمر ہے تو لازم ہے کہ انسان پتہ لگائے کہ یہ ضابطۂ الٰہی کیسا ہے تاکہ وہ اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرے اور اس کی ناراضگی سے اجتناب کرے۔اللہ تعالیٰ نے وحی کی صورت میں یہ ضابطہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے بنی نوع انسان تک پہنچایا۔وحیِ الٰہی ہی وہ واحد اور حتمی منبع رشد وہدایت ہے جس سے روشنی حاصل کرکے انسان فلاح پاسکتا ہے۔خداوند تعالیٰ نے پہلے انسان کو دنیا میں بھیجتے ہوئے اعلان کیا:

ترجمہ: پس میری طرف سے تمارے پاس ہدایت آئے گی۔جو لوگ میری ہدایت پر چلیں گے انہیں کوئی خوف وغم نہ ہوگا''۔(البقرہ)

یہ پیغمبر مختلف زمانوں اور علاقوں میں آئے۔ان میں حضرت نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام زیادہ مشہور ہیں۔لیکن ان کے علاوہ بھی ہزارہا انبیاء اور رسول آئے ایک اندازے کے مطابق تمام انبیاء کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

رسالت کے لوازمات

قرآن کریم نے رسالت کے لوازمات یا رسولوں کی صفات بیان کی ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ نے قرانِ مجید میں چند خصوصیات کا ذکر کیا ہے جو ایک رسول کے لوازمات کہلاتے ہیں ان میں سے چند امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

☆ بشریت

انبیاء کرام عام انسانوں سے بہت بلند وبالا تھے۔لیکن اس کے باوجود وہ فوق البشر نہیں تھے۔نہ وہ فرشتوں کے گروہ میں سے تھے اور نہ جنوں سے۔اسلام کے نزدیک یہ عقیدہ بھی غلط ہے کہ خدا یا اس کا بیٹا یا اس کا اوتار انسانی صورت میں آکر الہامی ہدایت پہنچائے۔اس لئے انبیاء الوہیت کے ہر عنصر سے پاک تھے۔چنانچہ ہر نبی نے ہمیشہ یہ اعلان کیا:

ترجمہ: میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔(الکھف: 11)

☆ وہبیت

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسالت کوئی اکتسابی شے نہیں جو محنت اور جستجو سے مل جائے۔ بلکہ عطیہ خداوندی ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اس کی عطا میں انسانی کوشش کو کوئی دخل نہیں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کس کے سپرد کرنی ہے۔(الانعام:125)

☆ عصمت

نبی گناہ سے معصوم ہوتا ہے۔نفس پرستی میں مبتلا نہیں ہوتا۔بڑی سے بڑی نفسانی خواہش بھی اسے اپنے مقام سے نہیں ہٹا سکتی۔نبی شریعت اور دین کے نام سے جو تعلیمات پیش کرتا ہے۔وہ سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔جس میں اس کی اپنی نفسانی خواہشات کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے۔علاوہ ازیں محض انسانی ہمدردی کے تحت اپنے مالک وخدا کا پیغام بندوں تک پہنچاتا ہے اور رسالت پر مخلوقِ خدا سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔

''یعنی میں اس رسالت کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا''۔

☆ احترام وایمان

رسول خدا تعالیٰ کے ترجمان اور انسان تھے۔جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی پیغام لاتے رہے کہ ایک خدا کی بندگی اور اطاعت کرو۔ان تمام انبیاء کو ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اسلام تفریق بین الرسل کا قائل نہیں جیسا کہ یہودی حضرت موسیٰ کے بعد انبیاء کو نہیں مانتے بلکہ ان کی تکذیب کرتے ہیں اور عیسائی خاتم النبیین آنحضور ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔اسلام میں ہر نبی کو نہ صرف ماننا بلکہ ان کا احترام بھی ضروری ہے۔قرآن تمام انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانیں گے اور بعض کو نہیں مانیں گے۔اور وہ چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ نکالیں یہی درحقیقت کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔اس کے برعکس جو شخص اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور رسولوں میں کسی کے درمیان فرق روا نہ رکھے تو ایسے ہی لوگوں کو اللہ اجر دے گا اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔(النساء:150)

☆ رسالتِ محمدی ﷺ

خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی کا انتظام آفرینشِ آدم ہی سے کر دیا تھا۔چنانچہ مختلف اقوام کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول ہدایتِ الٰہی لے کر آئے اور عمل کے ذریعہ اس ہدایت کا عملی پہلو بھی روشن کیا۔یہ روشن سلسلہ برابر جاری رہا اور ہر دور اور زمانے میں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعے سے اپنی ہدایت بنی نوع انسان تک پہنچاتا رہا۔حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔جو اس سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔آنحضور کا زمانہ چھٹی صدی عیسوی کا ہے آنحضور ﷺ اور دیگر انبیاء میں بنیادی امور مشترک ہیں۔ان میں کسی قسم کی تفریق جائز نہیں کیونکہ سب اللہ کے مقرر کردہ تھے اور سب ایک ہی صراط المستقیم کی طرف بلانے والے تھے۔اپنے اپنے زمانے میں سب بنی نوع انسان کے لئے قابلِ اطاعت اور قابلِ تقلید نمونہ تھے۔لیکن ان مشترک امور کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو ایسے امتیازی اوصاف سے نوازا ہے۔جو دوسرے انبیاء کو حاصل نہ تھے۔ان امتیازات کی دینِ اسلام میں بنیادی پوزیشن ہے اس لئے رسالت پر کسی کا ایمان اس وقت تک معتبر اور درست نہیں جب تک کہ وہ اس امتیازی پوزیشن کا اقرار نہ کرے اور دل سے ایمان نہ لائے۔ہم ذیل میں رسالتِ محمدیؐ کے ان امتیازی اوصاف کا ذکر کرتے ہیں۔

رسالتِ محمدی ﷺ کے امتیازی اوصاف

☆ عالمگیریت

گذشتہ انبیاء خاص قوموں کے لئے مختلف ادوار میں تشریف لائے۔لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔آپ ﷺ کرۂ ارض کے کسی خاص خطے یا کسی ایک قوم کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے۔بلکہ ساری دنیا کے لئے اور تمام انسانوں کے لئے بھیجے گئے ہیں۔آپ ﷺ نے اس کا اعلان خود بھی حکم الٰہی سے کیا:

ترجمہ: اے انسانو! میں سب کی طرف خدا کا رسول ہوں۔(الاعراف)

یہ ایک ایسی بات جو آپ ﷺ کے لئے خاص ہے۔آپ ﷺ سے قبل جو انبیاء آئے ان میں سے کسی کی حیثیت یہ نہ تھی۔چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

''مجھ سے پہلے ہر نبی مخصوص طور پر اپنی ہی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا۔لیکن میں تمام لوگوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد کی سچائی پر پورا عالمِ اسلام شاہد ہے۔دنیا کا کونسا خطہ، ملک یا براعظم ہے جہاں غلامانِ محمد ﷺ موجود نہیں۔حضرتِ موسیٰ علیہ السلام خاص بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے۔حضرت عیسیٰؑ بھی بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں آئے تھے۔اسی طرح حضرت شعیبؑ، نوحؑ اور ہودؑ صرف اپنی اپنی قوم کو ڈرانے کے لئے آئے تھے۔لہٰذا حضرت محمد ﷺ پہلے اور آخری بین الاقوامی رسول ہیں جو ہر انسان کالے اور گورے کی طرف مبعوث ہوئے۔

لہٰذا رسالتِ محمدی ﷺ عالمگیر اور بین الاقوامی ہے۔کسی خاص قوم، نسل، ملک اور طبقے میں محدود نہیں ہے۔

☆ دائمی تعلیمات

رسالت محمدی ﷺ کا دوسرا امتیاز اس کی تعلیمات کا دوام ہے۔یہ وصف پہلے امتیاز کا لازمی نتیجہ تھا۔کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی حکمت کا فیصلہ ہوا کہ اب نبی ایسا بھیجا جائے جو سب کے لئے ہو اور ہمیشہ کے لئے ہو تو اس کے لئے ضروری تھا کہ اس نبی پر نازل ہونے والے دین کا مزاج بین الانسانی اور دائمی ہو اس کی تعلیمات ہر زمانے، ملک اور ہر قسم کے انسانی مسائل پر حاوی ہو۔چنانچہ

قرآن مجید کا اعلان ہے:

ترجمہ: آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ (المائدہ:3)

دینِ اسلام جیسے مکمل ہو جانے کی طرف اشارہ سے بتانا مقصود ہے کہ یہ ارتقاء کی تمام منازل طے کر چکا ہے اور اب اسی میں مزید ترقی کی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ وحی و رسالت کا سلسلہ اپنی آخری حد تک پہنچ کر ختم ہو گیا اور اب قیامت تک کوئی رسول نہیں آئے گا۔ اسلام نے زندگی کے بنیادی اصول متعین کر دیئے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں ہر زمانے کے حالات کے تحت قوانین مدوّن کئے جا سکتے ہیں۔ اس حکیمانہ نظام کی بناء پر اسلام میں ہر دور کا ساتھ دینے کی گنجائش رکھ دی ہے۔

علاوہ ازیں انبیاء میں سے کوئی ایک بھی نہیں جس کی پیش کردہ تعلیم یا کتاب آج بھی درست شکل میں موجود ہو۔ یہ امتیاز تنہا رسول اکرم ﷺ کو حاصل ہے کہ آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید اصل شکل میں موجود ہے اور ہر قسم کی تحریف و ترمیم سے پاک ہے بلکہ قرآن کے علاوہ آپ کی احادیثِ مبارکہ اور سنتِ پاک بھی آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔

☆ جامعیت

رسالتِ محمدی ﷺ کا تیسرا وصف جامعیت ہے۔ دوسرے مذاہب پوری انسانی زندگی کا احاطہ نہیں کرتے۔ ان کے مقابلے میں رسالتِ محمدی ﷺ زندگی کا نہایت جامع اور منظم ضابطہ پیش کرتی ہے۔ حیاتِ انسانی کا کوئی گوشہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، معاشی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا روحانی اسلام کی ہدایات سے محروم نہیں اس طرح رسالتِ محمدی ﷺ دین و دنیا کی وحدت علم و عمل کی یک رنگی اور زندگی میں توازن و اعتدال سکھاتی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت پاک جامعیت کی حامل ہے۔ مختلف طبقاتِ انسانی کو اپنی رشد و ہدایت کے لئے جن نمونوں کی ضرورت ہے۔ یا ہر فرد کو اپنے مختلف تعلقات اور فرائض کو ادا کرنے کے لئے جن ماڈلوں کی ضرورت ہے وہ سب آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں موجود ہیں۔

قرآن کریم کی نظر میں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہر ایک مسلمان کے لئے بہترین نمونہ ہے ''یعنی تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

غرضیکہ حضور ختم الرسل ﷺ نے حیاتِ انسانی کے ہر شعبے، ہر گوشے میں مکمل ہدایات اور مثالی اعمال کے ذریعے ہمیں سیدھا روشن اور بہترین راستہ بتایا ہے ('' بے شک آپ ﷺ خلق عظیم کے مالک ہیں۔'') (قرآن) اب ہر انسان خواہ وہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو اور کسی حال میں بھی ہو تو اس کی زندگی کے لئے جامع نمونہ سیرت کی اصلاح کا سامان ''رسالتِ محمدی ﷺ'' میں موجود ہے۔

☆ محفوظ ترین دین

آج کی موجودہ جدید ترین تحقیق میں بھی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جن ذرائع سے قرآن کو محفوظ کیا گیا بالکل درست تھے آج بھی دنیا کے سامنے چیلنج بن کر موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجرات:9)

ترجمہ: بے شک ہم ہی اس کو نازل کرنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

☆ ختم نبوت

رسالتِ محمدی ﷺ کا چوتھا وصف ختمِ نبوت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام وقتی لحاظ سے مخصوص زبانوں میں مختلف اقوام کے لئے تشریف لائے۔ مگر حضور ﷺ کی رسالت پوری نوعِ انسانی کے لئے ہے۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا:

☆ ''لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔'' (الاحزاب:40)

☆ ''اور (اے نبی ﷺ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔'' (السبا:28)

☆ ''اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔'' (الاعراف:158)

ختمِ نبوت قرآن کی روشنی میں

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:40)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

1- ماکان محمد ابا احد من رجالکم

حضرت زید بن حارثہؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ان کا نام زینب تھا حضرت زید بن حارثہؓ آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے اور عربوں میں اسے اصلی بیٹا ہی جانا جاتا تھا مگر اسلام نے اس قانون کو توڑا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زینبؓ سے نکاح کرنے کا حکم دیا تاکہ اس رواج کو توڑنے کی عملی مثال بھی مل جائے جب آپ ﷺ نے ان سے شادی کرلی تو مشرکین نے الزام لگایا کہ آپ ﷺ نے اپنی بہو سے شادی کرلی ہے تو پھر اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت کردی کہ محمد ﷺ مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں۔

2- ولکن رسول اللہ

اب دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اگر یہ جائز ہی ہے تو کیا ایسا کرنا ضروری ہے یعنی کہ شادی کر لینا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی ﷺ ہونے کے ناطے آپ ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ ﷺ احکام خداوندی کو بجالائیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر دکھائیں اس میں شریعت کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔

3- وخاتم النبیین

آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اس لیے یہ آپ ﷺ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ آپ ﷺ تمام احکامات کی تشریح مکمل انداز میں فرمادی اگر آپ ایسا نہ کرتے تو بعد میں آنے والوں کے لئے بھی ایسا کرنا ناممکن ہو جاتا صدیوں سے دلوں میں بسے ہوئے عقائد کو ختم کرنا مشکل ہو جاتا اور اعتراضات الگ ہوتے گویا اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہوگی کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہونے کے ناطے ہر عمل کی وضاحت ذاتی کردار سے کر رہے ہیں۔

ختمِ نبوت پر حضور ﷺ کے ارشادات

نبی اکرم ﷺ کے بہت سے ارشادات میں سے صرف چند کے ترجمے اور حوالے درج کئے

جاتے ہیں۔

- ☆ بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ بلکہ خلفاء ہونگے۔ (بخاری)
- ☆ ''میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک نہایت حسین وجمیل عمارت بنائی مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے، عمارت کی بہت تعریف کرتے مگر کہتے کہ اس خالی جگہ پر اینٹ کیوں نہیں لگائی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔'' (بخاری و مسلم)
- ☆ مجھے رعب کے ذریعے نصرت بخشی گئی۔
- ☆ مجھے تمام انسانوں کے لئے رسول بنایا گیا۔
- ☆ اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔
- ☆ میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کئے گئے۔
- ☆ مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔
- ☆ مجھے جامع مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی۔
- ☆ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
- ☆ میرے لئے زمین کو مسجد اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا۔
- ☆ میری امت میں تیس کذاب (جھوٹے) ہونگے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی اس پر موجود ہے کہ آپ ﷺ ہی اللہ کے آخری نبی ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا ایک بڑی جماعت بھی اس کی پیرو ہوگئی۔ اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلی مہم جہاد، جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں کیا وہ اسی جماعت پر تھا مہاجرین

وانصار نے اس کو محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے اور اس کی جماعت کو اس کی تصدیق کی بناء پر کافر کہا تھا اور وہی سلوک ان کے ساتھ کیا جو کافروں کے ساتھ کیا گیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

بین کتفیة خاتم النبوة وهو خاتم النبيين (رواہ الترمذی فی الشمائل)

آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مُہر نبوت ہے اور آپ ﷺ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

اجماع امت

1-علامہ شہرستانی فرماتے ہیں

''جو کہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا ہے تو اس کے کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں۔''

2-بقول علامہ شفیع

آپ نے تقریباً 211 آیات سے ختم نبوت کے حق میں دلائل پیش کئے ہیں اور کئی 100 احادیث سے ختم نبوت کو ثابت کیا ہے۔

3-امام مالک کے نزدیک

آپ کے دور میں بھی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا آپؒ نے اس سے نشانی طلب کرنے والے کو بھی قابلِ مذمت قرار دیا تھا اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو کافر ٹھہرایا تھا۔

عربی وضاحتیں

1-مرزئی کہتے ہیں

کہ آپ ﷺ نے فرمایا لانبی بعدی

تو اس میں نبوت کے ختم ہو جانے کا بیان نہیں ہے غیر ضلی اور بروزی نبی آ سکتا ہے۔

2- بعض کہتے ہیں کہ نبی نہیں آ سکتا مگر رسول آ سکتا ہے ان سب دلائل کو ختم کر دیا گیا اور کہا گیا ہے کہ

''ہر وہ شخص جس پر نبی کا لفظ لاگو آ سکتا ہے اس کے آنے کی کوئی صورت نہیں ہے اور جو کوئی ایسی توجیہات کرے وہ یقیناً کافر و ظالم ہے۔''

3- بعض یہ توجیہہ نکالتے ہیں کہ جب یہ کہا جائے کہ ختم النبیین، ختم الکلام اور ختم صفات تو اسکا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اپنے حد درجہ پر آ گیا اس پر ہر خوبی کی آخیر ہے لیکن یہ نہیں کہ اس کے بعد کوئی دوسرا ایسی خوبیاں حاصل نہیں کر سکتا۔

یہ تمام وضاحتیں تو انسانی ہیں جن کو سچا ثابت کرنے کیلئے نہ تو کوئی قرآنی دلیل ہے اور نہ ہی حدیث میں کوئی ثبوت ملتا ہے اس لیے ان وضاحتوں سے گریز کرنا چاہیے اور نبی حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مان کر ان کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اس جیسا کوئی دوسرا آئینہ
نہ میرے چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

عقلی دلائل

کسی بھی نبی کے آنے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہے۔

(1) پہلے نبی کی تعلیم میں بگاڑ آ جائے۔
(2) پہلی شریعت میں کمی کرنی ہو۔
(3) کسی قوم کے پاس کوئی نبی آیا ہی نہ ہو۔
(4) کسی نبی کی معاونت و مدد کے لیے نبی بھیجا جائے۔

مگر مندرجہ بالا وجوہات میں سے کوئی بھی دلیل ایسی نہیں ہے جو موجودہ وقت کے حالات میں ثابت ہو سکے اور یہی وہ کڑی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہی آخری نبی ہیں۔

☆ بقول حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ

''چوں ایں فرقہ مبتدعہ اہل قبلہ اند در تکفیر انیا جراءت نباید نمود تا زمانیکہ انکار ضروریات دینیہ نمایند و رد۔ متواترت احکام شرعیہ نکند و قبول ما علم مجیئہ من الدین بالضرورة نہ کنند'' (مکتوبات امام ربانی)

☆ تورات وانجیل میں ختم نبوت

تورات وانجیل چونکہ اپنے پرستاروں کے دستِ ظلم سے مسخ و فسخ اور حذف واز دیاد کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن ان کے بدلنے کیلئے کمیشن بیٹھتے ہیں اس سلسلہ میں بھی ہم اپنے علماءِ سلف کی نقلوں پر اعتماد کرتے ہیں۔

(1) امام التفسیر ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ آیہ کریمہ واخذ الالواح کے تحت میں الواح تورات کا ذکر کرتے ہوئے ایک طویل حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں الواح تورات میں ایک ایسی امت دیکھتا ہوں جو پیدائش میں سب سے آخری ہو اور دخولِ جنت میں سب سے مقدم، اے میرے رب ان کو میری امت بنادے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو محمد ﷺ کی امت ہے۔

(2) کنیسہ ابی غنی میں ایک بڑا مشہور پادری تھا جس کو متبرک جان کر لوگ اپنے مریضوں کو دعا پڑھانے کے لیے اس کے پاس لاتے تھے اور میں دیکھتا تھا کہ وہ پانچ نمازیں خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتا تھا میں نے اس سے دریافت فرمایا:

''مجھے بتلاؤ کہ کیا انبیاء میں سے کوئی نبی باقی ہیں اس نے کہا ہاں، اور وہی آخر الانبیاء ہیں ان کی اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں وہ نبی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ان کی اتباع کا حکم فرمایا یہی وہ نبی امی عربی ہیں ان کا نام احمد ﷺ ہے نہ دراز قد ہیں نہ پست قد (بلکہ درمیانہ) ان کی آنکھوں میں سرخی ہے اس کے بعد اور بہت سے اوصاف بیان کئے۔''

یہ شخص مغیرہ جو اس بات کو روایت کرتا ہے بعد میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر خود بھی مسلمان ہو گیا تھا۔

المختصر جب تک انسانی تمدن اس حد تک نہ پہنچا کہ وہ کسی ایک دین کو تمام وقت یعنی قیامت تک اور تمام دنیا تک نہ پہنچا سکے ایک امت پیدا نہ ہوئی مگر جب یہ امت پیدا ہوئی جو اپنے آئینِ قرآن کی حفاظت کر سکتی تھی تو انبیاء کا سلسلہ بند ہو گیا کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔

الہامی کتب

اللہ کی طرف سے انبیاء پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لانا بھی اسلام کے بنیادی

عقائد میں شامل ہے۔ ان کتابوں وصحیفوں میں جو کچھ بھی ہے وہ چونکہ اللہ کی طرف سے ہے اس لئے ان کی صداقت پر ایمان لانا لازمی ہے ورنہ اس کے بغیر اللہ کے احکامات اور انبیاء کی ہدایات کو جاننے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہے گا۔ البتہ اسلامی نقطہ نظر سے قرآن کے علاوہ جتنے بھی صحیفے نازل ہوئے وہ یا تو عارضی تھے یا حادثاتِ زمانہ کے باعث اصلی حالت میں برقرار نہیں رہے۔ اس لئے ان کی موجودہ حالت پر نہیں بلکہ حالت نزول پر ایمان لانا مقصود ہے۔ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری چونکہ اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اس لئے اس میں تبدیلی، تحریف یا کمی بیشی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کتب نازل ہوئیں اور جن کا قرآن پاک میں ذکر ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ صحائفِ آدم علیہ السلام ☆ صحائفِ نوح علیہ السلام

☆ صحائفِ ابراہیم علیہ السلام ☆ زبور، یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

☆ تورات، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

☆ انجیل، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

☆ قرآن مجید، یہ آخری کتاب حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

ملائکہ

ملائکہ ''ملک'' کی جمع ہے جس کے معنی فرشتہ کے ہیں اس کا مادہ الک یا الوکہ ہے جس کے معنی رسالت یا پیغامبری ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں ملائکہ کیلئے رسل کا لفظ بھی آیا ہے۔ جس کے معنی قاصد اور پیام رساں کے ہیں۔ ان سے مراد وہ غیر مادی (مگر مخلوق) نیک ہستیاں یا ارواح ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عالم اور اس کے اسباب وعلل کے کاروبار کو چلا رہی ہیں یعنی وہ خالق اور اس کی مخلوقات کے درمیان پیام رسانی اور سفارت کی خدمت اس طرح انجام دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم اور مرضی کو ان پر القا کرتا ہے اور وہ ایک بے اختیار محکوم کی طرح اس کو مخلوقات میں جاری اور نافذ کرتے ہیں۔ ان کو خود نہ کوئی ذاتی اختیار ہے اور نہ ان کا کوئی ذاتی ارادہ ہے۔ وہ سرتاپا اطاعت ہیں اور خدا کے حکم سے سر مو تجاوز نہیں کرتے گویا ان کی خلقت

'طاقت اور فرمانبرداری کے لئے کی گئی ہے۔ دنیا پر رحمت یا عتاب جو کچھ نازل ہوتا ہے وہ ان ہی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور خدا انبیاء پر اپنے جو احکام اتارتا یا ان سے کلام کرتا ہے وہ ان ہی کی وساطت سے کرتا ہے۔

سابقہ امتوں میں ملائکہ کا تصور

ملائکہ کا ایک اجمالی تصور عام ملتوں اور مذہبوں میں کسی نہ کسی طور پر موجود رہا ہے۔ اسی تصور پر مختلف مذاہب نے مختلف اعتقادات کی عمارتیں قائم کر لی ہیں۔ کسی کے نزدیک وہ نوامیسِ فطرت اور قدرت کی وہ طاقتیں ہیں جو نظام کائنات کے مختلف شعبوں کو چلا رہی ہیں۔ کسی کے خیال میں وہ دیوتا ہیں جن میں سے ہر ایک کارگاہِ عالم میں ایک ایک محکمہ کا صدر ہے مثلاً کوئی ہوا کا مالک کوئی بارش کا، کوئی روشنی کا اور کوئی حرارت یا آگ کا۔ کسی کے اعتقاد میں وہ خدا کے نائب اور مددگار ہیں۔ کسی کے نزدیک وہ اَرباب الانواع ہیں۔ کسی کے خیال میں عقول ہیں۔ کسی کی رائے میں وہ خدا کے تصورات ہیں اور کوئی ان کو خدا کی اولاد سمجھتا ہے۔ (نعوذ باللہ) پھر کسی نے ان کا مادی جسمانی وجود مانا ہے۔ کسی نے ان کو مجرّد ذات و مفارقات میں سے شمار کیا ہے۔ کسی نے ان کو سیاروں وغیرات کے ساتھ متحد الوجود کر دیا ہے اور کسی نے ان کے متعلق دوسرے عجیب وغریب تصورات بیان کیے ہیں۔ فی الجملہ ارباب مذاہب میں فرشتوں کے متعلق یہ اعتقاد عام رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طور پر خدا کی خدائی میں شریک ہیں اور اس لئے ان کے ہیکل یا بت بنا کر یا ان کی تصویریں نقش کر کے ان کی عبادت کی گئی ہے، ان سے دعائیں مانگی گئی ہیں ان کو حاجت روا، فریاد رس اور شفیع قرار دیا گیا ہے اور اس کی بدولت دنیا میں شرک کا ہنگامہ گرم رہا ہے۔

اسلام کا موقف

اسلام نے آ کر ان تمام عقائد کو مٹا دیا خدائی اور ربوبیت کی ہر صفت سے فرشتے محروم بتائے گئے۔ ان کی پرستش ناجائز قرار دی گئی نر و مادہ کی مادی جنسیّت سے وہ پاک کیے گئے اور انسانوں کو ان پاک مخلوقات کی غلامی و بندگی سے آزاد کیا گیا۔ ان کی تعداد شمار اور درجہ بندی کا کوئی تخیل باقی نہیں رکھا گیا۔ ان کی ہستی خدائے تعالیٰ کے سامنے سراپا مطیع و فرمانبردار غلام قرار دی گئی جس کا کام شب و روز صرف آقا کا حکم بجالانا ہے۔ عالم میں ان کا کسی قسم کا تصرف نہیں مانا گیا اور نہ نیکی و بدی کی تقسیمیں کی گئیں نہ وہ الگ الگ جنس مخلوقات کے حاکم و منتظم قرار دیے گئے۔ قرآن

میں ان کی ہستی صرف اس قدر تسلیم کی گئی ہے کہ وہ غیر مادی ذی روح مخلوقات ہیں جن کا کام خدا کی حمد و ثنا اور اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ خالق اور اس کی مخلوقات کے درمیان وہ پیغام رسانی کا ذریعہ ہیں۔ خدا کے حکم کے مطابق وہ مخلوقات کے کارخانہ کو چلانے میں خود ان کی ذاتی مرضی اور ارادہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اسی لئے قرآن پاک نے یہودیوں کی طرح ان کو خداوند کا خطاب نہیں دیا، نہ پارسیوں کی طرح دیو اور دیوتا اور نہ دیوی کہا بلکہ صرف ''ملک'' اور رسولوں کے الفاظ استعمال کیے جن کے لفظی معنی فرستادہ، قاصد، پیغام رساں اور ایلچی کے ہیں بلکہ قرآن نے آغاز خلقتِ انسانی کے قصہ میں یہ حقیقت واضح کر دی کہ ملائکہ اس لائق نہیں کہ آدم ان کو سجدہ کرے بلکہ آدم میں یہ صلاحیت ہے کہ ملائکہ کا مسجود بنے چنانچہ اس کو مرتبہ علم میں اُن سے بالاتر ٹھہرایا گیا۔

ملائکہ اور ارشاداتِ قرآن

☆ ''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا-'' (البقرة:34)

☆ ''کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے- پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے-'' (السجدہ:11)

☆ ''سب تعریف خدا ہی کو جو آسمانوں اور زمین پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے'' (فاطر:1)

☆ ''جب (وہ کوئی کام کرتا ہے تو) دو لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھتے ہیں لکھ لیتے ہیں'' (ق:17)

ملائکہ اور حدیث

دنیا میں کسی شے کے وجود، انقلاب اور فنا کے لئے کسی ایک علت و سبب کا وجود کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس کے متعلقہ علل و اسباب کی تمام کڑیاں باہم پیوستہ اور ایک دوسرے کے معاون ہوں اور موانع اور عوائق معدوم ہوں یہ متعلقہ علل و اسباب کا توافق اور موانع کا انسداد ہی تدبیر ہے جو بحکم الٰہی ملائکہ کے سپرد ہے۔''

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بعض تحریکات انسان کے دل میں شیطان ڈالتا ہے اور بعض تحریکات فرشتہ ڈالتا ہے۔ شیطان کی تحریک برائی کے لئے یا سچ کے جھٹلانے کے لئے ہوتی ہے اور

فرشتے کی تحریک نیکی کیلئے اور سچائی قبول کرنے کیلئے ہوتی ہے۔" (المشکوٰۃ المصابیح)

ملائکہ کے کام

☆ فرشتہ انبیاء علیہم السلام پر وحی لاتا ہے۔ ☆ مومنین کی نصرت کرتا ہے۔

☆ مومنین کے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔ ☆ لوگوں کے اعمال لکھتے ہیں۔

☆ قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کریں گے ☆ جان قبض کرتے ہیں۔

☆ اعمالِ صالحہ کی تحریکات پیدا کرتے ہیں۔

☆ خدا کے احکام کو دنیا میں جاری کرتے ہیں۔

☆ انبیاء علیہم السلام کی نصرت اور تائید کرتے ہیں۔

☆ اللہ کی بارگاہِ قدس کے حاضر باش ہیں۔

ملائکہ کے کام قرآن کی نظر میں

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الانفال:12)

ترجمہ: (یاد کر) جب تیرا پروردگار فرشتوں کو وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ (القدر:3)

ترجمہ: فرشتے پیغام لاتے ہی نہیں اوپر بھی لے کر جاتے ہیں۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ (المعراج:4)

ترجمہ: فرشتے اور روح اس تک چڑھتے ہیں۔

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (النحل:2)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ روح کے ساتھ فرشتوں کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اُتارتا ہے۔

لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ (الانبیاء:103)

ترجمہ: نیکو کاروں کو وہ بڑی گھبراہٹ (قیامت) غمگین نہ کرے گی اور فرشتے آگے بڑھ کر استقبال کریں گے۔

ان آیات کے علاوہ المومن ۱، الانبیاء ۲، التحریم ۱۱، الرعد ۲، النحل ۶، النساء ۲۳، ۲۴، سبا ۵،

نجم ۲، اسرائیل ۴، ۵، زخرف ۲، ہود ۷، مریم ۲، وغیرہ میں فرشتوں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں۔

فرشتوں کا دائرہ کار

"حمد ہو اس خدا کی جو آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو دو دو تین تین چار چار بازوؤں والے پیام رساں بنانے والا ہے وہ پیدائش میں جو چاہے بڑھا دے وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ لوگوں کے لئے جو رحمت کھولے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں اور جو روک دے تو کوئی اس کے سوا چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب دانا ہے۔"

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ م بَصِیْرٌ "

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (الحج:76,75)

ترجمہ: اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے جو ان کے پیچھے ہے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔

ان آیات مبارکہ سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ فرشتوں کا دائرہ کار صرف سفارت کرنے کا ہے رحمت کے دروازے کھولنے اور بند کرنے والا صرف اللہ ہی ہے یہ تعلیم اس عقیدہ کی تردید کرتی ہے کہ فرشتوں کو دنیا کی حکمرانی اور انتظامات میں کوئی دخل ہے یا ان میں الوہیت یا ربوبیت کا شائبہ ہے یا وہ پرستش کے قابل ہیں۔

فرشتوں پر ایمان لانے کا مقصد

(1) ایک یہ کہ اسلام سے پہلے بُت پرست اقوام اور دوسرے مذاہب میں ان فرشتوں کو خدائی کا جو مرتبہ دیا گیا تھا اس غلط عقیدہ کو مٹا کر یہ حقیقت ظاہر کی جائے کہ ان کی حیثیت بے اختیار محکوم بندہ کی ہے جب تک اس کی تصریح نہ ہوتی کلمہ توحید کی تکمیل ممکن نہ تھی۔

(2) مادہ کے خواص وطبائع کو دیکھ کر مادہ پرست جو ان مادی خواص وطبائع کی بالذات کارفرمائی کا یقین کرتے ہیں اس کا ازالہ کیا جائے کیونکہ یہی پتھر ان کی ٹھوکر کا باعث ہوتا ہے اور بالآخر خدا کے انکار تک ان کو لے جاتا ہے ان عقائد سے کہ فرشتے موجود ہیں اور خدا کے حکم سے کام کر رہے ہیں مادیت کا بت ٹوٹ جاتا ہے غرض خالق اور مادی مخلوق کے درمیان احکام وشرائع کا نزول اور قدرتِ الٰہی کے افعال کا صدور ان ارواحِ مجردہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔

چار مشہور ملائکہ

(1) حضرت جبرائیل

اللہ کا پیغام انبیاء تک لے کر آتے تھے۔

(2) حضرت اسرافیل

قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔

(3) حضرت میکائیل

بارشیں برسانے اور مخلوق میں رزق تقسیم کرنے کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

(4) حضرت عزرائیل

روح قبض کرتے ہیں۔

فلسفہ ایمان بالملائکہ

ان تمام تفصیلات کے بعد سوال یہ ابھرتا ہے کہ فرشتوں پر ایمان لانے سے اسلام کا کیا مقصود ہے؟ اصل میں اس سے دو باتیں مقصود ہیں۔

☆ ایک یہ کہ اسلام سے پہلے بت پرست اقوام اور دوسرے اہل مذاہب میں ان فرشتوں کو خدائی کا جو مرتبہ دیا گیا تھا اس غلط عقیدہ کو مٹا کر یہ حقیقت ظاہر کی جائے کہ ان کی حیثیت بے اختیار محکوم مخلوق کی ہے جب تک اس کی تصریح نہ ہوتی کلمہ توحید کی تکمیل ممکن نہ تھی۔

☆ دوسرا مقصد یہ ہے کہ مادہ کے خواص وطبائع کو دیکھ کر مادہ پرست جو ان مادی خواص وطبائع کی بالذات کارفرمائی کا یقین کرتے ہیں اس کا ازالہ کیا جائے کیونکہ یہی پتھر ان کی ٹھوکر کا باعث ہوتا ہے اور بالآخر خدا کے انکار تک ان کو لے جاتا ہے۔ درحقیقت ان مادی خواص وطبائع پر روحانی اسباب مسلط ہیں جو خدا کے حکم سے اس کے مقررہ اصول کے مطابق نظام عالم کو چلا رہے ہیں۔ مادہ اور اس کے خواص بالذات موثر نہیں بلکہ کوئی دوسرا ہے جو اپنے ارواحِ مجردہ کے ذریعے سے ان کو موثر بناتا ہے۔ اس عقیدہ سے مادیت کا بت ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جاتا ہے۔ غرض منزہ خالق اور مادی مخلوق کے درمیان احکام شرائع کا نزول اور قدرت الٰہی کے افعال کا صدور ان ارواحِ مجردہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔

آخرت

عقیدۂ آخرت سے مراد یہ ہے کہ انسان اس حقیقت پر ایمان رکھے کہ ایک دن دنیا فنا کردی جائے گی اس دن کو قیامت کہتے ہیں پھر خدا سب اگلے اور پچھلے لوگوں کو دوبارہ زندہ کردے گا اور سب خدا کے سامنے پیش ہوں گے اس ہونے والے واقعے کو حشر کہتے ہیں۔ حشر کے معنی ہیں جمع ہونا' پھر تمام لوگوں کے اعمال الگ الگ اور انفرادی طور پر خدا کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔ اور خدا ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا جو لوگ مجرم قرار پائیں گے وہ دوزخ کی آگ میں سزا پانے کے لئے ڈال دیے جائیں گے اور جو لوگ کامیاب اور نیک قرار پائیں گے۔ وہ جنت میں ناز ونعمت کی زندگی گزاریں گے۔ گویا دنیوی زندگی کے بعد آخرت کی نئی زندگی پر یقین رکھنا ایمان کی شرط ہے۔

ضرورت واہمیت

اس عقیدے کی اہمیت اس قدر زیادہ اور ضروری ہے کہ قرآن حکیم میں تقریباً ہر جگہ جہاں اللہ پر ایمان کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی آخرت پر ایمان کا ذکر بھی بیان ہوا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان جب تک آخرت کی زندگی اور اس میں اس دنیوی زندگی کے حساب پر یقین نہ رکھتا ہو وہ خدا سے صحیح معنوں میں ڈر نہیں سکتا۔ عملی زندگی میں خدا خوفی ہی وہ پرہیزگاری ہے جو انسان کو نیکی کی تحریک دیتی ہے اور بدی سے روکتی ہے۔ آخرت کی جوابدہی یہ احساس دلاتی ہے کہ انسان اس دنیا میں شترِ بے مہار کی طرح آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا کہ من مانیاں کرتا پھرے اور دوسروں پر ظلم وتشدد کرتا رہے۔ یہ عقیدہ انسان میں یہ شعور پیدا کرتا ہے کہ انسان کو زندگی ایک مخصوص مقصد کے تحت دی گئی ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا میں خدا کی ہدایت پر عمل کرے کیونکہ یہ چند روزہ حیات محض امتحان ہے جس کی کامیابی دراصل آخرت کی کامیابی ہے۔

جس شخص کا آخرت پر ایمان ویقین ہوگا اسے خواہ دنیا میں کتنی ہی مصیبتوں اور ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑے وہ آخرت کی کامیابی کے لئے کوشاں رہے گا اور نیکی کا صلہ دنیا میں لینے کی بجائے آخرت میں لینے کو ترجیح دے گا۔ اس کے برعکس جس شخص کا قیامت پر ایمان نہیں ہے وہ اگر کوئی اچھا کام کرے گا بھی تو صرف اس خیال سے کہ اس کا فائدہ اسے دنیا میں ہی مل جائے۔ ایسا شخص

خواہشاتِ نفس کا مطیع ہوکر ہر برا کام کرنے پر آمادہ ہوسکتا ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ عملی قوانین سے ڈر کر بعض برے کاموں سے بچتا رہے۔ لیکن جب بھی ایسے قوانین سے بچ کر وہ موقع پائے گا وہ برے کاموں سے گریز نہیں کرے گا۔ یہ صرف اللہ کا ڈر اور آخرت کا خوف ہے جو انسان کو ظاہری اور چھپی دونوں حالتوں میں نیکی پر قائم رکھتا ہے اور بدی سے روکتا ہے۔

آخرت سے متعلق مختلف عقائد

1- دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ملتے ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کی موت کے بعد اسے دوسری زندگی کے بعد کا حال بھی یقینی طور پر معلوم ہے۔ لیکن غور کیجئے کہ ایسے لوگ کس طرح کسی چیز کے نہ ہونے کا اعلان کرسکتے ہیں جبکہ انہوں نے وہ چیز دیکھی ہی نہیں کیونکہ کسی چیز کا نہ دیکھنا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں ہے کہ وہ چیز سرے سے وجود ہی نہیں رکھتی۔ یہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ موت کے بعد کیا ہونے والا ہے۔

2- کچھ دوسرے لوگ ایسے بھی ملتے ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان بار بار جنم لیتا ہے جیسے ہندوؤں کا عقیدہ ءآواگون، وہ کہتے ہیں کہ اگر انسان دنیا میں اچھے کام کرتا رہا تو دوسرے جنم میں وہ بہتر انسان یا اچھا حیوان یا عمدہ درخت بن جائے گا۔ اگر وہ دنیا میں برے کام کرتا رہا تو دوسرے جنم میں وہ کمتر درجے کا حیوان' کوئی خونخوار جانور یا چوہا بلی وغیرہ بن جائے گا۔ اس عقیدے کے معنی یہ ہوئے کہ موجودہ انسان اور ساری کائنات کسی سابقہ اچھے یا برے اعمال کا نتیجہ ہے۔ ان لوگوں سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے کیا چیز موجود تھی جو کسی بھی پہلے جنم کا نتیجہ نہ ہو؟ اس سوال کا جواب وہ لوگ نہیں دے سکتے۔ جس چیز کا بھی وہ نام لیں گے وہ چیز کسی نہ کسی پہلے جنم کا نتیجہ ہونی چاہیے ظاہر ہے یہ عقیدہ بھی عقل وفہم سے بے تعلق ہے۔

3- تیسرے وہ لوگ ہیں جو ایک خدا کو خالق و مالک سمجھتے ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر خدا کے سامنے حاضر ہونے اور اپنے اعمال کے مطابق جزا یا سزا پانے پر یقین رکھتے ہیں یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں خواہ وہ کسی زمانے سے تعلق رکھتے ہوں۔ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے سب مسلمان تھے اور ان کو ماننے والے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے والے

بھی مسلمان تھے۔

قیامت

قیامت کے معنی ہیں ''قائم ہونے والی'' اس سے مراد وہ آخری دن ہے جب یہ ساری دنیا ختم کردی جائے گی۔ قرآن مجید میں قیامت کی ہولناکیوں کے مناظر کھینچے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

''اُس دن زمین میں سخت بھونچال پیدا ہوگا اور زمین پھٹنے لگے گی۔ تمام مُردے نکل نکل کر اللہ کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ ہولناک قسم کی آوازیں پیدا ہونگی۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر غبار کی صورت میں اس طرح ہوا میں اڑ جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگین اون، دریاؤں میں سخت طغیانی آجائے گی۔ سورج، چاند اور ستارے بے نور ہوکر رہ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے شروع ہونگے۔ آسمان پھٹ جائے گا اور تیل کی تلچھٹ کی سی رنگت اختیار کرلے گا۔ نہایت پریشانی اور بے تابی کا عالم ہوگا۔ اور یہ سارا واقعہ اتنی سُرعت اور تیزی کے ساتھ شروع ہوگا کہ آنکھ جھپکنے کا وقت بھی زیادہ ہے۔ انسان کی آنکھیں چکا چوند ہوجائیں گی اور لوگ کہیں گے کہ آج زمین کو کیا ہوگیا ہے۔ اس انتہائی پریشانی کے باوجود لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے لیکن ماں کو بچے کی پرواہ نہ ہوگی اور کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہ آسکے گا کافر اس حالت میں یہ کہے گا کہ کاش کوئی مجھ سے میری اولاد' بیوی اور سارا کنبہ اور تمام اہل زمین لے لے مگر اس عذاب سے مجھے بچالے لیکن اس کی کوئی مدد نہ ہوسکے گی۔''

رہی یہ بات کہ قیامت کب آئے گی تو اس سے متعلق صحیح اور پورا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے نبی اکرم ﷺ نے قربِ قیامت کی چند نشانیاں ضرور بتائی ہیں کہ جب ایسے حالات پیدا ہوجائیں گے سمجھو کہ قیامت بہت قریب ہے۔ مثلاً علمائے دین کی کمی کے باعث علمِ دین تقریباً ختم ہوجائے گا اور جہالت عام ہوگی لوگوں میں حیا اور شرم باقی نہ رہے گی۔ اس لئے زنا بہت زیادہ ہوگا اور شراب بہت پی جائے گی جو کئی مزید بے حیائیوں کا باعث بنے گی۔ مرد تھوڑے ہونگے اور عورتیں زیادہ ہوجائیں گی۔ یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک سرپرست ہوگا' اعلیٰ درجے کے جھوٹے پیدا ہونگے اور حکومتوں کے کام نالائق لوگوں کے سپرد ہونگے لوگوں کے پاس دولت عام ہوگی اور زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ عرب کی زمین باغوں اور نہروں والی ہوجائے گی۔

حوالہ آیات

(1) وبالاخرة هم يوقنون   ترجمہ: اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں

(2) من امن بالله واليوم الاخرة   ترجمہ: جو ایمان لایا اللہ اور آخرت کے دن پر

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ قیامت کے دن کو ایسے دیکھے جیسے آج کا دن دیکھ رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ سورۃ التکویر، سورۃ انفطار، اور سورۃ انشقاق پڑھے۔

☆ ''جس دن آسمان پھٹ جائے گا ستارے بکھر جائیں گے سمندر جھاڑ دیا جائے گا قبریں کھول دی جائیں گی اس دن ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا اس کا پچھلا اگلا''۔ (انفطار)

☆ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اپنے رب کے فرمان کی پیروی کرے گا زمین باہر نکال پھینکے گی جو اس کے اندر ہے اپنے رب کے حکم سے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہے''۔ (انشقاق)

☆ ''کھڑکھڑانے والی، کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ اور تمہیں کیا معلوم کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ جس دن لوگ یوں ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہوں گے جیسے دھنکی ہوئی روئی جس کے اعمال وزن میں بھاری ہوں گے وہ دل پسند زندگی بسر کریں گے اور جن کے اعمال وزن میں ہلکے ہوں گے تو ان کی منزل ہاویہ ہے اور تمہیں کیا معلوم ہاویہ کیا ہے بھڑکتی ہوئی آگ۔ (القارعۃ)

علاماتِ قیامت کی اقسام

علاماتِ قیامت دو نوعیت کی ہیں۔

(1) قربِ قیامت   (2) وقوعِ قیامت

(1) حدیث جبرائیل میں مذکور قربِ قیامت کی نشانیاں مثلاً لونڈی اپنی مالکہ اور آقا کو جنے گی، ننگے بھوکے لوگ جن کا کام بکریاں چرانا ہوگا وہ بھی بڑی بڑی شاندار عمارتیں بنائیں گے۔

(2) وقوعِ قیامت کی نشانیوں میں پہلی نشانی مشرقی آگ ہے جو دھکیل کر لوگوں کو مغرب کی طرف لے جائے گی پھر دآبہ کا ظہور، مغرب سے طلوعِ آفتاب، توبہ کا دروازہ بند ہونا، دجال کا ظہور، یاجوج ماجوج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت امام مہدی کا ظہور وقوعِ قیامت کے

مقدمات ہیں۔

مدتِ قیامت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ از روئے قرآن و حدیث یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اس دن کون رب کے سامنے کھڑا ہو سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''مومن کیلئے وہ دن ایسا ہوگا جیسے کہ فرض نماز۔'' (بیہقی)

قیامت کے نام

يوم الدين   یعنی جزا کا دن

الساعة   وہ گھڑی وہ مقررہ وقت

يوم الحق   سچا دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

يوم البعث   جی اٹھنے کا دن

يوم القيامة   کھڑے ہونے کا دن

يوم الحساب   حساب کا دن

يوم عسير   ایک سخت دن

عقیدۂ آخرت کے تقاضے

☆ اعمال کی ذمہ داری

عقیدۂ آخرت کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ہے لہٰذا دنیاوی زندگی میں انسانی تگ و دو اس خیال سے ہو کہ اس کا ہر کام، ہر حرکت اپنا اچھا یا برا اثر رکھتی ہے۔ جس کے مطابق بعد کی زندگی میں جزا یا سزا دی جائے گی اسے جو کچھ ملے گا وہ اس کی یہاں زندگی کے عمل کا نتیجہ ہوگا۔ نہ اس کی کوئی نیکی ضائع ہوگی اور نہ کوئی برائی سزا کے بغیر رہے گی۔

☆ دائمی زندگی کی تیاری

عقیدۂ آخرت کا دوسرا تقاضا اس بات کا پختہ یقین ہے کہ موجودہ دنیا عارضی ہے جسے ایک

دن اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کر دے گا اس کے بعد ابدی اور دائمی زندگی شروع ہوگی۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے خوب یاد رکھو یہ مال و متاع، یہ دولت و حشمت اور یہ شان و شوکت سب عارضی اور ناپائیدار ہیں، سب کا انجام فنا ہے، ہر شے فانی ہے۔ اس فانی دنیا میں اگر کسی چیز کو بقا ہے تو وہ صرف نیکی ہے حق و صداقت ہے۔ پس ہر شخص کو آخرت اور دائمی زندگی کی تیاری کرنی چاہیے اور اپنے اعمال و کردار پر نظر رکھنی چاہیے۔

☆ دنیاوی زندگی کی حقیقی جزا

عقیدۂ آخرت کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کی حقیقی جزا اور سزا آخرت میں ملے گی اس دنیا میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ نیکی کرنے والوں کو پورا پورا بدلہ نہیں ملتا۔ بعض اوقات انہیں قتل کر دیا جاتا ہے اس کے برعکس برائی کرنے والوں کو پھولوں کا ہار پہنایا جاتا ہے۔ تمام اعمال کے پورے پورے نتائج اس عارضی زندگی میں مرتب نہیں ہوتے اور نہ ہی ہر وہ بیج جو یہاں بویا جاتا ہے اپنے فطری و مکمل ثمرات کے ساتھ اس ناقص زندگی میں بارآور ہوتا ہے اس نقص کی تکمیل آخرت کی زندگی میں ہوگی جہاں دنیاوی اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

☆ نجات کا معیار عملِ صالح

عقیدۂ آخرت کا آخری تقاضا یہ ہے کہ معیارِ نجات عملِ صالح ہو۔ موجودہ دور میں شفاعت کا غلط نظریہ قائم ہو چکا ہے جو اسلامی نظریہ نجات کے بالکل خلاف ہے۔ شفاعت کا غلط نظریہ عقیدۂ آخرت کو کمزور اور بے معنی بنا دیتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جلیل القدر انبیاء کی اولاد ہیں فلاں بزرگ کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنت ہمارا حق ہے کیونکہ ہم خدا کے چہیتے اور محبوب ہیں، بعض کا خیال ہے کہ وہ بڑے بڑے اولیاء کرام کو راضی کر لیں گے جو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کر کے ان کو بخشوا لیں گے۔ قرآن مجید نے اس قسم کے شفاعت اور نجات کے نظریہ کی تردید کی ہے۔

☆ آخرت و قرآن

☆ ''خدا جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اور کافر لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت (کے مقابلے) میں (بہت) تھوڑا فائدہ ہے۔'' (الرعد:26)

☆ ''اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے''۔ (بنی اسرائیل:19)

☆ ''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش یہ (لوگ) سمجھتے۔'' (العنکبوت:64)

☆ ''مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی اختیار کرتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے''۔ (الاعلیٰ:16,17)

☆ تقدیر

تقدیر کے معنی اندازہ کے ہیں۔ جب یہ لفظ اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے، یعنی تقدیرِ الٰہی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز اور فرد کو کسی خاص مقصد حاصل کرنے کے لئے ایک خاص اندازہ کے تحت پیدا کیا ہے اس اندازہ کا نام تقدیر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے'' یعنی اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کر جو سب سے بلند و برتر ہے جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک بنایا اور جس نے اندازہ کیا پھر ہر چیز کو اس کی پیدائش کی غرض حاصل کرنے کے لئے ایک خاص راستہ پر چلایا۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی تقدیر ہر چیز میں کام کر رہی ہے یہ تقدیر دو قسم کی ہے۔

☆ تقدیرِ مُبرم ☆ تقدیرِ معلق

☆ تقدیرِ مبرم

وہ تقدیر ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ نہ اس میں کوئی کمی بیشی کی جا سکتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے آگ کو پیدا کیا ہے اس میں یہ تقدیر کام کر رہی ہے کہ وہ جلائے' پانی پیدا کیا ہے اس میں یہ تقدیر کام کر رہی ہے کہ وہ پیاس بجھائے' حیوانات اور نباتات کے لئے باعثِ زندگی بنے' سورج کو پیدا کیا ہے اس میں یہ تقدیر کام کر رہی ہے کہ وہ روشنی دے اور گرمی پہنچائے غرض کہ دنیا کی ہر چیز میں تقدیر کام کر رہی ہے یہ وہ تقدیر ہے جس کو تقدیرِ مبرم کہتے ہیں یعنی اٹل قانون ہے اگر یہ قانون اٹل نہ ہوتے تو دنیا کا نظام ہی درہم برہم ہو جاتا مثلاً کبھی آگ جلاتی اور کبھی نہ جلاتی' کبھی پانی پیاس بجھاتا اور کبھی نہ بجھاتا' کبھی سورج گرمی دیتا اور کبھی نہ دیتا۔ تو اس طرح دنیا کا نظام ہی ختم

ہوجاتا۔ یہ ایک عالمگیر تقدیر یا قانونِ الٰہی ہے جو دنیا کی تمام اشیاء میں جاری وساری ہے۔

☆ تقدیرِ معلق

تقدیرِ معلق سے مراد وہ تقدیر ہے جو ٹل سکے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ اندازہ اور قاعدہ بنا دیا ہے کہ انسان جب کبھی صحیح اسباب استعمال کرے تو نتیجہ صحیح نکلے گا اگر غلط اسباب سے کام لے گا تو نتیجہ غلط نکلے گا اس اندازہ کا نام تقدیرِ معلق ہے۔ اسی تقدیر کے تحت تمام سعی وعمل وترقیات کا ظہور ہے۔ اس تقدیر کو معلق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا ٹل جانا انسان کی سعی اور اسباب کی کیفیات پر مبنی ہے مثلاً ایک بیمار ہے اس کا علاج غلط ہو رہا ہے تو وہ موت کے منہ میں چلا جائے گا۔ اگر اس کا صحیح علاج ہو رہا ہے تو وہ صحت یاب ہو جائے گا یہ ایک تقدیر تھی جو اسباب کے ساتھ وابستہ تھی۔ جب صحیح اسباب مل گئے تو ٹل گئی اگر اسباب غلط ملے تو نہ ٹلی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختار پیدا کیا ہے اور مجبور بھی۔ مثلاً انسان کے جسم میں مختلف اعضاء کام کر رہے ہیں۔ دل حرکت کر رہا ہے خون رگوں میں گردش کر رہا ہے ان چیزوں میں انسان کا کوئی دخل نہیں لیکن بعض اعضاء ایسے ہیں جن کے افعال انسان کی طاقت کے اندر ہیں مثلاً آنکھ سے دیکھنا یا نہ دیکھنا' کان سے سننا یا نہ سننا' ہاتھ سے کام لینا یا نہ لینا۔

انسان اللہ کے سامنے صرف انہی اعمال کا جوابدہ ہے جن میں وہ مختار ہے دراصل انسان کی برتری تمام دوسری کائنات پر اس مختاری میں ہے۔

☆ حاصلِ کلام

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو تقدیریں اس دنیا میں کام کر رہی ہیں ایک تقدیرِ مبرم' یعنی وہ قاعدہ جو عالم گیر قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آسکتی۔ دوسری تقدیرِ معلق جو انسان کی سعیِ صحیحہ اور ناقصہ سے وابستہ ہے۔ اگر انسان صحیح اسباب اور صحیح راستہ پر چل کر کام کرے گا تو نتیجہ انسان کے حق میں نکلے گا۔ اگر انسان غلط اسباب اور غلط راستہ اختیار کرے گا تو نتیجہ اس کے خلاف نکلے گا۔ یہ تقدیر انسان کی رہنمائی کرتی ہے کہ انسانوں کو ان راستوں پر چلنا چاہیے اور ان اسباب کو اپنے استعمال میں لانا چاہیے جو صحیح ہوں۔

ایک اور بات یاد رکھنی چاہیے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان صحیح اسباب تیار کرتا

ہے لیکن نتائج حسبِ منشاء نہیں نکلتے۔ اس میں یہ حکمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمانا چاہتا ہے آیا اس کا بندہ اللہ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے یا کہ نہیں۔ یہ بھی اللہ کی تقدیر ہے اس سے انسان کی ترقی وابستہ ہے تقدیرِ الٰہی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام اسباب کو استعمال میں لایا جائے جو اللہ نے انسان کی ترقی کے لئے پیدا کئے ہیں۔

ساتواں باب

ارکانِ اسلام

عبادت کے معنی دراصل بندگی کے ہیں۔ عبد اپنے معبود کی اطاعت میں جو کچھ کرے عبادت ہے۔ مثلاً تم لوگوں سے باتیں کرتے ہو۔ ان باتوں کے دوران میں اگر تم نے جھوٹ سے 'غیبت سے' فحش گوئی سے اس لئے پرہیز کیا کہ خدا نے ان چیزوں سے منع کیا ہے۔ اور ہمیشہ سچائی، انصاف، نیکی اور پاکیزگی کی باتیں کیں، اس لئے کہ خدا ان کو پسند کرتا ہے تو تمہاری یہ سب باتیں عبادت ہوں گی۔ خواہ وہ سب دنیا کے معاملات ہی میں کیوں نہ ہوں۔ تم لوگوں سے لین دین کرتے ہو، بازار میں خرید و فروخت کرتے ہو، اپنے گھر میں ماں باپ اور بھائی بہنوں کے ساتھ رہتے سہتے ہو، اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ملتے جلتے ہو، اگر اپنی زندگی کے ان سارے معاملات میں تم نے خدا کے احکام کو اور اس کے قوانین کو ملحوظ رکھا ہر ایک کے حقوق ادا کئے یہ سمجھ کر کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے۔ اور کسی کی حق تلفی نہ کی، یہ سمجھ کر کہ خدا نے اس سے روکا ہے تو گویا تمہاری یہ ساری زندگی خدا کی عبادت ہی میں گزری۔ تم نے کسی غریب کی مدد کی، کسی بھوکے کو کھانا کھلایا کسی بیمار کی خدمت کی، اور ان سب کاموں میں تم نے اپنے کسی ذاتی فائدے یا عزت یا ناموری کو نہیں بلکہ خدا کی خوشنودی کو پیش نظر رکھا' تو یہ سب کچھ عبادت میں شمار ہوگا، تم نے تجارت، صنعت یا مزدوری کی اور اس میں خدا کا خوف کر کے پوری دیانت اور ایمانداری سے کام کیا' حلال کی روٹی کمائی' اور حرام سے بچے، تو یہ روٹی کمانا بھی خدا کی عبادت میں لکھا جائے گا، حالانکہ تم نے اپنی روزی کمانے کے لئے یہ کام کئے تھے۔ غرض یہ کہ دنیا کی زندگی میں ہر وقت ہر معاملہ میں خدا کا خوف کرنا، اس کی خوشنودی کو پیش نظر رکھنا، اس کے قانون کی پیروی کرنا، ہر ایسے فائدے کو ٹھکرا دینا جو اس کی نافرمانی سے حاصل ہوتا ہو، اور ہر ایسے نقصان کو گوارا کر لینا جو اس کی

فرمانبرداری میں پہنچے یا پہنچنے کا خوف ہو، یہ خدا کی عبادت ہے۔اس طریقہ کی زندگی سراسر عبادت ہی عبادت ہے۔حتیٰ کہ ایسی زندگی میں کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا، بات چیت کرنا، سب کچھ داخلِ عبادت ہے۔

یہ عبادت کا اصلی مفہوم ہے اور اسلام کا اصل مقصد مسلمان کو ایسا ہی عبادت گزار بندہ بنانا ہے۔اس غرض کے لئے اسلام میں چند ایسی عبادتیں فرض کی گئی ہیں جو انسان کو اس بڑی عبادت کے لئے تیار کرتی ہیں، گویا یوں سمجھو کہ یہ خاص عبادتیں اس بڑی عبادت کیلئے ٹریننگ کورس کی حیثیت رکھتی ہیں جو شخص یہ ٹریننگ جتنی اچھی طرح لے گا وہ اس بڑی اور اصلی عبادت کو اتنی ہی اچھی طرح ادا کر سکے گا۔اس طرح ان خاص عبادتوں کو فرض عین قرار دیا گیا ہے۔اور انہیں ارکانِ دین یعنی ''دین کے ستون'' کہا گیا ہے۔جس طرح ایک عمارت چند ستونوں پر قائم ہوتی ہے اسی طرح اسلامی زندگی کی عمارت بھی ان ستونوں پر قائم ہے۔اسلام میں مندرجہ ذیل عبادتیں فرض عین ہیں۔

☆ کلمہ طیبہ ☆ نماز ☆ روزہ
☆ زکوٰۃ ☆ حج ☆ جہاد

کلمہ طیبہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مفہوم

کلمہ طیبہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے پہلا رکن ہے اور اسلام کی عمارت کا پہلا دروازہ ہے۔گویا اس کے بغیر کوئی انسان اسلام کے محل میں داخل نہیں ہوسکتا۔

☆ کلمہ طیبہ بظاہر چند الفاظ کا مجموعہ ہے مگر حقیقت میں بیشمار حقائق ودقائق اور لاتعداد اسرار ورموز پر مشتمل ہے۔

☆ کلمہ طیبہ وہ لاہوتی نغمہ ہے جو فکر ونظر میں عظیم انقلاب برپا کردیتا ہے اور کفر وشرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو ایک خدا اور ایک رسول ﷺ سے آشنا کردیتا ہے۔وہ شخص جو چند لمحے پہلے اسلام کا دشمن تھا یا اسلام کے خلاف تھا۔کلمہ پڑھنے کے بعد اسی کے تحفظ اور

پاسبانی کی خاطر جان ومال تک نثار کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے۔

☆ کلمہ طیبہ وہ انقلابی نعرہ ہے جو برسوں کے کافر کو آتشِ دوزخ سے بچالیتا ہے اور جنت الفردوس کا حقدار بنادیتا ہے۔

☆ کلمہ طیبہ وہ آبِ طہور ہے جو سات سمندروں سے صاف نہ ہونے والی کفر وشرک کی کثافتوں اور نجاستوں کو ایک ہی بار پڑھنے سے صاف اور پاک بنادیتا ہے۔

☆ کلمہ طیبہ وہ بیج ہے جس سے شریعت محمدیہ ﷺ کا پورا درخت بنتا ہے اور جس پر شریعت کے پھل اور طریقت کے پھول لگتے ہیں۔

☆ کلمہ طیبہ وہ قانونِ فطرت ہے جو مادی اور دنیاوی اقتدار کے برعکس روحانی اور اسلامی اقتدار کا مفہوم واضح کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان کرتا ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

☆ کلمہ طیبہ وہ دعوتِ اتحاد ہے جو نوعِ انسانی کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا سب سے بڑا موثر ذریعہ ہے۔

☆ کلمہ طیبہ وہ پیغامِ وصل ہے جو انسان کے دل کو لا الہ کے ذریعے غیر کے خیال سے پاک کرکے الا اللہ کے ذریعے واصل باللہ کردیتا ہے۔حضرت خواجہ سنائی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

تا بہ جاروب لا نہ روبی راہ
کے رسی در مقام الا اللہ

☆ کلمہ طیبہ توحید ورسالت کا وہ مہکتا ہوا سدا بہار گلدستہ ہے جس کی بوئے دلنواز سے عاشقانِ ذات ہر آن نئی جان حاصل کرتے ہیں۔

☆ کلمہ طیبہ پڑھتے ہی انسان تین چیزوں کا اقرار کرلیتا ہے۔ایمان، اسلام اور دین۔ ''ایمان'' قلبی اعتقادات کا نام ہے۔''اسلام'' ظاہری اعمال کا نام ہے۔اور ''دین'' ان دونوں کے مجموعے کو کہتے ہیں اور کلمہ طیبہ ان تینوں پر مشتمل ہے۔

کلمہ طیبہ درسِ توحید ہے۔توحید اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق اور وحدہٗ لاشریک ماننے کا نام

ہے۔توحید کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور ایک جاننا۔توحید کے اجمالی طور پر چار درجے ہیں۔

☆ **پہلا درجہ**

زبان سے اقرار اور دل سے انکار ایسے لوگ منافق کہلاتے ہیں۔

☆ **دوسرا درجہ**

زبان اور دل سے تقلیدی طور پر اعتقاد رکھے اور عقیدہ وحدانیت پر عقلی ونقلی دلائل بھی موجود ہوں۔یہ لوگ عام مسلمان یا علماء ظاہر ہوتے ہیں جو شرک جلی سے محفوظ ہوتے ہیں۔

☆ **تیسرا درجہ**

اہل ذکر سے تلقین حاصل کر کے عقیدہ توحید میں ایسا رسوخ حاصل ہو کہ دل میں نورِ بصیرت پیدا ہو جائے اور فاعلِ حقیقی صرف ذاتِ واحد کو جانے اور مجاہدہ سے گزر کر مشاہدہ کی طرف قدم بڑھائے یہ لوگ مومن (موحد) کہلاتے ہیں۔

☆ **چوتھا درجہ**

اذکار واشغال کی کثرت کے بعد سالک کو اس قدر ترقی نصیب ہو جائے کہ تجلیاتِ ذات وصفات اس کے دل پر وارد ہونے لگیں اور اس کو وجودِ واحد کے سوا کوئی چیز حقیقی نظر نہ آئے اور اشیائے کائنات اس کو خواب یا سراب معلوم ہونے لگیں اور مشاہدہ ذات میں استغراقِ کلی نصیب ہو جائے۔اس درجے میں توحید وجودی' توحید شہودی یا فنافی التوحید اور مرتبہ فناء الفنا اور بقا منکشف ہو جاتا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ کلمہ طیبہ کا سبق پیرِ طریقت، متبع شریعت سے حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ ساری عمر ضائع ہو جائے گی۔

بنا پیر دے کلمہ چلدا نئیں

☆ کلمہ طیبہ کے دو جزو ہیں۔

(پہلا جزو) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ............توحید ہے۔

(دوسرا جزو) مُحَمَّدٌ" رَّسُوْلُ اللّٰهِ.....رسالت ہے۔

توحید دعویٰ ہے رسالت اس کی دلیل ہے۔دعویٰ اور دلیل میں اس قدر قرب ہے کہ

درمیان میں واؤ عاطفہ کی بھی گنجائش نہیں ہے۔معلوم ہوا کہ توحید کا وسیلہ رسالت ہے اور قربِ خدا کا ذریعہ قربِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔کلمہ طیبہ کا پہلا جزو، مقصدِ زندگی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور دوسرا جزو طرزِ زندگی کی نشاندہی کرتا ہے۔

کلمہ طیبہ کا پہلا جزو تو اعلانِ مصطفیٰ ﷺ ہے اور دوسرا جزو اعلانِ خدا ہے۔گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ اے محبوب! تم میری توحید کا اعلان کرتے جاؤ میں تمہاری رسالت کا ڈنکا بجاتا ہوں۔

جناب محمد ﷺ برائے الٰہی برائے

جناب الٰہی برائے محمد ﷺ

کلمہ طیبہ کا پہلا جزو

تمام آفاقی اور انفسی خداؤں کی نفی کر کے خدائے واحد کے معبود ہونے کو ثابت کرتا ہے جو شریعت' معرفت اور حقیقت کا جامع ہے۔

توحید، وجودی ہو یا شہودی دونوں سے مقصد باطل معبودوں کی نفی کرنا اور معبود برحق کا اثبات کرنا ہے۔اسی مفہوم کو اہل تصوف نفی اثبات سے تعبیر کرتے ہیں۔توحیدِ شہودی میں مشہود صرف ذات ہوتی ہے۔غلبہ شہود وحدت میں کثرت کا نام ونشان بھی نہیں رہتا۔جبکہ توحیدِ وجودی میں موجود صرف ذات ہوتی ہے لیکن کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کے مندرجہ ذیل اشعار توحیدِ شہودی کے مفہوم پر مشتمل ہیں۔

کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو

عقیدۂ رسالت کا اعلان کرتا ہے اور شریعت کی تکمیل وتعمیل کا مظہر ہے۔کلمہ طیبہ کے دونوں اجزاء لازم وملزوم ہیں، ایک کے بغیر دوسرا مفید نہیں اور عقیدۂ رسالت، عقیدۂ توحید کے بغیر نامکمل ہے۔عقیدۂ توحید کا تصورِ ربوبیت "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" سے ظاہر ہے اور عقیدہ رسالت کا تصورِ رحمت "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" سے ثابت ہے۔اس اعتبار سے کل کائنات کا خدا بھی ایک ہے اور رسول بھی ایک ہے۔یوں توحیدِ باری کے ساتھ ہی توحیدِ رسالت کا مسئلہ بھی طے ہو جاتا ہے۔

جیسے سب کا خدا ایک ہے ایسے ہی

اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی ﷺ

☆ **توحیداور شرک**

اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات اوراحکام وافعال میں شریک سے پاک ماننا توحید ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُاَنْ يُّشْرِكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النسآء:48)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ اور بخشش دیتا ہے جو اس کے علاوہ ہے جس کو چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اوراحکام وافعال میں کسی غیر کی برابری مساوی سمجھ لینے کا نام شرک ہے۔شرک کے تین مرتبے ہیں۔

''اِعْتِقَادُ شَرِيْكٍ لِلّٰهِ فِيْ اُلُوْهِيَّتِهٖ وَهُوَ الشِّرْكُ الْاَعْظَمُ''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو شریک سمجھنا یہی شرک اعظم ہے۔

اِعْتِقَادُ شَرِيْكٍ لِلّٰهِ فِي الْفِعْلِ وَهُوَ مَنْ قَالَ اَنَّ مَوْجُوْدًا مَاغَيْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى مُسْتَقِلٌّ بِاِحْدَاثِ فِعْلٍ وَاِيْجَادِهٖ

ترجمہ: کسی کو اللہ تعالیٰ کے افعال میں اس طرح شریک سمجھنا کہ وہ مستقل اور بالذات اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کام کرسکتا ہے۔

''اَلشِّرْكُ فِي الْعِبَادَةِ'' (تفسیر الجامع لاحکام القرآن)

ترجمہ: کسی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرنا۔

اسی طرح علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے شرک کی حقیقت کے متعلق تحریر فرمایا

''اَلْاِشْتِرَاكُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِيْكِ فِي الْاُلُوْهِيَّةِ بِمَعْنٰى وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْبِمَعْنٰى اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَالِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ'' (شرح عقائد ص77)

ترجمہ: یعنی شرک یہ ہے کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا اس طرح کہ کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا خیال ہے۔

شرک کی تعریف اور شرک کے اجمالی مراتب سمجھنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ کوئی مسلمان کسی نبی یا ولی کو واجب الوجود یا لائق عبادت ہرگز نہیں سمجھتا۔تو پھر جولوگ مسلمانوں کو

مشرک وبدعتی ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زورصرف کررہے ہیں اور بلاوجہ کفروشرک کے فتوے لگارہے ہیں۔انہیں خدا کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اوراس ظلم عظیم کے ارتکاب سے توبہ کرنی چاہیے۔

☆ **کلمہ طیبہ کے ذکر سے خوفِ خدااور سکونِ قلب میسرآتا ہے**

کلمہ طیبہ کا ذکر کرنے والا انسان ہی حقیقی طور پر خوفِ خدا اور امن وسکون کی دولت سے بہرہ یاب ہوسکتا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (الرعد:28)

ترجمہ: خبردار ہوجاؤ کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

اہلِ عشق تو دائمی ذکر میں محو رہتے ہیں۔اہلِ دل تو ذکر کے جنون میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہیں۔ذکر کی برکت سے دل سے غفلت کے پردے ہٹتے ہیں اور گناہوں کی ظلمت کے بادل چھٹتے ہیں۔اہلِ ذکر کی زبان ہمیشہ ذکر سے تر رہتی ہے اوران کے دل رقّتِ قلبی کی وجہ سے آباد وشاد رہتے ہیں۔شدتِ محبت سے ان کی آنکھیں برستی ہیں اور ہردم دیدارِ محبوب کیلئے ترستی ہیں۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں اسی کیفیت کو دوامِ حضور آگاہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور بالآخر یہی حالت ان کو مقامِ حیرت تک لے جاتی ہے جو منتہائے معرفت ہوتی ہے۔یہ منزل عقل سے نہیں عشق سے حاصل ہوتی ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

☆ **کلمہ طیبہ اور قرآن مجید**

کلمہ طیبہ شجرہ طیبہ ہے۔ارشادخداوندی ہے۔

''اَلَمْ تَرَكَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ'' وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ'' (الابراھیم:24)

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات (کلمہ طیبہ) کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اورشاخیں آسمان پر ہیں۔

اس آیت میں کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ'' رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی طرح بیان کی گئی ہے۔ جس کی جڑ زمین میں قائم ہے اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جڑ سے مراد کلمہ توحید کا اعتقاد ہے جو مومن کے دل میں جاگزیں ہے اور شاخوں سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں جو آسمان کی طرف بارگاہ قبولیت میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ (الفاطر:10)

ترجمہ: اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں پاکیزہ کلمات (یعنی تسبیح وتہلیل اور اذکار واعمال وغیرہم)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (الابراھیم:27)

ترجمہ: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات (کلمہ طیبہ) کی برکت سے دنیا اور آخرت میں۔

قرآن میں متعدد آیاتِ تہلیل ہیں جن میں صراحت کے ساتھ بار بار کلمہ طیبہ کا ذکر آتا ہے۔ مثلاً

☆ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد:19)

☆ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (ال عمران:18)

☆ فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (التوبہ:129)

سورۂ فتح میں کلمہ طیبہ کے دوسرے جزو کا ذکر آتا ہے۔

☆ مُحَمَّدٌ'' رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح:29)

ان دونوں اجزاء کا حسین امتزاج کلمہ طیبہ کہلاتا ہے۔

☆ کلمہ طیبہ اور احادیثِ مبارکہ

☆ حضور ﷺ نے فرمایا،

''افضل الذکر لا الٰہ الا اللّٰہ'' (ابن ماجہ صفحہ 278)

ترجمہ: کلمہ طیبہ سب سے افضل ذکر ہے۔

☆ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

''اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ'' سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (مشکوٰۃ صفحہ 200)

ترجمہ: سب سے فضیلت والا کلام تسبیح وتحمید وتہلیل وتکبیر ہے۔

☆ حضور ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ شَیْءٍ صِقَالَةٌ'' وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ (مشکوٰۃ صفحہ 199)

ترجمہ: ہر چیز کیلئے صفائی ہے اور دلوں کی صفائی ذکر الٰہی سے ہے۔

☆ صوفیائے کرام کے نزدیک کلمہ طیبہ کا نام جلاء القلوب ہے۔ صفائی قلوب اور اخلاص نیت کے لئے اس سے بہتر کوئی شے نہیں۔

کلمہ طیبہ کے تقاضے

☆ **پہلا تقاضا --- ایمان اور اعمال صالحہ**

ایمان اصل ہے اور اعمال فرع ہیں جیسے درخت کی جڑ اصل ہے اور شاخیں فرع، جسمِ انسانی کے لئے دل اصل ہے اور اعضا فرع، اسی طرح دین کے اصول (جڑیں) عقائد ہیں اور فروع (شاخیں) اعمال صالحہ ہیں۔

عقائد واعمال کی اصل واساس کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔ الحمد للہ اہل سنت کے تمام عقائد ومعمولات کی بنیاد انہی دو (کتاب وسنت) پر ہے۔

یاد رہے کہ ایمان صرف عقیدہ توحید ورسالت تک محدود نہیں بلکہ اس کے لئے کچھ اور بھی شرائط ہیں۔ مثلاً سابقہ انبیاء ومرسلین، ملائکہ، آسمانی کتب، موت، بعث بعد الموت (قیامت) تقدیر، یوم آخرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک انسان چار باتوں پر ایمان نہ لائے مومن نہیں ہوسکتا۔

یَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ وَیُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَیُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَیُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ (ترمذی 2/37 واللفظ لہ ابن ماجہ صفحہ 9)

ترجمہ: گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (ﷺ) اللہ کا رسول ہوں اللہ نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور ایمان رکھتا ہو موت پر اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر اور تقدیر پر۔

ایمان درخت ہے اعمال شاخیں ہیں۔ شاخیں سرسبز وشاداب ہوں تو درخت بارونق اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ ایمان ایک ایسا شجرہ طیبہ ہے جس کی شاخوں پر اعمال صالحہ کے برگ وبار اور عبادات کے رنگارنگ پھول اور پھل لگتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَآءُ شُعْبَۃٌ" مِّنَ الْاِیْمَانِ (مسلم 47/1 مشکوۃ 12)

ترجمہ: ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ کسی تکلیف دینے والی چیز (پتھر، کانٹا وغیرہ) کو راستے سے ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے

ثابت ہوا کہ کلمہ طیبہ اجمال ہے اور اسلام اس کی تفصیل ہے جس طرح بیج میں پورا درخت چھپا ہوتا ہے اسی طرح اس مختصر سے کلمہ طیبہ میں پورا اسلام مستور ہے۔

ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ بجالانا کلمہ طیبہ کا اوّلین تقاضا ہے۔ کسی منشور یا دستور کی سچائی کا یقین اس امر پر موقوف ہے کہ ہم اس پر دل وجان سے عمل کریں۔ یہودیوں کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت عمل اور رسوم ورواج کو حاصل ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک صرف ایمان و عقیدہ ہی مدارِ نجات ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل کو بھی جمع کر دیا جائے کیونکہ نجات کا انحصار ایمان و اعمال دونوں پر ہے ایمان کے درخت کا پھل اعمال صالحہ ہیں ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اگر ہمیں کوئی ایسا شخص نظر آئے جو ایمان کا دعویٰ تو کرتا ہو مگر اس کے اعمال میں ایمان کے مطابق کوئی تبدیلی نظر نہ آئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان نے اس کی زبان سے گزر کر اس کے دل میں اثر نہیں کیا اور نہ ہی اسے ایمان کی لذت حاصل ہوئی ہے۔

☆ دوسرا تقاضا ۔۔۔ انقلاب

کلمہ طیبہ کا دوسرا تقاضا فکر ونظر میں انقلاب پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ جب انسان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ میرا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے تو پھر اپنے خالق و مالک کے تمام احکام پر اقرار باللسان وتصدیق بالقلب کے مطابق عمل کرنا اور زندگی کو انقلاب آشنا بنانا ضروری ہو جاتا ہے محض زبان سے کلمہ پڑھ لینا جنت میں داخلے کی ضمانت نہیں کیونکہ زبانی کلمہ

تو منافق بھی پڑھتے تھے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ظاہر و باطن، قلب ونظر، قول وفعل، جلوت وخلوت میں تضاد نظر نہ آئے۔ منافقت اور دورنگی کی زندگی یکسر ختم ہو جائے اور انسان سراپا اسلام بن جائے۔ اور

"اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" (البقرۃ:208)

کا نمونہ بھی نظر آئے۔

زباں نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

کلمہ طیبہ کا مطالبہ ہے کہ انسان گزشتہ عمر کی تمام سیہ کاریوں اور بداعمالیوں سے مکمل توبہ کر کے آئندہ زندگی ایمان کے تقاضوں کے مطابق بسر کرے ہم لوگ زبان سے تو کلمہ پڑھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم کلمہ کے تقاضوں سے ناآشنا ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

چوں بگویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

☆ تیسرا تقاضا ۔۔۔ اخلاص

اصطلاحِ شرع میں تمام اعتقادات، عبادات اور معاملات کو شرک، کفر، نفاق وغیرہ سے پاک وصاف رکھنے کا نام اخلاص ہے۔ عقائد و اعمال کی قبولیت کا دارومدار اخلاص ہی پر ہے۔ اخلاص کی ضد شرک ونفاق ہے۔

بعض واعظین لوگوں کو کلمہ طیبہ کی ضروری تشریح اور اس کی قیدیں بیان نہیں کرتے جس کی وجہ سے عام لوگ صرف زبان سے رسمی طور پر کلمہ پڑھ لینے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں ایک قول لکھا ہے۔

وَمَعْنَاہُ مَنْ قَالَ الْکَلِمَۃَ وَاَدّٰی حَقَّھَا وَفَرِیْضَتَھَا (مسلم 41/1)

ترجمہ: کلمہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھے وہ اس کا حق اور عائد کردہ فریضہ ادا کرے۔

اور یہ تبھی ممکن ہے کہ کلمہ پڑھنے والا اخلاص کی دولت سے مالا مال ہو۔ حدیث پاک میں کلمہ طیبہ کو اخلاص کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔

ملاحظہ ہو!

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق و سعادت مند وہ شخص ہوگا۔

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ (بخاری 20/1 مشکوٰۃ صفحہ 489)

ترجمہ: یعنی جس نے دل کی تہ سے خالص ہو کر کلمہ پڑھا ہوگا۔

اخلاص کو خراب کرنے والی چیزوں میں سب سے زیادہ مہلک چیز ریا کاری ہے۔ ریا کاری یہ ہے کہ انسان رضائے الٰہی اور آخرت کی کامیابی کی نیت سے عمل نہ کرے بلکہ لوگوں کے درمیان اپنی تعریف، نیک نامی اور شہرت مقصود ہو۔ حدیث پاک میں اسی چیز کو شرک خفی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کلمے کا مطلب ہی یہ ہے کہ شرکِ جلی اور شرک خفی دونوں سے بچا جائے۔

☆ چوتھا تقاضا ---- حُبِ خدا جل جلالہٗ و عشقِ مصطفیٰ ﷺ

کلمہ طیبہ کا ایک مہتم بالشان تقاضا یہ بھی ہے کہ ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات سے بے پناہ محبت ہو قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ:165)

ترجمہ: یعنی ایمان والے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا نشان یہ ہے کہ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کی پابندی کی جائے۔ پاک دامنی، امانت، دیانت، ایفائے عہد، رزقِ حلال، صدقِ مقال، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصولوں کو اپنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ ساتھ سرورِ کائنات ﷺ کی ذات سے والہانہ عشق و محبت بھی کلمہ طیبہ کے تقاضوں میں شامل ہے۔ کیونکہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ہی ہمیں جوہر ایمان حاصل ہوا ہے۔ اسی لئے تمام دنیاوی قرابتیں اور محبتیں جذبہ عشقِ رسول ﷺ کے سامنے ہیچ ہیں۔ سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (مسلم 49/1)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کے دل میں میری محبت اسکی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

ثابت ہوا کہ عشقِ رسول ﷺ کے بغیر زندگی فضول ہے۔ منافقینِ مدینہ ایمان کا دعویٰ کرنے اور اعمال صالحہ بجالانے کے باوجود مومن نہیں تھے۔ کیونکہ ان کے دل محبوب خدا ﷺ کی محبت میں گرفتار نہ تھے۔

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

رسول اللہ ﷺ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بے مثل و بے عیب مانا جائے اور آپ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔

☆ پانچواں تقاضا ---- استقامت

کلمہ طیبہ کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا استقامت ہے۔ کسی چیز کا سیدھا اور درست ہونا استقامت ہے۔ صراطِ مستقیم اس راستے کو کہتے ہیں جو سیدھا ہوا اور اس میں کوئی کج و پیچ و بے اعتدالی نہ ہو۔ ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' میں دین کے سیدھے راستے پر قائم رہنے کی دعا کی جاتی ہے۔

استقامت کا مفہوم یہ ہوا کہ کلمہ طیبہ پڑھنے والا انسان زندگی کے آخری لمحے تک اسلام کے اصولوں پر عمل کرتا رہے اور ہر آزمائش میں سے اس طرح ثابت قدمی سے گزر جائے کہ اسکے پایۂ استقلال میں ذرہ بھر لغزش و لرزش نہ آسکے۔ قرآن پاک میں استقامت کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (حم السجدہ:30)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ ثابت قدم ہوگئے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ کا دل کی گہرائیوں سے اقرار کرنے کے بعد ایمان میں ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کا عملی مظاہرہ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا باعث بنتا ہے۔ دوسری آیت میں اسی حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (الاحقاف:13)

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے ان کے لئے کوئی

خوف اور غم نہیں ہوگا

حدیثِ پاک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

قَدْقَالَ النَّاسُ ثُمَّ كَفَرُوْا اَكْثَرُهُمْ فَمَنْ مَاتَ عَلَيْهَا فَهُوَ مِمَّنْ اِسْتَقَامَ (ترمذی 2/157)

ترجمہ: بہت سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہا مگر ان میں سے اکثر کافر ہو گئے پس جو مرتے دم تک اسی عقیدے پر جما رہا وہی ثابت قدم (صاحب استقامت) انسان ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات ﷺ سے اسلام کی ایک جامع اور مکمل تعلیم کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (مسلم مشکوٰۃ ص12)

ترجمہ: تو کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا پھر ثابت قدم ہو جا۔

مذکورہ بالا حقائق یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ صاحب استقامت حضرات پر رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور وہ ان کے دینی و دنیاوی معاملات میں بطریقِ الہام و القاء امداد کرتے ہیں اور شرح صدر کی کیفیت سے نوازتے اور ان کے دلوں سے غم اور خوف و ملال کو دور کرتے رہتے ہیں۔ استقامت کی وجہ سے مومنین کے دلوں میں صبر، رضا، تحمل، عدل، رحم، خدا خوفی، مخالفتِ نفس، فکرِ آخرت اور دیگر اخلاق حسنہ جیسے پاکیزہ جذبات و احساسات پروان چڑھتے ہیں اور انسانیت تکمیل کے مراحل و مدارج طے کرتی ہے۔

تصوف کی اصطلاح میں سلوک الی اللہ کے راستے میں اعتدال کی روش اختیار کرنے کو استقامت کہتے ہیں۔ استقامت کے تین درجے ہیں۔

۱۔ اصلاحِ ظاہر

یعنی اپنے اعضاء و جوارح کو شرعی احکام کے مطابق درست کیا جائے اور اپنے جسم ظاہری کو تمام اعمالِ صالح کی بجا آوری پر آمادہ کر دیا جائے۔ اس طرح کہ تمام حرکات و سکنات، معاملات و معمولات کو سنت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔

۲۔ اصلاحِ باطن

یعنی قلبِ انسانی کو شرعی احکام کی تعمیل میں اس طرح اخلاص پر آمادہ کیا جائے کہ ہر کام کا مقصد صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو۔

۳۔ ظاہر و باطن میں توازن و ہم آہنگی

تمام واردات قلبی (کشف و کرامات و خرق عادات) اور معاملاتِ ظاہری و باطنی کو سنت نبوی ﷺ کے ترازو میں تولا جائے۔ اگر وہ سنت کے مطابق ہوں تو اعتبار کیا جائے ورنہ ان سب کو نظر انداز کر دیا جائے اور کوئی اہمیت نہ دی جائے۔

صوفیائے کرام نے اسی حقیقت کے پیش نظر فرمایا ہے۔

اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْق "اَلْكَرَامَة

ترجمہ: یعنی استقامت کرامت سے اوپر ہے۔

نماز (صلوٰۃ)

نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے اور اہم ترین فریضہ اور سب سے بڑی عبادت ہے۔ اسلام انسانوں کو ساری زندگی اللہ کی اطاعت میں گزارنے کا حکم دیتا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اللہ ہر وقت یاد رہے اور اس کا ڈر ہمیشہ دل میں جاگزیں رہے۔ پھر چونکہ شیطان ہر وقت انسان کو بہکانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس لئے یہ اور بھی ضروری ہے کہ انسان کے ذہن میں ہر وقت یہ بات تازہ رہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کی ہدایت پر عمل اس کا اصل کام ہے۔ چنانچہ اسی ضرورت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا فرض مسلمانوں پر یہ عائد کیا کہ وہ دن رات میں پانچ بار پابندی وقت کے ساتھ اسے یاد کریں یعنی نماز پڑھیں تا کہ دنیا کی مصروفیت' عیش وعشرت اور شیطان کے فریبوں میں خدا کو کسی لمحہ بھول نہ جائیں۔ اس بات کی اتنی اہمیت ہے کہ بیماری' سفر اور جنگ کسی بھی حالت میں نماز معاف نہیں۔

پھر حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ

''کفر وایمان کے درمیان حد فاصل صرف نماز ہے''

یعنی جس کسی نے ارادہ سے نماز ترک کر دی وہ حدِ ایمان سے نکل کر دائرۂ کفر میں داخل ہو گیا۔ غور کیجئے کہ صرف ایک چیز یعنی نماز کو چھوڑنے سے پورے ایمان کی جڑ کٹتی ہے معلوم ہوا کہ نماز ہی سارے دین کا سرچشمہ ہے۔ اس حکمت کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''نماز دین کا ستون ہے''

یعنی اگر ستون نماز نہ رہا تو عمارتِ دین تباہ و برباد ہو جائے گی۔ نماز کی اہمیت و فرضیت کا اندازہ لگانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ دو اقوال ہی کافی ہیں۔

شرائط نماز

نماز کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ لباس پاکیزہ ہو' مردوں کا لباس کم از کم یہ ہو کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم ڈھکا ہو' عورتوں کا لباس سوائے چہرہ' ہاتھ اور پاؤں کے سارا جسم ڈھکا ہو۔

☆ وضو ہو۔

☆ جگہ جہاں نماز پڑھنی ہو پاک صاف ہو۔

☆ قبلہ رخ ہو یعنی کعبہ کی طرف منہ کرے اگر کعبہ کی سمت معلوم نہ ہو تو جدھر تسکین ہو منہ کر لے اگر معلوم ہو سکے تو رخ کا تعین ضروری ہے۔

☆ نماز صحیح وقت پر ہو۔ یعنی اول وقت میں نماز پڑھی جائے۔ وقت زیادہ ہونے پر قضا کرنی پڑے گی۔

☆ وضو

وضو نماز سے پہلے طہارت اور پاکیزگی کے اہتمام کو کہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل ترتیب سے وضو کیا جاتا ہے۔

☆ پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے) پڑھیں۔

☆ پھر صاف ستھرا پانی لے کر دونوں ہاتھ دھوئیں۔

☆ پھر تین بار کلی کریں۔

☆ پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالیں اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کریں۔

☆ پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر تین بار منہ دھوئیں اور کلمہ شہادت ''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد اعبدہ و رسولہ۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں) پڑھیں۔

☆ پھر دونوں ہاتھ پہلے دایاں اور پھر بایاں کہنیوں تک تین بار دھوئیں۔

☆ اور تھوڑا سا پانی ہاتھوں پر ڈال کر سر' کانوں اور گردن کا مسح کریں (ہاتھ پھیریں)۔

☆ بعد میں دایاں' پھر بایاں دونوں پاؤں دھوئیں

☆ اس ترتیب کے ساتھ وضو کی تکمیل ہوتی ہے۔

اگر کسی جگہ پانی دستیاب نہ ہو تو پاک جگہ (زمین وغیرہ) پر ہاتھ پھیر کر وضو کی نیت کریں۔ یہ تیمم کہلاتا ہے۔ تیمم میں صرف ہاتھ اور منہ پر ہاتھ پھیرنا کافی ہوتا ہے۔ بالوں پر ضرورت نہیں ہوتی۔ بیمار اگر وضو نہ کر سکتا ہو تو تیمم کر لے۔ پانی نہ ملنے پر حتیٰ کہ جنابت تک کی حالت میں بھی تیمم جائز ہے۔

اوقات ورکعاتِ نماز

رکعت نماز کے ایک حصے کو کہتے ہیں جو شروع کرنے کے بعد تشہد تک ہوتا ہے دن میں پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی ہے۔نماز کے اوقات ورکعات مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ **نمازِ فجر**

یہ نماز صبح صادق سے طلوع آفتاب سے پہلے تک پڑھی جاسکتی ہے اس میں چار رکعتیں ہوتی ہیں۔ پہلے دو سنتیں، پھر دو فرض۔

☆ **نمازِ ظہر**

یہ نماز دوپہر کو سورج کے ڈھلنے سے نمازِ عصر سے پہلے تک ہوتی ہے اس میں بارہ رکعتیں پڑھی جاتی ہیں یعنی چار سنتیں، چار فرض، دو سنتیں، دو نفل آخر میں پڑھنا باعث برکت ہے۔

☆ **نمازِ عصر**

یہ نماز سہ پہر کو اس وقت ہوتی ہے جب کسی چیز کا سایہ اس کے اپنے قد سے دوگنا ہو جائے اور سورج غروب ہونے سے پہلے جب ابھی روشنی زرد رنگت پر ہو، اس وقت تک پڑھی جاسکتی ہے۔اس کے صرف چار فرض ہی ادا کرتے ہیں کیونکہ سنتیں غیر مؤکدہ (جن کی تاکید نہ ہو) ہیں۔ البتہ نمازِ عصر کے بعد غروب آفتاب تک نوافل نہ پڑھے جائیں۔

☆ **نمازِ مغرب**

یہ نماز غروبِ آفتاب کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے اس میں سات رکعتیں ہیں پہلے تین فرض، پھر دو سنتیں، بعد میں دو نفل باعثِ برکت ہیں۔

☆ **نمازِ عشاء**

یہ نماز غروبِ آفتاب کے بعد جب رات کا تھوڑا سا وقت گزر جائے۔(تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد) پڑھی جاتی ہے اور اس میں سترہ رکعتیں ہیں۔چار سنتیں، چار فرض، دو سنتیں، دو نفل، تین وتر اور دو نفل۔شروع میں چار سنتیں غیر مؤکدہ ہیں لوگ اکثر برکت کے لئے پڑھ لیتے ہیں۔وتر رات کی الگ ایک نماز ہے جو واجب ہے۔واجب فرض سے کم تر مگر سنت مؤکدہ سے زیادہ حیثیت رکھتی ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے امت کی سہولت کے لئے وتر کو عشا کی نماز کے ساتھ ہی ملا دیا ہے کہ اس رات کی نماز (عبادت) کا ثواب بھی ملے اور رات کو الگ اٹھنا بھی نہ پڑے۔برکت

کے لئے لوگ وتر سے پہلے دو نفل بھی ادا کر لیتے ہیں۔

مسائلِ نماز

☆ نماز اوّل وقت میں پڑھنا زیادہ پسندیدہ ہے لیکن اگر دیر ہو جائے تو اگلی نماز کے وقت سے پہلے تک پڑھی جاسکتی ہے اور اگر نماز بالکل رہ جائے تو قضا سمجھی جائے اور اگلی نماز کے ساتھ صرف فرض پڑھ لئے جائیں۔البتہ صبح کی نماز اگر قضا ہو جائے تو جب آنکھ کھلے پڑھ لینی چاہیے اگر سورج نکل رہا ہو تو آدھ گھنٹہ انتظار کر کے پڑھ لے۔لیکن قضا کی صورت میں دو سنتوں کے بدلے دو نفل پڑھ لیے جائیں۔کیونکہ ان سنتوں کی بہت اہمیت بیان ہوئی ہے۔بالکل قضا (رہ جانے) پر ظہر کی نماز کے ساتھ پڑھ لینی چاہیے۔

☆ نماز با جماعت پڑھنا ہی افضل ہے اور اس کے لئے بہت تاکید کی گئی ہے۔اگر کسی وجہ سے مثلاً بیماری، سفر، سخت ضروری کام وغیرہ سے با جماعت ادا نہ کی جاسکے تو اکیلے ہی پڑھنا ٹھیک ہے۔ البتہ جمعہ کی نماز اکیلے نہیں ہو سکتی۔یہ اس لئے کہ اگر کسی کو ہفتہ بھر میں با جماعت نماز پڑھنے یا مسجد میں آنے کی فرصت نہیں مل سکی تو کم از کم جمعہ کے دن یعنی آٹھویں دن وہ ضرور اکٹھے نماز پڑھے۔ بیمار اور مسافر کو یہ بھی معاف ہے وہ صرف ظہر کی نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔

☆ نماز با جماعت پڑھی جا رہی ہو تو دیر سے آنے والے کو حکم ہے کہ ساتھ مل جائے اور جتنی نماز رہ گئی ہو وہ بعد میں پوری کر لے۔طریقہ یہ ہے کہ جب امام پہلا سلام کہے تو وہ سلام نہ کہے بلکہ خاموش بیٹھا رہے۔جب امام دوسرا سلام کہے تو وہ اٹھ کھڑا ہو اور باقی نماز پوری کرے۔دیر سے آنے والا اگر جماعت کے ساتھ رکوع میں ملا ہو تو رکعت پوری سمجھی جائے گی ورنہ بعد میں رکعت ادا نہ ہوگی۔نماز کے ساتھ ملنے کے لئے دوڑنا ناپسندیدہ ہے لیکن باوقار طریقے سے چل کر شامل ہونا چاہیے۔

☆ بیمار، معذور یا بالکل ہی تھکا ہوا شخص اگر کھڑا ہو کر نماز ادا نہ کر سکے تو بیٹھ کر پڑھ لینی چاہیے۔ اگر یہ بھی تکلیف دہ ہو تو پھر لیٹ کر اشارے سے پڑھ لے مقصد سہولت کے ساتھ فرائض کی ادائیگی ہے۔

☆ سفر میں اللہ تعالیٰ نے یہاں تک سہولت دی ہے کہ ہر نماز کو قصر (کم) کر لیا جائے یعنی چار فرائض کی بجائے دو فرض پڑھے جائیں گے۔دو فرضوں کو کم نہیں کیا جائے گا اور تین فرضوں یا

وتروں کو بھی بغیر کم کئے پڑھا جائے گا۔ نمازِ قصر میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سہولت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنا چاہیے اسی نقطۂ نظر سے بہت سے علماء اس حق میں ہیں کہ نمازِ قصر میں صرف فرائض کم کر کے پڑھنے چاہیں اور سنتیں اور نفل چھوڑ دینے چاہیں لیکن جمہور علماءِ حنفیہ کے مطابق وقت میسر ہو تو سنتیں و نوافل بھی پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن قصر صرف فرائض میں ہوتا ہے سنت یا نفل میں نہیں۔

نماز کے مکروہ اوقات

(1) طلوعِ آفتاب کے وقت (2) غروبِ آفتاب کے وقت

(3) جب سورج نصف النہار پر ہو یعنی عین دوپہر کا وقت ان اوقات میں نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت اور فرض نمازوں کی قضا اور نوافل سب ناجائز ہے۔

☆ نمازِ جمعہ

شریعتِ محمدی ﷺ میں جمعہ کا دن متبرک قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح یہودیوں میں ہفتہ کا دن اور عیسائیوں میں اتوار کا دن متبرک اور عبادت کے لئے مخصوص ہیں اسی طرح مسلمانوں کے لئے جمعۃ المبارک عبادت کا خصوصی کا دن ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

''اے ایمان والو! جب نمازِ جمعہ کے لئے اذان دی جائے۔ ذکرِ الٰہی (نماز) کے لئے جلدی پہنچو اور خرید و فروخت (وقتی طور پر) چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تم سمجھو۔ پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ (کاروبار کی طرف) اور اللہ کا فضل (مال روزی) تلاش کرو اور اللہ کو خوب یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

جمعہ کا دن دراصل شروع ہی سے متبرک اور عظیم الشان بنایا گیا تھا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''سب سے مبارک دن جس میں آفتاب طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن جنت سے نکلے اور قیامت بھی اسی دن آئے گی۔''

نمازِ جمعہ ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے اور باجماعت مسجد وغیرہ میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اکیلے گھر میں پڑھنا درست نہیں۔ یہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے سوائے بیمار، مسافر، عورت بچے یا کسی

اور وجہ سے معذور اشخاص کے لیکن اگر مندرجہ بالا لوگ نمازِ جمعہ پڑھنا چاہیں تو جائز ہے۔ نمازِ جمعہ کے ساتھ ظہر کی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ ظہر کی نماز صرف اس حالت میں پڑھی جائے گی جب جمعہ کی نماز نہ پڑھی جا سکے اور بہتر یہ ہوتا ہے کہ معذور لوگ جمعہ کی نماز ہو جانے تک انتظار کریں بعد میں ادا کریں۔

نمازِ جمعہ کے لئے دو اذانیں رائج ہیں۔ پہلی اذان پر لوگ مسجد میں آ جاتے ہیں امام نماز سے پہلے حالاتِ زمانہ میں سے کسی موضوع پر اپنی زبان میں تقریر و تبصرہ کرتا ہے پھر دوسری اذان ہوتی ہے اور فوراً بعد عربی زبان میں خطبہ ہوتا ہے۔ تقریر اس لئے کی جاتی ہے کہ اس وقت تمام معتبر لوگ جمع ہوتے ہیں اور امام کا فرض ہے کہ وہ مسائل حاضرہ کا حل اور اسلامی نقطۂ نظر بتائے۔ بہر حال تقریر ہو یا نہ ہو خطبہ نمازِ جمعہ کے لئے شرط ہے۔ اس لئے خطبہ عربی زبان میں ادا کیا جاتا ہے تا کہ تمام ممالک میں تمام کے فرائض اور واجبات ایک ہی زبان میں ادا ہوں۔ خطبہ دو حصوں میں تقسیم کر کے پڑھا جاتا ہے۔ خطبہ کے دو حصے نمازِ ظہر کے دو فرض کے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں۔ اسی لئے نمازِ جمعہ میں چار کی بجائے صرف دو رکعت فرض ادا ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو لوگ صرف اسے سنتے ہیں اس دوران سنتیں یا نفل پڑھنا جائز نہیں۔ خطبہ کے بعد اقامت کہی جاتی ہے اور اس کے بعد دو رکعت فرض نمازِ جمعہ ادا کی جاتی ہے البتہ نمازِ جمعہ سے پہلے چار سنتیں اور بعض آئمہ کے نزدیک چھ رکعتیں (چار + دو) پڑھنی چاہیں۔

نمازِ جمعہ کے لئے کم از کم تین آدمی امام کے علاوہ ہوں تو جماعت ہو سکے گی ورنہ نہیں۔ کسی بستی کے لوگوں کو اگر نمازِ جمعہ نہ مل سکے تو لوگ نمازِ ظہر بلا اذان و جماعت ادا کریں کیونکہ جمعہ کے دن باجماعت اور اذان کے ساتھ صرف نمازِ جمعہ ہی فرض ہے۔

نمازِ عیدین

معنی و مفہوم

عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے اور واپس آنے کے ہیں عید چونکہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے اس لئے اسے عید کہا جاتا ہے۔

نمازِ عید کا وقت

سورج جب اُفق پر نکل آئے تو نمازِ عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور یہ سورج ڈھلنے تک باقی رہتا ہے جب سورج ڈھل جائے تو یہ وقت ختم ہو جاتا ہے جو شخص امام کے ساتھ نمازِ عید ادا نہ کر سکا تو اسے قضا نہیں کر سکتا ہے۔ چاند نظر نہ آنے کی صورت میں اگر زوال کے بعد شہادت مل جائے تو دوسرے دن نمازِ عید پڑھی جا سکتی ہے اگر کسی وجہ سے دوسرے دن بھی نہیں پڑھی گئی تو اس کے بعد نہیں پڑھنا چاہیے۔

نمازِ عید کا طریقہ

نمازِ عیدین دو رکعت ہے جن کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے تکبیر تحریمہ، پھر تین زائد تکبیریں کہے، پھر سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورۃ پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے اور رکعت پوری کرے۔ دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں کہے۔ اس طرح یہ چھ تکبیریں زائد ہیں، پہلی رکعت میں تین اور پھر دوسری رکعت میں تین۔

خطبہ عید

عید الفطر کی نماز کے بعد امام خطبہ دے جس کے درمیان میں جمعہ کے خطبہ کی طرح وقفہ ہو۔ اس خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام بیان کرے بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ اور عمرؓ نمازِ عید خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے عید الاضحیٰ کے موقع پر امام ان خطبوں میں لوگوں کو قربانی کے مسائل اور تکبیرات تشریق کی تعلیم دے۔

زائد تکبیرات کیلئے رفع یدین

عیدین کی تکبیرات میں رفع یدین یعنی ہاتھ اٹھانا چاہیے اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

نمازِ عید سے پہلے کھانا

(1) عید الفطر کے دن عید کی نماز پڑھنے سے قبل کچھ کھا پی لینا مستحب ہے بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن کچھ کھجوریں کھائے بغیر عید گاہ کی طرف تشریف نہیں لے جاتے تھے اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ رمضان اور عید کے دن میں فرق ہو جائے۔

(2) عید الاضحیٰ کے دن کچھ نہ کھایا جائے یعنی کہ نماز پڑھنے سے قبل کچھ نہ کھایا جائے جب نماز سے فارغ ہو جائے پھر کھائے بہتر یہ ہے کہ اپنے جانور کی قربانی کے گوشت کو پکا کر کھایا جائے۔

نماز کی فرضیت پر قرآنی آیات

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا (النساء:103)

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

''اقیموا الصلوٰۃ'' یعنی نماز قائم کرو۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (المومنون:2)

ترجمہ: (کامیاب ہیں وہ مومن) جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

حدیث میں وضاحت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو بتاؤ اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہے گا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا یہی حال پانچ وقت کی نمازوں کا ہے اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

نماز کے آداب

(1) تعدیلِ ارکان

نماز پورے سکون واطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کی جائے۔

(2) خشوع وخضوع

اس سے مراد یہ ہے کہ جسم، دل ودماغ سب کچھ خدا کے حضور پوری طرح جھکا ہوا ہو۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (المومنون:2,1)

ترجمہ: بیشک مومن کامیاب ہونگے۔ جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع کرتے ہیں۔

(3) حضورِ قلب

ظاہری ارکان کی ادائیگی کے علاوہ نماز میں دل کی حاضری بھی بہت ضروری ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"لاصلوة الا بحضور القلب" (الحدیث)

ترجمہ: دل حاضر نہ ہو تو پھر نماز نہیں ہوتی۔

(4) ذوق وشوق

نماز ذوق وشوق کے ساتھ پڑھے مارے باندھے کی رسمیں نماز در حقیقت نماز نہیں ہے

(5) نماز کے باہر نماز کا حق

نماز کے باہر بھی نماز کا حق ادا کیجیے اور پوری زندگی کو نماز کا آئینہ بنائیے قرآن پاک میں ہے:

"نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے"۔

نماز چھوڑنے پر وعید

ارشادِ ربانی ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

گویا کہ نماز چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مشرکوں میں شمار کرنا شروع کر دیا اور مشرکوں کی سزا بدترین ہے۔

اہل جنت اہل جہنم سے پوچھیں گے تمہیں کس چیز نے دوزخ میں ڈالا وہ کہیں گے۔

لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ (المدثر:43)

ترجمہ: کہ ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔

نماز کے فوائد ونتائج

☆ ذمہ داری

مسلمان جب اذان کی آواز سنتے ہی فوراً مسجد کی طرف چل پڑتا ہے اور دن میں پانچ بار وہ باقاعدہ پابندیٔ وقت کے ساتھ ایسا کرتا ہے تو اس کے سوا کیا ظاہر ہے کہ اسے اپنے فرض کی

ادائیگی کا پورا پورا احساس ہے۔ نماز کا اولین نتیجہ یہ ہے کہ وہ انسان میں احساسِ ذمہ داری اور فرض شناسی پیدا کر دیتی ہے۔

☆ سیرت وکردار

پھر نماز ہی انسان کو انسانیت سکھاتی ہے اور اس کی سیرت وکردار کو ایسے سانچے میں ڈھال دیتی ہے کہ پھر وہ ایک بہترین کنبہ پرور، مخلص دوست، اعلیٰ ہمسایہ، عمدہ شہری اور ملک وملت کا وفادار خادم یعنی تمام اعلیٰ اوصاف کا مالک بن جاتا ہے (جیسے کہ میرے پیر ومرشد ہیں)۔ ایسا ہی شخص مومن کہلاتا ہے۔ اور مومن کی پہچان یہ ہے کہ اس کے اعمال سے ظاہر ہو کہ وہ مومن ہے۔ غور کیجئے کہ جب ایک شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا ہے تو کون اسے مجبور کرتا ہے کہ ضرور پہلے وضو کر؟ اگر وہ بغیر وضو کے چپکے سے نماز پڑھ لے تو کون سی چیز اسے روک سکتی ہے؟ مومن نماز میں جو اللہ کی تعریفیں اور جو اپنے لئے دعائیں کرتا ہے کون اسے کہتا ہے کہ ایسا کر؟ اور اگر اسے یقین نہ ہو کہ اس کی عبادت، اس کی دعائیں، اس کے سجدے اور بار بار مدعا کو دہرانا کوئی دیکھ اور سن رہا ہے تو آخر کس لئے پھر یہ سارے دھندے کرتا ہے؟ یقیناً اس کا ایمان ہے کہ کوئی اعلیٰ ہستی (اللہ) موجود ہے جو اس کے ظاہر اور باطن کو دیکھ رہی ہے۔ اسے یقینِ کامل ہوتا ہے کہ اس کی دعائیں سنی جا رہی ہیں اور اس کے سجدے بارگاہ الٰہی میں رحمت کا باعث بنیں گے۔ چنانچہ وہ اللہ سے ہر حالت میں ڈرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی گرفت سے بھاگ نہ سکے گا۔ اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، خوش ہو یا مغموم، ہر حالت میں وہ اللہ پر شاکر رہتا ہے اور اس کی ہدایت پر عمل کرتا ہے۔ یہ اعلیٰ سیرت اس کی نماز کا نتیجہ ہے جس میں ہر روز پانچ بار اللہ کے سامنے گر گر دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تو مجھے ہدایت دے میں تیری ہی ہدایت پر چلنا چاہتا ہوں اور میں تمہیں ہرگز بھولا نہیں، مجھے تو ہر وقت یاد رہتا ہے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو کر وہ دنیادی کاموں میں آتا ہے تو وہی اللہ کا خوف، احساسِ ذمہ داری اور فرض شناسی اسے ہر کام میں باخبر رکھتی ہیں۔ چنانچہ وہ برائیوں اور ممنوع باتوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اس لئے قرآن میں آیا ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:45)

ترجمہ: یقیناً نماز بے حیائی اور بدی سے روکتی ہے۔

☆ پابندئ وقت

پھر دیکھیئے نماز اور کیا سکھاتی ہے؟ نماز باقاعدگی اور پابندئ وقت کے ساتھ آپ کو مجبور کرتی ہے کہ صبح کی میٹھی نیند اور آرام دہ بستر چھوڑ دیں' سخت سردی میں ٹھنڈے پانی سے غسل یا وضو کر کے سیدھے مسجد کا رخ کریں۔ ظہر اور عصر کے وقت کام چھوڑ کر حاضر ہونا پڑتا ہے۔ شام کی سیر و تفریح بھی کچھ دیر کے لئے ملتوی کرنی پڑتی ہے اور رات کو آرام کرنے سے پہلے ایک بار پھر پورے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرنی ہوگی۔ الغرض پانچوں وقت آپ کو اپنے نفس پر قابو پانا پڑا اور یہی نفس آپ کو طرح طرح کی دلفریبیاں دے کر بہکا دیتا ہے۔ ثابت ہوا کہ نماز ہی بہترین طریقے سے ضبطِ نفس سکھاتی ہے اور قوتِ ارادی میں اضافہ کرتی ہے۔

☆ تنظیم

نماز ایک طرف تو انسان پر انفرادی حیثیت سے اثر انداز ہوتی ہے اور اسے ہر قسم کی بہترین تربیت دیتی ہے۔ اور دوسرا اجتماعی لحاظ سے ان تربیت یافتہ افراد کو اکٹھا کرتی ہے۔ ایک ملت کی مضبوطی دراصل ہر فرد کی انفرادی تربیت پر منحصر ہے۔ اسی لئے نماز باجماعت پڑھنے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور آٹھ دن بعد جمعہ کے دن نمازِ جمعہ فرض کر دی گئی۔ پھر اگر یہاں بھی کسی کو پہنچنے کی فرصت نہیں ملی تو کم از کم سال میں دو مرتبہ عیدین کے موقع پر ضرور اجتماعی پروگرام میں حصہ لے۔ پس نماز اعلیٰ قسم کی تنظیم سکھاتی ہے۔

☆ مساوات

نماز مساوات کا بہترین مظاہرہ ہے۔ کوئی خواہ کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو مسجد میں ایک فقیر کے برابر کھڑا ہونا پڑے گا۔ یہاں اسے احساس ہوگا اللہ کے ہاں سب برابر ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز

یہ نماز ہی کی برکت ہے کہ اس نے درجات ختم کر کے امیر اور غریب کو اکٹھا کر دیا تا کہ دونوں کو پورا پورا احساس ہو جائے کہ وہ ایک ہی مالک کے بندے ہیں اور ایک ہی مقصد کے تحت دنیا میں رہتے ہیں۔

☆ اطاعتِ امیر

اطاعتِ امیر کا جذبہ بھی نماز ہی کی بدولت پیدا ہوتا ہے۔ کوئی شخص امام سے پہلے حرکت نہیں کر سکتا غور کیجئے کتنی اعلیٰ درجے کی اطاعت ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا تنظیم ہو سکتی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

"جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں جائے وہ قیامت کے روز گدھے کی صورت میں اٹھایا جائے گا"۔

مؤذن کی ایک آواز (اذان) پر اکٹھے ہونا اور امیر و غریب سب کا مل جل کر صف بندی کرنا کتنی اعلیٰ تنظیم کا مظاہرہ ہے۔ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی فوج میں بھی اس قدر اتحاد اور تنظیم کا جذبہ نہیں ملتا کہ بلاتمیز و رنگ و نسل اور اعلیٰ و ادنیٰ سب ایک ساتھ سیدھی صفوں میں کھڑے ہیں اور امام کے اشارے کا انتظار ہے۔ یہاں کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے لئے بھی جگہ مخصوص نہیں کی جا سکتی جو پہلے پہنچے گا وہ آگے کھڑا ہوگا جو بعد میں آئے گا ہو سکتا ہے کہ اسے پہلے آئے ہوئے آدمیوں کے جوتوں پر کھڑا ہونا پڑے۔ یہ ہے نماز کی شان جس نے درجات میں امتیاز نہیں رکھا' نسل و رنگ میں فرق نہیں کیا' وطن اور قبیلہ نہیں دیکھا اور سب کے ساتھ یکساں سلوک کر کے انہیں دنیا میں بھی ایسے ہی رہنے کا سبق دیا۔

☆ اجتماعی مفاد

اسلام دراصل انفرادی مفاد پر اجتماعیت کو ترجیح دیتا ہے تا کہ یکسانیت پیدا ہو۔ دیکھئے کہ نماز میں آپ اکٹھے دعا مانگتے ہیں ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں پھر آپ کہتے ہیں "ہم کو سیدھے راستے پر چلا"۔ یعنی آپ کی دعائیں بھی اجتماعی مفاد چاہتی ہیں۔

نماز کے مزید فائدے

☆ منشیات سے پرہیز

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (النساء:43)

ترجمہ: نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔

☆ باہمی مدد

ایک دوسرے سے ملتے ہیں بھائی چارہ قائم ہوتا ہے افراد مشکل میں دوسرے کی مدد کرنے لگتے ہیں۔

☆ سحر خیزی کی عادت

حضور ﷺ رات عشاء کی نماز کے بعد دیر تک باتیں کرنے سے منع فرماتے تھے تا کہ فجر کی نماز کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو نماز کے باعث صبح سویرے اٹھنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

بقول اقبالؒ

عطار ہو ، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

حضور نبی کریم ﷺ نے صف میں پھلانگنے سے منع فرمایا کیونکہ سب کا استحقاق برابر ہے۔

علامہ اقبالؒ کا شعر ہے۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

☆ طہارت و پاکیزگی

ارشاد خداوندی ہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (المدثر:4)

ترجمہ: اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو۔

☆ تربیت اولاد

جب بچے والدین کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہیں تو وہ بھی بہتر ماحول کو اپناتے ہیں اور برائیوں سے بچ جاتے ہیں۔

☆ مومن اور کافر میں فرق

ایک مومن اور کافر میں نماز امتیاز کرتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (الحدیث)

☆ حاصلِ کلام

الغرض نماز انسان میں اعلیٰ قسم کے تمام اوصاف پیدا کر دیتی ہے جس کے بعد وہ زندگی کے ہر شعبے میں ایک عمدہ تربیت یافتہ انسان کی حیثیت سے کام کرتا ہے اور ہر چیز میں اللہ کی ہدایات پر عمل کرنا واحد حل سمجھتا ہے۔ پھر اجتماعی لحاظ سے یہ افراد (مسلمان) ایک ایسی جماعت بنتے ہیں جو زمین پر اللہ کے احکام کے مطابق حکومت چلانے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر واقعی نماز سے یہ تمام اوصاف پیدا ہوتے ہوں تو سمجھئے کہ آپ کی نماز درست اور صحیح ہے ورنہ یہ نماز وہ نماز نہیں ہے جو اسلام کی اصل روح ہے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکیزگی اور نشوونما کے ہیں۔ پاکیزگی سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مال میں جن کا حق مقرر کیا ہے اسے دل کے خلوص اور رضامندی سے ادا کرنا تاکہ ہمارا مال دوسروں کے حق کی ملاوٹ سے پاک ہو جائے۔ نشوونما سے مراد یہ ہے کہ حق داروں پر مال خرچ کرنا اپنی دولت کو بڑھاتا ہے جس سے مال میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔

قرآنی حکم

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (النور:56)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اور رسول (محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

احادیث اور زکوٰۃ

(1) نبی ﷺ نے فرمایا۔ جو صاحبِ نصاب، مسلمان زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اسکی نماز قبول نہیں ہوگی۔

(2) نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ایسے فرض کی ہے کہ اغنیاء سے لی جائے اور غرباء میں تقسیم کی جائے۔"

اصطلاح میں زکوٰۃ ایک ایسی مالی عبادت ہے جو ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ جس سے وہ بخل و لالچ اور خود غرضی سے پاک ہو جائے۔ اس کی روح میں پاکیزگی، بالیدگی، اور طہارت آ جائے، اس کے دل میں محبت، احسان، فیاضی اور فراخ دلی کے جذبات نشوونما پائیں اور اس کے قلب میں ایثار و قربانی کا جذبہ بڑھے۔ زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں تیسرا رکن ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے ''کنزِ اسلام'' یعنی اسلام کا خزانہ قرار دیا ہے زکوٰۃ یکم رمضان سن ۲ ہجری کو فرض ہوئی۔ قبل ازیں حضور اکرم ﷺ کی مکّی زندگی میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا اجمالی حکم نازل ہو چکا ہے۔ زکوٰۃ ہر بالغ، عاقل مرد و زن صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض کی گئی ہے۔ اس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ صحابہؓ نے منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا تھا۔ قرآنِ حکیم میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم نماز کے ساتھ دیا گیا ہے۔ اور سات سو سے زیادہ بار نماز ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ نماز ادا کرنا خدا تعالیٰ کے حقوق میں سے اولین حق ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی حقوق العباد میں

پہلا حق ہے۔ نماز بندگی کے انتہائی گہرے جذبات کے ساتھ اپنے قلب و دماغ اور اپنے پورے جسم کو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا دینے کا نام ہے جبکہ زکوٰۃ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی کو خدا تعالیٰ کے نادار بندوں میں خوشی سے دینے کا نام ہے۔ جس سے قلبی اطمینان و سکون حاصل ہو سکتا ہے۔ نماز حقوق اللہ کی ادائیگی کا بہترین ذریعہ ہے اور زکوٰۃ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے بہترین عمل ہے۔

نصاب اور شرحِ زکوٰۃ

نصابِ زکوٰۃ سے مراد وہ کم از کم سرمایہ یا پیداوار ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ اس سرمائے یا پیداوار کے مالک کو صاحبِ نصاب کہا جاتا ہے۔ نصاب میں زمین، سونا، چاندی، روپیہ پیسہ اور تجارتی مال سب شامل ہیں زمین کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔

☆ بارانی زمین جو بارش یا قدرتی پانی سے خود ہی سیراب ہوتی ہے۔ اور کاشتکار کو محنت و مزدوری نہیں کرنی پڑتی۔ ایسی زمین کی پیداوار میں سے عشر یعنی 1/10 بطور زکوٰۃ ادا کیا گیا۔

☆ چاہی یا نہری زمین جسے سیراب کرنے کے لئے کاشتکار کو خاصی محنت کرنی پڑے مثلاً کنوئیں سے پانی کھینچنا یا نہر سے پانی لانا، اس کی زکوٰۃ پہلی قسم کی زمین سے نصف یعنی 1/20 حصہ مقرر ہے۔

☆ نقدی اور سونے چاندی پر زکوٰۃ اس وقت فرض ہوتی ہے جب یہ سال بھر کسی کے پاس پڑے رہیں سونے کا نصاب کم از کم ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے یا دو سو درہم مقرر ہے ان اموال پر چاہی زمین سے بھی نصف یعنی 1/40 زکوٰۃ فرض ہے۔

چونکہ عرب قبائل کا مال و دولت زیادہ تر جانوروں پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس لئے اونٹ، بھیڑ، بکری اور گائے وغیرہ پر مختلف شرح سے زکوٰۃ فرض ہے۔ (ان کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے) یاد رہے کہ یہ نصاب اور شرح حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے سے رائج ہے ذاتی استعمال کے مکان، لباس، اسباب، سواری اوزارِ کار بلکہ بعض فقہا کے نزدیک سونے چاندی کے مستعمل زیور پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔

جس طرح نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے بالکل اسی طرح زکوٰۃ کی اجتماعی وصولی اور تقسیم کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ باقاعدہ ایک محکمہ قائم کرے، جس کے کارندے عوام سے زکوٰۃ وصول کریں اور حاصل کردہ دولت کو غریب نادار اور دوسرے مستحقین میں عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کریں۔ اس طرح زکوٰۃ سوشل سیکورٹی کی بہترین سکیم ہے۔

کن اشیاء پر زکوٰۃ نہیں

(1) ذاتی رہائش کا گھر (2) آلاتِ حرب
(3) گرمی سردی کے کپڑے (4) پیشہ وروں کے اوزار
(5) گھریلو استعمال کے برتن (6) مطالعہ کی کتب
(7) سواری کا جانور (8) کھانے کے لئے غلہ
(9) تزئین و آرائش کی اشیاء

زکوٰۃ کے فوائد

زکوٰۃ بے حساب اور بے شمار فوائد کی حامل ہے جن میں سے چند فوائد درج ذیل ہیں۔

☆ معاشی بدحالی کا علاج

اسلام نے نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے غریبوں، مفلسوں اور محتاجوں کی امداد کا مستقل انتظام کر دیا ہے۔ اس سے بھکاری پن جیسے زہریلے مرض کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جاتا ہے اور معاشرے میں معاشی خوشحالی کی مکمل فضا پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ تزکیۂ نفس

زکوٰۃ کی ادائیگی امراء کے دلوں کو پاک اور صاف کرتی ہے ان کو خود غرضی، بخل اور غرور و تکبر جیسی بیماریوں سے نجات دلاتی ہے۔ ان میں ایثار و ہمدردی اور رحم کے اعلیٰ جذبات پیدا کرتی ہے۔ گویا اس طرح تزکیۂ نفس اور صفاتِ حسنہ کی نشوونما ہوتی ہے۔

☆ افرادی قوت

کسی ملک کی ترقی کا انحصار مال و دولت اور اسلحہ پر نہیں ہوتا بلکہ ان انسانوں پر ہوتا ہے جن

سے وہ جماعت بنتی ہے۔ غربت و افلاس سے ہزاروں آدمی تعلیم و تربیت سے محروم ہو سکتے ہیں مگر اسلام نے زکوٰۃ کے ذریعے قوم کی افرادی قوت کو مضبوط اور مستحکم کر دیا ہے۔

☆ بداخلاقی کا خاتمہ

جس سوسائٹی میں غربت، افلاس اور بھوک بڑھ رہی ہو غریبوں، محتاجوں اور ناداروں کی امداد کا کوئی انتظام نہ ہو، وہاں جسمانی صحتیں بگڑنے لگتی ہیں۔ اخلاق تباہ و برباد ہو جاتے ہیں لوٹ مار اور چوری کا دور دورہ ہو جاتا ہے اسلام نے زکوٰۃ کا نظام جاری کر کے پوری نوعِ انسانی پر ایک عظیم احسان کیا ہے اور لوگوں کو اخلاقی پستی سے نکال کر اخلاقِ حسنہ کے جلیل القدر مقام پر لا کھڑا کیا۔

☆ اجرِ عظیم کا ذریعہ

زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ نے اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے ان کے لئے آخرت میں ابدی نعمتیں ہونگی جن سے وہ لطف اندوز ہونگے چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا:

''جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک عمل کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں ان کا اجر بلاشبہ ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کسی رنج کا موقع ہے''۔

☆ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا انجام

زکوٰۃ وہ فریضہ ہے کہ جس کی عدم ادائیگی سے ابدی زندگی ناکام اور ہولناک ہو سکتی ہے۔ جس کی تصویر کا اندازہ درج ذیل آیات کریمہ سے ہو سکتا ہے۔

''اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔''

زکوٰۃ کی معاشی اہمیت

زکوٰۃ بحیثیت اعلیٰ مالیاتی پالیسی معاشرہ میں مندرجہ ذیل فوائد لاتی ہے۔

☆ کفالتِ عامہ

کفالتِ عامہ کے ضمن میں کسی یتیم کی پرورش اور تعلیم کا بندوبست کرنے سے وہ کمانے والا

مرد بن جائے گا اور معاشرہ پر اضافی بوجھ نہ بنے گا اگر کوئی کہے کہ میں اپنے مال میں سے دوسروں کی مدد کیوں کروں تو اللہ تعالیٰ اس سوچ کی نفی فرماتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (ال عمرٰن:180)

ترجمہ: اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

تو پھر صاحب نصاب کو خرچ کرنے کی ترغیب ہوتی ہے کہ مال اللہ کا ہے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہوگا اس کے باعث کفالتِ عامہ کی راہ ہموار ہوتی ہے اس کا انتظام مرکزیتِ زکوٰۃ سے ہونا چاہیے۔

☆ غربت کا خاتمہ

جس معاشرہ میں امراء کے مال کا اڑھائی فیصد غرباء پر خرچ ہو وہاں زکوٰۃ دینے والے تو ہوتے ہیں لینے والا کوئی بھی نہیں ہوتا حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور اس ضمن میں روشن مثال ہے یہ خواب آج بھی شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔

''اسلام نظام زکوٰۃ کے ذریعے معیشت کو صحت مند بنیادوں پر استوار کرتا ہے اور اس میں امداد باہمی جاری و ساری کرتا ہے۔'' (پروفیسر خورشید احمد)

☆ گردشِ دولت

نظام سرمایہ داری میں دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں آ جاتی ہے اور اکثریت تنگدست ہوتی ہے جبکہ ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (المعارج:25،24)

ترجمہ: اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اس کے لئے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے۔

چنانچہ جب نظامِ زکوٰۃ کے ذریعہ ہر سال بڑی رقم امراء سے غرباء کے پاس جاتی ہے تو اس سے ضروریاتِ زندگی میں اضافہ ہوتا ہے اشیاء کی طلب بڑھ جاتی ہے اور افراد کے لئے روزگار کے مواقع حاصل ہونے سے خوشحالی ہوتی ہے۔

☆ منصفانہ تقسیم دولت

اس وقت اہم مسئلہ تقسیم دولت کا ہے زکوٰۃ کی بدولت کبھی بھی اسلامی معاشرہ میں دو ایسے

گروہ پیدا نہیں ہو سکتے کہ ایک طبقہ سرمایہ داری نظام کی طرح عیش و عشرت کرے اور دوسرا افلاس کا شکار ہو اسلام دولت کی منصفانہ تقسیم کے لئے سنہری اصول پیش کرتا ہے۔

☆ بے روزگاری کا علاج

اس وقت پاکستان میں کام کرنے والے اہل افراد کا پانچواں حصہ بے کار ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس سرمایہ نہیں جس سے وہ کوئی کاروبار، دستکاری یا کھیتی باڑی کر سکیں اگر انہیں زکوٰۃ دے دی جائے تو وہ بے روزگاری سے بچ سکتے ہیں۔

☆ جرائم کا خاتمہ

اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ظالم شخص پہلے مظلوم ہوتا ہے جب اس کی جائز ضروریات پوری نہیں ہوتی تو پھر وہ معاشرے سے انتقام لینے کی تدبیر میں عادی مجرم بن جاتا ہے جس سے معاشرہ کا نظام بھی خراب ہوتا ہے زکوٰۃ کے بہتر اسلامی طرز کے نظام سے اس پر بڑی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

☆ ظلم واستحصال

ہمارے ملک میں بڑے بڑے زمیندار اور سرمایہ دار چھوٹے زمینداروں کو سود پر قرضے دے کر ہمیشہ کے لئے غلام بنا لیتے ہیں اگر نظامِ زکوٰۃ شرعی اصولوں پر قائم ہو تو حاجت مند کو سرمایہ دار کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

☆ قومی تجارت میں اضافہ

امریکہ جیسے ملک میں بھی جب لوگ پیسہ کاروبار میں نہیں لگاتے تو اس سے کساد بازاری پیدا ہوتی ہے لیکن ایسا معاشرہ جہاں زکوٰۃ کا انتظام ہو اگر فرد کاروبار نہ کرے تو ہر سال زکوٰۃ کی کٹوتی سے اس کی دولت ختم ہو جائے گی اس بناء پر وہ کارخانے قائم کرتا ہے جس کے باعث دیگر افراد کو کاروبار ملتا ہے اور قومی تجارت میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ ارتکازِ دولت کا حل

زکوٰۃ کے اصول کے تحت سرمایہ داروں کو دولت کا چالیسواں حصہ غرباء میں تقسیم کرنا ہوتا ہے جس سے دولت چند ہاتھوں میں نہیں رہتی اور معیشت میں اعتدال و توازن ہوتا ہے۔

☆ **گداگری کا خاتمہ**

بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے:

''سوال'' سوال کرنیوالے سے چمٹا رہے گا اور جب وہ اللہ کے حضور پیش ہوگا تو اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی نہ ہوگی۔''

اگر معذروں، یتیموں اور محتاجوں کی باقاعدہ بیت المال سے مدد کی جائے تو گداگری کا سلسلہ بالکل منقطع ہو جائے گا۔

☆ **طبقاتی کشمکش کا خاتمہ**

نظام زکوٰۃ کے ذریعہ امیر طبقہ امیر سے امیر تر اور غریب طبقہ غریب تر نہیں ہوتا جس کی بناء پر طبقاتی کشمکش جنم نہیں لیتی۔

☆ **ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ**

معیشت کا بنیادی مسئلہ ذخیرہ اندوزی ہے زکوٰۃ اس لعنت کو ختم کرنے کیلئے بھی ضروری ہے اور بہترین نظریاتی معاشرہ قائم کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔

☆ **پاکستان میں نظام زکوٰۃ**

جنرل ضیاء الحق مرحوم نے 20 جون 1980ء کو زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا نفاذ کیا اس کی رو سے ہر سال رمضان المبارک کے مہینے میں زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے اس میں مندرجہ ذیل خامیاں ہیں۔

نافذ شدہ نظام کی خامیاں

(1) کٹوتی کیلئے 320 روپے نصاب کی حد غیر شرعی ہے۔

(2) یہ بنکوں کی سطح تک محدود ہے لوگ رمضان سے پہلے رقم نکلوا کر اس کٹوتی سے بچ جاتے ہیں۔

(3) بنکوں میں نصاب کی مدت ایک سال کو مدنظر نہیں رکھا جاتا ہے بلکہ غیر شرعی طور پر چند دن پہلے کٹوتی ہو جاتی ہے۔

(4) زکوٰۃ کمیٹی میں باکردار افراد نہیں بلکہ سیاسی بنیادوں پر افراد آتے ہیں دینی تعلیم و تربیت کے فقدان کی وجہ سے غبن ہوتا ہے۔

(5) اسلام کہتا ہے کہ ایک ہاتھ دے تو دوسرے کو پتا نہ چلے لیکن یہاں بہت زیادہ تشہیر کی جاتی ہے۔

بہتر بنانے کے لئے تجاویز

(1) ملک کی بھاگ دوڑ صالح ہاتھوں میں ہو یہ ملک کا بہتر نظام چلائیں۔

(2) سادہ طرز زندگی کو رجحان دیا جائے۔ زر پرستی اور خودغرضی کم کی جائے۔

(3) اگر لوگ زکوٰۃ نہ دیں تو لوگوں کو اس جانب لانے کیلئے حکومت زبردست قانون نافذ کرے۔

(4) زکوٰۃ صرف نقدی اور اجناس پر نہیں بلکہ پھلوں، اموالِ تجارت، مویشی اور دفینے وغیرہ پر بھی لیجائے۔

(5) زکوٰۃ درست جگہ استعمال ہوتا کہ لوگ خوشدلی سے زکوٰۃ دیں۔

(6) تمام زکوٰۃ کمیٹی کا عملہ مسلمان ہو اور متقی و پرہیزگار ہو۔

(7) عاملین زکوٰۃ کی تربیت اور احتساب کا منظم نظام ہو۔

(8) زکوٰۃ نہ دینے پر خدا کے عذاب سے ڈرایا جائے۔

(9) سودی نظام کو ختم کیا جائے۔

(10) انکم ٹیکس کے گوشوارے میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا ایک خانہ رکھا جائے۔

زکوٰۃ کے مصارف

قرآن حکیم میں (سورۃ توبہ آیت نمبر 40) میں زکوٰۃ کے مندرجہ ذیل آٹھ مصارف مقرر کئے گئے ہیں۔

☆ **فقراء**

وہ لوگ جن کے پاس مال اپنی ضروریات کے لئے ناکافی ہو اور تنگدستی میں گزارا کرتے ہوں۔

☆ **مساکین**

وہ لوگ جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتے نہ لوگوں سے مانگتے ہیں۔ گویا ایک شریف غریب آدمی۔

☆ **عاملین زکوٰۃ**

وہ لوگ جنہیں حکومت زکوٰۃ کی وصولی کے لئے مقرر کرے۔

☆ **مؤلفۃ القلوب**

ایسے نومسلم جنہیں اسلام کی طرف مکمل طور پر مائل کرنا ہو اور مالی طور پر کمزور ہوں۔

☆ **غلاموں کی آزادی**

غلامی سے رہائی دلانے کے لئے زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے۔

☆ **قرض دار**

زکوٰۃ کے مال سے قرض داروں کی مدد ہوسکتی ہے۔

☆ **فی سبیل اللہ**

یہ لفظ تمام نیکوکاروں پر حاوی ہے۔ خصوصاً دعوت دین کا کام کرنے والے۔

☆ **مسافر**

حالتِ مسافرت میں اگر کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر محتاج ہو گیا ہو تو اس کی زکوٰۃ سے مدد کرنی چاہیے۔

زکوٰۃ کہاں صرف نہ ہوگی

(1) صاحب نصاب اگر سفر میں نہ ہو (2) تندرست اور کمانے کے لائق پر

(3) بنو ہاشم پر (4) غیر مسلم کو

(5) والدین، دادا، دادی، نانا، نانی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی

(6) دیگر رشتہ دار مثلاً بہن، بھائی، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ

ان میں اختلاف ہے، بہن اگر زیر کفالت نہ ہو تو درست رائے میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(7) مسجد کی تعمیر (8) مردے کی تجہیز و تکفین

(9) رفاہ عامہ کے کاموں میں (10) شوہر یا بیوی کو

روزہ

روزے کو عربی میں ''صوم'' کہتے ہیں۔ ''صوم'' کے لفظی معنی رک جانے اور باز رہنے کے ہیں۔ قرآن میں کہیں کہیں روزے کے لئے صبر کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ضبطِ نفس، ثابت قدمی اور استقلال کے ہیں۔ اصطلاح میں روزے کے معنی سحری کے بعد سے غروبِ آفتاب تک خالص اللہ کے لئے کھانے پینے اور دیگر ممنوعاتِ شرعیہ سے رکنے کے ہیں۔

روزے کی تاریخی حیثیت

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے''۔ (البقرہ:183)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل بھی روزے کا تصور پایا جاتا تھا۔ اگر روزہ کی نوعیت یا کیفیت کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ روزہ ہر مذہب میں موجود رہا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں ہر ہندی مہینے کی گیارہویں اور بارہویں کو اکاشی کا روزہ رکھا جاتا ہے جسے وہ برت کہتے ہیں۔ جین مت میں بھی چالیس دن کا روزہ ہوتا ہے۔ عیسائی مذہب میں بھی روزہ کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی چالیس روز تک جنگل میں روزہ رکھا۔ ان سے قبل حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی روزے رکھا کرتے تھے۔ جہاں تک بنی اسرائیل کا تعلق ہے تو یہ بات تورات سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل ہر دور میں روزے کے قائل رہے ہیں۔

☆ **قبل از اسلام عاشورہ کا روزہ**

اسلام سے قبل قریش عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس روز خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی قریش کے ساتھ روزہ رکھا کرتے تھے اس کے بعد جب حضور نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں آپ نے وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس روز فرعون کے ہاتھ سے نجات پائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم پر موسیٰ کی تقلید کا زیادہ حق ہے۔ چنانچہ مدینہ میں بھی آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر جب سن ۲ ہجری میں رمضان کے

روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کا روزہ مستحب ہوگیا۔ یعنی جس کا جی چاہے رکھ لے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ لیکن آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس اس دن کا برابر روزہ رکھا۔ سن ۲ ہجری میں لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ یہودی تو اس دن کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ سال میں ۱۰ کی بجائے ۹ تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔ لیکن افسوس! کہ آپ ﷺ اسی سال وفات پاگئے۔

ویسے تو عاشورہ دسویں تاریخ کو کہتے ہیں لیکن یہود جس عاشورہ کو روزہ رکھا کرتے تھے یہ ان کے کیلنڈر کے ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ ہوتی تھی۔ تورات میں اس دن کے روزہ کی بڑی تاکید آئی ہے۔

☆ روزے کا مقصد

قرآن نے روزے کا مقصد حصولِ تقویٰ بیان کیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ''۔

تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس میں نیک باتوں کی طرف رغبت اور بری باتوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسانی خواہشات انسان کو برائی کی طرف لے جاتی ہیں۔ اس لئے ان خواہشات پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے روزے کا نسخہ تجویز کیا گیا۔ روزہ رکھنے سے حیوانی جذبات دب جاتے ہیں اور انسان کی خواہشات کمزور پڑ جاتی ہیں اس لئے حضور ﷺ نے ان نوجوانوں کو جو مالی مجبوریوں کے باعث نکاح کرنے سے معذور ہوں مشورہ دیا ہے کہ وہ روزے رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لئے بہترین علاج ہے۔

☆ ماہِ رمضان کی اہمیت

حضور ﷺ نے ابتدا میں مسلمانوں کو ہر مہینے صرف تین دن روزے رکھنے کی ہدایت کی تھی مگر یہ روزے فرض نہ تھے۔ پھر ۲ ہجری میں قرآن میں حکم نازل ہوا کہ رمضان کا پورا مہینہ روزے رکھو۔ بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ روزوں کے لئے رمضان ہی کے مہینے کی تخصیص کیوں ہے؟ قرآن نے اس سوال کا جواب خود ہی دے دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

''رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو مسلمانوں کیلئے سراسر

ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔ پس جو شخص اس مہینے کو پائے اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔''

یعنی رمضان کو روزوں کے لئے اس لئے مختص کیا گیا ہے کہ اس مہینے میں قرآن نازل ہوا تھا۔ لہذا رمضان کا پورا مہینہ رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔ قرآن کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں۔ خدا کی آخری کتاب ہے جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اتاری گئی۔ یہ حق باطل کو نکھار کر الگ الگ کر دیتی ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس مہینے میں روزے رکھ کر ''نزولِ قرآن'' کا جشن منایا کرو۔ اور قرآن کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کیا کرو۔ اس لئے اس مہینے تلاوتِ قرآن معمول سے زیادہ کی جاتی ہے۔

اور ہر مسلمان کم از کم ایک مرتبہ قرآن ضرور مکمل کرتا ہے۔ نماز تراویح میں بھی قرآن پڑھا جاتا ہے اور ویسے بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ رمضان کے مہینے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔

☆ اگر رمضان میں روزے نہ رکھے جاسکیں تو؟

اللہ نے صرف رمضان ہی کو روزوں کے لئے مخصوص نہیں کیا ہے بلکہ جو لوگ کسی مجبوری کی بناء پر رمضان میں روزے نہ رکھ سکیں ان کے لئے دوسرے دنوں میں روزے قضا کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی چاہتا ہے''۔(البقرہ:185)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کا یہ حکم نہیں ہے کہ ہر حال میں رمضان میں روزے رکھو اور چاہے مر رہے ہو لیکن رمضان کا روزہ نہ چھوڑو۔ نہیں! اللہ نے اتنی سختی نہیں کی ہے بلکہ اس نے یہ رعایت دی ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان کے دوران بیمار پڑ جائے یا اسے سفر پر جانا پڑے تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ اس طرح رمضان کے جتنے روزے چھوٹ جائیں وہ رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں پورے کر لیے جائیں۔

روزوں سے اللہ مسلمانوں کو بے جا مشقت میں نہیں ڈالتا بلکہ ان سے چند خاص روحانی

اور جسمانی فوائد مطلوب ہیں۔ اللہ کا کوئی حکم بھی مصلحت سے خالی نہیں۔ روزے بھی اہل ایمان میں تقویٰ اور خدا خوفی کے جذبات پیدا کرنے کے لئے فرض ہوئے ہیں لیکن اگر کوئی شخص کسی مجبوری کی بناء پر روزہ نہ رکھ سکے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے رعایت کی گنجائش رکھی ہوئی ہے۔

اخلاص اور بے ریائی کی خصوصیات

روزہ دو باتوں پر منحصر ہے۔

☆ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک نہ کھایا جائے نہ پیا جائے۔

☆ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک جنسی اختلاط سے پرہیز کیا جائے۔

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ انسانی خواہشات میں سے یہی دو خواہشات سب سے زیادہ پرزور اور سرکش ہیں۔ یہ صرف خواہشات ہی نہیں بلکہ انسان کی فطری ضرورتیں بھی ہیں اور انہی پر نسلِ انسانی کی بقا بھی منحصر ہے۔ لہٰذا اسلام نے انہیں کنٹرول میں لانے کے لئے ایک ماہ کا تربیتی کورس مقرر کر دیا ہے اب اس پورے مہینے میں دن بھر ہم اپنی ان خواہشات کو محض خدا کی خوشنودی کے لئے قابو میں رکھتے ہیں اگرچہ ہم چھپ کر ان خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہیں لیکن محض اس لئے ایسا نہیں کرتے کہ یہ ہمارے خدا کا حکم ہے۔ اسی کو تقویٰ کہتے ہیں اور یہی چیز تمام عبادات کی جڑ اور اخلاق کی بنیاد ہے۔ اخلاص اور بے ریائی روزے کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا"۔

یعنی میرا بندہ محض میری خوشنودی کے لئے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھتا ہے سب کچھ موجود ہوتا ہے لیکن نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ میاں بیوی اکٹھے ہوتے ہیں لیکن محض میری خاطر ایک دوسرے کے قریب نہیں جاتے۔ جب میری خاطر وہ اپنی خواہشات کی قربانی دیتے ہیں تو اب میرا فرض ہے کہ میں انہیں بڑھ چڑھ کر بدلہ دوں۔

☆ محض فاقہ کشی روزہ نہیں ہے

جب روزے کا بنیادی مقصد ہی تقویٰ اور خدا خوفی کا حصول ہے تو یہ بات از خود ثابت ہوگی کہ باقی جن باتوں سے بھی اللہ نے منع فرمایا ہے انہیں بجالائے۔ یہ بات کس طرح روا ہو سکتی ہے کہ آدمی خدا کی خوشنودی کے لئے کھانے پینے سے تو مجتنب رہے لیکن تولنے لگے تو کم تولے اور

ناپنے لگے تو کم ماپے یا اللہ کے دیگر جو احکام ہیں ان کی خلاف ورزی کرے۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس کا روزہ نہیں بلکہ فاقہ کہلائے گا اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو وہ جان لے کہ اللہ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ بھوکا رہے یا پیاسا۔" (صحیح بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ صرف کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے اجتناب کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ دار کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ باقی معاملات میں بھی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ ایک اور حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے اس بات کی مزید وضاحت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں،" کتنے ہی روزہ دار ہیں جن کے پلے روزے سے پیاس کے سوا اور کچھ نہیں پڑتا"۔ (دارمی شریف)

اس حدیث میں بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ روزے کا مقصد صرف بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ تقویٰ اور طہارت کا حصول ہے۔ اگر روزہ دار تقویٰ کے حصول میں کامیاب ہو گیا تو اس کی بھوک اور پیاس اس کے کام آ گئی لیکن اگر اس کی اخلاقی حالت میں کوئی فرق نہ پڑا تو اس کا بھوکا اور پیاسا رہنا بے کار ہو گیا۔

☆ روزے کے طبی فوائد

اگرچہ روزے کا بنیادی مقصد تقویٰ کا حصول اور تزکیۂ نفس ہے۔ لیکن روزے سے انسان کو بدنی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جس طرح حد سے زیادہ فاقہ اور بھوک جسم کو کمزور کر دیتی ہے اس طرح زیادہ کھانے سے بھی انسان گوناگوں بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ماہرینِ طب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ فاقہ بہت سی بدنی بیماریوں کا علاج ثابت ہوتا ہے۔

اس لئے اطباء ایک ہفتے میں ایک وقت کا فاقہ کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ لہٰذا ایک ماہ کے مسلسل روزوں سے انسانی جسم کی مکمل اصلاح ہو جاتی ہے اور یوں انسان جسمانی اور روحانی عوارض سے پاک ہو جاتا ہے اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا،" کہ ہر شے کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے"۔

یعنی جس طرح زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک ہو جاتا ہے اس طرح روزہ رکھنے سے جسم کا میل کچیل یعنی فاسد مادے خارج ہو جاتے ہیں ایک اور حدیث میں جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے

روایت کیا ہے"حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے۔"

☆ **رہبانیت اور تقشف سے گریز**

اگر چہ روزہ اصلاحِ نفس کے لئے ضروری ہے لیکن اس میں سختی یا افراط سے منع کیا گیا ہے بعض لوگ اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھتے اور اپنے آپ کو بے جا سختی میں مبتلا کرنا نیکی سمجھتے ہیں یہ روش پسندیدہ نہیں ہے۔عرب میں صوم وصال کا طریقہ جاری تھا یعنی کئی کئی دن متصل روزے رکھتے تھے۔صحابہ نے بھی اس کا ارادہ کیا لیکن آپ ﷺ نے سختی سے روک دیا۔قبیلہ باہلہ کے ایک صاحب نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واپس گئے۔سال بھر کے بعد دوبارہ آئے تو پہچانے نہ جاتے تھے حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ تم نہایت خوش جمال تھے تمہاری صورت کیوں بگڑ گئی؟ انہوں نے عرض کیا جب سے آپ ﷺ سے رخصت ہوا ہوں متصل روزے رکھ رہا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا،"اپنی جان کو کیوں عذاب میں ڈال رکھا ہے رمضان کے علاوہ مہینے میں ایک دن کا روزہ کافی ہے"

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تم میں سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔لیکن روزہ بھی رکھتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔جو شخص میرے طریقے پر نہیں چلتا وہ میرے گروہ سے خارج ہے۔

سفر میں اللہ تعالیٰ نے خود روزہ چھوڑنے کی اجازت دی ہے اگر سفر میں روزہ رکھنے سے تکلیف کا احتمال ہو تو روزہ چھوڑ دینا چاہیے۔خود حضور نبی کریم ﷺ نے سفر میں کبھی روزہ رکھا اور کبھی نہیں رکھا۔لیکن یہ بات مناسب نہیں کہ سفر میں روزہ رکھ کر آپ باقی لوگوں کے لئے تماشا بن جائیں۔ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ سفر میں تھے راستے میں ایک شخص کو دیکھا کہ بھیڑ لگی ہوئی ہے اور لوگوں نے اس پر سایہ تان رکھا ہے آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس شخص نے روزہ رکھا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفر میں اس طرح روزہ رکھنا کچھ ثواب کی بات نہیں ہے۔

☆ **اعتکاف**

اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی رمضان کا آخری عشرہ مسجد میں ہی رہے اور دن رات اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔اعتکاف کی حالت میں آدمی انسانی حاجات کے لئے مسجد سے باہر

جا سکتا ہے مگر اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو شہوانی لذتوں سے روکے۔اگر چاند انتیس تاریخ کو نظر آ جائے تو معتکف کا یہ عشرہ نو روز کا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ شوال کا چاند طلوع ہوتے ہی اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔رمضان کا آخری عشرہ اس لئے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں لیلۃ القدر آتی ہے یہ وہ برکت والی رات ہے جسے قرآن ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر قرار دیتا ہے۔

☆ **لیلۃ القدر**

قرآن نے لیلۃ القدر کی فضیلت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

"ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے اور تمہیں کیا پتا ہے کہ شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے اس رات کو فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر نازل ہوتے ہیں وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔" (سورۃ القدر)

لیلۃ القدر بڑی مبارک رات ہے اس رات غارِ حرا میں حضور نبی کریم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔"قدر" کے معنی بعض مفسرین نے تقدیر کے لیے ہیں۔یہی وہ رات ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ تقدیر کے فیصلے نافذ کرنے کے لئے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے اس کی تائید سورۃ "دخان" کی یہ آیت بھی کرتی ہے۔

"اس رات ہر معاملے کا حکیمانہ فیصلہ صادر کر دیا جاتا ہے"۔

دوسرے مفسرین کے نزدیک "قدر" سے مراد عظمت و شرف ہے۔یعنی وہ رات جو بڑی عظمت و شرف والی رات ہے۔سورۃ القدر میں بھی اسے ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے ایک طاق رات ہے۔اکثر لوگ ستائیسویں رمضان کو لیلۃ القدر سمجھتے ہیں۔اس رات کا تعین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اس لئے نہیں کیا گیا ہے تاکہ لوگ شب قدر کی فضیلت سے فیض اٹھانے کے شوق میں زیادہ سے زیادہ راتیں عبادت میں گزاریں اور کسی ایک رات پر اکتفا نہ کریں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور اللہ کے اجر کی خاطر عبادت کے لئے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے"۔

☆ روزہ بعض گناہوں کا کفارہ ہے

روزہ انسان کو بہت سے گناہوں سے محفوظ بھی رکھتا ہے اور بہت سے گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''روزہ ڈھال ہے'' یعنی جس طرح ڈھال انسان کو دشمن کے حملوں سے محفوظ کر دیتی ہے اسی طرح روزہ بہت سے گناہوں سے بچا لیتا ہے''۔

حج

حج اسلام کا پانچواں اور آخری رکن ہے۔ گویا یہ ارکانِ اسلام کا تتمہ ہے۔ حج کے لغوی معنی زیارت کا ارادہ کرنے کے ہیں شریعت کی زبان میں حج کی عبادت کو حج اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں انسان کعبۃ اللہ کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے اور مکہ مکرمہ کے آس پاس شعائر اللہ میں ان مخصوص حرکات وسکنات کو بجالاتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے انہی حرکات وسکنات کی مقررہ ایام میں ادائیگی مناسکِ حج کہلاتی ہے۔ حج ذوالحجہ 8 تاریخ سے شروع ہو کر ۱۲ تاریخ تک ہوتا ہے حج ہر بالغ، عاقل، صاحبِ استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ استطاعت سے مراد صحت، زادِ راہ اور سفر کی سہولت ہے۔ حج کی فرضیت قرآن مجید سے واضح ہے۔

''اور لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے اس شخص کے ذمہ جس نے اس کی طرف استطاعت پائی اور جس نے انکار کیا تو اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے''۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے اور جو شخص استطاعت کے باوجود حج سے عمداً محروم رہا تو اس کا طرزِ عمل کافروں جیسا ہے۔ اس آیت کی وضاحت میں آنحضور ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس تم ضرور حج کرو''۔

مذکورہ بالا تصریحات سے حج کی اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو کسی بیماری یا واقعی ضرورت یا ظالم حکمران نے روک نہ رکھا ہو اور اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی مرے چاہے نصرانی۔ (ہمارے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں) (ترمذی)

اسی طرح آنحضور ﷺ سے ''افضل الاعمال'' کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ

اور رسول ﷺ پر ایمان پھر جہاد فی سبیل اللہ پھر حج۔ (متفق علیہ)

ایک اور حدیث میں ہے، ''جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور گناہ نافرمانی کا مرتکب نہ ہوا تو وہ گناہ سے اس طرح پاک ہو گیا جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو''۔

حج کی اس اہمیت کے پیشِ نظر حضرت فاروق اعظمؓ نے اعلان کر رکھا تھا، ''جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہیں''۔

یہاں اہل استطاعت مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے اگر انہیں اس تاکیدی حکم کے بعد بھی حج کا شوق پیدا نہیں ہوتا تو انہیں اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے اور اپنی عاقبت سے ڈرنا چاہیے۔

مقاصدِ حج

☆ توحید کا درس

حج کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ساری دنیا کو توحید کا درس دیا جائے اور شرک کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے کیونکہ ہر حاجی کا وردِ زبان ہوتا ہے۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ... الخ

ترجمہ: اے اللہ! میں حاضر ہوا۔ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں...

☆ تبلیغ اسلام

حج کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ ایک خدا کو ماننے والے اطرافِ عالم سے کھنچ کھنچ کر کعبہ میں جمع ہوں وہ مل کر عبادت کریں اور پھر یہاں سے اسلام کا پیغام لے کر پوری دنیا میں پھیلائیں۔

حج کے فوائد

☆ محبت واخلاص کی دلیل

حج کا ارادہ ہی خدا تعالیٰ کے ساتھ انتہائی محبت و خلوص کی واضح دلیل ہے کیونکہ جب ایک مسلمان بیوی بچوں، گھر بار اور رشتہ داروں سے جدا ہوتا ہے۔ اور اپنا پورا پورا کاروبار ترک کر کے دور دراز ممالک کا سفر کرتے ہوئے مصائب برداشت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے تو اس سے

صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ انتہائی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں کوئی چیز اس کا راستہ نہیں روک سکتی اور نہ ہی اس کے ارادوں کو متزلزل کر سکتی ہے۔

☆ حلاوتِ ایمانی

حج کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سفرِ حج سے پہلے ایک مومن یہ پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالائے۔ وہ قرض خواہوں کا قرض ادا کرتا ہے روٹھے ہوئے رشتہ داروں، دوستوں اور لوگوں کو راضی کرتا ہے۔ اس کی توجہ مکمل طور پر خدا تعالیٰ کی طرف منبذول ہو جاتی ہے وہ نماز پڑھتا ہے تو اس میں مٹھاس اور لذت پاتا ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کرتا ہے تو اس کا دل سرور و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے اب اسے اپنے ایمان کی حلاوت کا وہ مزہ آتا ہے جو ساری عمر اس کو نصیب نہ ہوا تھا۔

☆ اَن مِٹ اثر

جب وہ حجاز کی سرزمین پر قدم رکھتا ہے تو اسلام کی پوری تاریخ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام نے عرشِ الٰہی کے سایہ تلے خدا کا گھر بنایا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے یہاں ہی تشریف لائے اور اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ ملا کر خدا تعالیٰ کے گھر کی بنیادیں اٹھائی تھیں۔ پھر یہیں وہ غارِ حرا ہے جہاں حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پر قرآنِ حکیم کا نزول ہوا تھا۔ اور پھر جب وہ لوگوں کے ساتھ مل کر توحید کا ترانہ پڑھتا ہے اور درج ذیل الفاظ فضائے بسیط میں گونج جاتے ہیں۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ... الخ

"میں حاضر ہوں۔ میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔
میں حاضر ہوں۔ تعریف، نعمت اور ملک تیرے لئے ہے کوئی تیرا شریک نہیں"۔

ہر دل میں اپنے خالق کے ساتھ عشق و محبت کے گہرے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔ جب انسان واپس آتا ہے تو گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتا ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو حضور ﷺ نے یوں فرمایا:

"جو شخص اس گھر کی زیارت کو آیا [illegible] نے نہ تو شہوت کی کوئی بات کی اور نہ خدا کی

نافرمانی کا کوئی کام کیا تو وہ اپنے گھر کو اس طرح واپس لوٹے گا جس حالت میں اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ یعنی گناہوں سے پاک صاف ہو کر لوٹے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔"

☆ نئی زندگی کا باب

حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد انسان کی زندگی کا ایک نیا باب کھلتا ہے۔ وہ خلوت وجلوت میں گناہ کرنے سے خوف کھانے لگتا ہے۔ معاشرے میں لوگ اس کی حرکات وسکنات پر نگاہ رکھتے ہیں۔ برائی کرنے کی صورت میں اسے غیرت دلاتے ہیں الغرض حج ہی وہ واحد فریضہ ہے جس سے انسان کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہ اب گناہوں سے پرہیز کرنے لگتا ہے اور نیکیوں کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔

☆ مساوات کا بے مثال نمونہ

حج کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے لوگ دور دراز دنیا کے گوشوں سے مکہ معظمہ جا پہنچتے ہیں تو عربی و عجمی ایشیائی و فرنگی اور افریقی و انڈونیشی مسلمان سب آپس میں گلے ملتے ہیں۔ کالے گورے، سفید و سیاہ، امیر و غریب آقا و غلام اور شاہ و گدا سب ایک ہی لباس میں ملبوس ہو کر ایک ہی مقام پر یکساں کلمات سے ایک خدا تعالیٰ کے حضور حج کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ عالمگیر مساوات اور بین الاقوامی وحدت کا ایک مثالی منظر سامنے آتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان ایک ہی ہار کے موتی ہیں اور ایک ہی دیوار کی اینٹیں ہیں۔

☆ جغرافیائی معلومات کا ذریعہ

حج ہی وہ واحد فریضہ ہے جس میں مسلمانوں کو دور دراز ملکوں کی سیاحت کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ان کو مختلف ملکوں کی آب و ہوا، پیداوار اور سطح زمین، زبانوں کا مطالعہ اور لوگوں کے ساتھ میل جول کا موقع ملتا ہے اس سے جغرافیائی معلومات کا بڑا قیمتی ذخیرہ تیار ہو جاتا ہے مسلمانوں کے مشہور جغرافیہ نویس یاقوت رومی نے اپنی معروف کتاب "تقویم البلدان" میں مسلمانوں کی علمِ جغرافیہ میں ترقی کا سبب فریضہ حج قرار دیا ہے۔

☆ بین الاقوامی تجارت

فریضہ حج دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے فوائد رکھتا ہے۔ سب سے بڑا مادی فائدہ بین

الاقوامی تجارت ہے۔ اس عبادتِ عظیم کے ذریعے اسلامی ممالک کے درمیان وسیع تجارتی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مسلمان اقوام معاشی اعتبار سے ترقی و کمال سے ہمکنار ہو سکتی ہیں اور بہت سے مسلم ممالک کی اقتصادی پسماندگی دور ہو سکتی ہے۔

☆ علمی اور فروعی مسائل کا حل

حج کے موقع پر دنیا کے علمائے عظام اور مجتہدینِ اکرام آپس میں مل جل کر اپنے انقلابی، فروعی اور علمی مسائل کو حل کر سکتے ہیں اور دنیائے اسلام علم و سائنس اور سیاست و قانون میں بلند مرتبہ حاصل کر سکتی ہے۔

☆ شانِ جامعیت

حج اپنے اندر ایک طرح کی شانِ جامعیت لئے ہوئے ہے۔ حج نہ صرف مالی و بدنی عبادات کا جامع ہے بلکہ فی الواقع اس میں ہر عبادت اور عملِ خیر کی روح موجود ہے۔ حج نماز بھی ہے، کیونکہ حج میں آدمی مسلسل زبان سے ذکرِ الٰہی کرتا رہتا ہے حج زکوٰۃ بھی ہے، کیونکہ اسے اس میں مالی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ نیز حج روزہ بھی ہے، اس لئے کہ جنسی ملاپ روزے میں اگر صرف دن کو ممنوع ہے تو حج کے دوران راتوں کو بھی ممنوع ہے۔ اس طرح نفس کی خواہش کو کنٹرول کرنے کی مشق جس طرح روزے میں ہوتی ہے اسی طرح حج میں بھی ہوتی ہے۔ علاوہ بریں حج میں بندگیِ رب کا ہر جذبہ شامل ہوتا ہے۔ خصوصاً جذبۂ جہاد جو بندگی کی کمالِ معراج ہے وہ تو ان سارے اعمال میں اس طرح سمویا ہوا ہے کہ پورا حج جہاد کی علامتی مشق معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عورتوں نے آپ ﷺ سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہارا بہترین جہاد حج ہے''۔

جہاد

عربی زبان میں ''جُہد یا جَہد'' کے معنی کوشش اور مشقت کے ہیں۔ انہی سے لفظِ جہاد نکلا ہے۔ جس کے معنی مذہبی اصطلاح میں ہر اس کوشش، جانفشانی اور لڑائی کے ہیں جو حفاظتِ دین کی خاطر دشمنانِ دین کے خلاف کی جائے خواہ وہ انسان ہوں یا انسانوں کے عملی اور قولی معاملات یا مسلمان کا اپنا نفس اور اس کی سرکش خواہشات، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ وہ تمام قوتیں جو

مسلمانوں کو خدا کی مرضی کے مطابق جینے سے روکتی اور اس کی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہیں یا کسی غیر اللہ کا بندہ بننے پر مجبور کرتی ہیں ان کے خلاف وہ اپنی امکانی طاقتوں سے کشمکش اور جدوجہد کرے۔ اسی کا نام جہاد ہے اور یہی دنیا و آخرت میں فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔

جہاد کو انگریزی میں Holywar یعنی مقدس جنگ کہا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنگ کا لفظ جسے عربی میں ''حرب'' کہتے ہیں اسلام نے پسند نہیں کیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا لفظ ''جہاد'' استعمال کیا ہے جسے انگریزی میں Holy Struggle کہا جاتا ہے لیکن انگریزی کا یہ لفظ جہاد کا پورا مفہوم ادا نہیں کر سکتا۔ یعنی جہاد کے معنی یہ ہیں کہ اپنی تمام طاقتیں کسی مقصد کے حصول کے لئے صرف کر دی جائیں اسلام نے جنگ کے لفظ کو چھوڑ کر اس نئے لفظ کو صرف اس لئے اختیار کیا کہ جنگ یا لڑائی کا استعمال عام طور پر لوگوں یا قوموں کی نفسانی خواہشات اور ذاتی اغراض کے لئے ہوتا رہا ہے اور اس کے برعکس اسلام میں لڑائی محض کسی ملک کو فتح کرنا یا محض لوگوں کو قتل و برباد کرنا اور ان پر قبضہ جمانا نہیں ہے۔ بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ انسانوں کی فلاح و بہبود ہو اور ایک خاص نظریۂ زندگی اور لائحہ عمل (پروگرام) کو ساری دنیا میں نافذ کر دیا جائے تاکہ نوعِ انسان کو ان کے تمام جائز حقوق حاصل ہو جائیں۔ یہ ساری کوشش چونکہ اللہ کی خاطر کی جاتی ہے اس لئے جہاد کو صرف جہاد کہنے کی بجائے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کہا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بندۂ مومن دنیا میں ہر محاذ پر چومکھی لڑائی لڑتا ہے ایک طرف شیطان اور اس کا لشکر ہے اور دوسری طرف آدمی کا اپنا نفس اور اس کی سرکش خواہشات ہیں، تیسری طرف خدا کو نہ ماننے والے بہت سے انسان ہیں، جن کے ساتھ آدمی ہر وقت معاشرتی، تمدنی اور معاشی تعلقات میں بندھا ہوا ہے اور چوتھی طرف وہ غلط مذہبی، تمدنی اور سیاسی نظام ہیں جو خدا کی بغاوت پر قائم ہوئے ہیں اور بندگیِ حق کی بجائے بندگیِ باطل پر انسان کو مجبور کرتے ہیں۔ ان سب کے حربے مختلف ہیں مگر سب کی کوشش و مقصد ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ آدمی کو خدا کی بجائے اپنا مطیع بنا لیا جائے۔ اس کے برعکس اللہ کا تقرب اور دنیا و آخرت کی فلاح اس میں ہے کہ انسان خالصتاً اللہ کا بندہ بن جائے اور ان تمام رکاوٹوں اور مزاحم قوتوں کے خلاف بیک وقت نبرد آزما رہے اور ہر وقت اس سے جدوجہد کرتا رہے اور اللہ کی ہدایات کے مطابق بڑھتا چلا جائے۔

قرآنی حوالہ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (التحریم:9)

ترجمہ: اے نبی! کفار و منافقین سے لڑو اور ان پر سختی کرو۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الانعام:151)

ترجمہ: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو۔

احادیث میں جہاد

(1) آپ ﷺ نے فرمایا ''میری آرزو ہے کہ مَیں خدا کی راہ میں مارا جاؤں مجھے زندگی ملے اور پھر خدا کی راہ میں مارا جاؤں۔''

(2) جو قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں پھر ان قدموں پر جہنم کی آگ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔(بخاری) کسی شاعر نے خوب کہا ہے

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اقسام جہاد

(1) کفار کے ساتھ جہاد

یعنی منکرین اسلام کے ساتھ جنگ کرنا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبة:41)

ترجمہ: اور تم اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

(2) شیطان کے ساتھ جہاد

یعنی جو حربے شیطان اختیار کرتا ہے انسان کو بہکانے کیلئے اپنے طریقوں پر لے جانے کے لئے تو ان کے خلاف جہاد اسلام کے مطابق ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ (النسآء:76)

ترجمہ: ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے

دوستوں سے لڑو۔

بعض اوقات نام نہاد مسلمان کفار سے زیادہ اسلام کے دشمن ہوتے ہیں ان کے خلاف بھی جہاد کرنا چاہیے۔

(3) نفس کے خلاف جہاد

''اپنی آرزوؤں، خواہشات کو دبا کر خدا کے تابع کرنا۔ اپنے اوپر ضابطے لاگو کر کے خدا کا فرمانبردار بننا'' حدیث شریف میں ہے کہ:

''جس طرح دشمن سے جہاد کرتے ہو اس طرح اپنی خواہشات سے بھی جہاد کرو۔''

داخلی جہاد

اندرونِ ملک معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کے خلاف جہاد کرنا ''اندرونی جہاد'' ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ معاشرہ میں پھیلتی ہوئی برائیوں مثلاً رشوت ستانی، سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی، منشیات، بدعنوانی اور دیگر برائیوں کے خلاف جہاد کرے۔

اقدامی جہاد

غیر مسلم معاشرہ میں دین اسلام کی تبلیغ کرنا ''اقدامی جہاد'' کہلاتا ہے بالفاظ دیگر اگر دین کی بقاء اور ارتقاء کے راستہ میں غیر مسلم رکاوٹ بنیں تو اس رکاوٹ کو دور کرنے کیلئے جو اقدامات کئے جائیں گے وہ اقدامی جہاد کہلائیں گے۔

دائمی جہاد

تحفظ وفروغ اسلام کی خاطر ہمہ وقت کوشاں رہنا ''دائمی جہاد'' ہے ایک مسلمان پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک جہاد میں مصروف رہتا ہے کیونکہ حمایت دین ہر مسلمان پر فرض ہے اور حمایت دین میں اٹھایا جانے والا ہر قدم جہاد ہے۔

جہاد کے ذرائع

جہاد کا مقصد صرف تلوار اٹھانا ہی نہیں جہاد میدان جنگ میں ہی نہیں بلکہ جو بھی کوشش مقصد کے حصول میں کی جائے جہاد ہے۔

☆ جہاد بالنفس ☆ جہاد بالمال ☆ جہاد بالجسم
☆ جہاد بالقلم ☆ جہاد بالعلم ☆ جہاد بالسیف

جہاد بالنفس

انسان کے پوشیدہ دشمنوں میں اس کا نفس اور شیطان بڑے دشمن ہیں اللہ کی خوشنودی کی خاطر خواہشات نفس کو قربان کر دینا اور راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو برداشت کرنا جہاد بالنفس ہے تکبر، غضب، کینہ، حسد، سوءِ خلق اور عدم تحمل وغیرہ کو چھوڑ دینا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے''

جہاد بالمال

راہ خدا میں مال و دولت خرچ کرنا ''جہاد بالمال'' ہے عام حالات میں صدقہ وخیرات کی صورت میں ہوتا ہے لیکن جب ملک پر کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی دشمن حملہ کرے تو مسلمان خصوصاً اہل ثروت پر وہ اپنے مال کے ذریعہ حکومت کی مدد کرے اس کے علاوہ دین اسلام کی اشاعت میں روپیہ خرچ کرنا بھی جہاد بالمال کے زمرہ میں آتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (التوبہ:20)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اُن کے لیے بڑے درجے ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

جہاد بالجسم

دنیا میں انسان کے لئے اپنی جان سے زیادہ قیمتی چیز کوئی نہیں لیکن اللہ کے نزدیک دین سب سے قیمتی ہے جو اپنی جان دین اسلام کی سربلندی میں نچھاور کرے گا وہ خدا کا محبوب بن جائے گا پھر اس کے مرنے کے بعد بھی لوگوں کو اجازت نہیں کہ اس کے لئے مردہ کا لفظ استعمال کریں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ'' بَلْ اَحْيَآءٌ'' وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ:154)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں انہیں مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

حدیث میں ہے:

''دو آنکھیں ایسی تھیں جن کو آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے

روری دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں نگہبانی کرتی ہے۔''

جہاد بالعلم

دنیا کے تمام شر و فساد جہالت کا نتیجہ ہیں اس کا دور کرنا حق کی طلب کیلئے ضروری ہے اہل علم کو چاہیے کہ وہ ناآشنا لوگوں کو حق کی روشنی سے منور کریں۔

قرآن مجید میں اہل علم کو زیادہ فضیلت دی گئی ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر:9)

ترجمہ: کیا جاننے والے اور انجان برابر ہوسکتے ہیں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:125)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریق پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہے۔

جہاد بالقلم

قلم میں اتنی طاقت ہے کہ تلوار بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جب اہل علم اس طاقت کو استعمال کرتے ہیں تو ان کی قوم کی بگڑی بن جاتی ہے یہ جہاد خدا کے ہاں بڑے درجے میں ہیں یہ جہاد علمائے کرام، ادباء شعراء پر فرض ہے کہ وہ تصنیف و تالیف کے ذریعہ جہاد کریں۔ یہ جہاد ایک مصنف، ادیب، یا عالم دین کی وفات کے بعد بھی کتابی صورت میں زندہ رہتا ہے اور آئندہ آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کرتی ہیں۔

ایسا عالم جو علم رکھتے ہوئے دوسروں کو اس کی تعلیم نہ دے اسے حدیث میں بخیل کہا گیا ہے۔

جہاد باللسان

علم کو استعمال کرتے ہوئے حمایت میں زبانی طور پر جہاد کیا جائے اسے جہاد باللسان یا فکری جہاد کہا جاتا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا:

''دیکھو! جو لوگ موجود ہیں وہ ان کو جو موجود نہیں ہیں یہ بات پہنچا دیں ممکن ہے وہ لوگ ان باتوں کی تم سے زیادہ حفاظت کرنے والے اور یاد رکھنے والے ہوں۔''

جہاد بالسیف

اگر دشمنانِ دین کی طرف سے مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنادی جائے یا کسی غیر اسلامی ملک میں مسلمانوں کو زبردستی اسلام ترک کرنے پر مجبور کردیا جائے یا مذہبی فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالی جائے یا غیر مسلم اسلامی ریاست پر حملہ کردے تو پھر جہاد بالسیف فرض ہوجاتا ہے اسے عربی میں ''حرب'' یا ''قتال'' کہتے ہیں۔

جہاد اور جنگ میں فرق

یورپ کے اکثر لوگوں نے جہاد اور جنگ کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا ہے اور اسلام کے تصورِ جہاد کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں جہاد کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''اسلام کی اشاعت بزورِ شمشیر عام طور پر مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے بالفاظ دیگر صرف جنگ ہی نہیں بلکہ اسلام پھیلانے کی غرض سے تلوار اٹھانے کا نام ہے۔''

''جہاد یعنی منکرین اسلام کے خلاف اس مقصد کیلئے جنگ کرنا کہ یا تو انہیں اسلام کے اندر جذب کرلیا جائے یا وہ اگر قبولِ اسلام سے انکار کریں تو انہیں مطیع وفرمانبردار بنالیا جائے اور ان کی بیخ کنی کردی جائے اور یہ کہ اسلام کی اشاعت اور اس کو تمام مذاہب پر غالب کرنا مسلمان قوم کا ایک مقدس فریضہ سمجھا جاتا ہے۔'' (کلین نے ریلیجن آف اسلام)

یہ تمام باتیں محض تعصب کی بنا پر کی جاتی ہیں جہاد اور جنگ کی غرض وغایت بالکل جدا جدا ہے۔

اسی جہاد میں وہ جنگ یا لڑائی بھی آجاتی ہے جو ظلم وستم ختم کرنے اور اللہ کے قوانین نافذ کرنے کے لئے کسی غیر مسلم اور ظالم حاکم کے خلاف کی جائے۔

چنانچہ کفار کے ساتھ جہاد کرنا فرض کفایہ (جو لوگوں کے ادا کرنے سے پورا ہوجائے) ہے بشرطیکہ حاکم کی طرف سے اعلانِ عام نہ ہو۔ اگر حاکم اعلانِ عام کردے کہ سب مرد جہاد میں شریک ہوں تو سب پر جہاد فرض ہوجاتا ہے۔ پھر اگر حاکم کے شہر یا بستی کے لوگ ناکافی ہوں یا سُستی کریں تو قرب وجوار کے شہروں یا بستیوں پر بھی جہاد فرض ہوجاتا ہے۔ قرآن متعدد جگہوں پر جہاد کا حکم دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''جو لوگ اہل کتاب میں سے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ (جہاد) کرو یہاں تک کہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں''۔

(التوبہ:29)

یاد رہے کہ جہاد سے پہلے کفار کو خط یا قاصد کے ذریعے دعوتِ اسلام دی جاتی ہے اگر اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ طلب کیا جاتا ہے اگر جزیہ بھی نہ دیں تو اعلانِ جہاد ہوجاتا ہے۔ اسلام یہ نہیں کرتا کہ کوئی ملک یا علاقہ فتح کرنے کے بعد وہاں تمام غیر مسلم لوگوں کی گردنوں پر تلوار رکھ دے کہ کہو لا الہ الا اللہ۔ ورنہ ابھی تمہارے سرتن سے جدا کردیئے جائیں گے بلکہ ملک فتح کرنے کے بعد وہاں اسلامی حکومت قائم کردی جاتی ہے اُن کو پوری مذہبی آزادی اور تمام شہری حقوق دیئے جاتے ہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

''ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ایک شخص تو اس لئے جہاد کرتا ہے کہ مال غنیمت حاصل کرے اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ شہرت و ناموری حاصل کرے اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ لوگ اس کی عزت کرے اور مرتبہ کو دیکھیں ان میں سے کون اصل خدا کی راہ میں لڑنے والا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''صرف وہ شخص خدا کی راہ میں لڑنے والا ہے جو خدا کے دین کو بلند کرنے کے لئے لڑے۔'' (بخاری ومسلم)

کافر کی جنگ

(1) کافر ہوسِ ملک گیری کے لئے لڑتا ہے۔

(2) کمزور اقوام پر برتری، فرمانبرداری ناموری وشہرت کا خواہش مند ہوتا ہے۔

(3) خودغرضی، مال و دولت کا حصول اسکا مطمع نظر بن جاتا ہے۔

(4) ان مقاصد کے حصول کی خاطر وہ ہر قسم کے ظلم وستم، دہشت گردی، سفاکی و بربریت قتل و غارت کا ارتکاب کرتا ہے۔

(5) جھوٹ، بدعہدی اور بداخلاقی جیسے حربوں کو بے دریغ استعمال کرتا ہے۔

(6) ضابطۂ جنگ کے بین الاقوامی اصولوں کو پس پشت ڈال کر مفتوحین کے جان و مال، عزت و آبرو سے کھیلنا اپنا حق سمجھتا ہے۔

مومن کا جہاد

(1) مومن کا جہاد بین الاقوامی امن کا ضامن ہوتا ہے۔
(2) مومن کی تلوار ذاتی مقاصد کے لئے کبھی نہیں اُٹھتی بلکہ اللہ کی مخلوقات کو طاغوتی طاقتوں سے نجات دلانے کیلئے حرکت میں آتی ہے۔
(3) انسانی شرف وآزادی بحال ہو، امن وسلامتی، اخوت، مساوات اور عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ قائم ہو۔
(4) مومن خود کو خدا کے ضابطوں کا پابند رکھتا ہے۔
(5) مومن کا جہاد رحمت وبرکت کا باعث بنتا ہے۔
(6) یہ مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لئے نہیں کیا جاتا۔

یوں یہ کہنا کہ جہاد انتہا پسندی ہے بالکل غلط بات ہے بلکہ جہاد تو انسانیت کو ظلم کی تاریکیوں سے نکال کر باہر لاتا ہے ہر قسم کا جہاد بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر راہِ حق پر لاتا ہے یہ بات کہ جہاد انتہا پسندی نہیں ہے ان شرائط سے بھی ثابت ہوتی ہے جو کہ جہاد کے انعقاد اور جہاد کے دوران لازم وملزم ہے۔

جہاد کی شرائط (مقاصد)

(1) خدائی نظام کا قیام

ارشاد ربانی ہے کہ

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ
وَبِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا

(2) مظلوم کی دستگیری

ہر جگہ خواہ وہاں کے لوگ مسلم ہوں یا غیر مسلم جس جگہ بھی لوگوں پر ظلم وزیادتی ہو رہی ہو انہیں ظلم سے نجات دلانا مسلمان کا فرض ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ج

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا لا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا ۔

ترجمہ: اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے ہو۔ اور کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال دے کہ اس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمیں اپنی جناب سے کوئی مددگار عطا فرما اور ہم میں اپنی طرف سے کوئی دوست/ مددگار بھیج۔

اس وقت کشمیر، بوسنیا، افغانستان، عراق، فلسطین سب پر ظلم کی انتہا ہے لہٰذا ہم سب پر جہاد لازم ہے اس کیلئے والدین کی اجازت ضروری ہے۔

(3) جارحیت کا جواب

باطل پرست اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ حق کو فروغ حاصل ہو باطل جس رنگ وشکل میں ہو اسے حق سے ہی دبایا جا سکتا ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا
إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ. وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ
وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرۃ: 191-190)

اس آیت سے وضاحت ہوتی ہے کہ جب مسلمانوں سے جنگ کی جائے تو ان کے لئے مدافعت نہیں جنگ کرنا جائز ہے جب حقوق غصب ہوں تو بھی جنگ جائز ہے۔

(4) دغابازی اور عہد شکنی کی سزا

جب دشمن عہد شکنی کرے تو جہاد فرض ہے۔

(5) راہِ حق کی حفاظت

سورۃ الانفال میں جن کافروں کے متعلق جنگ کرنے اور ان کی جڑ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے ان کا تصور یہ تھا۔

☆ ليعدوان سبيل الله
☆ فصدو عن سبيليه
☆ ويصدون عن سبيل الله

یعنی جب لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا جائے یا زبردستی مرتد بنا دیا جائے یا افراد کے لئے اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کو مشکل بنا دیا جائے تو اسلام ایسے عوامل کے خلاف جہاد

کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

(6) فتنہ وفساد کا خاتمہ

ایسے دشمن جو دارالسلام میں رہ کر یا باہر سے آ کر اس میں فساد پھیلائیں تو ان کے خلاف کاروائی کرنی چاہیے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (البقرة: 193)

ترجمہ: اور اُن سے جہاد کرو حتیٰ کہ فتنہ فرو ہو جائے اور اللہ کا دین غالب ہو جائے۔

(7) اندرونی دشمنوں کا استحصال

جو لوگ بظاہر مسلمان مگر باطن میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والے ہیں ان کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ
وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ. (التوبة: 73)

ترجمہ: اے نبی ان کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے لوٹنے کے لیے۔

(8) امر بالمعروف ونہی عن المنکر

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی اسلامی جہاد کی ایک صورت ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (آل عمران: 104)

ترجمہ: اور چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو نیکی طرف دعوت دے اور گناہوں سے روکے اور وہی لوگ ہیں اصلاح یافتہ۔

آدابِ قتال

(1) (ا) میدان جنگ میں قبل از جنگ دشمنوں کو تین باتوں کی دعوت دی جائے ان کے سامنے کلمہ حق پیش کیا جائے اگر قبول کرے تو مسلمان بھائی بھائی بن جائیں گے۔ (۲) زمی بننا قبول کرلیں اور جزیہ ادا کیا کریں اس کے عوض مسلمان ان کی حفاظت کریں گے۔ (۳) اگر پہلی دونوں باتیں قبول نہ ہو تو پھر ان سے جنگ کی جائے گی۔

(2) بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔
(3) ضعیفوں ناداروں بیماروں عابدوں اور راہبوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔
(4) پھل دار درختوں کو نہ کاٹا جائے فصلوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔
(5) رات کے وقت غفلت میں حملہ نہ کیا جائے بلکہ صبح ہونے کا انتظار کیا جائے۔
(6) اگر مسلمان کسی کافر کو امان دے تو اس کی پاسداری کی جائے۔
(7) دشمنوں کو زندہ نہ جلایا جائے۔
(8) مُثلہ کی ممانعت ہے۔
(9) شور وغل نہ کیا جائے
(10) سفیر کو قتل نہ کیا جائے
(11) وعدہ پورا کیا جائے لیکن اگر وہ دوسری قوم اس وعدہ کی خلاف ورزی کرے تو اسے مطلع کر دیا جائے کہ ایسا معاہدہ کالعدم ہو چکا ہے۔
(12) اگر دشمن شکست قبول کر کے جزیہ دینا قبول کرے تو جنگ بند کر دی جائے۔
(13) عورتوں کی بے حرمتی نہ کی جائے۔
(14) دشمن پر بے خبری میں حملہ نہ کیا جائے تاہم مصلحت کے تحت شب خون مارنا جائز ہے۔

آداب جہاد بھی مغربی پروپیگنڈے کا جواب ہے کہ ایک تو جہاد ہوتا ہی خدا کے حکم سے اسی کے حکم کی سربلندی کے لئے ہے دوسرا اس کے انعقاد میں بے حد شرائط رکھی گئی ہیں جن کو پورا کرنا مومن کیلئے لازم ہوتا ہے یوں اسے ہرگز انتہا پسندی نہیں کہا جا سکتا ہے۔

جہاد میں کامیابی کی شرائط

(1) ثابت قدمی

یاایها الذین امنوا اذالقیتم فئة فاثبتو

(2) ذکر الٰہی

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

ترجمہ: اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(3) جھگڑے اور اختلافات سے پرہیز

جھگڑے اور اختلاف سے پرہیز کرنے کے لئے زمانہ امن و جنگ میں مسلمانوں کو حکم ملا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران: 103)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو اور اپنے میں تفرقہ مت ڈالو۔

(4) صبر

جنگ کے دوران صبر و استقامت کامیابی کے حصول کے لئے بے حد ضروری ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا الخ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (آل عمران: 200)

(5) فخر و تکبر اور ریاکاری سے گریز

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ (الانفال: 47)

جہاد کی تیاری

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کے لیئے ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیا ہے

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ
وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ. (الانفال: 60)

قوت سے مراد ہر قسم کی قوت ہے جس میں ہتھیار، اقتصادی قوت اور جدید اسلحہ شامل ہیں۔

جہاد کی فضیلت

چند مزید ارشادات رسول ﷺ ملاحظہ ہوں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خدا کی راہ میں لڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزہ رکھنے والا عبادت گزار اور قرآن خواں جو کبھی روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے نہیں تھکتا۔ جب تک وہ جہاد سے واپس نہ آجائے"۔

☆ حضرت ابو عبس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس بندے کے پاؤں خدا کی راہ (جہاد) میں غبار آلود ہو جائیں پھر ان کو دوزخ کی آگ نہیں

چھوتی"۔ (بخاری)

☆ حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص دنیا میں اس خیال سے واپس آنے کو پسند نہ کرے گا کہ زمین میں جو کچھ ہے اس کو پھر مل جائے مگر شہید کی آرزو ہوگی کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور دس مرتبہ مارا جائے۔ اس لئے کہ وہ شہادت کی عظمت اور ثواب کو جانتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

آٹھواں باب

اُسوہ رسولِ کریم ﷺ اور ہمارا اخلاق

اسلام کا نظامِ اخلاق

اخلاقیات کے حوالے سے اگر منصفانہ تجزیہ کیا جائے تو مذاہب عالم میں اسلام ہی کو اولیّت اور فوقیت حاصل ہوگی۔ اسلام کے نظامِ اخلاق کے کئی پہلو ہیں جن میں سے ہم چند ایک پر نظر کرتے ہیں۔

☆ والدین سے حسنِ سلوک

اسلام میں اگرچہ معاشرہ کے ہر فرد سے حسنِ سلوک کی ہی ترغیب دی ہے لیکن والدین کو اولیّت دی گئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ سے اچھے عمل کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے نماز کا کہا جو کہ اللہ کا حق ہے اور اس کے بعد بندوں کے حقوق میں اولیت والدین کو دی۔ اور وہ حدیث تو مشہور ہے کہ جس میں سائل نے سوال کیا کہ مجھ پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ماں کا۔ سائل نے دوبارہ پوچھا کہ پھر کس کا؟ آپ نے دوبارہ اور پھر سہ بارہ بھی ماں کا ہی فرمایا اور چوتھی دفعہ کے سوال پر باپ کا فرمایا۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ

''اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے۔''

والدین کی نافرمانی کو حضور اکرم ﷺ نے کبائر گناہ میں شرک کے بعد دوسرے نمبر پر فرمایا۔ حتیٰ کہ اگر والدین مشرک بھی ہوں تو بھی اسلام نے ان سے حسن سلوک کرنے کا ہی کہا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری ماں جو کہ مشرکہ تھی میرے پاس آئی۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں جو اسلام کو ناپسند کرتی ہے وہ آئی ہے میں اس سے کیا سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے حسنِ سلوک کی ہی نصیحت فرمائی۔

☆ اقارب سے حسنِ سلوک

والدین کے بعد اسلام نے دیگر اقارب سے بھی حسنِ سلوک کی تلقین کی ہے۔ ایک دفعہ بازار میں ایک ریشمی کپڑا بک رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ ﷺ یہ لے لیجئے جمعہ کے روز یا لوگوں سے ملاقات کے وقت پہن لیا کیجئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''اس کو تو وہ پہنے جس کو آخرت میں کچھ نہیں ملنا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس کچھ جوڑے ہدیۃً آئے آپ ﷺ نے ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور! میں اسے کیسے پہن سکتا ہوں جبکہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق اس قسم کا ارشاد فرمایا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ

''میں نے تجھے پہننے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے بھیجا کہ اسے بیچ دے یا کسی اور کو جو اسے پہن سکتا ہو پہنا دے۔''

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اپنے ایک مشرک عزیز کو مکہ میں بھیج دیا جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو اسے چاہیے کہ اقارب سے اچھا سلوک کرے۔''

حدیثِ قدسی ہے کہ

''ناطقہ (رشتہ) اللہ سے جڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی اس کو جوڑے میں اس سے ملاپ کروں گا اور جو کوئی اس کو قطع کرے میں بھی اس سے قطع کروں گا۔''

قطع رحمی کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔''

حضور اکرم ﷺ نے ایسے آدمی سے بھی تعلق جوڑنے کی ترغیب دی کہ جو آپ سے قطع تعلق کرے۔ چنانچہ فرمایا کہ

''ناطقہ جوڑنے والا وہ نہیں ہے کہ جو بدلہ میں ایسے کرے (یعنی صرف تعلق جوڑنے والوں سے تعلق جوڑے) بلکہ ناطقہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے تعلق توڑا جائے وہ تب بھی تعلق

جوڑے۔''

☆ بچوں پر شفقت

اسلام بچوں پر شفقت کا بھی درس دیتا ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ بچوں سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے تھے تو اقرع بن حابس تمیمیؓ پاس کھڑے تھے کہنے لگے کہ آپ بچے کو بوسہ دے رہے ہیں میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی انہیں بوسہ نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے اپنی گود میں بٹھایا کھجور چبا کر ان کے منہ میں دی وہ بچے تھے انہوں نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا۔''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ جب مَیں چھوٹا سا تھا تو حضور اکرم ﷺ مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی رانوں پر بٹھا لیتے تھے اور پھر ہمیں اپنے ساتھ چمٹا کر دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! ان دونوں پر رحم کر مَیں بھی ان پر رحم کرتا ہوں۔

☆ بیواؤں اور یتیموں کا احساس

حضور اکرم ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو جوڑتے ہوئے فرمایا کہ

''میں اور یتیموں کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔''

اسی طرح فرمایا کہ

''بیوہ اور مسکین کے لئے کوشش کرنے والا درجہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے یا اس شخص کے برابر ہے کہ جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔''

بیواؤں اور یتیموں پر آپ ﷺ کی شفقت آپ ﷺ کے اسوہ سے مترشح ہے۔

☆ غرباء کا خیال

معاشرہ کے غریب طبقے کا احساس اور خیال رکھنے کی اسلام نے اس قدر ترغیب دی ہے اور یہاں تک فرما دیا کہ امراء کے اموال میں سائلین اور محرومین کا ایک مقررہ حق ہے۔ زکوٰۃ کو صرف ایک فریضہ ہی نہیں قرار دیا گیا۔

رحمت دو عالم ﷺ غریبوں کا اس قدر خیال کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے دروازہ سے کبھی کوئی سائل خالی نہیں گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو مَیں کبھی یہ پسند نہیں کروں گا۔ کہ تین راتیں گزر جائیں اور میرے پاس ایک دینار بھی باقی ہو البتہ وہ تھوڑا بہت کہ جس کو مَیں قرض کی ادائیگی کے لئے رکھ لوں۔''

''لوگو! جلد صدقہ کرلو کہ صدقہ دینے سے بلا نہیں بڑھتی''

☆ جانوروں پر رحم

انسان تو اشرف المخلوقات ہے لیکن انسان سے ہٹ کر دیگر مخلوقات پر بھی اسلام نے رحم کی ترغیب دی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ایک چڑیا بے چینی سے ادھر ادھر پھدک رہی ہے اور چلا رہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے محسوس کیا کہ اس کے بچے اس سے جدا کر دیئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس کے بچے کس نے اُٹھائے ہیں ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! میں نے اٹھائے ہیں آپ ﷺ نے اسے اسی وقت واپس گھونسلے میں رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''ایک شخص راستے میں جا رہا تھا اس کو سخت پیاس لگی پھر ایک کنواں ملا وہ اس میں اترا اور پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا ایک کتا پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس کتے کو بھی پیاس سے ویسے ہی تکلیف ہوگی جیسے مجھ پر گزری ہے پس وہ پھر کنویں میں اترا اپنے موزے میں پانی بھر کر اسے منہ میں تھام کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا اللہ نے اس کے کام کی قدر کی اور اسے بخش دیا۔''

☆ اخوت

اسلام اخوت اور بھائی چارے کی ترغیب دیتا ہے۔ مواخاتِ مدینہ اس کی واضح مثال ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''تو مومنوں کو آپس میں رحم اور دوستی رکھنے اور مہربانی کرنے میں ایسے دیکھے گا کہ جیسے ایک جسم کہ جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے خوابی سے بے چین ہو جاتا ہے۔''

☆ ہمسایوں کے حقوق کا احترام

اسلام ہمیں ہمسایہ کے حقوق کی تعلیم بھی دیتا ہے اور ان کے احترام کی ترغیب بھی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جبرائیلؑ برابر مجھ کو ہمسایہ کے ساتھ سلوک کی نصیحت کرتے رہے (یعنی اللہ کے حکم سے) یہاں تک کہ مَیں نے خیال کیا کہ وہ اسے وراثت میں بھی شریک بنا دیں گے۔''

☆ قولِ معروف

اسلام اچھی اور نرم بات کی تلقین کرتا ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ کو کفار نے اذیتیں اور تکلیفیں بھی دیں لیکن آپ ﷺ نے فتح کے بعد ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''ہر اچھی بات صدقہ ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا کہ ''دوزخ سے بچو اگرچہ ایک کھجور صدقہ کرنے کے ساتھ یا اچھی نرم بات کرنے سے۔''

☆ گالی گلوچ سے اجتناب

قولِ معروف اور نرم گفتگو کی ترغیب کے ساتھ ساتھ اسلام نے گالی گلوچ اور لعن طعن سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔''

حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کے متعلق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ نہ فحش گو تھے نہ لعنت کرنے والے نہ گالی دینے والے اگر کبھی آپ ﷺ کو بہت غصہ آتا تو بس اتنا فرماتے، ارے اسے کیا ہو گیا ہے اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔''

☆ سخاوت

معاشرہ کو خوبصورت سے خوبصورت تر بنانے کے لئے سخاوت کو اخلاق کا حصہ بنانا چاہیے۔ جس معاشرہ کے افراد میں سخاوت عام ہوگی وہ معاشرہ اسی قدر خوشحال اور پر امن ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ سخاوت میں انتہائی اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

''حضور اکرم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینے میں تو دوسرے دنوں کے مقابلے میں زیادہ سخاوت کرتے۔''

☆ دوسروں کی عزت وآبرو کا خیال

ایک خوبصورت معاشرہ وہی ہوسکتا ہے کہ جس میں ہر شخص کی عزت وآبرو محفوظ ہو اور اس کی حفاظت کا یہی طرز ہوگا کہ معاشرے کا ہر فرد اس کا خیال رکھے۔ دوسرے کی عزت اچھالنے سے انسان کی اپنی عزت بھی خراب ہوتی ہے۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''کبائر میں سب سے زیادہ کبیرہ گناہ اپنے والدین کو گالی دینا ہے۔'' صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! اپنے والدین کو بھلا کون گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ایک آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے ایک آدمی دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔''

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے روز فرمایا ''تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبرو تم پر اسی طرح حرام ہے کہ جس طرح یہ مہینہ یہ شہر اور یہ دن۔''

☆ غیبت کی ممانعت

غیبت معاشرے کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے اسی لیے قرآن حکیم میں غیبت کرنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کا گزر دو قبروں پر سے ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''انہیں عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی بناء پر نہیں ہو رہا بلکہ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ کی آڑ نہ کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا (دوسروں کی غیبت کیا کرتا تھا)''۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔''

☆ بغض وحسد سے اجتناب

بغض وعداوت اور حسد بھی معاشرہ کے لئے رسمِ قاتل ہیں بلکہ صرف معاشرہ ہی کے لئے نہیں خود بغض اور حسد رکھنے والے کے لئے بھی یہ زہر ہیں کیونکہ ایسا شخص اندر ہی اندر گھٹتا اور کڑھتا رہتا ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بدگمانی سے بچو پس بے شک بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے اور نہ دوسروں کے عیب تلاش کرو اور نہ جاسوسی کرو اور نہ حسد کرو اور نہ قطع تعلقی کرو اور نہ بغض رکھو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔''

☆ جھوٹ کی ممانعت

اسلام نے سچ بولنے اور جھوٹ سے رکنے کی بھی ترغیب دلائی ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

''بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بے شک نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے اور تحقیق آدمی راست بازی سے زندگی گزارتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور بے شک جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور یقیناً نافرمانی جہنم کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور تحقیق آدمی دروغ گوئی سے کام لیتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔''

☆ غصہ سے اجتناب

غصہ معاشرہ میں فساد کا باعث بنتا ہے۔ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے نصیحت کی درخواست کی، آپ ﷺ نے فرمایا ''غصہ نہ کر۔'' اور بار بار اس کے درخواست کرنے پر یہی فرماتے رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''پہلوان وہ نہیں ہے کہ جو کشتی میں غالب آجائے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ میں خود پر قابو رکھے''

حضور اکرم ﷺ خود بھی انتہائی نرم مزاج تھے اور آپ ﷺ نے کبھی کسی کو غصہ سے نہیں جھڑکا۔

☆ حیاء

حسنِ اخلاق میں حیاء کا بھی ایک خاص مقام ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''نبی کریم ﷺ میں اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء تھی جو کہ پردہ میں رہتی ہے۔''

مشہور حدیث نبوی ﷺ ہے کہ

''حیاء ایمان میں سے ہے۔''

بے حیا افراد کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''پہلے نبیوں کا کلام جو لوگوں کو ملا اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر تجھ میں شرم نہیں رہی تو پھر تو جو چاہے کر''۔

☆ دوسروں کیلئے آسانی پیدا کرنا

اچھے اخلاق والے لوگوں کی یہ بھی صفت ہے کہ وہ دوسروں کے لئے مشکلات بنانا پسند

نہیں کرتے بلکہ آسانی پیدا کرنا پسند کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو آپ کو نصیحت بھی فرمائی کہ "دیکھو آسانی پیدا کرنا اور سختی نہ کرنا اور خوشخبری دینا اور نفرت نہ دلانا۔" حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھی یہی نصیحت فرمائی تھی۔

ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا' لوگ اسے مارنے کے لئے دوڑے۔ آپ ﷺ نے منع فرمایا اور کہا کہ "جانے دو جہاں اس نے پیشاب کیا ہے وہاں پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم کو آسانی کرنے کو بھیجا ہے نہ کہ سختی کرنے کو۔"

اخلاقِ حسنہ

حسن کیا ہے؟ اجزاء کا مجموعی تناسب۔ یہ تناسب اجزاء جہاں بھی ہوگا وہاں حسن و جمال کی نمود ہوگی۔ شکل و صورت میں یہ تناسب ہو تو شکل و صورت حسین ہوگی۔ سیرت میں ہو تو سیرت میں جمال ہوگا۔ آواز میں ہو تو حُسنِ صوت ہوگا۔ عمل میں ہو تو حُسنِ عمل ہوگا جسے حسنات کہتے ہیں۔ غرض جہاں صحیح توازن و تناسب نظر آئے۔ سمجھ لیجئے کہ حُسن و جمال کا ظہور ہے۔ اللہ بھی جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اَللّٰهُ جَمِيلٌ" وَيُحِبُّ الْجَمَالَ (حدیث)

ترجمہ: اللہ خوبصورت (جمال) ہے اور خوبصورتی (جمال) کو پسند کرتا ہے۔

آپ دیکھیں اگر کسی چہرے کا ایک ایک خدوخال اپنی اپنی جگہ حسن کا مرقع ہو لیکن ناک بہت اونچی ہو تو حسن قائم نہیں رہے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ تناسب نہیں رہا۔ اسی طرح اگر کوئی رحم و کرم کا مجسمہ بن جائے اور عادی مجرم پر بھی رحم کئے چلا جائے تو کردار میں حسن نہیں رہے گا۔ کیونکہ عفو وعتاب اور درگزر و گرفت میں توازن نہیں رہا۔ اسی طرح انسانی زندگی کے بے شمار خانے ہیں اور سب مل کر ایک وحدت بنتے ہیں۔ اس لئے ہر خانے کو اتنا ہی پُر ہونا چاہیے۔ جو تناسب و توازن کے مطابق ہو۔ اگر ایک خانے کی طرف توجہ زیادہ دی جائے تو دوسرے خانے کی طرف سے بے توجہی ہو جائے گی۔ پھر جہاں ایک خانہ خالی ہوگا۔ وہاں دوسرا خانہ چھلک بھی جائے گا اور توازن کا تقاضا پورا نہ ہونے کی وجہ سے زندگی میں وہ جمال نہ رہے گا جو مطلوب ہے۔ مطلوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ افکار میں' گفتار میں' کردار میں' ہر قدم پر ایک خوش نمائی ہو' سلیقہ ہو' حسن ہو' جمال

ہو' کہیں بدسلیقی' بدنمائی' ناپسندیدگی' کراہت کا شائبہ نہ ہو۔ کہیں تناسبِ اجزاء میں فرق نہ آنے پائے۔ کسی جگہ توازن میں بگاڑ نہ ہونے پائے' کسی موڑ پر بھدا پن نظر نہ آئے' بے ڈھنگا پن دکھائی نہ دے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا تھا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں ایک خوبصورت جامع فقرہ ارشاد فرمایا تھا کہ

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن (الحديث)

ترجمہ: جو کچھ قرآن میں ہے وہی آپ ﷺ کا اخلاق تھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کی نبوت کے متعلق سنا تو انہوں نے تحقیقِ احوال کے لئے اپنے بھائی کو بھیجا کہ جاؤ حضور اکرم ﷺ سے مل کر آؤ اور معلوم کرو کہ وہ کیسے آدمی ہیں؟ ان کا اخلاق و کردار کیسا ہے؟ تاکہ اگر وہ اچھے اخلاق و کردار کے مالک ہوں اور ان کے اخلاق سے یہی محسوس ہو کہ واقعی آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو ایمان قبول کر لیا جائے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بھائی آپ ﷺ کے پاس آئے ملاقات کی آپ ﷺ کے اخلاق کا اندازہ کیا اور واپس آکر اپنے بھائی کو یہ رپورٹ پیش کی کہ

يَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاِخْلَاق (الحديث)

ترجمہ: آپ ﷺ اچھے اخلاق کی تلقین فرماتے ہیں

چنانچہ اس رپورٹ کی بناء پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ خود آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور ایمان قبول کیا۔ رحمت دو عالم ﷺ نے لوگوں میں سے بہتر اس شخص کو فرمایا کہ جس کا اخلاق اچھا ہو۔

خَيْرُكُمْ اَحْسَنُ خُلُقًا (الحديث)

ترجمہ: تم میں سے اچھا وہ ہے جو اچھے اخلاق والا ہے

اسی طرح ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ خِيَارُكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا (الحديث)

ترجمہ: بے شک تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو تم میں سے اخلاق کے لحاظ سے زیادہ اچھے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے اسی عمدہ اخلاق کی وجہ سے خود خداوند قدوس نے آپ ﷺ کو سندِ اخلاق

عطا فرمائی کہ

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:4)

ترجمہ: اور بے شک اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔

زیرِ نظر مضمون میں ہم حضور اکرم ﷺ کے اخلاق، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ ﷺ کی احادیث کی روشنی میں اسلام کے نظامِ اخلاق پر بحث کر رہے ہیں۔ ذیل میں ہم اخلاقِ حسنہ کے چند اجزاء کا مختصر جائزہ لیں گے۔ تاکہ زندگی میں صحیح توازن وتناسب برقرار رکھا جا سکے۔

اخلاقِ حسنہ کے اجزاء

☆ صبر ☆ شکر ☆ عفوودرگزر ☆ ایفائے عہد

☆ صدق ☆ شرم وحیاء ☆ مساوات

صبر

صبر کے لغوی معنی ہیں۔ ''روکنا' سہارنا' باندھنا'' اصطلاح میں صبر کو صبر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں دل کو گریہ زاری' زبان کو شکوہ اور اعضاء کو بے قراری سے روک لینا ہوتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں صبر کا مفہوم یہ ہے کہ انسان نفسانی خواہشات کو عقل پر اور عقل کو شریعت پر غالب ہونے سے روکے۔ نیز شریعت کے مطابق عمل کرنے میں درپیش نفسانی فیصلوں اور بیرونی رکاوٹوں کا پوری قوت کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے راہِ مستقیم پر گامزن رہے۔

حضرت امام راغبؒ ''مفردات القرآن'' میں لکھتے ہیں، ''صبر کے معنی اپنے نفس کو اس طرح روکے رکھنا ہے جس طرح کہ عقل وشرع کا تقاضا ہے''۔

امام غزالیؒ کے نزدیک دین پر ابھارنے اور قائم رکھنے والے تصورات واعمال پر جمے رہنا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرنا صبر ہے۔ (احیاء العلوم)

سید سلیمان ندویؒ کے نزدیک اپنے نفس کو اضطراب اور گھبراہٹ سے روکنا اور اس کو اپنی جگہ پر ثابت قدم رکھنا ہی صبر ہے۔ (سیرۃ النبی ﷺ)

حضرت جنید بغدادیؒ سے ''صبر'' کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا، ''صبر کڑوی سے

کڑوی دوا اس طرح گھونٹ گھونٹ پینا ہے کہ پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔''

صبر اَز رُوئے قرآن

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرہ:52)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اِنَّهٗ مَنۡ یَّتَّقِ وَیَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (یوسف:90)

ترجمہ: بلاشبہ جو کوئی پرہیزگاری اختیار کرے اور صبر کرے تو بے شک اللہ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر:10)

ترجمہ: صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرہ:153)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ
جٰهَدُوۡا مِنۡکُمۡ وَیَعۡلَمَ الصّٰبِرِیۡنَ (ال عمران:142)

ترجمہ: کیا تم نے گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تک اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو ظاہر نہیں کیا جو جہاد کرتے ہیں اور صبر کرنے والے ہوں۔

وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ'' قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ (البقرة:156)

ترجمہ: یہ (مومن) وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یقیناً ہم اللہ ہی کے لئے ہیں
اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۝ (النحل:127)

ترجمہ: صبر کیجئے اور آپ ﷺ کا صبر تو اللہ ہی کے لئے ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرۃ:153)

ترجمہ: اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔

وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ۝ (الشوریٰ:43)

ترجمہ: اور جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یقیناً یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ O (النحل:126)

ترجمہ: اور اگر تم صبر کرو (یعنی) تو وہ صبر کرنیوالوں کیلئے بہتر ہے۔

ازرُوئے حدیث

☆ اَلصَّبْرُ مُنِيْبٌ" ترجمہ: صبر روشنی ہے۔

☆ اَلصَّبْرُ كُنْتُمْ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: صبر جنت کے خزینوں میں سے ایک خزینہ ہے۔

☆ اَلصَّبْرُ رِدَآئِيْ ترجمہ: صبر میری چادر ہے۔

☆ اَلنَّصْرُ مَعَ الصَّبْرِ ترجمہ: فتح ونصرت صبر سے مشروط ہے۔

☆ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ ترجمہ: صبر کشائش کی چابی ہے۔

☆ اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ ترجمہ: صبر نصف ایمان ہے۔

☆ کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ

ترجمہ: صبر اور سیر چشمی۔

شکر

☆ **معنی ومفہوم**

شکر کے لفظی معنی ہیں "احسان ماننا، قدر پہچاننا"۔ اصطلاحِ شریعت میں شکر کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات اور احسانات کو ماننا اور ان کی قدر کرنا۔ اس کی ضد کرنا کفر ہے۔ جس کا معنی ہے ناشکراپن اور ناقدردانی۔

بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا دل سے اقرار کرنا، زبان سے تعریف کرنا اور عملی زندگی میں احکام خداوندی کی پوری پابندی کرنا ہی شکر ہے۔

شکر کے طریقے

اظہارِ شکر کے تین طریقے ہیں۔

(۱) قلبی (۲) قولی (۳) عملی

☆ **قلبی شکر**

قلبی شکر کا مطلب ہے کہ انسان کے دل میں اپنے محسن کی محبت اور اس کا احترام ہو۔

☆ **قولی شکر**

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے محسن کی نعمت کا زبان سے اقرار کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ نعمت کا اعتراف کیا جائے اور دوسری یہ کہ محسن کی تعریف کی جائے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ:11)

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا ذکر کر۔

نبی رحمت ﷺ کا فرمان ہے۔ ''جس نے اللہ کی ثنا بیان کی اس نے شکر کیا اور جس نے نعمت کو چھپایا اس نے کفر کیا۔''

اَلْحَمْدُ رَأْسُ الشُّكْرِ ترجمہ: حمد شکر کا سرچشمہ ہے

☆ **عملی شکر**

اس سے مراد ہے کہ اپنے محسن کا شکر عملاً کیا جائے۔ کسی انسان کے احسان کے بدلے میں اس سے نیکی اور خیر خواہی کا سلوک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے سلسلہ میں عملی شکر کی دو صورتیں ہیں۔

نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی منشا اور رضا کے مطابق صرف کیا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، ناک، صحت، مال، اولاد، عہدہ اور مرتبہ غرضیکہ جو نعمتیں دی ہیں انہیں اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے مطابق کام میں لانا عملی شکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے محتاج انسانوں کو فائدہ پہنچانا بھی عملی شکر ہے۔

شکر ازروئے قرآن

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرة:152)

ترجمہ: اور میرا شکر ادا کرو اور میری نعمتوں کا کفر نہ کرو۔

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرة:172)

(ترجمہ) اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم (واقعی) اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

إِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّإِمَّا كَفُوْرًا (الدھر:3)

ترجمہ: بے شک ہم نے (انسان کو صحیح) راستہ دکھا دیا ہے (اب) خواہ شکر گزار ہو، خواہ ناشکرا۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ (ابراھیم:7)

ترجمہ: اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔

وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ (ال عمران:145)

ترجمہ: اور عنقریب ہم شکر کرنے والوں کو بدلہ دیں گے۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ (البقرہ:172)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں بطور رزق پاکیزہ چیزیں دی ہیں انہیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو

وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرہ:172)

ترجمہ: اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (الزمر:66)

ترجمہ: بلکہ اللہ کی عبادت کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔

شکر کے بارے میں چند ارشادات نبوی ﷺ

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم کون سا مال جمع کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کھانا کھا کر شکر کرنے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے۔" آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو نماز کے بعد یہ دُعا مانگنے کی تلقین فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (ابو داؤد)

ترجمہ: اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر و شکر پر اور بہترین عبادت پر۔

مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ (ترمذی)

ترجمہ: جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، "ایک رات میں نے آپ ﷺ کی حالت دیکھ کر عرض کیا، آپ ﷺ کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے پھر آپ ﷺ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا۔

أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا (بخاری)

ترجمہ: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

عفو و درگزر

☆ معنی و مفہوم

عفو عربی زبان میں "عفا"، "یعفو" کا مصدر ہے۔ مشہور لغات "القاموس" میں عفو کے مندرجہ ذیل معانی بیان ہوئے ہیں۔

☆ گناہ سے درگزر کرنا اور سزا نہ دینا۔

☆ اپنا حق نہ لینا اور اس سے دست بردار ہو جانا۔

انگریزی میں محاورہ ہے "To err is human" یعنی انسان خطا کا پتلا ہے۔ ہر انسان سے ایسے افعال سرزد ہو جاتے ہیں، جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے، اصطلاحِ شریعت میں عفو کا مفہوم ہے کسی کی خطا، غلطی اور زیادتی کو بدلہ لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود معاف کر دینا اور بدلہ نہ لینا۔

عفو از روئے قرآن

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور:24)

ترجمہ: اور چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (ال عمران:124)

ترجمہ: اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہی ہیں کہ جن محسنین کو اللہ محبوب رکھتا ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ (الشوریٰ:43)

ترجمہ: اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو بے شک یہ ہمت کے بڑے کاموں میں سے ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ أَيَّامَ اللّٰهِ (الجاثیہ:14)

ترجمہ: (اے محمدؐ) ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں کہہ دیجئے کہ وہ ان کے لئے مغفرت کا رویہ اختیار کریں جو اللہ کے دنوں کی اُمید نہیں رکھتے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (الشوری:40)

ترجمہ: اور برائی کا بدلہ اسی کی مانند برائی ہے پس جس نے معاف کیا تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے بیشک وہ (اللہ) ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف:199)

ترجمہ: عفو اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے بچو۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا (البقرۃ:109)

ترجمہ: پس معاف کر دیا کرو اور درگزر کرتے رہو۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ (المائدہ:13)

ترجمہ: آپ ﷺ ان کو معاف کر دیجئے اور درگزر کیجئے۔

عفو کے سلسلہ میں فرمودات نبوی ﷺ

عفو و درگزر کی اہمیت و فضیلت کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے چند ارشادات گرامی یہ ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "مجھے کچھ نصیحت فرمائیے" فرمایا "لا تغضب" یعنی غصہ نہ کیا کر۔ اس نے اپنے سوال کو کئی بار دہرایا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا "لاتغضب" یعنی غصہ نہ کیا کر۔ (بخاری)

☆ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا "یارسول اللہ میں اپنے خادم کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟"۔ آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اس نے پھر یہی سوال دہرایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ہر روز ستر مرتبہ"۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دفعہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی "جان لو" مڑ کر دیکھا تو حضور ﷺ فرما رہے تھے "اے ابو مسعودؓ! جتنا قابو تمہیں اس غلام پر ہے اس سے کہیں زیادہ خدا کو تم پر ہے۔" ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ

ﷺ کے اس فرمان کے بعد انہوں نے پھر کسی غلام کو نہیں مارا۔

☆ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ "طاقتور وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔" (مسلم)

☆ آپ ﷺ نے فرمایا "مسلمانوں کا افضل ترین اخلاق عفو ہے۔"

لَا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ

ترجمہ: اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

مَازَادَ اللّٰهُ رَجُلاً بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا (بخاری)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عفو و درگزر کرنے والوں کی عزت میں اضافہ کرتا ہے۔

☆ ارشاد نبویؐ ہے، "مسلمان کا افضل ترین خلق عفو ہے"۔

☆ ایک دوسرے کو معاف کر دیا کرو تمہارے باہمی کینے رفع ہو جائیں گے۔

ایفائے عہد

ایفاء کے معنی "پاسداری اور پورا کرنے" کے ہیں جبکہ عہد "قول واقرار اور وعدہ" کو کہتے ہیں۔ "ایفائے عہد" کا معنی "قول اور اقرار اور عہد و پیمان کو پورا کرنا" ہے۔ ایفائے عہد کیلئے ضروری ہے کہ قول وقرار اور عہد و پیمان مناسب ہو۔ اگر انسان غیر اخلاقی اور برے کام کا عہد کرے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ اس سے بچنا ہی بہتر ہے اور باعث اجر بھی۔ ایفائے عہد اخلاق حسنہ میں سے ہے اس لئے عہد کا حسین ہونا ضروری ہے

ایفائے عہد اَز رُوئے قرآن

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ:1)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے عہد واقرار کو پورا کرو۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل:34)

ترجمہ: اور عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کی باز پرس ہوگی۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرۃ:40)

ترجمہ: اور میرے ساتھ کئے گئے عہد کو پورا کرو (تو) میں تمہارے ساتھ کئے گئے عہد کو نبھاؤں گا۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَى اللّٰهِ (ال عمران:159)

ترجمہ: پھر جب عزم کرلوتو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ O (ال عمران:9)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (ال عمران:77)

ترجمہ: بلاشبہ جو اللہ سے کیے گئے وعدے اور اپنی قسموں کا خیال نہیں کرتے ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

ایفائے عہد اَز رُوئے حدیث

لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ ترجمہ: جس کا عہد نہیں اس کا دین نہیں۔

☆ ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ یہاں کھڑے ہوں میں ابھی آیا وہ واپس جا کر بھول گیا۔ تین دن بعد اسے یاد آیا تو وہ دوڑتا ہوا اس جگہ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے تکلیف میں مبتلا کیا۔ میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

☆ ''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانت دی جائے تو خیانت کرے۔''

☆ تو اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر (جس سے اسے تکلیف ہو) اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جسے پورا نہ کرسکو۔

☆ عہد توڑنے والے کیلئے قیامت کے دن اس کی پشت پر ایک جھنڈا گاڑھا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا یہ ہے فلاں شخص کی عہد شکنی۔

صدق

صدق کے معنی ''سچائی اور اصلیت کے ہیں'' صدق سے راست بازی' نیک نامی اور تعریف کے معانی بھی نکلتے ہیں۔

بقول امام غزالیؒ ''علمی فضائل میں اس کو ایک طرح کی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس

لئے کہ کائنات کی دینی اور دنیاوی فلاح و بہبود کے تمام امور کا انحصار اس فضیلت پر ہے''۔

صدق کی مختلف شکلیں

(۱) صدقِ قلبی (۲) صدقِ لسانی (۳) صدقِ عملی

☆ صدقِ قلبی

دل کی سچائی یہ ہے کہ آدمی کا دل پاک صاف ہو۔ اور گناہوں کی ملاوٹ سے مبرّا ہو۔ اس میں کسی قسم کا نفاق اور کوئی دغا یا فریب نہ ہو۔

☆ صدقِ لسانی

زبان کی سچائی یہ ہے کہ آدمی کی زبان سے ہمیشہ سچی بات نکلے۔ اس سے غلط اور خلافِ واقع بات نہ کہی جاسکے۔

☆ صدقِ عملی

عمل کی سچائی یہ ہے کہ آدمی کا ہر فعل اسلامی تعلیمات کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔ یعنی ظاہر و باطن میں پوری یکسانیت ہو۔ جن بندوں کا یہ حال ہو وہی قرآن کی اصطلاح میں صادق ہیں۔

صدق اَز رُوئے قرآن

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الاحزاب:23)

ترجمہ: مومنین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے جس بات کا عہد کیا تھا سچ کر دکھایا۔

وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ:119) ترجمہ: اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا O (النسآء:87)

ترجمہ: اور کون ہے جو (اپنی) بات میں اللہ سے بڑھ کر سچا ہو۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (المائدہ :19)

ترجمہ: اللہ کہے گا (کہ) آج کے دن صدیقین کو ان کا صدق فائدہ دے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ (النور:)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ (الاحزاب:24)

ترجمہ: تا کہ اللہ سچا ثابت ہونے والوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے۔
اگر سب لوگ سچائی ہی کا ساتھ دینے کا عزم کر لیں تو معاشرے میں سچائی کا دور دورہ ہو جائے گا۔

صدق از روئے حدیث

قَالَ رَسُوْلَ اللهِ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ

ترجمہ: تمہارے اوپر سچ بولنا لازم ہے۔

قَالَ رَسُوْلَ اللهِ اَلصِّدْقَةُ بِرٌّ" وَكَانَ اَلْبِرُّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ (المسلم)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا بے شک سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

☆ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جسے پسند ہو کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب وہ بات کرے تو سچ ہی بولے۔

اَلصِّدْقُ يُنْجِىْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ

ترجمہ: سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔

☆ "صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کہ مومن بزدل ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا "ہاں" پھر آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ کیا مومن بخیل بھی ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" پھر آپ سے عرض کیا گیا۔ کیا مومن جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "نہیں"

حیاء

ہر متمدن معاشرہ میں انسانوں کے بے لگام جذبات اور میلانات پر بندشوں اور امتناعات کا پہرہ ہوتا ہے۔ طفلانہ حرکات کو جو اوّل اوّل بے قابو جذبات کا پرتو ہوتی ہیں۔ سلیقہ کی چھڑی اور اصلاح کے تازیانہ سے سدھار کر شریفانہ بنایا جاتا ہے۔ اخلاق کے ضابطے' قانون کی حد بندیاں' معاشرہ کے اطوار' نشست و برخاست کے سلیقے' کھانے پینے کے تکلفات' گفتگو کے آداب اور میل جول کی رسمیں' آخر قدرتی رجحانات پر پابندیوں کے مختلف نام ہی تو ہیں جن کی بدولت انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ دیگر مخلوقات اور انسان کے درمیان ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات کے اسیر ہوتے ہیں انسان جذبات کی غلامی سے اشرف یعنی بلند تر ہے۔ صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات وہی ہے جو دین و شریعت اور معاشرہ کی پابندیوں کو خوشی سے تسلیم کرتا

ہے۔ ان پابندیوں کی روح حیاء ہے۔

حیاء وہ بنیادی پابندی ہے جسے انسان خود اپنے پر عائد کرتا ہے اس سے اخلاق کی سب شاخوں کی تراش خراش ہوتی رہتی ہے۔ زندگی کے کسی ایک شعبہ میں بھی نظم وضبط کی تربیت ہو تو وہ دیگر شعبوں میں بھی ضرور اپنا اثر دکھاتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ

اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ

ترجمہ: حیاء سے بھلائی ہی بھلائی ملتی ہے

مراد یہ کہ انسان اپنی حدود کے اندر رہنا سیکھ لیتا ہے کسی کے حقوق پر ڈاکہ نہیں ڈالتا اسے ہمیشہ اپنی اور دیگر لوگوں کی ناموس کا دھیان رہتا ہے۔

حیاء کی اخلاق میں اس قدر بنیادی حیثیت ہے کہ حضور ﷺ نے اسے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے یعنی جیسے ایمان انسانی اخلاق و کردار کا سرچشمہ ہے ویسے ہی حیاء بھی انسان کو نہ صرف برائیوں سے روکتی ہے بلکہ اس بات سے بھی منع کرتی ہے کہ نیکی میں کوتاہی کرے۔

حیاء کے جامع اور ہمہ گیر منافع کے پیش نظر حضور ﷺ کا زیر نظر حدیث میں ارشاد ہے کہ:

"حیاء سب سابقہ شریعتوں کا جزو ہے"۔

صداقت، دیانت اور امانت کی طرح اس پر بھی ہر شریعت میں تاکید رہی ہے۔ حیاء انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ دین و اخلاق کی تمام پابندیوں کو قبول کرے۔

☆ قرآن کا نقطہ نظر

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

"مومن لغو باتوں اور بیہودہ کاموں سے پرہیز کرتے ہیں"۔

قرآن پاک نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں جیسا کہ ارشاد ہے،

"مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں"۔

عورتوں کو نقاب پوشی اور پردے کا حکم دیا گیا ہے۔

"اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ باہر نکلا کریں تو اپنے (چہروں) پر چادر لٹکائیں یا گھونگھٹ نکال لیا کریں"۔

نیز عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ،

"اور جس طرح پہلے جاہلیت کے دنوں میں اظہار تجمل (بناؤ سنگھار) کرتی تھیں اسی طرح زینت نہ دکھاؤ"

☆ حدیث کا نقطہ نظر

رحمت عالم رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حیاء جزوِ ایمان ہے۔ حضور ﷺ شرم وحیا کے پیکر تھے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ عورتیں ایسا لباس پہنیں گی گویا وہ برہنہ ہیں۔ ایک اور موقع پر ارشاد ہوتا ہے۔ "جو عورت بن ٹھن کر خوشبو لگا کر غیر مردوں میں پھرتی ہے اس کو جنت کی ہوا نہ لگے گی۔"

☆ زمانہ جاہلیت

عرب زمانہ کفر وجاہلیت میں جن برائیوں میں مبتلا تھے۔ ان میں سے ایک بے حیائی بھی تھی۔ ان کے اشعار اور قصائد ظاہر کرتے ہیں کہ وہ جوئے، زنا اور شراب نوشی کے قصوں کو بڑے فخر سے بیان کرتے تھے اور جو شخص زیادہ منہ پھٹ ہوتا اسے نمایاں مقام حاصل ہوتا۔ فحاشی، بے پردگی اور بے حیائی عام تھی۔ عورت کی ذات ایک کھلونا بن کر رہ گئی تھی۔ ایک مرد جتنی عورتوں سے چاہتا نکاح کر لیتا اور لونڈیوں اور کنیزوں کی بھرمار تھی۔ عرب کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے۔

☆ اسلامی انقلاب

اسلام نے اخلاقی قدروں کو بالکل بدل دیا۔ جو لوگ لوٹ مار اور قتل وغارت پر گھمنڈ کرتے تھے۔ ان کا اخلاق اتنا بلند ہو گیا کہ وہ دوسروں کی مدد کرتے اور نیکی کر کے جتاتے نہ تھے۔ حجاب حیاء کی علامت اور مسلمانوں کا نشان بن گیا۔ اسلام نے مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول کو سختی سے منع کیا ہے۔ اسلام نے نہ صرف مسلمان عورتوں کی عزت وناموس کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ بلکہ غیر مسلم عورتوں کی عزت کا بھی برابر خیال رکھا۔ حضور ﷺ نے ایک لڑکی کو برہنہ سر دیکھا تو فرمایا کہ اسے چادر اوڑھا دو۔ صحابہ نے عرض کیا حضور ﷺ! یہ ایک یہودی لڑکی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "بیٹی سب کی بیٹی ہے خواہ وہ یہودی کی بیٹی ہو"۔

☆ حضور ﷺ کا عورتوں سے بیعت کا طریقہ

اس معاملے میں حضور اکرم ﷺ اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ عورتوں سے بیعت لیتے وقت ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے تھے بلکہ درمیان میں ایک کپڑا ہوتا تھا جس کا ایک سرا حضور

کے ہاتھ میں ہوتا اور دوسرا سرا عورت پکڑ لیتی یا یہ طریقہ اختیار کیا جاتا کہ حضور ﷺ پانی کے پیالے میں ہاتھ ڈبو کر نکال لیتے اور اس کے بعد عورت اس پانی میں ہاتھ ڈالتی اس سے یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ عورتوں کے ساتھ غیر مردوں کا اتنا میل جول نہیں رکھنا چاہیے۔ جس کے نتیجے میں طرح طرح کی برائیاں پیدا ہوں۔

☆ موجودہ معاشرہ

موجودہ معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی خرابیاں نمودار ہو چکی ہیں اور بے پردگی، بے راہ روی، بے حیائی اور فحاشی بڑھتی جا رہی ہے۔ شرم وحیا کا جنازہ نکل چکا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر فحش گانے نشر ہوتے ہیں اور سینما مخرب اخلاق فلموں کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ یہ صورتحال اسلامی معاشرے کو زیب نہیں دیتی۔

☆ قیامِ پاکستان کا مقصد

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ اور ہم نے اس کا تہیہ کیا تھا کہ پاکستانی معاشرے کو صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ بنائیں گے ہم مسلمان اور پاکستانی ہیں۔ ہمیں اسلامی طور طریقوں کو اپنانا چاہیے اسلام ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے لیکن وہ کچھ پابندیوں اور ضابطوں کا تقاضا ضرور کرتا ہے اور اسی میں ہماری فلاح ہے۔

☆ عورتوں کی تعلیم وملازمت

عورتیں بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہیں اور مخصوص شعبوں میں ملازمت کر سکتی ہیں لیکن اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ ان کے لئے الگ تعلیمی ادارے ہوں اور ان کی ملازمت کے شعبے بھی مردوں سے الگ ہوں۔ ہمیں اپنے معاشرے کو صحیح معنوں میں اسلامی خطوط پر استوار کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں مغرب کی اندھا دھند پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اپنی روایات اور اصولوں پر کاربند رہنا چاہیے۔ جیسا کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

رذائلِ اخلاق اور ان سے بچاؤ

رذائلِ اخلاق میں ہر وہ چیز شامل ہے جس میں بعض افراد کا بعض دیگر افراد کے ساتھ ناپسندیدہ رویہ ہو خواہ وہ ایک دوسرے سے گالی گلوچ ہو' خواہ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا ہو' خواہ دوسرے کو حقیر سمجھ کر تکبر کا اظہار کرنا ہو' خواہ دوسروں کی عیب جوئی کرنا ہو ایسے سب افعال کو رذائلِ اخلاق کہیں گے۔ ذیل میں ہم چند رذائلِ اخلاق کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔

☆ بخل اور تنگ دلی

انسان کا بخل اور تنگ دلی انسان کے اخلاق کو فاسد اور گندہ کرتی ہے اور یہ بخل عموماً انسان کی فطرت کا حصہ بن چکا ہے۔

وَکَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (بنی اسرائیل:100)

ترجمہ: واقعی انسان بڑا تنگ دل واقع ہوا ہے۔

قرآن حکیم کہتا ہے کہ بخیل آدمی مال جمع کر کے رکھتا ہے تو کیا اسے یہ خیال نہیں ہوتا کہ اس مال نے تو ختم ہو جانا ہے کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا خبردار یہ مال تو کیا ہمیشہ اس کے پاس رہے گا ایسا انسان تو خود بھی سختی میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝
کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝ (ھمزہ:4,3,2)

ترجمہ: جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا ہرگز نہیں وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا۔

فرمان نبوی ﷺ ہے، ''حرص و بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو اس خصلت نے خونریزی اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھنے پر آمادہ کر کے ہلاک کر دیا''۔

☆ جھگڑا اور فساد

معاشرہ میں رذائلِ اخلاق میں سے ایک جھگڑا اور فساد بھی ہے معمولی باتوں پر ہاتھا پائی شروع کر دی جاتی ہے اسلام اس کے مقابلہ میں صلح کی دعوت دیتا ہے۔

وَالصُّلْحُ خَیْرٌ (النسآء:128)

ترجمہ: صلح بہرحال بہتر ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''وہ آدمی جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے''۔

☆ وعدہ خلافی

وعدہ خلافی کی وجہ سے کئی دفعہ جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور خاص طور پر وہ آدمی جو وعدہ خلافی اور بدعہدی کو اپنی عادت بنا لے اسے اچھے اخلاق والا نہیں کہا جا سکتا۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں یہ بہت عام ہے اور پھر اس کے لئے کئی کئی جھوٹ بھی لوگ بولتے ہیں۔ قرآن حکیم وعدے پورے کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ:1)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو بندشوں کی پوری پابندی کرو۔

حضور اکرم ﷺ نے بدعہدی کرنے والے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا، ''روز قیامت ہر عہد توڑنے والے کا ایک جھنڈا ہو گا اور بتلایا جائے گا کہ یہ فلاں کی بدعہدی (کا نشان) ہے''۔

☆ تکبر

غرور و تکبر میں مبتلا انسان دوسروں کو حقیر اور اپنے آپ کو ان سے بلند تر سمجھتا ہے حالانکہ اللہ کے نزدیک سب انسان برابر ہیں کسی کو تقویٰ کے علاوہ کسی اور لحاظ سے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ تکبر کرنے والے کی تنقید میں اللہ کریم فرماتے ہیں۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ
وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل:37)

ترجمہ: زمین میں اکڑ کر نہ چلو تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے دوسروں کو حقیر سمجھنے کے متعلق فرمایا، ''آدمی کے لئے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے''۔

☆ عیب جوئی

خواہ مخواہ ہر کسی میں عیب نکالنا اور اس کی پشت کے پیچھے لوگوں کے سامنے اس کی برائیاں کرتے رہنا اور عیب نکالتے رہنا بھی رذائلِ اخلاق میں سے ہے اور ایسے آدمی کے لئے اللہ نے

تباہی ہونے کا کہا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ (الھمزہ:1)

ترجمہ: تباہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے

حضور اکرم ﷺ نے دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کی تلقین کی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''جو بندہ کسی بندہ کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے''۔

☆ غیبت

عیب جوئی عموماً بلا مقصد ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ ہی لوگوں کی عادت بنی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے ہر کام میں کیڑے نکالتے رہتے ہیں جو زیادہ بے باک ہوتے ہیں وہ منہ پر ہی عیب جوئی کر لیتے ہیں اور جو اتنے بے باک نہیں ہوتے وہ بعد میں ایک دوسرے کے سامنے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن غیبت کا مفہوم عیب جوئی سے ذرا ہٹ کر ہے یہ عموماً اس مقصد کے لئے ہوتی ہے کہ کسی آدمی کو دوسرے سے ذہنی طور پر متنفر کر دیا جائے۔

قرآن حکیم نے اس کی انتہائی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ
يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ (الحجرات:12)

ترجمہ: اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔

☆ جھوٹ

ہمارے معاشرے میں جھوٹ بھی بہت عام ہو چکا ہے۔ حقائق کو چھپانا اور غلط صورتِ حال بتا کر لوگوں کو دھوکے میں رکھنا اور حتیٰ کہ بلا ضرورت بھی جھوٹ بولنا اب اس قدر عام ہو چکا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو اس معاشرہ میں غالب خیال یہی ہے کہ اس کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہی ہو گا کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔

صحیحین میں سچ اور جھوٹ کے متعلق روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ''بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بے شک نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے اور تحقیق آدمی راست بازی سے زندگی گزارتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور بے شک جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور یقیناً نافرمانی جہنم کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور تحقیق آدمی دروغ گوئی سے کام لیتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے''۔

☆ گالی گلوچ

ہمارے معاشرہ میں رذائلِ اخلاق میں گالی گلوچ کی انتہائی مرکزی حیثیت بن چکی ہے اور صورتِ حال اس حد تک بگڑ چکی ہے کہ لوگ بات بعد میں کرتے ہیں اور گالی گلوچ پہلے دیتے ہیں۔ گالیاں ہمارا تکیہ کلام بن چکی ہیں اور بات بے بات جہاں گالی کی کوئی ضرورت تک بھی نہ ہو وہاں بھی زبان سے گالیاں نکلتی ہیں۔

ہادی کونین ﷺ نے گالی گلوچ، ار ناحق لعنت و ملامت سے منع فرمایا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔''

درجہ بالا روایت صحیحین میں مذکور ہے اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ ''دو شخص جو ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں تو سارا گناہ ابتداء کرنے والے کو ہوتا ہے جب تک مظلوم حد سے نہ بڑھے''۔

☆ بغض و حسد

حسد اور بغض آدمی کو آہستہ آہستہ اندر ہی اندر ختم کرتے رہتے ہیں۔ بغض رکھنے والا اور حاسد آدمی اندر ہی اندر کڑھتا رہتا ہے اور پھر کبھی کبھی اس کے دل کی یہ جلن غصہ کی شکل میں سامنے بھی آ جاتی ہے اور وہ غصہ میں پاگل ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ان لوگوں کے حسد کا ذکر آتا ہے۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النساء:54)

ترجمہ: پھر کیا یہ دوسروں سے اسلئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا؟

حسد کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا

ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے یا یہ فرمایا کہ گھاس کو کھا جاتی ہے''۔(راوی)

نیز بغض وحسد کے متعلق ایک اور مقام پر فرمایا،''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور آپس میں حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور قطع رحمی نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ''۔

☆احسان واذیت

بعض لوگ کبھی کسی غریب کی اعانت تو کر دیتے ہیں لیکن بعد میں اسے جتلا جتلا کر اس کی زندگی مشکل بنا دیتے ہیں ذرا ذرا سی بات پر احسان جتلا کر اسے دکھ دیتے ہیں قرآن وحدیث میں اس سے روکا گیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ

وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ (البقرہ:264)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے تین اشخاص کے متعلق فرمایا کہ قیامت کے روز نہ تو اللہ پاک ان سے کلام کریں گے' نہ ان کی طرف نظر کریں گے اور نہ انہیں پاک کریں گے۔ان تین اشخاص میں سے ایک کے متعلق یوں فرمایا کہ''کوئی چیز دے کر احسان جتانے والا''

رذائلِ اخلاق سے معاشرہ کیسے پاک ہو؟

اگرچہ ہمارے معاشرہ میں درجہ بالا رذائلِ اخلاق کے علاوہ بھی کئی اخلاقی برائیاں موجود ہیں مثلاً شیخی بازی' تجاوز عن الحد' دوسروں کا مذاق اڑانا' ایک دوسرے کو الٹے ناموں سے پکارنا' ایک دوسرے کو تنگ کرنے کے لئے ناپسندیدہ اشارے کرنا' ایک دوسرے سے ہر وقت بدگمانی رکھنا' خواہ مخواہ بات بے بات طعنہ زنی کرنا' امانت میں خیانت کرنا' دغا بازی اور فراڈ' چغل خوری اور خواہ مخواہ ہر ایک کے معاملہ کی ٹوہ لیتے رہنا وغیرہ یہ سب رذائلِ اخلاق ہیں۔لیکن ان سب کا الگ الگ ذکر چونکہ طوالت کا باعث تھا اس لئے ہم نے صرف چند ایک (جو کہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں) پر بحث کی ہے۔اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ معاشرہ کو ان بہت سے رذائلِ اخلاق سے

کیسے نجات دلانا ممکن ہے؟اس کے لئے ہمیں حسب ذیل امور اپنانا ہونگے۔

☆ تعلیم کو عام کرنا ہوگا کیونکہ تعلیم انسان میں شعور پیدا کرتی ہے اور باشعور افراد رذائلِ اخلاق کی بجائے اچھے اور عمدہ اخلاق کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

☆ تعلیمات واحکاماتِ اسلامیہ کو عام کرنا ہوگا۔اسلام ایک جامع دین ہے اور اس میں زندگی کے ہر لمحہ کے لئے ہدایت اور رہنمائی موجود ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم وتبلیغ اور درس وتدریس کے ذریعے اس ہدایت اور رہنمائی کو عوام تک پہنچایا جائے۔

☆ احکاماتِ الٰہیہ سے لوگوں کو باخبر کرنے کے ساتھ ساتھ ان رذائلِ اخلاق کی نشاندہی کر کے ان کے مفسدات سے بھی عوام کو آگاہ کرنا ہوگا تاکہ وہ ان مفسدات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان سے بچیں۔

☆ ان رذائلِ اخلاق کے دنیاوی مفسدات کے علاوہ ان پر ہونے والے اُخروی عذاب اور عتاب وسزا کا بھی لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہوگا۔

☆ اسلامی حکومت کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ ان رذائلِ اخلاق میں مبتلا لوگوں سے سختی سے باز پرس کرے۔

☆ رذائلِ اخلاق کے مقابلے میں عمدہ اور اچھے اخلاق لوگوں کے سامنے واضح کرنا ہونگے۔ اور ان کی خوبیاں اور محاسن بیان کرنا ہونگے تاکہ لوگ ان کے مقابلہ میں انہیں اپنانے کو ترجیح دیں۔

☆ اس کوشش اور محنت میں مصروف افراد کا اپنا کردار واخلاق بھی ان کے قول کے مطابق ہونا چاہیے اور انہیں عمدہ اخلاق کا نمونہ ہونا چاہیے۔

بڑے بڑے جرائم اوران کا حل

بڑے بڑے جرائم اخلاقی گراوٹ کی بناء پر جنم لیتے ہیں جب رذائل اخلاق کی انتہا ہو جاتی ہے تو معاشرہ بے حد پراگندہ ہو جاتا ہے حسد سے انسان اندھا ہو کر دوسروں کو ہر ممکن جانی ومالی نقصان پہنچاتا ہے جب اس میں صبر کا مادہ کم ہو جاتا ہے تو معاف کرنے کی صلاحیتیں کم ہو جاتی ہیں اور لڑائی جھگڑے بڑھتے بڑھتے قتل تک جا پہنچتے ہیں اور آخرکار قتل در قتل کا سلسلہ چلتا ہے ذیل میں

ہم ان بڑے جرائم کی تفصیل دیکھتے ہیں جو معاشرتی اور اخلاقی قدروں کی کمی کی بناء پر جنم لیتے ہیں لیکن پہلے یہ جان لیا جائے کہ معاشرتی جرائم کی تعریف کیا ہے۔

☆ تعریف

''معاشرتی جرائم ان جرائم کو کہا جاتا ہے۔ جو کسی نہ کسی طرح معاشرے کی خوشحالی اور ترقی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور معاشرہ میں امن وسکون کی بجائے بدحالی، بداخلاقی، بدامنی اور تنزلی کا باعث بنتے ہیں۔''

(1) سرقہ یا چوری

''سرقہ اسم مصدر سے ہے جس کے معنی ہیں ''چپکے سے کوئی چیز قبضے میں کر لینا۔''

اسکی چند شرائط ہوتی ہیں مثلاً مسروقہ مال کی مقدار، جس مال کو چرایا جائے وہ مالک کی حفاظت میں ہو، لوگوں سے چھپا کر لے جائے کہ عادتاً لوگ اس کو دیکھیں تو پکڑ لیں اخلاقی گرواہٹ چوری کا باعث بنتی ہے اس سے منع فرما دیا گیا ہے نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ

''چور جب چوری کرتا ہے تو اس میں ایمان نہیں رہتا۔''

اسکے علاوہ چوری کی دوسری وجہ معاشرتی بدحالی ہے جسے اسلام صدقہ کی ترغیب دے کر اور احتکار کی ممانعت فرما کر دور کرتا ہے اور احتکار کے مرتکب کو سخت وعید سنائی جاتی ہے کہ ''احتکار کرنے والا ملعون ہے۔''

(2) ڈاکہ

مال جو کہ کسی اور کے قبضہ میں ہو اسے کھلے بندوں لے جانا ڈاکہ کہلاتا ہے اور لے جانے والا ڈاکو کہلاتا ہے ڈاکہ کے متعلق بھی چند شرائط ہیں مثلاً ڈاکہ ڈالنے والوں کے پاس ہتھیار ہوں وہ علی الاعلان آئیں اور مال چھین لیں اسلام اس کی ممانعت کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ .

حدیث میں یہ بیان ہوتا ہے۔

''کوئی شخص بالشت بھر زمین بھی ناحق نہیں لیتا مگر اس کے عوض اللہ روزِ قیامت اسے وہ زمین ساتوں تہوں تک گلے میں ڈال دے گا۔''

(3) ملاوٹ

ملاوٹ ایک بہت بڑا جرم ہے انسان کسی سے تو اپنا حق لیتا ہے مگر اس کا حق ادا نہیں کرتا قرآن مجید میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

ترجمہ: اور حق کو باطل سے نہ ملاؤ۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ

ترجمہ: جس نے ملاوٹ کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

(4) قذف

اسکا مفہوم یہ ہے کہ ایک انسان (مرد یا عورت) براہ راست کسی شادی شدہ مرد یا عورت پر تہمت زنا یا کوئی بے انصافی کا الزام لگانے والے آدمی کا یہ فعل قذف کہلاتا ہے اسلام نے اس جرم سے منع کیا ہے اور کڑی شرائط رکھی ہیں کہ اس لگائے گئے الزام کے ثبوت کیلئے چار گواہ لانا لازم ہے پھر اگر کوئی نہ لا سکے تو اسکو 80 کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کی سزا قرآن مجید میں یوں بیان کی جاتی ہے

''بیشک جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔''

(5) زنا

شریعتِ اسلامی میں زنا سے مراد ایسی عورت کے ساتھ کسی مرد کے مکمل قسم کے جنسی تعلقات ہیں۔

- i- جو شرعاً صحیح نکاح کے ذریعے مرد کی زوجیت میں نہ ہو۔
- ii- عقد فاسد سے نکاح میں لایا ہو۔
- iii- محرمات میں سے ہو حتیٰ کہ نکاح کے بعد بھی محرمات میں سے کسی کے ساتھ مجامعت یا جنسی تعلقات زنا میں شامل ہیں۔

قرآن مجید میں ایسے کام کرنے والے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

''بدکار مرد، بدکار عورت، دونوں کو سوسو کوڑے لگائے جائیں تمہیں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ان پر ذرہ بھر بھی رحم نہیں آنا چاہیے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو ان کی سزا کے وقت ایک جماعت حاضر رہنا چاہیے۔(النور)

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

''جو شخص کسی عورت کے محاسن پر شہوت سے نظر ڈالے گا قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔''

(6) قتل

عام معنوں میں جان کو یا روح کو جسم سے الگ کر دینا یا دور کر دینے کا نام قتل ہے جیسے موت۔

قتل دو طرح کا ہوتا ہے

(۱) قتل ارادی (۲) قتل غیر ارادی۔

(۱) قتل ارادی سے مراد وہ قتل ہے جس میں کسی شخص کو جان بوجھ کر اور سوچ سمجھے منصوبے کے مطابق ہلاک کیا جائے۔

(۲) قتل غیر ارادی کی کئی صورتیں ہوتی ہیں مثلاً کسی کو شکار کا جانور جان کر مار ڈالا جائے اگر نشانہ کسی کو لگایا اور لگ کسی اور کو جائے یا دشمن کا آدمی خیال کر کے مار دینا۔

قرآن مجید میں انسانی جان کی بے حد عظمت بیان کی گئی ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الانعام: 151)

ترجمہ: اور کسی انسان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے سوائے حق کے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا ساری انسانیت کی جان بچائی۔''

رزائل اخلاق جرائم کے بڑے اسباب میں شامل ہیں ان کو روکنا ضروری ہے اس کے ساتھ ہی کئی دیگر معاشی، روحانی، قانونی اور نفسیاتی محرکات ہوتے ہیں جو کہ جرائم کی وجہ بنتے ہیں

ان کو ختم کرنے کے لیے ایسا ماحول فراہم کیا جانا ضروری ہے جہاں پُر امن زندگی گزار کر افراد اپنی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کر سکیں اس لیے معاشرہ کے قیام کے لیے مساوات بے حد لازم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات: 13)

ترجمہ: اور تمہیں ہم نے قبیلے اور گروہ بنایا تاکہ تم باہم پہچان کر سکو۔ بے شک اللہ کی نظر میں تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

اس کے علاوہ قانونی مساوات بے حد لازم ہے انصاف میں تاخیر انصاف کے نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے اور بااثر افراد کی پشت پناہی کی بناء پر جرائم میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے اسلامی نقطہ نظر کے مطابق، غریب و امیر، حاکم و رعایا سب قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ جیسے حضور ﷺ کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا مثلاً قریش کی ایک معزز عورت نے چوری کی اور اہل قریش نے اپنی عزت بچانے کے لیے آنحضور ﷺ کو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سفارش کروائی تو آپ ﷺ نے فرمایا!

''تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لیے تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کمتر درجے کے مجرموں کو سزا دیتے تھے اور امیروں کو معاف کر دیتے تھے۔''

اس لیے تباہی سے بچنے کے لیے ہر طرح کی مساوات چاہے اخلاقی ہو یا عدالتی بے حد لازم ہے۔

نواں باب

رزقِ حلال اور صدقِ مقال

تعارف

اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کی رہنمائی بھی کرتا ہے اور جہاں کہیں مناسب ہو چند حدود و قیود کا بھی تعین کرتا ہے۔ان حدود و قیود کی پابندی ہر ایک کے لئے لازم قرار دیتا ہے۔ اور اگر تعصب سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ جہاں کہیں یہ حدود و قیود لگائی گئی ہیں وہ انسان ہی کے فائدہ کے لئے لگائی گئی ہیں۔کئی دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان کی محدود فکر اور سوچ اللہ کریم کی لگائی ہوئی ان پابندیوں میں سے کسی کو بے فائدہ اور فضول خیال کرتی ہے۔لیکن حقیقت میں اللہ کریم نے پابندیاں صرف وہیں لگائی ہیں کہ جہاں انسان کا فائدہ ان پابندیوں میں ہو۔اللہ کریم اپنی حکمتوں کو بہتر جانتے ہیں۔انسان ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ یہ پابندیاں اگر فلاحِ انسانی کے لئے نہ بھی ہوتیں تو اللہ کریم کے انسان پر اتنے احسانات ہیں کہ ان احسانات کے شکر کا تقاضا تھا کہ انسان پھر بھی ان پابندیوں کو قبول کرتا۔

حلال اور حرام کا فرق

کھانے پینے کے معاملات میں بھی اللہ کریم نے انسان کو بعض حدود بتلائی ہیں اور حلال اور حرام کی اصطلاح استعمال کر کے بتلایا ہے کہ فلاں چیز انسان کھا پی سکتا ہے اور فلاں چیز کے کھانے یا پینے کی ممانعت ہے۔جن چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت ہے انہیں حلال کہا جاتا ہے اور جن کے کھانے پینے کی ممانعت ہے انہیں حرام کہا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ ان کھانے پینے کی چیزوں کے حصول کے لئے جو ذرائع استعمال ہونگے

ان میں سے بھی کچھ ایسے ہونگے کہ جن کو اپنانے کی اسلام میں اجازت دی گئی ہے اور کچھ ایسے ہونگے کہ جن کو اپنانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ تو جن کی اجازت دی گئی ہے انہیں حلال ذرائع کہا جائے گا۔

حصولِ رزق کے چار انداز

ان دونوں صورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے سامنے حسب ذیل چار صورتیں آتی ہیں۔

☆ چیز بھی حلال ہو، حصول کا ذریعہ بھی حلال ہو۔

☆ چیز حلال ہو لیکن حصول کا ذریعہ حرام ہو۔

☆ چیز حرام ہو لیکن حصول کا ذریعہ حلال ہو۔

☆ چیز بھی حرام ہو اور حصول کا ذریعہ بھی حرام ہو۔

حصولِ رزق کا حلال و جائز طریقہ

اسلام نے ان میں سے صرف پہلی صورت کی اجازت دی ہے اور باقی تینوں صورتوں کی ممانعت کی ہے۔ اب پہلی صورت میں دو خاص باتیں ہیں۔

☆ چیز بھی بنفسہٖ حلال ہو۔

☆ اس کے حصول کا ذریعہ بھی حلال ہو۔

ان میں سے دوسری بات یعنی حصول کا ذریعہ حلال ہو۔ اسے کسبِ حلال کہتے ہیں اور اس وقت ہمارے مدنظر یہی موضوع ہے۔ اس لئے چیز کے حلال ہونے سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ہم صرف اسی پر بحث کریں گے کہ اس کے حصول کا ذریعہ حلال ہو۔

ایک اور چیز یہ بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ کسبِ حلال کے مقابلہ میں کسبِ حرام آتا ہے۔ یعنی ناجائز طریقے سے کسی چیز کا حصول اور یہ ایک عام اصول ہے کہ اگر ضد اور مقابل کو بھی سامنے رکھا جائے تو کسی مسئلہ کی صحیح طرح سے وضاحت ہوتی ہے۔ اس لئے کسبِ حلال پر بات کرتے ہوئے ہم کسی حد تک کسبِ حرام کو بھی سامنے رکھیں گے۔

احکاماتِ خداوندی اور کسبِ حلال

(۱)۔ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا (سورۃ النحل آیت نمبر114)

(ترجمہ) پس اے لوگو! اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ۔

(۲)۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ O (سورۃ البقرہ آیت نمبر168)

(ترجمہ) لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستے پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(۳)۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ O (سورۃ البقرہ آیت نمبر172)

(ترجمہ) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔

(۴)۔ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ O (سورۃ المائدہ آیت نمبر88)

(ترجمہ) جو کچھ حلال و طیب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اسے کھاؤ پیو اور اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

کسبِ حرام سے بچنے کی تلقین

(۱)۔ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O

(سورۃ البقرہ آیت نمبر188)

(ترجمہ) اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لئے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔

(۲)۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (سورۃ النساء آیت نمبر29)

(ترجمہ) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین آپس کی رضامندی سے ہونا چاہیے۔

فرمانِ رسالت مآب ﷺ اور کسبِ حلال کی ترغیب

1) حدیثِ قدسی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حرام سے پرہیز کرنے والوں سے تو مجھے حساب لیتے ہوئے شرم آتی ہے''۔

2) بہترین عمل حلال روزی کمانا ہے۔

3) حلال طریقے سے روزی کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

4) اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی پسند کرتا ہے اور اللہ نے مومنوں کو وہ حکم دیا ہے جو حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا تھا اور وہ حکم یہ ہے کہ اے میرے انبیاء پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔

5) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے عرض کیا کہ حضور ﷺ! میرے لئے دعا فرمایئے کہ میری ہر دعا قبول ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''رزق حلال کھاؤ تمہاری ہر دعا قبول ہوگی۔''

6) حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضور! کونسا کسب پاکیزہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر ایسی بیع جو مقبول ہو''

7) حلال روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

8) حلال کمائی کا طلب کرنا فرض ہے۔

9) جس شخص نے حلال ذرائع سے روزی کمائی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہوگا۔

10) جو شخص چالیس روز تک حلال کی روزی کھاتا رہے کہ جس میں حرام کی ذرہ بھر آمیزش نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دیتے ہیں اور اس کے دل سے حکمت کے موتی پھوٹتے ہیں۔

حضورِ اکرم ﷺ کی کسبِ حرام سے بیزاری و نفرت

1) حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر ایک شخص حرام مال کھاتا ہے اور پھر اس میں سے صدقہ کرتا ہے تو اس کا صدقہ مقبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ بندگی کو گندگی سے صاف نہیں کرتے''۔

2) قیامت کے دن ہر شخص کو اس بات کا جواب دینا ہوگا کہ اس نے مال کہاں سے کمایا اور اسے کہاں خرچ کیا۔

3) جو شخص مرنے کے بعد حرام مال چھوڑ جائے وہ اس کے لئے جہنم کا توشہ بن جائے گا۔

4) وہ گوشت کہ جس نے حرام کے مال سے پرورش پائی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

5) ہر وہ گوشت جو حرام مال سے پلا ہو آگ اس کے زیادہ لائق ہے۔

6) جس آدمی کے پیٹ میں حرام کا ایک نوالہ بھی چلا گیا چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔

7) جس نے دس درہم کا لباس خریدا ان میں سے ایک درہم حرام کا تھا جب تک وہ لباس اس آدمی کے جسم پر رہے گا اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔

8) ایک شخص کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، جسم گرد آلود ہے، لمبا سفر کر کے آتا ہے اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے کہ اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا ہے، اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا لباس حرام کا ہے اور اس کی پرورش حرام سے ہوئی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟

کسبِ حلال کی ہمہ جہت برکات و حسنات

آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ ﷺ سے کسبِ حلال کی فضیلت و اہمیت اور کسبِ حرام کی ممانعت کے بیان کے بعد اب ہم کسبِ حلال کے چند فوائد و ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

☆ رزقِ حلال کمانے والا دلی اور قلبی اطمینان میں رہتا ہے۔

☆ رزقِ حلال کمانے والے کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

☆ رزقِ حلال کمانے والے کے اعمالِ حسنہ قبول ہوتے ہیں۔

☆ رزقِ حلال کمانے والے میں پاکدامنی پیدا ہوتی ہے۔

☆ رزقِ حلال کمانے والا رحمدل اور ہمدرد ہوتا ہے۔

☆ رزقِ حلال کمانے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے۔

☆ رزقِ حلال کمانے سے انسان کو دیگر اعمالِ حسنہ کی بھی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

☆ رزقِ حلال کمانے والے کے دل میں دوسروں کے لئے بلاوجہ نفرت پیدا نہیں ہوتی۔

☆ رزقِ حلال کمانے والے میں سخاوت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔

☆ رزقِ حلال کمانے والا لین دین میں عدل کے ساتھ دیگر معاملات میں بھی عدل کی روش اپناتا ہے۔

☆ رزقِ حلال کمانے والا چوری' ڈکیتی وغیرہ سے محفوظ رہ کر معاشرتی امن وسکون کا باعث بنتا ہے۔

قرآن وحدیث میں حرام ذرائع رزق کی نشاندہی

اسلام نے صرف ان چیزوں کا استعمال جائز قرار دیا ہے جو خود بھی حلال ہوں اور ان کے حصول کا ذریعہ بھی حلال ہو۔ شریعتِ اسلامیہ میں تجارت' زراعت وغیرہ حلال ذرائع رزق ہیں لیکن اس کے برعکس بہت سے حرام ذرائعِ رزق بھی ہیں۔ ذیل میں ہم ان کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

☆ چوری

اسلام نے چوری کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے لئے قرآن حکیم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا مذکور ہے۔ چوری سے مراد یہ ہے کہ کسی کا محفوظ مال اس کی لاعلمی میں حاصل کر لینا۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ

(سورۃ المائدہ آیت نمبر38)

(ترجمہ) اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے (اور) اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔

☆ لوٹ مار اور ڈکیتی

کسی کا مال اس کی مرضی اور رضا کے بغیر زبردستی چھین لینا اس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''جس شخص نے لوٹ مار کی وہ ہم میں سے نہیں''

☆ ناپ تول میں کمی

اسلام نے ماپ تول میں کمی کر کے کمائی کرنے اور نفع کمانے کو بھی ممنوع قرار دیا ہے۔

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (سورۃ الاعراف آیت نمبر85)

(ترجمہ) لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ (سورۃ الھود آیت نمبر84)

(ترجمہ) اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔

ماپ تول میں کمی بیشی کرنے والوں کے لئے اللہ کریم نے تباہی اور ہلاکت دینے کا بھی ذکر کیا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ (سورۃ المطففین آیت نمبر 1,2,3)

(ترجمہ) تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لئے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔

☆ رشوت

رشوت بھی معاشرہ کی ایک برائی ہے جو کئی حق داروں کو حق سے محروم کرتی ہے اور کئی قسم کے غلط فیصلوں کا سبب بنتی ہے۔ اسلام نے اس کی بھی ممانعت کی ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ آیت نمبر188)

(ترجمہ) اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کیلئے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

''رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔''

☆ سود

سود جو کہ دولت کو چند ہاتھوں میں مرتکز کر دیتا ہے امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بناتا چلا جاتا ہے اسلام نے اس کی بھی ممانعت کی ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورۃ البقرہ آیت نمبر275)

(ترجمہ) وہ کہتے ہیں "تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے" حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔

اور پھر سود کے متعلق قرآن حکیم نے انتہائی سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 279،278)

(ترجمہ) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔

☆ جوا

جوا بھی شریعتِ اسلامیہ میں حرام اور شیطانی کام قرار دیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۃ المائدہ آیت نمبر 90)

(ترجمہ) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور یہ جوا اور یہ بت خانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔

☆ حرام اشیاء کی تجارت

- شراب، افیون، چرس، خنزیر وغیرہ حرام اشیاء کا جس طرح استعمال حرام ہے اسی طرح ان کی خرید وفروخت بھی حرام ہے جیسا کہ شراب کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے دس آدمیوں پر لعنت کی ہے۔

☆ اس کے نچوڑنے والے پر جو کسی دوسرے کیلئے نچوڑتا ہو۔
☆ اپنے لئے اس کے نچوڑنے والے پر
☆ اس کے پینے والے پر
☆ اس کے لے جانے والے پر
☆ جس کے لئے لے جا رہی ہو اس پر
☆ اس کے پلانے والے پر

☆ اس کے بیچنے والے پر
☆ اس کی قیمت کھانے والے پر
☆ اس کے خریدنے والے پر
☆ جس کے لئے خریدی جائے اس پر

☆ عصمت فروشی اور قحبہ گری

اسلام نے عصمت فروشی اور قحبہ گری سے بھی منع کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ "زانیہ عورت کی کمائی ناپاک ہے"۔

قرآن حکیم لونڈیوں سے پیشہ کروانے سے روکتا ہے۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○

(سورۃ النور آیت نمبر 33)

(ترجمہ) اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیاوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ خود پاکدامن رہنا چاہتی ہوں اور جو کوئی ان کو مجبور کرے تو اس جبر کے بعد اللہ ان کے لئے غفور ورحیم ہے۔

☆ ملاوٹ اور دھوکہ دہی

ملاوٹ اور دھوکہ دہی کے ذریعے لوگوں کو ناقص مال فروخت کر کے صحیح مال جتنی قیمت وصول کر لینے کو بھی شریعتِ اسلامیہ نے ممنوع قرار دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ

"جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں"

☆ غصب

ظلم اور جبر کے ساتھ کمزوروں کا مال لینے سے بھی اسلام نے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ جو اس طرح مال غصب کر کے کھاتا ہے وہ درحقیقت آگ کھا رہا ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا○ (سورۃ النساء آیت نمبر 10)

(ترجمہ) جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے

بھرتے ہیں وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

☆ خیانت

خیانت کے ساتھ نفع کمانے کو بھی منع کیا گیا ہے اور اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ قیامت کے روز اس کا بدلہ ملے گا اور اسے اس کا حساب دینا پڑے گا۔

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ
مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (سورۃ آل عمران آیت نمبر 161)

(ترجمہ) اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔

کسب معاش میں خیانت کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی مشین وغیرہ کسی کو مرمت کے لئے دی اب ظاہر ہے یہ چیز اس کے پاس بطور امانت ہوگی اگر وہ اس کے قیمتی پرزے نکال کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے اور اس میں گھٹیا پرزے ڈال کر مالک کے حوالے کر دیتا ہے تو یہ خیانت ہوگی۔

☆ حاصلِ کلام

مذکورہ بالا حقائق و تعلیمات کو سامنے رکھ کر ہر مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کیلئے بہتر اور نفع بخش منصوبہ بندی کرے۔ کیونکہ انسان کی تخلیق کا مقصد تو عبادتِ خداوندی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے

☆ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(ترجمہ) اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں۔

گویا کہ بندہ وہ ہے جو وظیفہ بندگی بجا لاتا ہے۔ بندہ بندگی کی بنا پر کامیابی و کامرانی کی منزلیں حاصل کرتا ہے اور عبادت اور بندگی کے دس حصوں میں سے نو حصے تو کسبِ حلال میں پورے ہو جاتے ہیں۔ اب اگر کوئی ناسمجھ اور بے وقوف عبادت کا دسواں حصہ نماز، روزہ، حج وعمرہ، جہاد، تسبیحات، ذکر و فکر، تلاوت و اعتکاف وغیرہم کی صورت میں اُسے محفوظ کر بھی لیتا ہے تو اُس نے گویا بندگی کے ایک سو حصوں میں سے دس فیصد عبادت کو محفوظ کیا ہے جبکہ بقیہ نوے فیصد عبادت تو صرف کسب حلال ہے۔ جس سے بے خبر اور بے نیاز رہ کر وہ صرف دس فیصد عبادت سے

نیکیوں کے پلڑے کو جنت کے حق میں کیسے استعمال کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ
وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ" ٥ (سورۃ القارعۃ ۶،۷،۸،۹)

ترجمہ: پس جس کے نیکیوں کے وزن بھاری ہوں گے وہ من پسند زندگی میں ہوگا اور جس کے نیکیوں کے وزن کم ہوں گے تو اُس کا ٹھکانہ ھاویہ (دوزخ) ہوگا۔

لہٰذا دانش مند اور حقیقی کامیاب و کامران متقی وہ ہے جو عبادت کے دسویں حصہ کے ساتھ ساتھ اصل اور بنیادی نو حصوں کی حفاظت کا اہتمام پہلے کرتا ہے کیونکہ دسویں حصہ کی قبولیت کا دارومدار بھی کسبِ حلال و رزقِ حلال پر ہے ورنہ چالیس دن تک نماز دُعا صرف ایک لقمہء حرام کی وجہ سے مردود و ضائع ہو جاتی ہے۔

☆ دُعائیہ کلمات

☆ اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ
وَاَغْنِنَا بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (الحديث)

(ترجمہ) اے میرے مولا! میری حلال سے کفایت فرما اور حرام سے محفوظ فرما اور غیروں کی بجائے اپنے فضل و کرم سے مجھے غنی فرما دے۔

دسواں باب

انسانی بنیادی حقوق کا چارٹر (خطبہ حجۃ الوداع)

تعارف (تاریخی ناانصافی)

یہاں یہ امر قابلِ ذکر بھی ہے اور قابلِ غور بھی کی بعض مغربی مستشرقین نے ماضی قریب اور بعید میں اسلام اور مبلغ اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ غلط تاثر دینے کی جسارت کی اور مسلمانوں کے دین و مذہب کو دہشت گردی کے ساتھ منسوب کیا اور مبلغینِ دین و متین کو بنیاد پرست، متعصب، تنگ نظر، دقیانوسی، دہشت گرد، عقل وفہم سے خالی اور ترقی وخوشحالی کا بدترین دشمن ثابت کرنے پر پورا پورا زور لگا دیا ہے۔ اسلامی تاریخ کو بوچڑ خانہ اور قصاب کی دکان سے تشبیہ دی اور یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ دنیا میں اسلام محض تلوار، دھونس، دھاندلی، تشدّد اور دہشت سے پھیلا اور بعض بدنصیبوں نے نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تضحیک آمیز خاکے اور کارٹون بنانے کی مذموم اور ملعون گستاخی کی۔ آیئے ہم ایمان داری اور راست بازی کے ساتھ ان الزامات و ہرزہ سرائیوں کا جائزہ لیں کہ اصل حقائق و واقعات کیا ہیں اور میڈیا کے زور پر کس طرح جہالت وظلم و بربریت کی گرد وغبار اڑا کر چودھویں رات کے چاند کو چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ آیئے ان نام نہاد روشن خیالوں، جدیدیت کے پروردہ جیالوں اور امن وسلامتی کے جھوٹے دعوے داروں سے چند سوالات پوچھیں اور جائزہ لیں کہ اصل حقیقت کیا ہے اور کس بے شرمی اور بدنیتی سے اس کو چھپاتے اور مٹانے کی سعی لاحاصل کی جارہی ہے۔

(1) اگر اسلامی تاریخ بوچڑ خانہ اور قصاب کی دکان ہے تو کیا یورپ کی تاریخ تقوٰی و پرہیز گاری کے لازوال واقعات وتلمیحات سے بھری پڑی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اگر یورپ کی صرف ایک جنگِ عظیم اوّل یا جنگِ عظیم دوئم کی تباہ کاریوں کی فہرست بنائی جائے تو انسانی روح کانپ اٹھتی ہے۔ظلم وناانصافی کے وہ باب رقم کئے گئے کہ تاریخِ انسانی انھیں انسانیت کے ماتھے پر کلنک کے بدترین ٹیکے سے یاد کرتی رہے گی۔خود اہلِ مغرب بھی اس پر شرم سے پانی پانی ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد کس قدر وحشی درندے، ظالم بھیڑیئے اور سانپ واژدھا سے زیادہ زہریلے بن کے اپنے جیسے لاکھوں نہیں کروڑوں انسانوں کو ڈستے رہے ہیں۔اورانہیں پانی پینے کی بھی مہلت نہ دی۔

(2) مسلمانوں کو دہشت گرد، متعصب، تنگ نظر اور ظالم کہنے والے ذرا ہٹلر، میسولینی، سکندر ودارا کے حالات کا جائزہ لیں۔پھر موجودہ صدی میں امریکہ، برطانیہ، بھارت، اسرائیل اور دیگر مغربی اقوام جو جمہوریت کے نام پر افغانستان، عراق، فلسطین، کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، کوسووو، ویت نام اور دیگر کئی کمزور اور مظلوم ممالک کے باشندوں کو جس بے رحمی اور سنگ دلی کے ساتھ کند چھری سے ذبح کر رہے ہیں کیا یہ تمام حکمران اور ان کی افواج انسان دوست مہربان، منصف مزاج، عدل وانصاف کے پیامبر اور انسانی عزت ووقار کے رکھوالے کہلوانے کے حق دار ہیں۔ ہرگز نہیں!!

(3) پیغمبرِ اسلام، محسنِ انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں امن وسلامتی پر مبنی انقلاب صرف 23 سال کے قلیل عرصہ میں لائے جو ہمہ گیر، جامع اور مکمل انقلاب تھا جس نے تاریخِ انسانی کا رُخ پھیر دیا نہ صرف خطۂ عرب جو صدیوں سے جہالتوں اور بُت پرستی کی آماجگاہ تھا اسلامی انقلاب سے فیض یاب ہوا بلکہ روم وایران اور پھر بتدریج پوری دنیا آج تک اس کے فیوض وبرکات اور مثبت اثرات سے بہرہ یاب ہو رہی ہے۔حضور اکرم ﷺ کی اس صدیوں پر محیط اثرات سے لبریز سعی جمیلہ کے 23 سالوں کے دوران 259 مسلمان اور 759 غیر مسلم افراد کام آئے تو گویا کل 1018 انسانوں کی جانیں اپنے عظیم انقلاب میں کام آئیں اور اس کے مقابلے میں دنیا کے دیگر انقلابات کا جائزہ لیں جو کوئی مذہبی تذلیل کا بدلا لینے کیلئے یا مزدوروں پر ظلم کے خلاف یا غیر ملکی تسلط کے خلاف یا سرمایہ داری یا استعماری قوتوں کے خلاف برپا کرنے کی خاطر شروع ہوا۔اور ان کے زیادہ تر نتائج عارضی، وقتی، ہنگامی اور اقتدار ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک منتقل کرنے تک محدود رہے۔اور ان تحریکوں میں سے ہر ایک میں لاکھوں اور کروڑوں مخلوق بڑی بے رحمی سے

موت کے گھاٹ اتار دی گئی۔کوئی بڑا طویل الاثر انقلاب رونما ہوا بھی تو زیادہ سے زیادہ ایک دو شعبوں میں تبدیلی لا سکا اور اس کی عمر بھی 80 یا 90 سال سے قطعاً زیادہ نہ ہو سکی۔مگر آقائے دوجہاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا سبز انقلاب کتنا ہمہ جہت، مؤثر، دیرپا اور امن وسلامتی پر مبنی ہے، کیا کوئی دنیا میں ایسی دوسری مثال پیش کی جا سکتی ہے؟؟ ہرگز نہیں!!!

(4) حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مقابلے میں کیا کوئی دوسری ذات یا شخصیت پوری تاریخِ انسانی میں سے پیش کی جا سکتی ہے جو اس قدر جملہ صفات، کامل واکمل اور قابلِ تقلید ہو کہ جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلقہ مکمل راہنمائی اور دستگیری موجود ہے۔ہرگز نہیں!!

تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانیء محمد ﷺ
ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

(5) مسلمانوں کے مرشد ورہنما پر اعتراضات کرنے والے پہلے حضور ﷺ کی سیرت وکردار تو دیکھیں جو انسان تو رہے انسان بلکہ جانوروں کے حقوق پر بھی پورے ابواب رقم کروائے ہیں۔ایک دفعہ جب آپ ﷺ اپنی فوج کے ساتھ کسی شاہراہ پر سے گزر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری فوج کے ساتھ صرف اس لئے راستہ بدل لیا تھا کہ راستے میں ایک بلی اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی تھی، تو ایسا انسان جو ایک جانور کے بچوں کے حقوق کا اس قدر خیال کرتا ہے وہ وحشت وبربریت کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے!

(6) پھر اعتراض کیا جاتا ہے کہ موجودہ دور کے مسلمان دہشت گرد ہیں، خودکش حملے کرتے ہیں۔ظالم کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں تو مجھے بتائیں کہ یہی حال جو غیر مسلم کمزور مسلمانوں کا کر رہے ہیں اگر یہی حشر غیر مسلموں اور نام نہاد سُپر پاورز کا کیا جائے تو کیا وہ حملہ آوروں پر پھول برسائیں گے؟ ہرگز نہیں!

(7) ایک سادہ سی حقیقت ہے کہ اگر کوئی عیسائی یا یہودی انفرادی یا اجتماعی طور پر یہ حرام کاری کرے تو کیا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت سیدنا عیسیٰؑ یا حضرت سیدنا موسیٰؑ نے نعوذ باللہ شرک، شراب نوشی، جوابازی، بدکاری، جھوٹ، فراڈ اور غلط کاری کی انھیں تعلیم دی ہوئی ہے۔ہرگز نہیں! اسی طرح اگر کوئی مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد بشری تقاضوں سے مغلوب ہو کر گناہ اور معصیت کی زندگی گزارتا ہے تو یقیناً یہ اُس کی ذاتی حماقت اور جہالت ہے ورنہ آقائے دوجہاں نے تو امانت،

دیانت، صداقت، شرافت، تقویٰ، راست بازی، صبر، شکر، توکل، عفو و درگزر، حقوق اللہ و حقوق العباد کی بجا آوری ظاہری اور باطنی طہارت و پاکیزگی وغیرہ کی تعلیم دی ہے جس پر قرآن اور خود صاحبِ قرآن کی سیرت گواہ ہے۔ جس پر ہر قسم کی تسلی بھی کروائی جاسکتی ہے اور اپنوں اور بیگانوں نے حضور اکرم ﷺ کی فیض رسانی کا کُھلم کھلا اعتراف و اظہار بھی کیا ہے۔

آیئے اب قدرے اختصار کے ساتھ اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کو سامنے رکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے خطبہء حجۃ الوداع کے مندرجات کا تجزیہ کریں اور دنیا میں ہمہ گیر امن و سلامتی کی تحریک کا آغاز کریں جس کی تعلیم و تربیت مدنی تاجدار نے آج سے چودہ سو سال قبل دی ہے۔

اقوامِ متحدہ کا چارٹر (سرسری جائزہ)

اقوامِ متحدہ نے بنیادی حقوقِ انسانیت کی نشاندہی کیلئے تمام دنیا کے مسائل کے پیش نظر بڑے غور و خوض کے بعد 1949ء میں چارٹر شائع کیا۔ جسے منشورِ حقوقِ انسانیت کے نام سے پکارا جاتا ہے اس چارٹر کی 30 دفعات ہیں ان میں صرف 12 دفعات ایسی ہیں جو انسانی حقوق کے اصول بیان کرتی ہیں ان میں 5 ایسی دفعات ہیں جن کا ذکر کرنا مناسب ہے۔

☆ انسان آزاد پیدا کیا گیا ہے تمام انسان اپنے رتبے اور حقوق میں مساوی ہیں۔
☆ ہر انسان کو آزادی اور مکمل حقوق پیدائشی طور پر حاصل ہیں۔
☆ ہر شخص کو زندہ رہنے کی آزادی اور حفاظت کا حق حاصل ہے۔
☆ کسی انسان کو غلامی میں نہیں رکھا جائے گا۔
☆ کسی انسان کو اذیّت نہیں دی جائے گی۔

یہ وہ منشور ہے جسے دورِ حاضر کے تمام مدبرین نے مل کر ترتیب دیا اس منشور کا عملی پہلو بہت تاریک تھا اقوامِ متحدہ اس منشور پر عمل نہ کروا سکی۔

بنیادی انسانی حقوق کا منشور

آج سے چودہ سو سال پہلے حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے دیئے گئے خطبہ میں انسانی حقوق کا جو چارٹر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا دورِ حاضر کے مدبّر مل کر بھی اس سے بہتر تیار نہیں کرسکتے اس چارٹر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسکی ہر دفعہ پر فوری عمل کر کے دنیا کے سامنے عملی نمونہ پیش کیا تھا۔

یہ خطبہ حریتِ انسانی کا بین الاقوامی منشور ہے اس میں نوعِ انسانی کو پہلی مرتبہ مساوات اور اخوت کے زرّیں اور ابدی اصول فراہم کئے گئے۔ اس خطبہ نے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائی اور جو بندے خدائی مسند لینا چاہتے تھے انہیں بلندی سے اتار کر دوسرے انسانوں کے برابر کیا جو بندے ذلت و پستی اور ظلم و تشدد کا شکار تھے انہیں دوسرے انسانوں کے برابر کیا۔

حضور ﷺ نے تمام مناسکِ حج ادا فرمانے کے بعد 9 ذوالحج کو میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر بالقصر پڑھائیں جب دو پہر ڈھل گئی تو اونٹنی پر سوار ہو کر اہل ایمان سے خطاب فرمایا۔ آپ ﷺ کی اس تاریخی تقریر کو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ اسلامی تعلیمات کا منشور اور لُب لباب ہے یہ اسلام کے سیاسی سماجی اور تمدنی احکامات کا جامع مرقع ہے اس کی مذہبی اور اخلاقی حیثیت لازوال ہے۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا جو نکتہ وروں سے کُھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ظفر علی خاں

(1) حمد و ثناء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَتُوْبُ اِلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اس کی مدد چاہتے ہیں اسی سے معافی مانگتے ہیں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ ہی کے ہاں اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے تو پھر کوئی اسے بھٹکا نہیں سکتا اور جسے گمراہ کردے اس کو کوئی راہ ہدایت دکھا نہیں سکتا۔ مَیں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مَیں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

مفہوم

(i) حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے فرمایا۔

(ii) عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مولا کریم سے رشد و ہدایت کی درخواست کی۔

(iii) اسلامی تعلیمات کا پہلا سبق یعنی عقیدہ ''توحید ورسالت'' بیان فرمادیا۔

(2) خدا خوفی اور بھلائی کی تاکید

اُوْصِیْکُمْ عِبَادَ اللّٰہِ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَاَحُثُّکُمْ عَلَی الْعَمَلِ بِطَاعَتِہٖ
وَاسْتَفْتِحُ بِالَّذِیْ ھُوَخَیْرٌ

ترجمہ: اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہوں اور میں اسی سے ابتداء کرتا ہوں جو بھلائی ہے۔

مفہوم

(i) اسلامی عبادات میں تقویٰ کا وصف پیدا کرنا بنیادی ضرورت ہے اس کی طرف حضور ﷺ نے تاکید فرمادی۔

(ii) کل العالمین کے انسانوں کو بھلائی کی دعوت دی جو کہ نبیوں کا بنیادی مشن ہے۔

(3) وصال کی طرف اشارہ

اَیُّھَاالنَّاسُ اسْمَعُوْامِنِّی اُبَیِّنْ لَکُمْ فَاِنِّیْ لَااَدْرِیْ
لَعَلِّیْ لَااَلْقَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا فِیْ مَوْقِفِیْ ھٰذَا

ترجمہ: اے لوگو! میری بات غور سے سنو، میں تفصیل سے بیان کرتا ہوں مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں تم سے شاید اس قیام گاہ میں اس سال کے بعد پھر کبھی ملاقات کرسکوں۔

مفہوم

(i) حضورِ اکرم ﷺ تکمیل دین والی آیت کے نزول پر سمجھ گئے تھے کہ اب اللہ سے حقیقی ملاقات کا وقت قریب ہے لہٰذا صحابہ کرامؓ کو متنبہ فرمادیا۔

(ii) آپ ﷺ نے اپنے وصال کی طرف اشارہ فرما کر اپنے خطبے کو گویا کہ اپنی آخری وصیت کا رنگ دے دیا۔

نگہہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

اقبال

(4) ملی تفاخر کا خاتمہ (مساوات)

اَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَّاَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی
عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا اَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ وَلَا اَحْمَرَ عَلٰی
اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی کُلُّکُمْ اَبْنَآءُ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنَ التُّرَابِ

ترجمہ: لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ (حضرت آدم علیہ السلام) ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، گورے کو سیاہ پر اور سیاہ کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔

مفہوم

(i) اس جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانی مساوات اور برابری کا وہ پیغام دیا جو پندرہ سو سال بعد اقوامِ متحدہ کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے آج وضع کیا ہے۔

(ii) آقائے دو جہاں ﷺ نے گورے اور کالے عربی اور عجمی کے اس فرق کو ہمیشہ کیلئے مٹا دیا جس میں ابھی تک پورا یورپ اُلجھا ہوا ہے۔

(iii) اولادِ آدم کو یقین دہانی کرادی کہ تم سب ایک ماں اور باپ سے جنم لینے والے انسان ہو جن کو رنگ ونسل کی بنیاد پر ایک دوسرے پر تفاخر کرنے کا ہرگز کوئی حق اور جواز نہیں ہے۔

(iv) حضورِ اکرم ﷺ نے فطری معیار برتری بھی بیان فرمادیا جس پر کسی بھی انسان کو ہرگز ہرگز اعتراض نہیں ہوسکتا وجہِ افتخار صرف خدا خوفی اور مخلوقِ خدا سے بڑھ چڑھ کر پیار کرنا ہے۔

(5) جان ومال اور عزت کا احترام

اَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّ دِمَآءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ اِلٰی اَنْ
تَلْقَوْارَبَّکُمْ کَحُرْمَتِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَافِیْ بَلَدِکُمْ
ھٰذَااَلَا لَا تَرْجِعُوْابَعْدِیْ ضُلَّالًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ
وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْاَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ

ترجمہ: لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے رب سے ملنے تک یعنی قیامت تک ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسا کہ تمہاری آج کے دن کی اس مہینے کی اور اس شہر کی حرمت ہے۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو اور عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے پس وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔

مفہوم

(i) بنیادی انسانی حقوق میں جان، مال اور عزت کی حفاظت وقدر ومنزلت سب سے اہم اور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور دنیا کی ہر مہذب ریاست اپنے آئین ودستور میں اسی کو بنیاد کرتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں ہر انسان کی جان، مال اور عزت کو اسی طرح محترم ٹھہرایا جس طرح 9 ذوالحج کا دن اور حرم مکہ مکرمہ عقیدت واحترام کا مرکز ہے۔

(ii) آپ ﷺ نے جنگ وجدل اور ظلم تعدی سے سختی سے روک دیا اور یہ بات سمجھا دی کہ ہر انسان کو اپنے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

(iii) آپ ﷺ نے اس جگہ یہ بھی باور کرایا کہ ہر انسان کو اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرنا چاہیے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بالآخر حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا اسی دن کو یوم حساب کہتے ہیں۔

(6) جاہلیت کے جھگڑوں کا خاتمہ

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ "وَاِنَّ دِمَاءَ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ" وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ عَامِرِ ابْنِ رَبِيْعَةَ ابْنِ حَارِثٍ

ترجمہ: ہاں! جاہلیت کے تمام دستور آج میرے پاؤں تلے ملیامیٹ ہیں۔ جاہلیت کے تمام قتل و خون کو ملیامیٹ کرتا ہوں سب سے پہلے اپنے (خاندان) کے خونوں میں سے عامر بن ربیعہ بن حارث کا خون (قتل) کالعدم قرار دیتا ہوں (عامر بن ربیعہ بن حارث قبیلہ بنوسعد میں شیر خوارگی کے ایام گزار رہا تھا اسے قبیلہ ھذیل نے قتل کر دیا تھا۔)

مفہوم

(i) حضور اکرم ﷺ نے قبل از اسلام قائم ہونیوالی تمام دشمنیوں کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دینے کا اعلان کر دیا اور اس کا آغاز اپنے خاندان کے عامر بن ربیعہ بن حارث کے قتل کی معافی سے خود فرمایا۔

(ii) خطۂ عرب میں مختلف قبائل کے درمیان معمولی معمولی تنازعات پر سال ہا سال قتل وغارت کا بازار گرم رہتا تھا آقائے دوجہاں ﷺ نے جاہلیت کی ایسی ذلیل رسومات اور تفاخرات کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ملیامیٹ فرمادیا۔

(7) زمانہ جاہلیت کے سود باطل کرنا

وَاِنَّ رِبَاءَ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ" لَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ وَاِنَّ اَوَّلَ رِبًا اَبْدَأُ بِهِ رِبَا عَمِّيْ (اَوَّلَ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِبَانَا) عَبَّاسَ ابْنِ عَبْدُالْمُطَّلِبْ

ترجمہ: اور بے شک زمانہ جاہلیت کا سود موقوف کر دیا گیا ہے اصل سرمائے تمہارے ہیں نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ بیشک سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کا سود موقوف کرتا ہوں۔

مفہوم

(i) سودی نظام، امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب سے غریب تر بنانے کا استحصالی نظام ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکمل طور پر کالعدم کر دیا۔

(ii) دولت کی منصفانہ تقسیم ہی معاشرے میں حقیقی معاشی استحکام کے قیام کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتا ہے اپنے تاریخی خطبہ کی بنیاد پر اسے اسلامی ریاست کے اندر بطور موثر علاج تجویز کر دیا۔

(iii) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کار خیر کا آغاز یوں کیا کہ اپنے حقیقی چچا کے تمام سودی کاروبار کو یکسر ختم کر دینے کا اعلان کر دیا اور قول وعمل میں یگانگت پیدا فرمادی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ کیلئے یہی طریقہ مبارک تھا۔

(8) امانت کی تاکید

اَلَا فَمَنْ کَانَتْ عِنْدَہٗ اَمَانَۃٌ فَلْیُؤَدِّھَا اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَہٗ عَلَیْھَا

ترجمہ: سنو! جس کے پاس کسی کی امانت ہو پس اسے چاہیے کہ وہ لوٹا دے اس کو جس نے وہ امانت تمہارے پاس رکھی ہے۔

مفہوم

(i) امانتوں کی حفاظت کرنا اور ان کو ان کے مالکوں تک پہنچانا۔ کسی انسان کی عظمت و بلندی ظاہر کرتی ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے موقعہ پر مخالفت کے باوجود آپؐ نے دشمنانِ اسلام کی جملہ امانتیں حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد کیں کہ اُن کے اصل حقداروں تک پہنچانے کے بعد مدینہ تشریف لانا۔

(ii) امانت چاہے مال کی صورت میں ہو یا عہدہ و اقتدار کی صورت میں، قومی و ملکی اختیارات کی صورت میں ہو یا اپنی آل اولاد کی تعلیم و تربیت کی صورت میں اس کی حفاظت اور درست ادائیگی بہر حال ضروری ہے۔

(iii) اگر کسی معاشرے میں امانت کی پاسداری کا عمل شروع ہو جائے تو وہ دنیا میں جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

(9) جاہلیت کے اعزازات کا خاتمہ

وَاِنَّ مَاٰثِرَ الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعَۃٌ غَیْرَ السِّدَانَۃِ وَالسِّقَایَۃِ وَالْعَمْدُ قَوَدٌ

ترجمہ: اور بے شک جاہلیت کے اعزازات (یادگاریں) منسوخ اور پامال ہیں سوائے خدمت حاجیاں، چاہِ زمزم کے پانی پلانے اور پاسبانی بیت اللہ کے اعزاز کے۔

مفہوم

(i) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں زمانہء جاہلیت کی یادگاروں اور دیئے ہوئے اعزازوں کو ختم فرمانے کا اعلان کیا جو کہ اس بات کی علامت ہے کہ اسلام محض اپنے ماننے والوں کو قبولِ اسلام کے بعد صرف ظاہری عہدے اور اقتدار پر اترانے کی ہی مخالفت نہیں کرتا بلکہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت اور کفر میں دیئے گئے اعزازت کو بھی ختم کرتا ہے۔

(ii) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں جو اعزاز کا معیار عطا فرمایا ہے وہ سارے عالمِ اسلام کیلئے آج بھی معیارِ عزت و بزرگی مانا جاتا ہے۔ حاجیوں کی خدمت بذاتِ خود ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ اللہ کے مہمانوں کی خدمت دل و جان سے کرنا، زم زم کے کنویں سے پانی نکال کر پلانا اور اللہ کے گھر کی حفاظت اور انتظام و انصرام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک سب سے بڑے اعزاز ہیں۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

(10) عورتوں کے حقوق و فرائض

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ لِنِسَاءِ کُمْ عَلَیْکُمْ حَقًّا وَلَکُمْ عَلَیْھِنَّ حَقًّا فَعَلَیْھِنَّ اَنْ لَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ غَیْرَکُمْ وَلَا یُدْخِلْنَ تَکْرَھُوْنَہٗ بُیُوْتَکُمْ اَحَدًا اِلَّا بِاِذْنِکُمْ وَلَا یَاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذِنَ لَکُمْ اَنْ تَھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَتَضْرِبُوْھُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنِ انْتَھَیْنَ وَاَطَعْنَکُمْ فَعَلَیْکُمْ رِزْقُھُنَّ وَکِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاِنَّمَا النِّسَاءَ عِنْدَکُمْ عَوَانٍ لَا یَمْلِکْنَ لِاَنْفُسِھِنَّ شَیْئًا اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِاَمَانَۃِ اللّٰہِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَھُنَّ بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَاءَ وَاسْتَوْصُوْا بِھِنَّ خَیْرًا

ترجمہ: لوگو! تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے۔ تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کو کسی دوسرے سے پامال نہ کرائیں اور تمہاری اجازت کے بغیر کسی ایسے آدمی کو تمہارے گھر نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور کوئی بے حیائی کا کام نہ کریں اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ انہیں اپنے بستروں سے الگ کر دو، اور انہیں اس طرح مارو کہ کوئی نشان نہ پڑے اگر باز آ جائیں اور تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تمہارے ذمہ دستور کے مطابق ان کا نفقہ و لباس ہے۔ عورتیں تمہارے پاس پابند ہیں اپنے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ اللہ کی امانت کے طور پر تم نے انہیں حاصل کیا اور اللہ کے کلمہ سے تم نے انہیں اپنے لئے حلال کر لیا ہے۔ عورتوں کے

بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو۔

مفہوم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالیشان تمام دنیا کی خواتین کیلئے ایک نہایت جامع قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان قیامت تک کیلئے قابل عمل اور تمام زمانوں پر محیط نظر آئے گا۔

(i) حضورؐ نے اپنے اس تاریخی خطبے میں ارشاد فرمایا کہ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

(ii) تمہاری بیوی کا پہلا فرض اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرنا ہے اور تمہارے گھر میں ایسے شخص کے داخلے کو روکنا ہے جسے تم اچھا نہیں سمجھتے اور ہر بے حیائی اور بے پردگی سے بچنا ہے۔

(iii) خطہ عرب میں عورتوں کے حقوق کی پائمالی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔ ایسا معاشرہ جو عورت کو سب سے ذلیل وکمتر مخلوق خیال کرتا تھا حضورؐ کے اس فرمان سے عورتوں کے لئے حقوق اور ان کے لئے ضابطہ حیات کا تعین ہوا۔

(iv) فرمایا کہ اگر تمہاری عورتیں تمہاری اطاعت نہ کریں تو پہلی سزا انہیں یہ دو کہ انہیں اپنے بستر سے الگ کردو۔ ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا۔

(v) اگر تمہاری بیوی کوئی ایسا جرم کرے جسے تم برداشت نہ کرسکو اور اسے سزا دینا لازم سمجھو تو دیکھو ایک بالشت کی روئی کی چھڑی بنا کر ان کی پشت پر مارو اگر تم مارنا چاہتے ہو۔

حضورؐ نے یہاں روئی کی چھڑی کا ذکر فرما کر یہ شرم دلائی ہے کہ کبھی بھی اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھانا کتنا بڑا ظلم ہے۔

(vi) فرمایا کہ تم پر تمہاری بیویوں کا حق یہ ہے کہ تم ان کے کھانے پینے، پہننے اور ضروریاتِ زندگی کا کما حقہ خیال رکھو کیونکہ تم ان پر حاکم ہو اور وہ تمہاری محکوم ہیں۔ ان کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

(11) غلاموں کے حقوق

اَرِقَّآءَ كُمْ اَرِقَّآءَ كُمْ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُمْ مِمَّاتَلْبِسُوْنَ

فَاِنْ جَاءُ وَابِذَنْبٍ لَاتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَغْفِرُوْهُ فَبِيْعُوْاعِبَادَ اللّٰهِ وَلَاتُعَذِّبُوْهُمْ

ترجمہ: اپنے غلاموں کا، اپنی لونڈیوں کا (اپنے ماتحتوں کا) پورا پورا خیال رکھو تم انہیں کھانا کھلاؤ اس میں سے جو تم خود کھاتے ہو اور انہیں لباس پہناؤ جیسا لباس تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کوئی گناہ وخطا سرزد ہو جائے جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو انہیں کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دو وہ اللہ کے بندے (غلام) ہیں تم انہیں سزا نہ دو۔

مفہوم

(i) حضورؐ کا یہ فرمان عالیشان غلاموں کے حقوق واضح کرتے ہوئے غلاموں کیلئے ایک قطعہ نایاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

ایک موقع پر کسی صحابیؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ میں اپنے غلام کا قصور ایک دن میں کتنی بار معاف کروں؟ فرمایا۔ ستر بار

(ii) حضور ﷺ نے اپنے خادم حضرت انسؓ کو کبھی نہیں جھڑکا نہ کبھی تلخ لہجے میں ان سے بات کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے خادموں کو اپنے سے کم تر نہ سمجھو بلکہ انہیں اپنے جیسا پہناؤ اور کھلاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام کو سزا دینے سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ اگر تم انہیں برداشت نہ کرسکو تو انہیں کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دو مگر سزا نہ دو۔

(12) قصاص اور دیت کے احکام

وَشِبْهُ الْعَمَدِ مَاقُتِلَ بِالْعَصَاوَالْحَجَرِ فِيْهِ

مِائَةُ بَعِيْرٍ فَمَنِ ازْدَادَ فَهُوَمِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ: قتل عمد میں قصاص ہوگا۔ شبہ میں کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالا جائے اس میں سو اونٹ (بطور دیت) دینے ہونگے جو اس پر اضافہ کرے گا وہ جاہلیت کا کام ہوگا۔

مفہوم

(i) انسانی معاشرے میں حقوق ومفادات کا تصادم ایک فطری عمل ہے۔ اپنے اس عظیم الشان خطبہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتلِ خطا اور قتل عمد کے بارے میں کھلا فیصلہ سنا دیا تا کہ کوئی جھوٹی یا جعلی روایت کو بہانہ بنا کر کبھی بھی اس حکم کو نظر انداز نہ کرسکے۔ کیونکہ قتل کا

بدلہ قتل ہوتا ہے اور غلطی سے مارے گئے کے لئے دیت ہے جو سابقہ روایات کے مطابق سو سرخ اونٹ بنتے ہیں۔

(ii) اس فرمان سے یہ بھی پتہ چلا کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی نظر میں انسانی جان کس قدر محترم ہے۔ اور آپ ﷺ مظلوم کی دادرسی اور ظالم کی گوشمالی کرنے میں کس قدر حاضر باش ہیں۔

(13) وراثت اور وصیت کے احکام

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰى كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ قَسَمَ لِكُلِّ وَارِثٍ نَصِيْبَهٗ مِنَ الْمِيْرَاثِ وَلَا يَجُوْزُ وَصِيَّةٌ" فِىْ اَكْثَرِ مِنَ الثُّلُثِ

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے (وراثت میں) ہر حق دار کو اس کا حق عطا کر دیا ہے پس کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا اے لوگو! اللہ نے وراثت میں سے ہر وارث کا حصہ خود تقسیم کر دیا ہے کل ترکے کی تہائی سے زیادہ وصیت جائز نہیں ہے۔

مفہوم

(i) انسانی معاشرے میں جس قدر ناانصافی وراثت اور ترکہ کے ضمن میں رونما ہوتی ہے۔ شاید ہی کسی دوسرے شعبہ میں اس قدر بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا آقائے دو جہاں ﷺ نے ظلم، ناانصافی اور ذاتی پسند و ناپسند کی بناء پر تقسیم وراثت کے سارے نظام کو یکسر مسترد کر دیا اور حقوقِ انسانیت کا احترام کرتے ہوئے ہر حصہ دار کو وراثت و ترکہ میں ان کے حقیقی و فطری تعلق کی بناء پر اسے مقرر فرمایا۔

(ii) اس فرمان سے جہاں بے شمار خاندانی جھگڑے جو زن، زر اور زمین کی پیداوار ہوتے ہیں آپ نے حل فرما دیئے بلکہ بڑی تاکید کے ساتھ سختی سے اس پر عمل کرنے کا حکم دیا اگر آج کے مہذب معاشرے اس فرمان عالیشان پر دل و جان سے عمل پیرا ہو جائیں تو عدالتوں کے 15 فیصد مقدمات اور خاندانی رقابتوں کے 100 فیصد مسائل حل ہو جائیں۔

(14) حسب و نسب کے قوانین

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَمَنْ دَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ تَوَلّٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ

صَرْفٌ" وَّلَا عَدْلٌ"

ترجمہ: لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا۔ زانی کے لئے پتھر ہے۔ جو اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے یا غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس سے بدلہ (صدقہ) اور معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا (یعنی اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا)

مفہوم

(i) حسب و نسب کے تعین کا تعلق نکاح اور ازدواجی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے لیکن بدقسمتی سے یورپ کی اکثریت حسب و نسب کے تقدس کو یکسر بھلا چکی ہے اور بعض ناسمجھ اور ناعاقبت اندیش کلمہ پڑھنے والے بھی اس کی اہمیت سے آگاہ نہیں ہیں۔

(ii) بچی اور بچے کی نسل ہمیشہ باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے لہٰذا جس کے بستر پر بچہ آئے گا وہ اس کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

(iii) قرآن پاک میں بھی اس حقیقت کا انکشاف اس طرح کیا گیا کہا اللہ تعالیٰ نے قبیلے اور گروہ بنائے تاکہ ایک دوسرے کا تعارف اور پہچان کی جا سکے جو اس پہچان کو بدکاری، اور زناکاری کے ذریعے ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں وہ حقیقت میں شرفِ انسانیت کے کھلے دشمن ہیں اور انسان کو لاوارث بچوں کی طرح آوارہ جانوروں، کتوں اور خنزیروں میں شامل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ باپ کی شفقت کے بغیر بچے کی تعلیم و تربیت اور زندگی کی روح معدوم ہو جاتی ہے۔

(iv) افراط و تفریط سے بچتے ہوئے فتح مکہ کے موقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ "اے قریشِ عرب اپنے نسلی تفاخر سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں گوبر کے کالے کیڑے سے زیادہ حقیر کر دے گا"

(v) اب اس ارشاد کے بعد مزید کسی تبصرے کی چنداں حاجت نہیں رہتی۔

(15) اطاعت امیر کا حکم

اِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ "مُجَدَّعٌ" اَسْوَدُ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا

ترجمہ: اگر تم پر کوئی سیاہ فام (حبشی) چپٹی ناک والا غلام امیر بنا دیا جائے اور وہ تمہیں کتاب اللہ کے مطابق عمل کرائے (یعنی اللہ کی کتاب کے مطابق قیادت کرے) اس کے (احکام) کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

مفہوم

(i) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں امیر اور امام کی اہمیت واضح فرمائی ہے اور اسلام کے تصورِ امارت کو واضح فرمایا ہے۔

(ii) ایک جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ واسلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر چہ تم میں سے دو بندے ہی کیوں نہ سفر پر نکلیں تو چاہیے کہ ان میں ایک امیر بنا دیا جائے۔

(iii) آپ نے ذات پات اور رنگ و نسل کی بیخ کنی یہ کہہ کر فرمادی کہ بے شک تمہارا امیر چپٹی ناک والا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی اطاعت تم پر فرض ہے۔

(iv) ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ امیر کے لئے شریعت کے مطابق دین پر عمل کرنا لازمی اور اشد ضروری ہے اگر امیر شرعی قوانین کے مطابق چلتا ہے تو اس کی پیروی کرو ورنہ چھوڑ دو۔

(16) چند معاشی قوانین

اَلَا لَا یَحِلُّ لِامْرَاۃٍ اَنْ تُعْطِیَ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِهٖ مَقْضِیٌّ" وَالْعَارِیَّةُ" مُؤَدَّاة" وَالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَة" وَالزَّعِیْمُ غَارِمٌ"

ترجمہ: سنو! عورت (بیوی) کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو مال دے۔ قرض ادا کیا جائے۔ استعمال کے لئے لی گئی چیز (عاریتاً) واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے اور ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

مفہوم

(i) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس تاریخی خطاب میں ان تمام معاشی قوانین کا خلاصہ بیان فرمایا جو کہ اسلامی معاشرے کی بنیاد اور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(ii) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت کو بیوی کی حیثیت سے منع فرمایا کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال میں سے کچھ لے۔ میاں بیوی کا رشتہ محبت و اعتماد کا رشتہ

ہے اور ایسا عمل چونکہ دونوں میں اعتماد کی کمی کا سبب بن سکتا تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس عمل سے سختی سے منع فرمایا۔

(iii) دوسرے نمبر پر آپ نے قرض لینے والوں کو تاکید فرمائی کہ قرض جلد سے جلد ادا کیا جائے اور اس معاملے میں جان بوجھ کر دیر نہ کی جائے۔

(iv) پھر آپ نے عارضی طور پر مانگی گئی چیزوں کو واپس کرنے کی بھی تاکید فرمائی۔

(v) آپ ﷺ نے ضمانت دینے والوں کو خبردار فرمایا کہ ضامن اس بات کا ذمہ دار ہے کہ مطلوبہ مدت پوری ہونے کے بعد تاوان ادا کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے یہ پتہ چلا کہ ضامن بھی بیع میں پوری طرح شامل ہے اور بیع کے درست ہونے کا ذمہ دار ہے۔

(17) حرام مہینوں کا تعین

اَلسَّنَةُ اَثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ" حُرُمٌ" ثَلَاثَةٌ
مُتَوَالِيَاتٌ" ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَرَجَبُ

ترجمہ: سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں ان میں سے چار حرمت والے ہیں تین تو مسلسل (پے درپے) ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا رجب ہے۔

مفہوم

(i) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلامی سال کا تعین فرما رہے ہیں اور اسلامی سال کے کچھ مہینوں کو خاص طور پر اہم اور ضروری قرار دے رہے ہیں۔ اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں بھی حرمت والا مہینہ سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے نمبر پر آپ نے رجب پھر ذوالقعدہ اور آخر میں ذوالحج کا ذکر فرمایا۔

(ii) حلت و حرمت کا بنیادی مقصد امن و سلامتی کو فروغ دینا ہے کہ کشت و خون کی بجائے سکون واطمینان کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

(18) اعمال کی ذمہ داری

اَلَا لَا یَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا عَلٰی نَفْسِهٖ اَلَا لَا جَانٍ عَلٰی وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ" عَلٰی
وَالِدِهٖ

ترجمہ: جان لو! ہر مجرم کے گناہ کا وبال اسی پر ہے جس نے وہ جرم کیا ہے باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں ہے اور نہ بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار ہے۔

مفہوم

(i) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی جدید نظریہ قانون کی بنیاد سمجھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی یہ فطرتِ سلیمہ ہے کہ کبھی بھی کسی جان پر ظلم اور زیادتی نہیں کی جاتی اور نہ ہی کسی کے جرم کی سزا کسی اور کو دی جا سکتی ہے۔

(ii) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح طور پر فرمادیا کہ ہر جرم اور گناہ کرنے والا اپنے جرم کی سزا خود بھگتے گا نہ کہ کسی اور کو اس کے جرم کی سزا دی جائے گی یہاں تک کہ اگر باپ جرم کرتا ہے تو وہ خود قصوروار ہے اس کا بیٹا نہیں۔ اسی طرح اگر بیٹا خطاوار ہے تو سزا اسے ملے گی اس کے باپ کو نہیں۔

(iii) موجودہ معاشروں میں اگر کسی خاندان کا کوئی فرد جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو ملزم کے سارے خاندان کو ٹینشن کی سولی پر چڑھا دیا جاتا ہے مرد وعورت کی تمیز کئے بغیر ملزم کے گناہ کی سزا پر سارے گھر والے دھر لیے جاتے ہیں۔

(iv) آقائے دو جہاں ﷺ نے اصل مجرم کی گرفت کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے جبکہ اہلِ خانہ کو بے جا خوار اور رسوا کرنا سخت ناپسند کیا ہے۔

(19) صغیرہ گناہوں سے بچنے کی تاکید

اَلاَوَاِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْاَیِسَ اَنْ یُّعْبَدَ فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا اَبَدًا وَلٰكِنْ سَتَكُوْنُ لَهٗ طَاعَةٌ فِیْ مَاتَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَسَیَرْضٰی بِهٖ (الحدیث)

ترجمہ: سنو! شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اب اس کی عبادت کی جائے گی البتہ اس کی اطاعت ہوگی ایسے اعمال میں جنہیں تم حقیر جانتے ہو۔ (یعنی جسے تم چھوٹا گناہ خیال کرتے ہو) پس وہ اسی پر خوش ہوگا۔

مفہوم

(i) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس فرمان عالیشان میں صغیرہ گناہ سے بچنے کی تاکید فرما رہے ہیں ارشاد فرمایا کہ چھوٹے گناہوں سے بچو بعض اوقات چھوٹا گناہ انسان کو جہنم کی اتھاہ

گہرائیوں میں پھینکنے کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔
مزید ارشاد فرمایا کہ بعض دفعہ انسان کے منہ سے ایسی بات نکل جاتی ہے کہ اس کو بظاہر وہ معمولی بات سمجھتا ہے لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ اسے جہنم کی تہوں میں گرا دیتا ہے۔

(ii) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی سے یہ بھی پتہ چلا کہ شیطان اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ انسان صغیرہ گناہ میں مشغول ہو۔ یہ اس لئے کہ انسان اس گناہ کو معمولی خیال کرتے ہوئے کرتا چلا جاتا ہے اور وہ صغیرہ گناہ بالآخر کبیرہ گناہ میں بدل کر انسان کو اللہ اور ہدایت کے راستے سے دور کر دیتا ہے۔

(iii) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان عالیشان میں واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت شرک جیسے گناہِ کبیرہ میں بحیثیت مجموعی ملوث نہیں ہوگی لہٰذا جو عقل کے اندھے آپ کے امتیوں پر شرک اور مشرک ہو جانے کے فتوے لگاتے ہیں انہیں حضور ﷺ کے اس ارشادِ پاک سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور اپنی روش درست کرنی چاہیے۔

(iv) خواہشاتِ نفس کی پوجا پاٹ بھی شرکِ خفی میں شامل ہے لہٰذا اس سے بچنے کا چارہ کرنا ہر صاحبِ ایمان پر لازم ہے۔

(20) فرائض کی ادائیگی کی یاددہانی

اِتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ صُوْمُوْا شَهْرَكُمْ اَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَحُجُّوْا بَيْتَ رَبِّكُمْ وَاَطِيْعُوْا اِذَا اَمَرَكُمْ تَدْخُلُوْنَ جَنَّةَ رَبِّكُمْ

ترجمہ: اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے پنجگانہ نمازیں پڑھو ماہ رمضان کے روزے رکھو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ اپنے رب کے گھر کا حج کرو جب تمہیں کوئی حکم دیا جائے اس کی اطاعت کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

مفہوم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی سارے دینِ اسلام کا احاطہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

(i) اوّل آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ کا خوف ہر عبادت اور ہر بندگی کی بنیاد ہے۔

(ii) دوم فرمایا کہ پانچ نمازوں کی پابندی کرو۔ کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا کفر کرتا ہے۔

(iii) سوم فرمایا کہ ماہِ رمضان کے روزے رکھنا تم پر لازم ہے روزے جیسی جامع عبادت انسان کو اللہ کے قرب کے اعلیٰ مقامات تک لے جانے میں نہایت مددگار ہوتی ہے۔

(iv) چہارم آپ نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم فرمایا۔ زکوٰۃ اسلامی معاشی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور اسلامی معاشرے میں معاشی توازن کیلئے اشد ضروری ہے۔

(v) پنجم آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر حج کرنا فرض ہے۔ صاحب استطاعت مسلمان کیلئے حج ادا کرنا ضروری ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ حج کیلئے جا سکے لیکن وہ حج کیلئے نہیں جاتا تو وہ بے شک یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

(vi) مزید ارشاد فرمایا کہ یہ سارے اللہ کے دیئے ہوئے احکام ہیں جو انہیں بجا لائے گا اللہ کی جنت کا حقدار ہوگا۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ کا ارشاد ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(21) کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کی تاکید

اِعْقِلُوْ اَیُّهَا النَّاسُ قَوْلِی فَاِنِّیْ قَدْ بَلَّغْتُ فَقَدْ تَرَكْتُمْ فِیْكُمْ مَّا اِنِ عْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْ اَبَدًا اَمْرًا بَیِّنًا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ وَفِیْ رَوَایَتٍ تَرَكْتُ فِیْكُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْ مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ

ترجمہ: لوگو! میری بات خوب سمجھ لو، میں نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے پس میں تمہارے درمیان (دو) ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے (یعنی سختی سے عمل کرو گے) تو تم پھر کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے وہ واضح اور روشن ہیں یعنی اللہ کی کتاب قرآن مجید اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔ ایک اور روایت ہے کہ میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں تم ہرگز بھی گمراہ نہیں ہو گے جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے وہ ہیں

اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت

مفہوم

(i) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس ارشادِ گرامی میں قرآن پاک کی اہمیت اور فضیلت کا ذکر فرما رہے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ تم گمراہ نہیں ہو سکتے اگر دو چیزوں کو مضبوطی سے تھام لو یعنی ان پر عمل کرو۔ ایک قرآن پاک دوسرا میری سنت یعنی میرا طریقہ۔

(ii) قرآن پاک کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو اس نے اپنی مخلوق کو پیش کیا ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ کے کلام کو سمجھنے کا حق یہ ہے کہ اس کو دل و جان سے اپنایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

(iii) قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے تمہارے نبی کی زندگی بہترین نمونہ ہے اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کر رہے ہیں کہ تمہارے سارے نیک عملوں کی کسوٹی صرف اور صرف میرے نبی کی سنت پر عمل ہے۔

حضرت علامہ ابن جوزی" اپنی شہرہ آفاق کتاب تلبیس ابلیس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے عالم واقعہ میں دو شیطانوں کو باتیں کرتے سنا۔

ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ ہر نفس کے غلام کو ہم اپنی انگلیوں پر نچاتے ہیں مگر جو ہم پر بھاری ہو جاتا ہے وہ سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے والا ہوتا ہے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(22) صحابہ کرامؓ کی شہادت

آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا:

هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثَ مَرَّاةٍ قَالُوْا نَعَمْ نَشْهَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَیَرْفَعُهَا اِلَی السَّمَآءَ وَیَنْكُتُهَا اِلٰی

النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ

ترجمہ: کیا میں نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے آپ نے تین مرتبہ پوچھا۔ صحابہ کرام نے کہا "ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے اور حق (نبوت) ادا کر دیا ہے اور پوری خیر خواہی فرما دی ہے پھر آپ ؐ نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اُٹھایا اور اسے (انگلی کو) لوگوں کی طرف جھکایا اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ۔"

مفہوم

(i) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے گواہی طلب فرمائی کہ مَیں تم تک اللہ کا دین پہنچا چکا ہوں یا نہیں۔ تمام صحابہ ؓ نے بیک زبان ہو کر ارشاد فرمایا کہ ہم تک دین پہنچا چکے ہیں اور نبی ہونے کا حق ادا فرما دیا ہے۔

(ii) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات میں اللہ تعالیٰ کو بھی گواہ بنایا اور تین دفعہ ارشاد فرمایا کہ اے اللہ گواہ رہنا۔ اے اللہ گواہ رہنا۔ اے اللہ گواہ رہنا۔

(iii) آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس ارشاد اور اہتمام سے یہ اندازہ لگانا آسان ہو گا کہ فرض کی ادائیگی بندے کیلئے کتنی ضروری ہے۔ وہ فرض اللہ کی طرف سے ہو یا مخلوق کی طرف سے۔

(iv) اس فرمان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب تک فرض کی ادائیگی کا حق ادا نہ ہو جائے انسان قطعاً چین سے نہ بیٹھے۔

(v) موجودہ دور میں ہر انسان اپنے حقوق کی بات کرتا ہے فرائض کی ادائیگی کا تصور نظروں سے اوجھل رہتا ہے جو کہ پُرسکون معاشرے کی اصل اساس ہے۔ اگر یہ فرد اپنے فرائض کی بجا آوری میں لگ جائے تو اُس کے حقوق بھی از خود فراہم کئے جائیں کیونکہ حقوق و فرائض کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انہیں ایک دوسرے سے ہرگز جُدا نہیں کیا جا سکتا۔

(23) پیغام پہنچانے کا حکم

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

ترجمہ: پس جو یہاں موجود ہیں وہ اس پیغام کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

مفہوم

(i) یہ خطبہ اہل اسلام کو اسلام کی عالمگیر اور آفاقی تعلیمات ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ اسے خالق کائنات نے انسانوں کی ہدایت کیلئے نازل کیا ہے جو دنیا کے تمام نظاموں سے برتر ہے لہٰذا اسی موقعہ پر خالق کائنات نے آخری وحی نازل فرمائی اور تکمیل دین کی نوید دی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

(ii) آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس تاریخی خطبہ کا اختتام اس ارشاد پر فرمایا کہ جو میرے ان ارشادات کو سنے وہ آگے اس کو سنائے جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔

(iii) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی روشنی میں آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ہر اُمتی مبلغ ہے اور اس کا یہ فرض ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بات کو اپنے تک محدود نہ رکھے بلکہ آگے پہنچائے۔

(iv) معاشرے کی اصلاح و ترقی کیلئے ضروری ہے کہ خیر کی بات ہر کوئی کرے۔ یہ صرف مولوی صاحب یا پیر صاحب کا پیدائشی فرض نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے ہر اُمتی کو اصلاح احوال کیلئے اوامر و نواہی کی ترویج کا پابند بنایا ہے۔

(v) اگر ایمان داری سے دیکھا جائے تو معاشروں میں پھیلی ہوئی بدنظمی اور خباثت کے پیچھے ایک بڑا محرک یہی کار فرما ہوتا ہے کہ کسی نے معاملے کی درستگی و اصلاح کیلئے کوئی سنجیدہ کوشش ہی نہ کی۔ اسی لئے حضور ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ "اگر تم میں سے کوئی گناہ دیکھے تو اُسے ہاتھ سے روک دے اور اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کر دے اور اگر اتنی بھی ہمت نہ ہو تو اُسے دل سے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی ظلم و معصیت دیکھ کر اُسے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے کھاتے میں ڈال دیتا ہے کہ ہمیں کیا لگے۔ خود حکومت اور پولیس حرکت

میں آئے۔ حالانکہ اصلاح احوال کا عمل اجتماعی کاوش سے پورا ہو سکتا ہے لہٰذا آقائے دو جہاں ﷺ نے اسی امر کی طرف تاکید فرمائی ہے کہ میرا ہر امتی میرا اور میرے دین کا نمائندہ ہے۔

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا — اقبالؔ

اسلامی پیغامِ امن

معزز قارئین کرام! اس وقت پوری دنیا سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔ ہر قوم دوسری قوم کو کوس رہی ہے، ہر ملک اپنی بدامنی اور بدنظمی کا نزلہ وزکام دوسرے ملک پر ڈالنے کے درپے ہے۔ امیر طبقہ غریبوں کے نازنخروں کا شاکی ہے اور غریب امیروں کو راتوں رات کنگال ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کی ساری دولت پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے آرزوئیں بھرلانے کی حسرتوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس کھینچا تانی اور رسہ کشی کے مہیب ماحول میں امن وسلامتی، لطف وکرم، ایثار و قربانی، وفاشعاری وقناعت کا جنازہ نکلتا جارہا ہے۔ آیئے ذرا حقیقت پسندی کے ساتھ حالاتِ حاضرہ کی قدرے تفصیل سے تصویر کشی کریں کہ کون کیا سوچ رہا ہے اور دنیا کے دکھوں اور مصیبتوں کا ذمہ دار کس کو ٹھہرا رہا ہے۔

(i) حکمرانوں کا خیال ہے کہ دہشت گردی اور اپوزیشن کی شرارتیں اصل فساد کی جڑ ہیں۔

(ii) سامراجی اور سرمایہ داری نظام کے متوالوں کے زعم میں سوشلزم اور کمیونزم اصل مصیبت کی بنیاد ہے۔

(ii) مختلف مذاہب کے پیروکار اپنے غیر مذہب والوں کو انسانیت کا حقیقی دشمن اور مجرم ثابت کرنے پر ساری زندگی صرف کرنے کو "نجات حقیقی کا کامیاب ذریعہ" پر ایمان لاچکے ہیں۔

(iv) ایٹم بم اور مہلک ہتھیار کے بانیان اور موجدوں کے نزدیک دنیا میں اصل بدنظمی اور بدسلوکی وہ قومیں پھیلا رہی ہیں جو اپنے دفاع اور بقاء کیلئے جوہری توانائی میں خود کفالت

کی آرزو لئے اپنے تمام وسائل کو اس مقصد کیلئے صرف کررہے ہیں لہٰذا وہ ترقی یافتہ نام نہاد مہذب اقوام اُن کمزور ریاستوں کے تمام باسیوں کو راتوں رات موت کے گھاٹ اتار دینے کو ہی حقیقی بین الاقوامی امن وسلامتی کا اصل ذریعہ سمجھتے ہیں چاہے اس مکروہ فعل میں ساری روئے زمین جہنم ہی کیوں نہ بن جائے۔

(v) مختلف مذاہب کے درویش صفت مخلصین کا خیال ہے کہ دنیا کی خواہش اور آرزو ہی اصل پریشانی کا سبب ہے۔

"نہ ہوگا بانس، نہ بجے گی بانسری"

اُن کا خیال ہے کہ نروان اور نجات صرف اس صورت میں ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کی جائے، خانقاہی اور فقر وفاقہ پر مبنی زندگی ہی سکون وسلامتی کی ضمانت ہوسکتی ہے۔ وہ دنیاداری، زمین داری، سرمایہ داری اور کاروباری مشغولیات کو اطمینان وسکون کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔

اگر ذرا عمومی سطح پر حالات کا تجزیہ کیا جائے تو بعض لوگ بے روزگاری کو وبالِ جان سمجھتے ہیں۔ کچھ قرضوں کی لعنت کے شاکی ہیں، کچھ جسمانی بیماری سے تنگ ہیں، بے اولاد لوگوں کی ساری آرزوئیں حصول اولاد تک محدود ہیں، غیر شادی شدہ، بیوی اور شوہر کی تلاش کیلئے سرگرداں ہیں۔ طلباء طالبات امتحانی کامیابی کو ہی صرف واحد ذریعہ سکون جانتے ہیں۔ اکثر نوجوان یورپ اور بیرون ملک چلے جانے کو خوشیوں کی بنیاد وابتداء جانتے ہیں۔ کچھ سیاست میں کامیابی، کچھ مرضی کی شادی، بعض دشمنوں کا خاتمہ، کچھ گھریلو آسائشِ زندگی کے متمنی ہیں۔

بقول غالبؔ

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان مگر پھر بھی کم نکلے

الختصر امن وسلامتی کے معیار ہر انسان کے دوسرے انسان سے اسی طرح مختلف ہیں جیسے ہر بندے کی فطرت، مزاج، آواز، چال، رنگ وروپ، عادات واطوار اور خوشی وغمی کے معیارات مختلف ہیں۔

اب ہم نے بین الاقوامی سطح پر امن وسلامتی قائم ودائم کرنے کی ٹھانی ہے اور دنیا اور اہل

دنیا کو وہ حقیقی سلامتی دینا چاہتے ہیں جو دونوں جہانوں میں کامیابی و کامرانی کا ذریعہ ہے۔ جو ملک و قوم کے فرق سے بالاتر ہو، رنگ و نسل کے امتیاز کو نہ مانتی ہو۔ علاقہ و زبان کی قید سے آزاد ہو، مذہب و قومیت کے جھگڑوں سے بے نیاز ہو، سیاسی و فروعی مفادات کو بین الاقوامی خیر و فلاح پر قربان کر دینے کا حوصلہ رکھتی ہو۔ جس کا دامنِ کرم اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان کی طرح ہر ایک کو اپنے دامنِ کرم میں لینے کے لئے بے قرار ہو۔ تو آیئے پھر ایسا حل پیش کریں جس کا نعرہ انسانیت کی فوز و فلاح ہو۔

بقول الطاف حسین حالی

یہ پہلا سبق تھا کتاب ھدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کہ

جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے۔

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ

ترجمہ: انسانوں میں بہتر وہ ہے جو دوسرے انسانوں کیلئے زیادہ نفع رساں ہے۔

پھر فرمایا

يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا

ترجمہ: آسانی پیدا کرو تنگی پیدا نہ کرو خوشخبری سناؤ اور نفرت پیدا نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

لفظ مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

ترجمہ: (صرف وہ شخص) مسلمان (کہلوانے کا حقدار) ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اقوام متحدہ کے چارٹر میں منقول انسانی حقوق کے اہم نکات بھی پڑھے اور نبی آخر الزماں جناب محمد ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے مندرجات کا بھی جائزہ لیا۔ آئیں چند حتمی سفارشات مرتب کریں جو موجودہ دور کے دکھوں کا مداوا بھی ثابت ہوں اور عالمگیر سطح پر حقیقی امن و سلامتی کی بھی ضامن بن سکیں۔

حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور مدینۃ النبی ﷺ میں امن و سکون قائم کرنے کے لئے مسلم و غیر مسلم کے درمیان ایک معاہدہ فرمایا جس کو ''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی اصل روح عقیدہ و مذہب سے بالاتر ہو کر مخلوقِ خُدا کی بھلائی، خوشی و غم میں امداد باہمی کی صورت میں اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلے کو نافذ و فائق درجہ دینا طے کیا گیا تھا۔ لہذا آج کے جملہ مصائب و آلام کا حل اور امن و سلامتی کو پیمانہ بھی وہی ہوگا جو تمام انبیاء و مرسلین اور مصالحین کی زندگی کا مرکز و محور ہوتا ہے۔

(1) تمام اختلافات و مفادات سے بالاتر ہو کر تمام مخلوقِ خدا کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کو ہر قانون اور فلسفہء کی روح اور بنیاد تسلیم کر لیا جائے اور اس پر ایمانداری سے عمل کیا جائے۔

(2) جہالت، بیماری اور بے روزگاری کے قلع قمع کیلئے تمام اقوام و ممالک متحد و منظم ہو کر مشترکہ کاوشیں بروئے کار لائیں۔

(3) ہر انسان کو مذہب کی مکمل آزادی دے دی جائے اور جیو اور جینے دو کی پالیسی کے مطابق اپنے اپنے طریقے پر عمل کیا جائے اور غیر کے طریقے کو احمقانہ، ظالمانہ اور اوچھے ہتکنڈوں کے ذریعے مٹانے کی کسی کو اجازت ہرگز ہرگز نہ دی جائے۔

ارشادِ خداوندی بھی ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرۃ)

ترجمہ: دین میں جبر نہیں ہے تحقیق ہدایت تو گمراہی سے کھل کر واضح ہو چکی ہے۔

(4) ہر ملک اور قوم اپنی ترقی و خوشحالی علم و ٹیکنالوجی، وسائل و اسباب کو اپنے عوام کی بھلائی و بہتری کے ساتھ ساتھ دوسری اقوام کو بھی ان سے مستفید کرنے کا حق دے۔ وگرنہ دنیا میں حقیقی امن قائم نہ ہوگا۔

(5) تمام ممالک باہم ویزہ سسٹم ختم کر دیں اور اقوام عالم کو ایک دوسرے سے بھرپور استفادہ کرنے کا موقع دیں نیز مختلف انتہاؤں کی بجائے اعتدال پر مبنی نظامِ معیشت، معاشرت اور سیاست کو اپنایا جائے جیسا کہ خلفاء راشدین نے قائم کر کے دکھایا تھا کہ ہر انسان آزاد تھا اور پورے بلادِ اسلامیہ میں کوئی زکوٰۃ وصول کرنے والا نہ ملتا تھا۔

(6) سادگی اپنانے اور قناعت پر مبنی زندگی گزارنے کے لئے ترغیب وترہیب پیدا کی جائے۔

(7) انسانی رواداری، امانت، دیانت، صداقت، شرافت، سچائی، عفو ودرگزر، شرم وحیاء، طہارت وپاکیزگی، تقویٰ وراست بازی جیسے اوصاف پیدا کرنے کے لئے بین الاقوامی سطح پر مہمات شروع کی جائیں اور پاکیزہ انسانوں کی زندگیوں کو بطور آئیڈیل متعارف کروایا جائے اور میڈیا کا بھرپور استعمال ان مقاصد کے حصول کے لئے روبعمل لایا جائے۔

آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

(اقبالؒ)

گیارہواں باب

جسمانی صحت وصفائی کا التزام

سوسال تک زندہ رہنے کا راز

میرے والدِ بزرگوارم مرحوم ومغفور کو کتابیں پڑھنے اور ورزش کرنے سے گویا عشق تھا۔ پچاسی سال کی عمر مبارک میں بھی آپ قابلِ رشک پھرتیلا پن، سمارٹ اور سڈول جسم کے مالک تھے۔ اپنے پیدائشی دانتوں اور بے عینک آنکھوں کی نعمت سے مالا مال تھے۔ 1922ء میں پیدا ہوئے، 23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں قراردادِ پاکستان کے موقع پر محمد علی جناحؒ کی تقریر سننے کے لئے گوجرانوالہ سے اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ سائیکل پر لاہور گئے اور واپس بھی آئے۔ والدِ محترم کی الماری متفرق کتب سے بھری ہوئی تھی۔ وہ کثرت سے اپنی کتب کی ورق گردانی کرتے تھے۔ اور سونے سے پہلے روزانہ اخبار کے علاوہ لازماً ایک آدھ گھنٹہ اُن کا مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔

مَیں جب پڑھنے لکھنے کے قابل ہوا تو کبھی کبھی ان کی کتابیں نکال کر پھولا پھالی کرتا تھا۔ جب ذرا سمجھنے سوچنے کی استعداد بڑھی تو ان کی بکس میں مجھے ایک کتاب بہت پسند آئی جس کا عنوان تھا:

''سوسال تک قابلِ رشک صحت کے ساتھ زندہ رہنے کا راز''

اُس کتاب میں تقریباً ایک سوایسے انسانوں کی قابلِ رشک زندگیوں کے سُنہری اُصول لکھے ہوئے تھے جنہوں نے ایک طویل صحت وتوانائی والی زندگی پائی۔ اور مخلوق کی بھلائی کے لئے اپنی صحت کے راز سے پردے بھی اُٹھائے۔ مَیں نے دسویں جماعت تک کم وبیش سو دفعہ اُس کتاب کو پڑھا تھا جس کے اثرات آج تک میری ذات پر قائم ودائم ہیں۔

قارئین کرام! اتنی لمبی تمہید باندھنے سے میری مُراد کلام کو طول دینا نہیں بلکہ بڑوں کے عادات واطوار جو کمسن نونہالوں پر انمٹ اثرات مرتب کرتے ہیں اس حقیقت کو آشکار کرنا مقصود ہے۔

سوسال تک قابلِ رشک صحت کے ساتھ زندہ رہنے کے لئے نہ تو بھولو پہلوان جتنے موٹے تازے جسم کی ضرورت ہے اور نہ جھارا پہلوان جتنی خوراک کھانے کی ضرورت ہے جو پہلے ہی راؤنڈ میں انوکی پہلوان آف جاپان سے کندھا اتروا بیٹھا تھا۔ ہاں اس مقصد کے لئے چند آداب و شرائط یقینی طور پر بجالانا ضروری ہوگا جو حصولِ مقصد کیلئے ضامن ہیں۔ لیکن میں ایک بار پھر باور کروادوں کہ موجودہ دور میں جو دعوے سونا بیلٹ "Sona Belt"، سنیاسیوں، جوتشیوں، حکیموں اور ڈاکٹروں نے عوام الناس کو سبز باغ دکھا کر دونوں ہاتھوں سے لوٹ مار مچائی ہے، بندہ کے ایسے ہرگز کوئی عزائم نہیں ہیں۔ مَیں تو محض محسن انسانیت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس ارشاد پر عمل کرنا چاہتا ہوں جو کہ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسِ

ترجمہ: لوگوں میں بہتر وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو زیادہ نفع دے۔

اور یہ بھی ارشاد عالی شان ہے۔

اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا وَھُوَ اَحَقُّ بِھَا

ترجمہ: دانائی مومن کا گمشدہ خزانہ ہے پس جہاں سے ملے اسے لے لے۔

آمدن برسرِ مطلب!

معزز قارئین کرام! ''سوسال تک زندہ رہنے کا راز'' جاننے کے لئے اور مخلوقِ خُدا کو پُرسکون اور قابلِ رشک صحت وخوشحالی والی زندگی گزارنے کے اصول وضوابط سے بہرہ ور کرنے کے لئے ہمیں اپنے موضوع کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔ جس میں ایک قومی و عالمی پہلو ہے اور دوسرا انفرادی وذاتی۔

(i) اجتماعی و بین الاقوامی صحت کا راز

آج ہم جس دور میں زندہ ہیں یہ قوموں کی برادری میں مقابلے کا دور ہے۔ اور ہر قوم مستقبل کے حوالے سے پیش قدمی میں مصروف ہے۔ بین الاقوامی سطح پر کوئی شعبہ ایسا نہیں جس

میں کم یا زیادہ تناسب سے کہیں نہ کہیں سرمایہ کاری نہ ہو رہی ہو۔ زرعی اجناس اور فصلوں کی پیداوار بڑھانے سے لے کر صنعتوں کے قیام، معدنیات کی تلاش، تحقیق وجستجو، تن آسانیاں بہم پہنچانے، عمارتوں کی تراش خراش، نئی ایجادات اور فضاؤں کو مسخر کرنے تک غرض کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں دنیا میں مال اور صلاحیت صرف نہ ہو رہی ہو۔ کہیں جدید ترین جنگی ساز وسامان کے انبار لگانے اور کہیں کمزور اقوام اور ممالک کو اپنے زیر نگیں کرنے کیلئے بے دریغ روپیہ پیسہ بہایا جا رہا ہے۔ کوئی قومی عالمی امن کے نام پر تو کوئی ملکی دنیا اور انسانیت کے مستقبل کو محفوظ بنانے کے نعرہ پر دولت کی تجوریاں لٹا رہا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا بیان کئے گئے تمام شعبوں میں جو بجٹ سازی ہو رہی ہے کیا ان میں سے کوئی شعبہ ایسا بھی جو انسانوں اور انسانیت کا مستقبل محفوظ بنانے کی ضمانت فراہم کر سکے۔ ہرگز نہیں۔۔۔۔!

انسانی ضابطے اور قرآنی اصول

معزز قارئین! جب ہم روئے زمین پر پھیلے ہوئے انسانی جدوجہد کے ضابطوں کو پرکھتے ہیں تو ہمیں صحتِ انسانی اور تندرستیِ بشر کا شعبہ ایسا دکھائی دیتا ہے جس کی طرف بھرپور توجہ انسانیت کے مستقبل کو محفوظ تر بنانے کی ضمانت مہیا کر سکتی ہے۔ بہتر صحتِ انسانی ہی دنیا میں برتری، کامیابی، بقا اور قیادت کی بنیاد بنتی ہے۔ آخری الہامی کتاب قرآن مجید نے اُس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جس میں بنی اسرائیل نے دنیاوی دولت سے محروم فرد حضرت طالوت کو اپنے سے کم تر قرار دیتے ہوئے اُن کی بادشاہت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ پوری قوم میں اس بنیاد پر سب سے برتر ہیں کہ وہ علم اور جسمانی قوت میں سب سے اعلیٰ ہیں۔

تاریخِ انسانی کے مصلحِ اعظم اور اللہ کے سچے رسول حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ (الحدیث)

ترجمہ: جسم میں مضبوط اور توانا مومن جسم میں کمزور مومن سے بہتر ہے۔

عظیم پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے مختلف حوالوں میں سے ایک حوالہ یہ بھی ہے کہ آپ مادر زاد اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو صحتِ کلی عطا کر دیتے تھے۔

ہومیومیڈ سن kent کا فلسفہ ہے کہ

"God created man with good health"

جبکہ ڈارون (Darwin) نے

"Survival of the fittest"

اور جان کیٹس (John Keats) نے

"First in beauty, first in strength "

کا جونظریہ دیا ہے وہ انسانی عظمت کے معیار کو صحت کے ترازو پہ تولنے ہی کی مثالیں ہیں۔ گویا ایک بات نکھر کے سامنے آ گئی کہ مذہب ہو یا اخلاق، سائنسی تحقیق ہو یا ادب ہر ایک نے صحتِ انسانی کو سب سے زیادہ لائقِ توجہ گردانا ہے۔ اب جب ہم محفوظ تر مستقبل کی تعمیر کیلئے صحت کو بنیاد بناتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ صحت کا موضوع کسی ایک فرد کسی ایک قوم کے لئے نہیں بلکہ یہ موضوع پوری دنیا کے لئے ہے اور اس پر تمام اقوام نے مل کر کام کرنا ہے۔

اس وقت اگر پوری دنیا کے ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک کے سالانہ بجٹ کا تجزیہ کیا جائے اور صحت کے لئے بجٹ میں رکھی گئی رقوم اور جنگی تیاریوں یا عسکری شعبے کے لئے مختص کی گئی رقوم کا تناسب دیکھا جائے تو زمین آسمان کا فرق دکھائی دے گا۔ یہ ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس پہ ہم سب کو مل کر غور کرنا ہے۔ اس وقت یہ بات دنیا پر عیاں ہو چکی ہے کہ انسانیت کا محفوظ مستقبل ٹینکوں کی گھن گرج اور سلگتے بارود کی بو سے محفوظ نہیں بنایا جا سکتا بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم صحت کے شعبے کو اولیت دیں اور بالخصوص طب اور میڈیکل کی تعلیم کے ضمن میں نئی تحقیقات اور تمام دستیاب وسائل کو بروئے کار لائیں اور دائمی صحت کے راز کو پانے کی جستجو کریں تا کہ مقصود حاصل ہو۔

ناقص صحت کا خوفناک اعداد و شمار

معزز قارئینِ کرام! پاکستان میں ہر سال تقریباً پچاس لاکھ بچے پیدا ہوتے ہیں جن میں سے لگ بھگ دو لاکھ پچیس ہزار بچے اپنی پیدائش کے بعد ایک ماہ کے دوران فوت ہو جاتے ہے جبکہ دورانِ زچگی خواتین کی شرح اموات بھی بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح پاکستان میں ہر سال ڈیڑھ لاکھ لوگ گردوں کے امراض کا شکار ہوتے ہیں جن میں سے چودہ ہزار افراد موت کی دہلیز

تک پہنچ جاتے ہیں۔

یہ اعداد و شمار پاکستان ہی کے نہیں ہیں بلکہ دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں حالات کچھ اسی طرح کے ہیں۔ دنیا میں مچھر کی پینتیس سو اقسام ہیں جن میں سے ستر فیصد اقسام ڈینگی بخار پھیلانے کا باعث بنتی ہیں۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے مطابق جنوب مشرقی ایشیائی ممالک میں ڈینگی بخار کا مرض سارا سال رہتا ہے اور ان ممالک کی کل آبادی کا پانچ سے دس فیصد حصہ اس سے متاثر ہوتا ہے۔ منطقہ حارہ اور نیم حارہ کے سو ممالک میں سالانہ اوسطاً پچھتر ملین افراد ڈینگی بخار سے متاثر ہوتے ہیں۔ امریکن جنرل آف ٹروپیکل ڈیزیز کے مطابق تھائی لینڈ میں ہر تیسرا بچہ ڈینگی بخار سے متاثر ہوتا ہے۔ بین الاقوامی سطح پہ پالیسی ساز اداروں اور ہر ملک کے اربابِ بسط و کشادہ کو چاہئے کہ وہ زچہ بچہ کی زندگی کو زیادہ محفوظ کرنے کے لئے دستیاب وسائل سے زچہ اور بچہ کی زندگی کو محفوظ کرنے اور غریب ممالک میں زیادہ سے زیادہ کڈنی سینٹرز قائم کرنے پر صرف کریں جن میں ڈائیلائسز اور ٹرانسپلانٹ کے شعبوں کو خاص اہمیت دی جائے تا کہ انسانی جان کا تحفظ یقینی ہو سکے۔

قرآنی تعلیم کا ہمہ گیر پیغام

ارشادِ الٰہی ہے۔

''جس نے ایک جان کو بچایا اور زندگی دی تو گویا اس نے ساری انسانیت کو زندہ کر دیا۔''

قارئینِ کرام! ایک نئی طبی تحقیق کے مطابق انسانی جسم کے اندر بعض مخصوص خلیوں کی پیوند کاری سے کسی نابینا شخص کی بینائی کو واپس لوٹایا جا سکتا ہے۔ اور انہی خلیوں کی مدد سے تپ دق کا علاج آٹھ سے دس ماہ کے لمبے دورانیے کی بجائے آٹھ سے دس دنوں میں ممکن ہے۔

دنیا میں ہر سال اڑھائی ملین لوگ تپ دق سے مر جاتے ہیں اور ترقی یافتہ ممالک سے لے کر ترقی پذیر ممالک تک ہر ایک کے گلی کوچوں میں سفید چھڑی پکڑے نابینا افراد کی ایک خاص تعداد دیکھی جا سکتی ہے۔ اگر ہم ان دونوں شعبوں میں ہونے والی جدید تحقیقات کو فوری طور پر اپنائیں اور اسکے فوائد تمام ممالک تک پہنچائیں تو یقیناً نابینا پن اور تپ دق کے عذاب سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

مَیں یہاں پر خاص طور پر ذکر کرنا چاہوں گا اس شعبے کا جس پر پوری دنیا میں بہت کم توجہ

دی جارہی ہے اور وہ ہے ذہنی امراض کا شعبہ۔ سپیشل افراد جو کسی بھی بنا پر ذہنی کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں ان کے لئے ان کی ضرورت کے مطابق اور جدید ترین تقاضوں سے ہم آہنگ ایسے اداروں کا قیام اشد ضروری ہے جہاں ایسے سپیچ تھراپسٹ (Speech Therapist)، سائیکلوجسٹ (Psychologist) اور سائیکیٹرسٹ (Psychiatrist) موجود ہوں جو سپیشل پرسنز (Special Persons) کو معاشرے کا مفید شہری بنا سکیں۔ برصغیر کے عظیم مفکر عنایت اللہ المشرقی نے ایک نظریہ دیا تھا کہ اگر مستقبل میں ایک مضبوط اور توانا قوم کی ضرورت ہے تو آپ زندہ افراد کی مثالی صحت کو یقینی بنائیں کیونکہ موجود زندہ افراد کی آئیڈیل صحت آنے والی نسلوں کی آئیڈیل صحت کی بنیاد بنتی ہے۔ مختلف بیماریوں کے شکار افراد کے ہاں پیدا ہونے والے بچے موروثی طور پر کئی ایک بیماریوں کو اپنے ساتھ لے کر دنیا میں آتے ہیں۔ جدید تحقیق نے جینیٹکس (Genetics) کے حوالے سے Seventeen pairs of chromosomes کو وراثتی بیماریوں کے حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔

قوم کی اخلاقی صحت کی اہمیت

میرے خیال کے مطابق صحت مندی اور تنومندی صرف جسمانی طور پر ہی ضروری نہیں ہے بلکہ فکری اور اخلاقی صحت مندی کی بھی پورے عالم کو اشد ضرورت ہے اور اس حوالے سے بھی سرمایہ کاری اور مناسب راہنمائی کا بندوبست ضروری ہے۔ توسیع پسندانہ نظریات، کمزور ممالک کو اپنے زیرنگیں کرنا، مفاد کی خاطر طے شدہ انسانی اخلاقیات کی دھجیاں اڑانا، نفرت اور دشمنی کو فروغ دینا اور امن وانصاف کے نام پر انسانیت کو ظلم اور بدامنی کے ایسے مہیب غاروں میں دھکیل دینا جہاں انسانی تذلیل اور بشری بے توقیری کے وہ الاؤ جل رہے ہوں جن کی تپش سے پورا کرہ ارض پسینہ پسینہ ہو جائے، کو بھی روکنے کی ضرورت ہے۔ لہذا میں اپنے کلمات کے ذریعے صاحبانِ بست وکشاد سے یہ مطالبہ کروں گا کہ وہ عالمی بجٹ میں سے وسائل کا ایک وافر حصہ مختص کریں اور تمام ممالک کو پابند کریں کہ وہ اپنے اپنے ہاں کھیل کود کے لئے وسیع پارک اور میدان بنائیں اور اپنے ذہنوں کے اندر رچی بسی گھٹن، تنگی، نفرت، کینہ اور توسیع پسندی کی کتاب کے اوراق سمیٹ کر کھلی اور کشادہ سوچوں کو فروغ دیں۔

مثبت اقدامات وسفارشات

تمام ممالک اپنے اپنے ہیلتھ جمنیزیم (Health Gymnasium) اور سپورٹس کمپلیکس (Sports Complex) بھی بنائیں اور ساتھ ہی ساتھ یورینیم (Uranium) کے بھرے کنٹینرز (Containers) کو پانی میں بہادینے والوں سے بھی حساب لیں۔ دنیا کا ہر ملک زمینی فضائی اور آبی آلودگی کو ختم کرنے کے لئے بھی اقدامات کرے اور فکری اور اخلاقی آلودگی کے تدارک کے لئے بھی کوئی تدبیر ڈھونڈے۔ ہر قوم اپنے ہاں طبی تحقیق وجستجو کے ادارے قائم کرے اور اس موضوع پر آگاہی کے لئے سیمنارز (Seminars) کا انعقاد کرے اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کی بھی تحقیق کی جائے کہ جعلی ادویات کی تیاری اور انسانوں کی ہلاکت خیزی کے لئے خفیہ منصوبوں کی تیاری میں کون کون مصروف ہے۔ منشیات کے دھندوں کی روک تھام کی جائے۔ اور دولت اور قوت کے نشے میں مست ہو کر دنیا کو تہس نہس کرنے کی خواہشوں کے راستے میں بند باندھا جائے۔

قارئین کرام! اگر ہم یہ سب کچھ کرنے یا کم از کم اس پر سوچنے کے لئے بھی تیار ہو جائیں تو مجھے یقین ہے کہ انسانیت کا کل آج سے روشن تر اور محفوظ تر ہو جائے گا اور اگر آج دنیا کی اقوام اور روئے زمین کے ممالک اپنے فرائض سے کوتاہی اور پہلوتہی برتیں گے تو آئندہ نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔

انفرادی وذاتی صحت کا راز اور خوراک کا چارٹ

اب مَیں آپ کی خدمت میں چند راز، اصول اور ضوابط رکھنا چاہوں گا جو ابدی ولازوال ہوں جو ہر قوم اور ہر فرد کے لئے قابلِ عمل بھی ہوں اور نفع رساں بھی۔

جاپانیوں نے اپنی قوم کے قد بڑھانے کے لئے دودھ میں پیداوار بڑھانے کا قصد کیا جو کارگر ثابت ہوا۔ قدیم ہندوستانی معاشرے میں یوگا ازم طویل عمری کا راز خیال کیا جاتا تھا۔ کچھ اقوام سبزیوں اور کچھ چھوٹا گوشت یا وائیٹ میٹ کو کلیہ صحت سمجھتے ہیں۔ بعض مفکرین کا خیال ہے کہ صحتِ جسمانی کے لئے تعلیم جسمانی کے شعور وآگہی کو عام کرنا ضروری ہے جس میں جسمانی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہو۔

جسم اور روح کا رشتہ قائم رہنا زندگی ہے۔ جسم کمزور ہو تو روح بھی نکل جاتی ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

شیکسپئر نے کہا تھا:

"Man is paragon of animals."

انسان اشرف المخلوقات ہے۔قرآنی فکر بھی اسی کو بنیاد بناتی ہے کہ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التین)

البتہ تحقیق ہم نے انسان کو حسین ترین سانچے میں ڈھالا ہے۔

حضرت بلالؓ کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے بار بار سلامِ محبت آتا کہ وہ رفع حاجت میں صفائی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (القرآن)

بے شک اللہ تعالیٰ بار بار توبہ کرنے والوں اور خوب پاک صاف رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

(اقبال)

تو آیئے انفرادی طور پر طویل عمری کے راز سے پردہ ہٹائیں اور اُن سنہری اصولوں کو اپنانے کا بہتر جتن کریں جو قابلِ رشک صحت کے حصول میں مددگار ہوں۔

معمولاتِ زندگی (Time Table)

Early to bed, early to rise make a man healthy , wealthy and wise.

(1) صبح نمازِ فجر کے وقت بیدار ہونا اور بعد از نمازِ عشاء جلد سونا۔

(2) غسل اور ناشتے سے قبل تقریباً ایک گھنٹہ جسمانی ورزش کرنا جس سے پورا جسم کم از کم ایک بار پسینہ سے شرابور ہو جائے اور اس ضمن میں تیل کی مالش ان گنت جلدی بیماریوں کے تدارک کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

(3) ناشتہ میں دودھ، شہد، سردائی، جُوس، سیب، آملوں / گاجروں کا مربہ، سادہ چپاتی دہی یا

شور با وغیرہ میں سے حسبِ ضرورت کسی ایک غذا کا انتخاب کیا جاسکتا ہے۔لیکن سیر شکمی سے مکمل پرہیز کرنا ہوگا۔

(4) نمازِ ظہر تک معدے کو آرام دینا ضروری ہے۔حسبِ خواہش وضرورت پانی یا کسی پھل کا تازہ جُوس لیا جاسکتا ہے۔

(5) دوپہر کے کھانا میں ایک عدد سادہ چپاتی یا ایک پلیٹ چاول، گھی و تیل نہ ہونے کے برابر، (White meat) زیادہ سے زیادہ ایک پاؤ (250 گرام) مثلن قیمہ یا گوشت، سلاد، رائتہ، کھیرا، ککڑی، خربوزہ وغیرہ بہت مفید ہے۔

(6) دوپہر کا آرام (قیلولہ) ایک ڈیڑھ گھنٹہ اور سہ پہر حسبِ ضرورت و خواہش تازہ جوس / چائے کم چینی کے ساتھ موسمی پھل گرما / سردا / کیلے، تربوز وغیرہ بہت فائدہ مند ہیں۔

(7) بعد از نمازِ مغرب شام کا کھانا نہ ہونے کے برابر، دودھ، کھجور یا سادہ ہلکا پھلکا کھانا جس میں سیر شکمی نہ ہو۔

(8) نمازِ عشاء کے متصل گھنٹہ آدھ گھنٹہ واک / مٹر گشت کے فوراً بعد آرام کے لئے چارپائی وغیرہ پر استراحت۔

خصوصی پرہیز و تاکید

(i) خوراک کے معمولات میں بازاری کھانے، کولڈ ڈرنکس، سگریٹ نوشی، ہر وقت چرتے رہنا، سیر شکمی، جسمانی آرام سے لاپرواہی، جنسی بے راہ روی زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(ii) بڑے بزرگوں کا کہنا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں کم از کم ایک گھنٹہ جسمانی ورزش اور ایک گھنٹہ عبادتِ خداوندی کے لئے صرف کرنا کامیاب صحت کا راز ہے۔

(iii) حضور اکرم ﷺ کا بھی فرمانِ عالی شان ہے کہ مجھے وہ مومن زیادہ اچھا لگتا ہے جس کا مختصر نظامِ زندگی ہو۔کچھ وقت عبادت میں گزارے، کچھ وقت حصولِ رزقِ حلال میں اور باقی وقت اپنے اہلِ وعیال کے سپرد کر دے۔

(iv) صحتِ جسمانی کے لئے بہت سے اطباء کا اصول ہے کہ تمام جسمانی سوراخوں کی مناسب

صفائی وستھرائی قابلِ رشک جسمانی صحت کی کلید ہے۔یعنی منہ / دانت، ناک، آنکھ، کان اور شرم گاہ وغیرہ۔

(v) پانچ وقت اہتمام سے مسواک کے ساتھ وضو کرنا اور اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ میں حاضری دینا صحت کا سب سے بڑا راز ہے۔

جنابِ رسالت مآب ﷺ تریسٹھ 63 سال کی عمر مبارک میں قابلِ رشک صحت کے مالک تھے۔ داڑھی شریف اور سر مبارک میں گنتی کے بال سفید تھے۔ روحانی طاقت کے علاوہ جسمانی قوت میں بھی کوئی آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ہم پلہ نہیں تھا۔

کافر ہے تو کرتا ہے شمشیر پہ بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

(اقبال)

حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم فرمایا کرتے تھے میری صحت کا راز دوپہر کا قیلولہ کرنا ہے۔

ہے صحت خوشی کی سنہری کلید
کہ ہے تندرستوں کو ہر روز عید

بارہواں باب

روح کی غذا اور ذِکرِ الٰہی

(اقسامِ ذکر اور انکے طرق)

۱۔ ذکر اسمِ ذات (اثباتِ مجرد)

''اسمِ ذات'' سے مراد لفظ جلالت یعنی ''اللہ'' ہے۔اس کو اثباتِ مجرد کہتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ. (العنکبوت:۴۵)

ترجمہ: اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (النور:۳۷)

ترجمہ: کامل مومن وہ لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (الجمعہ:۱۰)

ترجمہ: اور اللہ کا ذکر زیادہ کیا کرو تا کہ تم بھلائی پاجاؤ۔

ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور سانس سے بھی ہوتا ہے اور دل سے بھی۔لیکن ذکرِ قلبی (خفی) سب سے بہتر اور افضل ہے اور ذکرِ کثیر دل سے ہی ہو سکتا ہے۔

سالک کو چاہئے کہ ذکر سے پہلے تمام خطرات یعنی خیالی باتوں سے دل کو پاک کرے اور یہ خیال جمائے کہ فیض اللہ ربّ العزت کی بارگاہ سے حضور ﷺ کے سینۂ الم نشرح میں، وہاں سے فیض اور نور اپنے شیخ و مرشد کے قلب میں اور شیخ کے قلب سے اپنے قلب میں آتا ہوا محسوس

کرے۔ گردن تھوڑی سی دل کی طرف موڑے۔ آنکھیں اور ہونٹ بند رکھے۔ ناک کے راستے سانس اندر کھینچے تو اللہ کہے اور سانس باہر لائے تو ھُو (ہ) کی ضرب اپنے دل پر مارے۔ پاسِ انفاس کا یہ ذکر خیال کے ساتھ کرے، لبوں کو حرکت نہ دے۔ سانس لطیفۂ نفس یعنی ناف سے اسم ذات ''اللہ'' کے تصور کے ساتھ شروع کرے، سینے سے گزارتے ہوئے تالو کے وسط میں لے جائے، دو سیکنڈ وقف کر کے سانس کی ہوا ھُو کی ضرب کے تصور کے ساتھ بائیں طرف مقامِ لطیفۂ قلب پر مارے۔ اور اِس تکرار میں لگا رہے تا کہ صفائی قلب حاصل ہو۔

۲۔ ذکرِ خفی (قلبی، سری)

صوفیائے نقشبندیہ کے نزدیک ذکرِ خفی قلبی ہی معتبر و معتمد ہے۔ قرآن وحدیث میں بھی اس ذکر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ. (الاعراف:۲۰۵)

ترجمہ: یعنی اپنے رب کو اپنے نفس (دل) میں یاد کیا کر۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ. (مسند احمد:۱۷۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سب سے بہتر ذکر خفی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُفَضِّلُ الذِّكْرَ الْخَفِيَّ الَّذِيْ لَا يَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا. (مسند ابی یعلیٰ:۱۸۲)

ترجمہ: یعنی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، وہ ذکر (خفی) جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں، ذکر جہر سے ستر درجے افضل ہے۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى اَحَدٍ يَّقُوْلُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ. (مسلم)

ترجمہ: جب تک کوئی اللہ اللہ کہتا رہے گا اُس پر قیامت نہیں آئے گی۔

سالک کو چاہئے کہ ذکر سے پہلے تمام خطرات یعنی خیالی باتوں سے دل کو پاک کرے اور یہ خیال جمائے کہ فیضِ اللہ رب العزت کی بارگاہ سے حضور ﷺ کے سینۂ الم نشرح میں، وہاں سے فیض اور نور اپنے شیخ و مرشد کے قلب میں اور شیخ کے قلب سے اپنے قلب میں آتا ہوا محسوس کرے۔ اور اپنے دل کی دھڑکن پر اللہ اللہ کا خیال گزارے۔ اور یہ خیال کرے کہ میرا دل محض دھک دھک نہیں بلکہ اللہ اللہ کر رہا ہے۔ دل کا یہ ذکر خیال کے کانوں سے سُنے۔ طالب کو چاہئے

کہ تعلیمِ شیخ کے مطابق ذکرِ خفی کی کثرت کرے تا کہ عالمِ امر کے پانچوں لطائف (قلب، روح، سِرّ، خفی، اخفیٰ) میں ذکر جاری ہو جائے۔

۳۔ ذکر جہر

ذکر سانس سے بھی ہوتا ہے اور دل سے بھی۔ اسی طرح ذکر کے بہت سے طریقوں میں سے ایک طریقہ زبان سے ذکر کرنے کا ہے جس کو ذکرِ جہر (بلند آواز سے ذکر) کہتے ہیں۔ یہ ذکر، ذکرِ خفی کی ضد ہے۔ ذکرِ خفی پوشیدہ ذکر کو کہتے ہیں جبکہ ذکرِ جہر سے مراد آواز کے ساتھ ذکر کرنا ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ بعض اوقات مرید کو ذکر جہر بھی کرواتا ہے تا کے زبان سے ذکر کی عادت پختہ ہو اور آہستہ آہستہ دل و دماغ میں سرایت کر جائے اور مرید کا ظاہر و باطن ذکر کی حلاوت سے تر ہو جائے۔

سالک کو چاہئے کہ ذکر سے پہلے تمام خطرات یعنی خیالی باتوں سے دل کو پاک کرے اور یہ خیال جمائے کہ فیضِ اللہ رب العزت کی بارگاہ سے حضور ﷺ کے سینۂ الم نشرح میں، وہاں سے فیض اور نور اپنے شیخ و مرشد کے قلب میں اور شیخ کے قلب سے اپنے قلب میں آتا ہوا محسوس کرے۔ اور لفظ اللہ ہو کی تکرار زبان سے بار بار کرے۔ اس کی یہ تکرار کی آواز کانوں تک پہنچے۔

۴۔ ذکر نفی اثبات

نفی اثبات سے مراد کلمۂ توحید ہے، یعنی (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)۔

حدیثِ پاک میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. (ترمذی:۱۸۴)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا، سب سے افضل ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے، سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَيْفَ نُجَدِّدُ اِيْمَانَنَا

قَالَ اَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مسند احمد:۳۵۹)

ترجمہ: ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو! صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کثرت سے پڑھا کرو۔

سالک کو چاہئے کہ ذکر سے پہلے تمام خطرات یعنی خیالی باتوں سے دل کو پاک کرے اور

یہ خیال جمائے کہ فیض اللہ ربّ العزت کی بارگاہ سے حضور ﷺ کے سینۂ الم نشرح میں، وہاں سے فیض اور نور اپنے شیخ و مرشد کے قلب میں اور شیخ کے قلب سے اپنے قلب میں آتا ہوا محسوس کرے۔ اور لفظ لَا کو لطیفۂ نفس یعنی ناف سے کھینچتے ہوئے سینے سے گزارے اور دماغ کے وسط میں لے جائے اور تھوڑی دیر توقف کرتے ہوئے اِلٰہَ کی ضرب لطیفۂ روح پر اور اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب لطیفۂ قلب پر مارے۔ اور آخر میں دل کی زبان کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے۔ اس ذکر میں وقوفِ عددی کا خیال رکھے۔

یہ ذکر ایمان کی صحت اور باطن کی طہارت کے لئے سب سے زیادہ مفید ہے۔ حضرتِ امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا، لوگ کلمہ طیبہ کی برکتوں سے واقف نہیں، اگر تمام دنیا کو ایک بار کلمہ پڑھنے پر بخش دیں تو گنجائش رکھتا ہے۔ (مکتوباتِ امام ربانیؒ)

علاوہ ازیں مراقبات کے تفصیلی اسباق شیخِ کامل کی تربیت میں سلوکِ باطنی طے کرنے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ سیر و سلوک سے مقصود تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب ہے، تاکہ باطنی آفات اور قلبی امراض دور ہو جائیں اور ایمان کی لذت و حقیقت کامل طور پر حاصل ہو جائے۔

۵۔ ذکرِ حبسِ دم

سانس کو روک کر ذکر کرنا اور وقوفِ عددی کا خیال رکھنا ذکرِ حبسِ دم کہلاتا ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں اس ذکر کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے۔ لطائف کی فنا کیلئے یہ ذکر بے حد مفید ہے۔ یہ ذکر، ذکرِ اسمِ ذات اور ذکرِ نفی اثبات دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے۔

سالک کو چاہئے کہ ذکر سے پہلے تمام خطرات یعنی خیالی باتوں سے دل کو پاک کرے اور یہ خیال جمائے کہ فیض اللہ رب العزت کی بارگاہ سے حضور ﷺ کے سینۂ الم نشرح میں، وہاں سے فیض اور نور اپنے شیخ و مرشد کے قلب میں اور شیخ کے قلب سے اپنے قلب میں آتا ہوا محسوس کرے۔ اور سانس روک کر ذکرِ اسمِ ذات اور ذکرِ نفی اثبات کی تکرار کرے اور وقوفِ عددی کا خصوصی خیال رکھا جائے۔

۶۔ سلطان الاذکار

دونوں عالم کے لطائف (خلق و امر) میں بیک وقت ذکر کی چاشنی نہ صرف محسوس کرنا بلکہ تمام لطائف کا ذکر میں مشغول ہونا اور سارے جسم کو سراپا مذکور حالت میں رکھنا سلطان الاذکار کہلاتا

ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں اس ذکر کا مقصد سالک کا بیک وقت سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ سے متصف ہونا ہے۔

سالک کو چاہئے کہ ذکر سے پہلے تمام خطرات یعنی خیالی باتوں سے دل کو پاک کرے اور یہ خیال جمائے کہ فیض اللہ رب العزت کی بارگاہ سے حضور ﷺ کے سینۂ الم نشرح میں، وہاں سے فیض اور نور اپنے شیخ و مرشد کے قلب میں اور شیخ کے قلب سے اپنے قلب میں آتا ہوا محسوس کرے۔ اور تمام لطائف میں بیک وقت اللہ کا ذکر کرے یہاں تک کہ جسم کے رُوں رُوں میں لفظ اللہ سرایت کر جائے اور اپنی ذات کو اللہ کے ذکر میں فنا کر دے۔

تیرہواں باب

مراقباتِ لطائف عالمِ امر

لطیفہ قلب

قلب کے مراقبہ کا یہ طریقہ ہے کہ سالک اپنے قلب کو حضرت رسول خدا ﷺ کے قلب مبارک کے (روبرو) رکھ کر جناب الٰہی میں یوں عرض کرے کہ الٰہی! تجلی افعالی کا فیض جو حضرت حبیب خدا ﷺ کے قلب مبارک سے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں پہنچا ہے، وہ میرے قلب میں پہنچے۔ اور دعا کے اثناء میں تمام مشائخ کرام کے قلوب کو حضرت پیغمبر خدا ﷺ تک، جو فیض کا واسطہ اور ذریعہ ہیں، عینک کی مانند خیال کرے۔

لطیفہ روح

اسی طرح اپنے لطیفہ روح کو آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کے روبرو رکھ کر جنابِ الٰہی میں یوں عرض کرے کہ خداوند! اپنی صفاتِ ثبوتیہ کی تجلیات کا فیض جو حبیب خدا ﷺ کی روح مبارک سے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہم السلام کی روح کو پہنچا ہے وہ میرے لطیفہ روح میں پہنچے۔

لطیفہ سرّ

اور اسی طرح اپنے لطیفہ سر کو آنحضرت ﷺ کے سر مبارک کے مقابل تصور کر کے یوں دعا کرے کہ الٰہی! اپنی شیونات ذاتیہ کا فیض جو پیغمبر خدا ﷺ کے لطیفہ سر مبارک سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سر میں پہنچا، میرے سر میں پہنچے۔

لطیفۂ خفی

بعد ازاں اپنے لطیفہ خفی کو حضرت رسالت پناہ ﷺ کے لطیفہ خفی کے روبرو خیال کر کے عرض

کرے کہ الٰہی! اپنے تجلیات صفات سلبیہ کا فیض جو آنحضرت ﷺ کے خفی مبارک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خفی میں پہنچا، وہ میرے لطیفہ خفی میں فائض ہو۔

لطیفہ ءاخفیٰ

پھر اپنے لطیفہ اخفیٰ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کے اخفیٰ شریف کے سامنے رکھ کر عرض کرکہ الٰہی! اپنی شان جامع کی تجلیات کا فیض جو آنحضرت ﷺ کے اخفیٰ شریف میں تو نے پہنچایا ہے، میرے اخفیٰ میں پہنچا۔

فصل اوّل

ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ کے معارف

ان تمام لطائف کی ولایت، ولایت صغرٰی کے دائرہ میں حاصل ہوتی ہے، بلکہ ان لطائف کو ولایت کبرٰی کے پہلے دائرہ تک عروج حاصل ہوتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ جس طرح دائرہ امکان میں مراقبہ ءاحدیت کرتے ہیں، اسی طرح ولایت صغریٰ میں مراقبہ معیت، جو آیہ شریفہ

وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (القرآن)

ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہی ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

اسی کا مفہوم وارد کرتے ہیں۔

☆ امکان کی سیر کی انتہائیں معلوم ہو سکتی ہے کہ سالک اگر صاحب کشف ہے تو خود آپ ہی اپنے کشف کے ذریعے شناخت کرلے گا، یا اُس کا شیخ صاحب کشف اُس کو متنبہ کردے گا۔

نوٹ: اور اگر دونوں کشف سے عاری ہیں تو پھر طالب کو چاہئے کہ اپنے قلب کی جمعیت کو ملاحظہ کرے۔

۱۔ اگر بے خطرگی یا اس قدر کم خطرگی ہو کہ خطرہ حضور کا مانع نہ ہو تو مراقبہ معیت شروع کردیا جائے،

۲۔ اللہ تعالیٰ کی معیت کو اپنے آپ اور اپنے تمام لطائف وعناصر بلکہ ممکنات کے ذرات سے ہر ذرہ کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہئے

۳۔ اللہ تعالیٰ کی بیچوں معیت بیچوں ادراک کے ساتھ ادراک کی جائے۔

۴۔ جملہ جہات ستہ کا احاطہ کرلے، اور جو توجہ و حضور پیدا ہوا تھا، اپنا منہ نیستی کی جانب پھیرے۔

۵۔ اس وقت ولایت کبریٰ کی سیر میں، جو انبیاء کرام کی ولایت اور حضرت حق سبحانہ کے اسماء و صفات وشیونات کا دائرہ ہے، شروع ہوتے ہیں۔

فصل دوئم

ولایت کبریٰ کے معارف

ولایت کبریٰ لطیفہ نفس وانا کی فنا کا نام ہے۔ ولایت کبریٰ کا دائرہ تین دائروں اور ایک قوس (نصف دائرہ) کو متضمن ہے۔
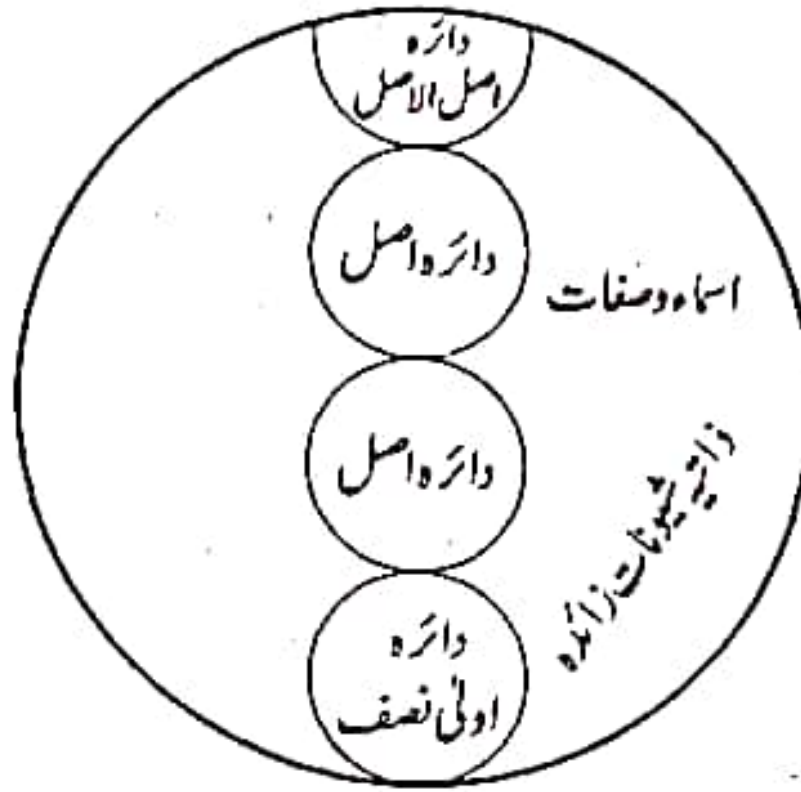
پہلا دائرہ

ولایت کبریٰ کے ان تین دائروں میں سے پہلے دائرے میں اقربیت اور توحید شہودی کی سیر منکشف ہوتی ہے اور اس دائرے کا نصف تحتانی اسماء اور صفات زائدہ کا متضمن ہے اور اس کا نصف فوقانی حق سبحانہ کے شیونات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔ عالم امر کے لطائف خمسہ کا عروج اسی دائرے تک ہوتا ہے اور اس دائرے کا مورد فیض لطیفہ نفس بشرکت لطائف مذکورہ ہے۔

۱۔ اس دائرہ میں مراقبہ اقربیت کا (یعنی آیہ شریف

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

کا مفہوم) تصور کرتے ہیں۔

۲۔ سالک دائرہ اقربیت (یعنی پہلے دائرہ) سے جب عروج کرے گا تو پھر اس کی سیر دائرہ اصل میں واقع ہوگی۔ اور دائرہ اصل سے دائرہ اصل الاصل کی طرف ترقی کرے گا اور اصل الاصل سے تیسرے اصل یعنی قوس کی طرف سیر کرے گا۔ اور پہلے دائرہ کے نصف تحتانی و نصف فوقانی میں کامل اسہلاک و نیستی پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ جب شیخ کامل ان سہ گانہ دوائر میں توجہ فرماتا ہے تو ان دوائر میں بیرنگ نور کا ایک میزاب (پنالہ) لطیفہ نفس پر پوری طاقت سے گرایا جاتا ہے جس کے باعث طالب کا وجود ہستی نمک در آب کی مانند بالکل گل جاتا ہے حتیٰ کہ وجود کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہتا اور عین واثر کے زوال کا مقام میسر ہوتا ہے۔ اور لفظ انا کا اطلاق اپنے اوپر بہت ہی دشوار جانتا ہے بلکہ انا کے ورود کا محل ہی نہیں پاتا حتیٰ کہ عدمیت کے ناپیدا کنار دریا میں ڈوب جاتا ہے۔ اس وقت یہ یقین معلوم ہوتا ہے کہ فنا کی حقیقت تو اسی ولایت میں حاصل ہوتی ہے۔ اس سے پہلے پہلے جو کچھ بھی تھا، وہ تو فنا کی صورت ہی صورت تھی۔

۴۔ پہلے دائرہ کے نصف تحتانی اور نصف فوقانی میں مراقبہ محبت یعنی آیہ شریفہ

یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (القرآن)

ترجمہ: وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اُس (اللہ تعالیٰ) سے محبت کرتے ہیں۔

اسی کا مفہوم کرتے ہیں۔

۵۔ ان دوائر میں مورد فیض لطیفہ نفس ہے، یعنی سالک کا انا مخفی نہ رہے۔

۶۔ ان دوائر میں مراقبہ اس طریقہ سے کرتے ہیں کہ دائرہ اصل اسماء صفات سے محبت کا فیض میرے لطیفہ انا پر وارد ہو رہا ہے۔

۷۔ اسی طرح دائرہ اصل الاصل سے محبت کا فیض میرے انا پر وارد کر رہا ہے۔

۸۔ ایسا ہی تیسرے اصل، یعنی قوس سے بھی محبت کا فیض اسی لطیفہ کا پہنچ رہا ہے۔

۹۔ ان دوائر میں کلمہ توحید کا زبانی ذکر بھی بلحاظ معنی فائدہ بخشتا ہے۔

فصل سوئم

ولایت کی اقسام

ولایت کبریٰ کے تحقق کی نشانی

۱۔ ہر دائرہ کے قطع و تمام ہونے کی علامت یہ ہے کہ دائرہ آفتاب کے قرص کی مانند سالک پر ظاہر ہو جائے۔

۲۔ دائرہ کا جس قدر حصہ قطع ہو جائے، اتنا ہی حصہ کمال نورانیت کے ساتھ ظاہر ہو،

۳۔ جس قدر دائرہ کا حصہ بے قطع باقی رہ جائے، وہ بے نور معلوم ہو، جیسا کہ آفتاب کسوف کے وقت بے نور دکھائی دیتا ہے۔

۴۔ ولایت کبریٰ کے کامل دائرہ کے طے ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ فیض باطن کا معاملہ جو دماغ سے تعلق رکھتا ہے، سینہ کے متعلق ہو جاتا ہے۔

۵۔ اس وقت شرح صدر بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

۶۔ سینہ کی وسعت و فراخی تو اس قدر حاصل ہو جاتی ہے جو بیان سے باہر ہے۔

۷۔ گو سیر قلبی میں قلب کی وسعت اس قدر ہو کہ کئی آسمان قلب کے اندر مشاہدہ کیا جائے اور کئی ایک قلب بھی قلب میں دیکھے جائیں۔ لیکن یہ وسعت فقط قلب ہی تک محدود تھی۔

۸۔ وسعت صدر جو ولایت کبریٰ میں حاصل ہوتی ہے، وہ تو تمام سینہ میں عموماً اور محل لطیفہ اخفیٰ میں خصوصاً ہوتی ہے۔

نوٹ: شرح صدر کی علامت بطریق وجدان یہ ہے کہ شرح صدر میں قضا و قدر کے احکام سے چوں و چرا تمام اعتراضات رفع ہو جاتے ہیں اور نفس بھی مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ اور عروج کر کے مقام رضا میں پہنچ جاتا ہے اور تمام احوال میں راضی بہ قضا رہتا ہے۔

ولایت کبریٰ کا مراقبہ

سالک ان دوائر کے طے ہونے کے بعد اسم الظاہر کا مراقبہ کرے اور اس مراقبہ میں مورد، فیض لطیفہ نفس اور لطائف خمسہ عالم امر کو تصور کرے تو نسبت باطن میں بڑی قوت اور وسعت پیدا ہوجاتی ہے۔

ولایت صغریٰ

جیسے اسماء و صفات کے ظلال تمام خلائق کے باستثنائے انبیاء کرام و ملائکہ علیہم السلام مبادی تعینات ہیں۔ اس مرتبہ کی سیر ولایت صغریٰ کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔

ولایت کبریٰ

اسماء وصفات وشیونات جو انبیاء کرام کے مبادی تعینات ہیں، ان کی سیر کو ولایت کبرٰی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ولایت علیا

ملائکہ عظام کے مبادی تعینات جن کو ولایت علیا کہا جاتا ہے۔

ولایتوں کی فناء وبقا کا مقام

۱۔ ولایت صغریٰ اور ولایت کبرٰی کی سیر اسم الظاہر کی سیر ہے۔

۲۔ ولایت علیا میں جو سیر حاصل ہوتی ہے، وہ اسم الباطن کی سیر ہے۔

☆ اسم الظاہر و اسم الباطن کے درمیان یہ فرق ہے کہ اسم الظاہر کی سیر میں ذات کا لحاظ کرنے کے بغیر ہی محض صفاتی تجلیات وارد ہوتی ہیں۔ اور اسم الباطن کی سیر میں گو اسماء صفات کی بھی تجلیات میسر آتی ہیں، مگر کبھی کبھی ذات تعالت وتقدسیت بھی مشاہدہ میں آ ہی جاتی ہے۔ نیز:

☆ ولایت علیا مغز کی مانند ہے اور ولایت کبرٰی چھلکے کی مانند

بلکہ ہر دائرہ تحتانی بھی دائرہ فوقانی کی نسبت یہی مناسبت رکھتا ہے۔

مگر کمالات نبوت میں ولایت کی یہ نسبت اس قسم کی مناسبت بھی نہیں ہوسکتی۔

مقامِ ولایت علیا کا مراقبہ وتقاضے

دائرہ
صفات
علیا

☆ اس دائرہ میں اسم الباطن کی مسمّی و مصداق ذات کا مراقبہ کرتے ہیں۔

☆ فیض کا مورد اس ولایت میں عناصر ثلاثہ آب، آتش و باد (پانی، آگ اور ہوا) ہیں۔

☆ کلمہ توحید کا زبان سے ذکر کرنا اور نفلی نماز طول قیام و قرات کے ساتھ ادا کرنا، اس مقام میں ترقی بخشنے والا ہے۔

☆ اس مقام میں رخصت شرعی کا اختیار کرنا بھی مستحسن نہیں خیال گیا، بلکہ عزیمت پر عمل کرنا اس مقام میں ترقی بخشا ہے۔

نوٹ: اس میں راز یہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنا آدمی کو بشریت کی طرف کھینچ لے جاتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنا ملکیت کے ساتھ مناسبت پیدا کرتا ہے، پس جس قدر ملکیت کے ساتھ زیادہ مناسبت حاصل ہوگی، اُسی قدر اس ولایت میں ترقی جلد تر میسر آئے گی۔

☆ اس ولایت کے حاصل شدہ اسرار توحید وجودی اور توحید شہودی کی مانند نہیں ہیں کہ بیان میں آسکیں،

☆ بلکہ اس ولایت کے اسرار تو پوشیدہ رکھنے کے ہی زیادہ لائق ہیں اور کسی طرح بھی اظہار کے قابل نہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ترجمہ: راز کا پردہ سے باہر آنا مصلحت کے خلاف ہے، ورنہ رندوں کی مجلس میں تو ہر قسم کی خبر موجود ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

اور بالفرض کسی راز کے اظہار کا قصد بھی کیا جائے تو ایسی عبارت کہاں سے آئے جو ان اسرار کو بیان کر سکے۔

فصل چہارم

ولایت علیا کے حصول کا طریقہ

ان اسرار کا علم ایسے ہی شیخ کی توجہ سے حاصل ہو سکتا ہے جس نے اس ولایت میں کمال اتصاف پیدا کیا ہو اور ان اسرار کے فیض سے فیضیاب ہو چکا ہو۔ ورنہ ان اسرار کی دریافت تو بالکل محال ہے۔ صرف اس قدر ظاہر کیا گیا ہے کہ اس وقت سالک کا باطن اسم الباطن کے مسمی و مصداق کا مظہر بن جاتا ہے، سمجھنے والے سمجھ گئے اور اس ولایت کے وقت سالک کے تمام بدن میں وسعت و فراخی پیدا ہو جاتی ہے۔ لطیف لطیف احوال سارے جسم پر وارد ہوتے ہیں۔

معارف و کمالاتِ نبوت

☆ یہ کمالات ثلاثہ یعنی کمالات نبوت و کمالاتِ رسالت و کمالات اولوالعزم رسالت کے ہیں۔

اس مقام کے علوم و معارف بس یہ ہیں کہ تمام علوم و معارف مفقود ہو جائیں، باطن کے تمام حالات ہی بے شناخت ہو جائیں۔

دائرہ
کمالات
نبوت

فیضانِ کمالاتِ نبوت کی پہچان

☆ اور اس مقام میں بیرنگی اور بے کیفی حاصل الوقت ہو جاتی ہے۔

☆ ایمانیات اور عقائد میں بھی ہر طرح کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ استدلالی علم بدیہی ہو جاتا ہے۔

☆ اس مقام کے معارف انبیاء کرام کی شریعتیں ہیں۔

☆ اس مقام میں باطن کی وسعت اور فراخی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ تمام ولایت (ولایت صغریٰ ہو یا ولایت کبریٰ یا ولایت علیا) کی وسعت و فراخی اس نسبت کے پہلو میں محض ناچیز اور تنگی ہی تنگی ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ان ولایات کے آپس میں تو البتہ ایک قسم کی مناسبت پائی جاتی ہے، گو صورت اور حقیقت کی ہی مناسبت ہو، لیکن اس جگہ وہ نسبت بھی مفقود ہے۔

سالک کی کیفیات کا جائزہ

☆ باوجود مفقود ہو جانے تمام معارف کے اور بے شناخت ہو جانے تمام حالات باطن کے اور پیدا ہو جانے یاس و ناامیدی کے اور معلوم کر لینے اپنے قصور کے اس حد تک کہ کافر فرنگ سے بھی اپنے آپ کو بدتر جاننے لگے۔

☆ حقیقتاً وصل عریانی (بے حجابانہ میل و ملاپ) اس مقام میں حاصل ہوتا ہے۔

☆ اور اس سے پہلے پہلے جو جو وصل بھی تھے، وہ تو صرف وہم خیال ہی کے دائرہ میں داخل تھے۔

قول ہے۔

"آبِ نما وہاں پر تو پانی کے پیاسے کے ہاتھ میں سوائے حسرت اور ندامت کے اور کچھ بھی حاصل نہ تھا۔"

☆ جو معاملہ یہاں پر حاصل ہوتا ہے، ولایت کے مشاہدات کی نسبت وہ بھی رویت ہی کی مانند ہے۔ اور جیسے آخرت کی رویت عالم خلق ہی کے ساتھ مخصوص ہے ویسے ہی اس جگہ کا معاملہ بھی عالم خلق ہی کے حصہ میں ہے۔ عالم امر کے لطائف تو اس جگہ محض "لَا شَيْءَ" ہو جاتے ہیں۔

☆ علیٰ ہذا القیاس، لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ بھی اس مقام پر ناچیز ہو جاتے ہیں۔

☆ یہ معاملہ تو عنصر خاک ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر دوسرے عناصر کو اس دولت سے کچھ بھی حصہ ملتا بھی ہے تو صرف اسی عنصر لطیف کے طفیل و تبعیت ہی سے ملتا ہے۔

اس مقام کی حکمتیں جو یافت ہوتی ہیں

خواجگان نقشبندیہ فرماتے ہیں کہ اس مقام میں:

۱۔ شریعت کے تمام احکام
۲۔ غیب کی تمام خبریں
۳۔ حق تعالیٰ کا وجود
۴۔ اس سبحانہ کی صفات
۵۔ اسی طرح قبر کا معاملہ
۶۔ حشر و مافیہا
۷۔ بہشت و دوزخ وغیرہ وغیرہ

☆ جس جس امر کی مخبرِ صادق ﷺ نے خبر دی ہے، اس مقام میں یہ سب کے اس بدیہی اور عین الیقین ہو جاتے ہیں۔

☆ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں پایا جاتا، اور نہ ہی اس پر کسی دلیل کی حاجت پڑتی ہے۔

☆ جیسے مشاہدے کی چیز میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اور اگر کوئی شخص مثلاً زید کے موجود ہونے کی خبر دے تو سامع دلیل کا محتاج ہوتا ہے، وجود حق میں نہیں ہوتا۔

☆ اس مقام میں حضرت حق سبحانہ کا وجود آئینہ کی مانند ہو جاتا ہے۔

☆ اشیا کا وجود ان صورتوں کی مانند جو آئینہ میں نظر آتی ہیں، ہو جاتا ہے۔

☆ کیونکہ ان صورتوں کا وجود تو وہم و خیال ہی میں ہے اور آئینہ کا وجود واقع اور نفس الامر میں، و لیکن ظاہری آئینہ میں پہلے صورت محسوس ہوتی ہے، پھر بعد میں آئینہ اور مقام میں اُس کے برخلاف اول اول آئینہ کا وجود دیکھنے میں آتا ہے، پھر کہیں، بنظرِ غور کرنے کے بعد اشیاء کا وجود دکھائی دیتا ہے۔

☆ لہٰذا حضرت حق سبحانہ کا وجود بدیہی ہو جاتا ہے اور ممکنات کا وجود نظری۔

☆ اس سے زیادہ تعجب ناک معاملہ یہ کہ اس مقام کی بلندی اور بساطت اور بیرنگی کے باوجود جب اس مقام کا پورا پورا انکشاف حاصل ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام تو بالکل نظر کے روبرو ہی تھا۔

☆ اس وقت حیرانی بڑھ جاتی ہے کہ باوجود محاذی و قریب تر ہونے اس مقام کے اتنی مدت تک کیوں نہیں نظر آتا تھا۔ اور ہم نے کیوں نہیں آنکھیں کھولیں۔ اور اپنے مقصود کو لطائف عالم امر کے کوچوں میں کیوں تلاش کرتے رہے۔

☆ مزید یہ کہ اس مقام کے حصول کے واسطے صوفیہ میں جو اذکار معمول ہیں، کچھ بھی مفید بھی نہیں۔

نوٹ: ہاں البتہ قرآن مجید کی با ترتیل تلاوت اور با آداب نماز کی ادائیگی اور جو اذکار حدیث شریف سے ثابت ہیں، یہ سب اس مقام میں ترقی بخش ثابت ہوتے ہیں۔ علم حدیث کے شغل اور حبیب خدا ﷺ کی سنن کی اتباع سے اس مقام میں ایک طرح کی قوت اور نورانیت پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ "قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" کے راز کی حقیقت اس دائرہ میں منکشف ہوتی ہے۔

☆ اگرچہ ہر سابق مقام میں اس معرفت کا تو ہم تو ضرور پیدا ہوا تھا مگر وہاں اس پر معاملہ صرف ظلال یا صفات ہی کے ساتھ تھا، اور یہاں پر تو حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہے۔

حق الیقین کا مشاہدہ اور عارف

☆ سالک کو صفات واجبی میں جب "کَمَا یَنْبَغِیْ" فنا و بقا حاصل ہوگی اور صفات کو تو حضرتِ ذات کے ساتھ قرب لاعین اور لاغیر حاصل ہے اور سالک نے اس فنائی الصفات کی وجہ سے اس قرب کا حصہ ہوتا ہے۔

تو سالک اب خواہ مخواہ قرب قاب قوسین کا قائل ہوگا۔

☆ اور جب سالک مرتبہ حضرت ذات میں فانی ہوگا، اور اس مرتبہ میں بقا بھی حاصل کرے گا، تو اب لامحالہ قرب او ادنیٰ کے حصول کا مدعی ہوگا۔ اب رہی اس معاملہ کی پوری پوری حقیقت، سو اُس کا انکشاف کشف ہی سے ممکن ہوتا ہے۔

☆ تقریر و تحریر میں تو ہرگز آ ہی نہیں سکتا۔ اگر کچھ کہا بھی جائے تو خدا جانے کوئی کیا سمجھے (لہٰذا اتنے ہی پر کفایت کی جاتی ہے)۔ باقی رہا "سِرُّ دَنٰی فَتَدَلّٰی"، جو اس مقام میں مکشوف ہوتا ہے وہ تو اس مقام (قاب قوسین او ادنیٰ) سے بھی زیادہ نازک ہے، لہٰذا اُس کے بیان کے میدان سے عنانِ قلم پھیری جاتی ہے، کیونکہ عوام کا فہم بلکہ خواص کا بھی اس سے قاصر ہے۔

فصل پنجم

تجلی ذاتی دائمی اور مشائخ کرام کے مشاہدے

مشائخ کرام نے تجلی ذاتی دائمی میں ترتیب وار تین مرتبے ثابت کئے ہیں۔

۱۔ پہلا مرتبہ

اس مرتبہ میں ذات منشا کمالات نبوت کا مراقبہ کرتے ہیں۔ جو مرتبہ کمالاتِ نبوت کا ہے۔
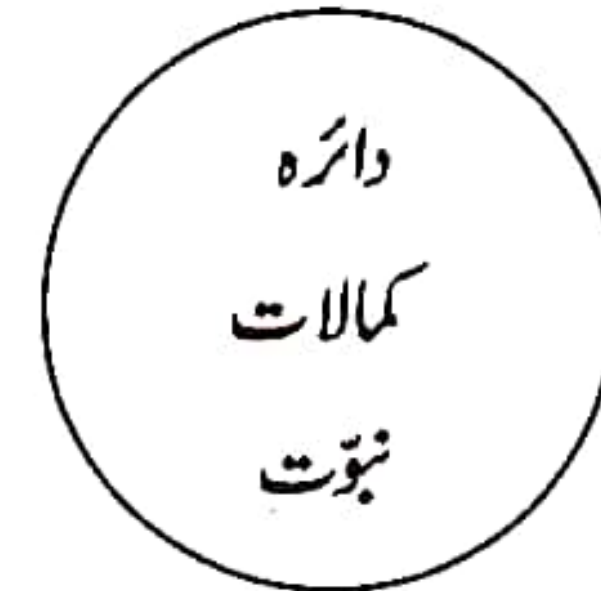
۲۔ دوسرا مرتبہ

اور اس مرتبہ میں ذات منشا کمالات رسالت کا مراقبہ فرماتے ہیں۔

اور اس مقام کا فیض سالک کی مجموعی ہیئت وحدانی پر وارد ہوتا ہے۔

دائرہ
کمالات
رسالت
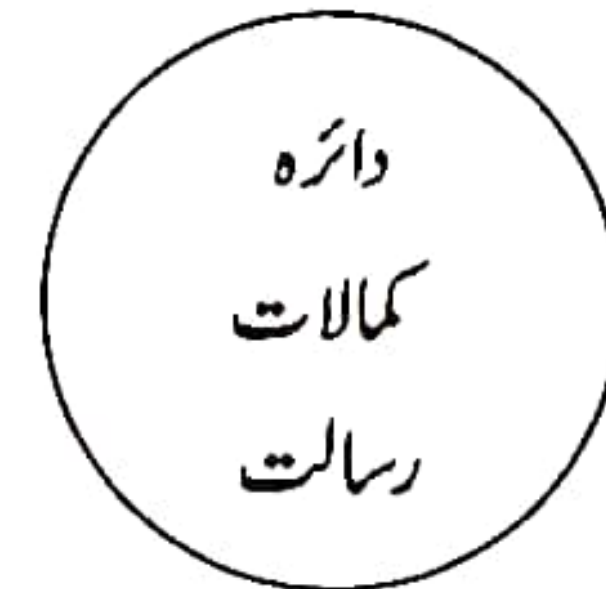
ہیئت وحدانی سے عالم امر و عالم خلق کا مجموع ''مِنْ حَیْثُ ھُوَ'' مراد ہے، جو ہر ایک کے

تصفیہ و تزکیہ کے بعد ان دونوں کی ایک دوسری مجموعی ہیئت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے مثلاً کوئی شخص چاہے کہ مختلف التاثیر چند دواؤں سے ایک معجون مرکب تیار کرے تو پہلے ان میں سے ہر ایک دوا کو ٹ چھان کر رکھ لیتا ہے۔ بعد ازاں تمام کو قند یا شہد کے قوام میں ملا کر حل کر دیتا ہے۔

اب تمام مذکورہ ادویہ ایک دوسری ہیئت اور دوسرے خواص پیدا کر کے ایک خاص معجون کے نام سے موسوم ہوتی ہیں۔

ایسے ہی ایک سالک کے لطائف عشرہ ایک دوسری صورت و شکل پیدا کر کے اس مقام اور مقامات فوقانی میں کثرت کے ساتھ عروج حاصل کرتے ہیں۔ اسے مرتبہ کمالاتِ رسالت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۳۔ تیسرا مرتبہ

دائرہ
کمالات
الوالعزم رسالت

☆ اس مقام کا فیض اپنی کمال بلندی اور کثرت کے ساتھ ہیئت وحدانی پر وارد ہوتا ہے۔

☆ اس جگہ ذات منشا کمالات الوالعزم کا مراقبہ کرتے ہیں۔ اور اس مقام میں مقطعات و متشابہات قرآنی کے اسرار کھلتے ہیں۔

☆ اور بعض بزرگوں کو تو ان اسرار کا محرم راز بنا دیا جاتا ہے، جو محبّ و محبوب کے درمیان ہو گزرے ہیں۔

☆ اور حبیب خدا ﷺ کی اتباع کے باعث آنجناب ﷺ کے خاص پس خوردہ میں سے حصہ عطا فرماتے ہیں۔

نوٹ: ان اسرار کے بیان کی گنجائش بشر کے حوصلہ میں نہیں ہے۔ اگر بیان میں آئیں بھی تو متکلم بے تاب اور سامع بیہوش ہو جائے۔ اور بر تقدیر تسلیم اگر کچھ بیان کرنا بھی چاہے تو ان اسرار کے بیان کے لئے وہ عبارت کہاں سے آئے جو ان کو بیان کرے۔

اور اگر یہ اسرار ممکن الاظہار ہوتے تو البتہ امام الطریقہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ان اسرار میں سے ضرور کچھ نہ کچھ ارشاد فرماتے۔

تجلی ذاتی دائمی کے احوال

(i) جس باطن کا معاملہ ہیئت وحدانی کے ساتھ پڑتا ہے تو اُس وقت سے باطن کی ترقی فقط تفضل (فضل خداوندی) ہی سے وقوع میں آتی ہے۔ کسی عمل کا بھی اس میں کوئی دخل نہیں رہتا۔

(ii) اگرچہ تمام مقامات میں فضل خداوندی کے بغیر کسی عمل سے بھی ترقی ممکن نہیں۔ مگر اعمال اسباب کی مانند تو ضرور ہی ہیں۔ ولیکن ان مقامات میں تو اسباب کا بھی کوئی دخل نہیں۔ دیکھو ذکر کو، اگرچہ کدورات بشری کے زائل کرنے میں پورا پورا اثر ہے، ولیکن باطن کی ترقی میں نتیجہ بخش واقع نہیں ہوتا۔

(iii) جیسے سالک جب ذکر اسم ذات یا نفی و اثبات یا تہلیل لسانی کے ساتھ مشغول ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ان مقامات میں وہ ذکر نہیں پہنچتا، اور راہ ہی میں رہ جاتا ہے۔ مگر جب لفظ محمد رسول اللہ ﷺ تہلیل کے ساتھ ملائے اور درود بھی اس کے ساتھ ملا کر پڑھے، تو البتہ مقامات فوقانی میں ایک نوع کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ

(iv) لفظ مبارک محمد رسول اللہ ﷺ کی وسعت تہلیل کی نسبت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

(v) اور قرآن مجید کے سبب سے ان مقامات میں ترقیات واقع ہوتی ہیں۔

(vi) اور سالک جس مرتبہ میں پہنچتا ہے، قرآن مجید ہی کے ذریعے سے پہنچتا ہے۔

نوٹ: جاننا چاہئے کہ کمالات الوالعزم سے دو طرف راستہ جاتا ہے۔ اس میں مرشد کو اختیار ہے کہ طالب کو جس طرف چاہے اُسی طرف لے جائے۔ ایک راستہ تو حقائق الٰہیہ کی طرف جاتا ہے، یعنی حقیقت کعبہ و حقیقت قرآن و حقیقت صلوٰۃ کی طرف اور دوسرا راستہ حقائق انبیاء علیہم السلام کی طرف، اور حقائق انبیاء سے مراد حقیقت ابراہیمی و حقیقت موسوی و حقیقت محمدی و حقیقت احمدی علیہم السلام ہے۔

فصل ششم

حقیقتِ کعبہ، قرآن و صلوٰۃ کے معارف

ان کو حقائق الٰہیہ یعنی حقیقت کعبہ اور حقیقت قرآن اور حقیقت صلوٰۃ کے معارف سے بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ حقیقتِ کعبہ شریف

حقیقت کعبہ کے معارف میں حضرت حق سبحانہ کی عظمت و کبریائی مشہود ہوتی ہے اور باطن پر ایک عظیم الشان ہیبت طاری ہوتی ہے۔

مقام میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو تمام ممکنات کی مسجود ہے۔

اس کے بعد اس مرتبہ مقدسہ میں فنا و بقا حاصل ہوتی ہے۔

سالک اپنے آپ کو اس شان سے موصوف پاتا ہے۔

تمام ممکنات کی توجہ اپنی طرف دیکھتا ہے۔

ان کمالات کے مرتبہ میں بہت سی بیرنگیاں حاصل ہوتی ہیں اور ان مقامات میں اس قدر نہیں ہیں۔

لیکن نسبت باطن کی بلندی وسعت زیادہ سے زیادہ ہے۔

حقائق انبیاء میں باوجود اس تمام تمام بلندی و وسعت کے حقائق الٰہیہ سے بیرنگی بھی بہت کم ہے۔

اس کا راز یہ ہے کہ سالک کو اس مقام پر فنا و بقا مرتبہ ذات بحت میں حاصل ہوتی ہے۔
سالک اس مرتبہ مقدسہ کے اخلاق کے ساتھ متخلق (موصوف) ہو جاتا ہے۔
بالضرور سالک کی مَدْرَکہ (ذہن) میں ایک نوع کی ایسی قوت تو پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کے باعث فوقانی نسبتوں کا ادراک تو کر لیتا ہے مگر اس کی وجہ سے ان فوقانی مقامات کی بیرنگی کی دریافت نہیں کر سکتا۔

کلام

کہ رستم را کشد ہم رخش رستم

ترجمہ: رستم پہلوان کو رستم ہی کا گھوڑا اٹھا سکتا ہے۔

مرتبہ ولایات و حقیقتِ کعبہ میں امتیاز

☆ سالک کو اس سے قبل (یعنی مرتبہ ولایات میں) فناء بقا صرف صفات و شیونات کے مرتبہ ہی میں حاصل ہوئی تھی، اور اس کی مدرکہ میں قوت بھی اسی قدر پیدا ہوتی ہے۔ لہذا حضرت ذات کے مرتبے کا ادراک اس پر بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے جو ولایت کے کمالات اور مرتبہ سے حاصل ہوئے تھے اور مرتبہ نبوت کے کمالات اور قسم سے ہیں۔ یہ دونوں آپس میں کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے، اگرچہ صوری ہی مناسبت کیوں نہ ہو۔

☆ بعض اکابر کا یہ قول کہ مرتبہ ولایت مرتبہ نبوت کا ظل ہے لیکن یہ موقف مشائخ کے نزدیک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اور جو کچھ مشائخ نے دریافت کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ان دونوں میں باہم کوئی نسبت بھی محقق نہیں، ہاں البتہ مرتبہ کمالات و حقائق الٰہیہ ثلاثہ کے مابین ایک نوع کی نسبت ثابت ہے بلکہ بعض محققینِ فن نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ حقائقِ الٰہیہ کمالات کی بہ نسبت ایسی ہیں جسے دریا کی موجیں۔

☆ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ چونکہ کمالات میں ذاتی دائمی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے تو لامحالہ ہر فوقانی نسبت مرتبہ ذات سے کسی طرح باہر نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے لفظ امواج کا اطلاق یہاں پر بالکل صحیح ہے۔ اور اس بارے میں جو کچھ فہم و ادراک میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ حقائق کی نسبت میں وہ

اشیاء ظاہر ہوتی ہیں جو کمالات کی نسبت میں ظاہر نہیں۔

☆ مثلاً کعبہ معظمہ کی حقیقت میں عظمت و کبریائی اور تمام ممکنات کی مسجودیت اس طرز پر ظہور کرتی ہے کہ اس ادراک میں عقل بھی عاجز اور لنگ رہ جاتی ہے اور اس عالی مرتبہ کا حصول مرشد کی ان مقامات میں توجہ کرنے کے بغیر نہایت ہی دشوار ہے، الا ماشاءاللہ۔

حقیقتِ قرآن مجید

حقیقت قرآنی سے مراد حضرت ذات کی بیچونی و بے کیفی کی وسعت و فراخی کا ابتدائی مرحلہ ہے اور حضرت ذات کی وسعت اس مقام سے شروع ہوتی ہے، یعنی وہ حالات و کیفیات ظاہر ہوتے جو وسعت کے شبیہ ہیں۔ ورنہ لفظ وسعت کا اطلاق اس جگہ عبارت و الفاظ کے میدان کی تنگی کی وجہ سے ہے اور محبوب حقیقی کے غنچہ دہن کا کھلنا اسی مقام میں معلوم ہوتا ہے۔

☆ خوب سمجھ لو اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو، اور کلام اللہ کے بطون (مخفی راز) اسی مقام میں ظاہر ہوتے ہیں۔

☆ سالک قرآن کریم کا ایک ایک حرف دریائے بے کنار پاتا ہے۔ جو کعبہ مقصود تک موصل (پہنچانے والا) ہے۔

☆ ایک اور عجیب تر نکتہ یہ کہ باوجود ان تمام مختلف قصص و حکایات کے اور متبائن اوامر و نواہی کے قرات کے وقت اقسام اقسام کے اشیاء اور انواع انواع کے اسرار کھلتے ہیں۔

☆ خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے اسرار بالغہ معرض ظہور میں آتے ہیں۔

☆ تمام عوام کی تعلیم و تفہیم کی خاطر تو قصص و حکایات انبیاء علیہم السلام کے ذکر فرمائے گئے ہیں اور بنی آدم کے ارشاد و ہدایت کے واسطے احکام شریعت ارشاد کئے گئے۔

☆ قرآن کریم کے حرفوں کے باطن میں کیا کیا کیفیتیں اور کیسے کیسے معاملے موجود ہیں کہ حیرت پر حیرت بڑھتی ہے۔

☆ ہر ہر حرف میں ایک خاص شان کے ساتھ ظہور فرماتا ہے اور جانبازوں کے دل کا شکار کرتا ہے۔

دائرہ
حقیقت
قرآن

کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ترجمہ: نہ اس کے حسن کی کوئی غایت ہے، نہ سعدی کے سخن کی نہایت، استسقاوالا تو پیاسے کا پیاسا ہی مرجائے اور دریا ویسے کا ویسے ہی رہے۔

حقیقت قرآن کی یافت اور سالک کی کیفیات

۱۔ قرآن مجید کی قرات کے وقت قاری کی زبان شجرہ موسوی کا حکم پیدا کرتی ہے،

۲۔ قرآن مجید کی قرات کے وقت سارا قالب (بدن) زبان ہی زبان ہو جاتا ہے۔

۳۔ نسبت کی بلند اس جگہ تو اس درجہ کی ہے کہ کمالات کی نسبت باوجود اس اپنی تمام علو وسعت کے حقیقت کعبہ معظمہ باوجود اس عظمت و کبریائی کے حقیقت قرآن کے تحت میں مشہود ہوتی ہے۔

مراقبہ حقیقت قرآن

اس مقام میں بیچوں حضرت ذات کی وسعت کے مبداء کا مراقبہ کرتے ہیں اور ان مقامات کے فیض کا محل ورود سالک کی ہیئت وحدانی ہی ہے۔

حقیقت صلوٰۃ

دائرہ حقیقت صلوٰۃ میں بیچوں حضرت ذات کی کمال وسعت مشاہدہ میں آتی ہے۔ اس مقام کی وسعت اور بلندی کا کیا حال بیان کیا جائے مگر اس قدر تو ضرور جان لیں کہ حقیقت قرآن مجید اس کا ایک جزو ہے اور دوسرا جزو حقیقتِ کعبہ ہے۔ اس مقام کے واردات و کیفیات کی کیا وصف بیان کرے، بالفرض اگر کچھ بیان کرے بھی تو کون سمجھے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

ترجمہ:

''اس کے دامن ناز کے سنجاف تک ہماری خاکساری و نیازمندی کی رسائی کہاں، اس نے اپنی آنکھ کی پلک اتنی بلندی پر نہیں جھپکی کہ اس کے سرمہ کے گرد اگرد ہماری دعا ہی کی رسائی ہو جائے۔''

مراقبہ حقیقت صلوٰۃ

اس مقام میں حضرت ذات بیچوں کی کمال وسعت کا مراقبہ کرتے ہیں، جس جس سالک کو اس مقدس حقیقت سے کچھ بھی حظ حاصل کیا ہو تو وہ گویا:

۱۔ ادائے نماز کے وقت عالم دنیا سے نکل کر عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے اور رویت اُخروی کے مشابہ حالت حاصل کر لیتا ہے۔

۲۔ تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں جہاں سے ہاتھ اٹھا کر اور دونوں جہاں پس پشت ڈال کر اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا ہے حضرت سلطان ذی شان جل شانہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔

۳۔ سالک بارگاہ جل جلالہ کی عظمت و کبریائی کی ہیبت کے آگے اپنے آپ کو ذلیل وناچیز خیال کر کے محبوب حقیقی پر قربان ہوئے جاتا ہے اور قرات کے وقت موہوب وجود سے جو اس مرتبہ کے لائق ہے، موجود ہو کر حضرت حق سبحانہ کے ساتھ متکلم اور اس جناب سے مخاطب ہوتا ہے۔ اس کی زبان گویا موسوی شجرہ بن جاتی ہے۔ جیسا کہ پیچھے حقیقتِ قرآن میں اس کا ذکر ہوا۔

۴۔ جب رکوع کرتا ہے اور غایت درجہ کا خشوع بھی تو بالضرور زیادہ قرب کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے۔

۵۔ تسبیح کرنے کے وقت ایک اور خاص کیفیت سے مشرف ہوجاتا ہے۔ جو عابد و معبود کے رشتہ کو مزید مستحکم کرتی ہے۔

۶۔ پھر اب تو خواہ مخواہ حمد وثنا کرتا ہوا قومہ کرتا ہے اور دوبارہ حضرت کے حضور میں برابر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور قومہ کرنے میں یہ راز ہے کہ چونکہ اب ادائے سجود کا ارادہ کرتا ہے تو قیام سے سجدہ

کی طرف جانے میں رکوع سے سجود کی جانب جانے کی نسبت تذلّل اور انکسار زیادہ ہوتا ہے۔

۷۔ اور ادائے سجود کے وقت جو ایک خاص قرب حاصل ہوتا ہے، اس کا کیا بیان کیا جائے۔ اس کے ادراک میں تو عقل بھی عاجز وقاصر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ساری نماز کا خلاصہ سجود ہی سجود ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دو قدموں پر سجدہ کرتا ہے اور آیہ کریمہ ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ'' (اور سجدہ کر اور نزدیک ہو) اسی قرب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

سر در قدمش بروں ہر بار چہ خوش باشد
راز دل خود گفتن بایار چہ خوش باشد

ترجمہ: بار بار اس کے قدموں پر سر رکھنا کیا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ یار سے اپنے دل کا بھید کھولنا کیا ہی خوش آتا ہے۔

مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اُڑا دے
تیرے نام پہ مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

۸۔ اور چونکہ قرب سجود سے خیال ہوا تھا کہ عنقا (مطلوب حقیقی) دام میں آ پھنسا لہٰذا ''اللہ اکبر'' کہتا ہوا جلسہ میں بیٹھ جاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ میں اس کی کما حقہ عبادت کرسکوں اور ''کَمَا یَنْبَغِیْ'' اس کا قرب حاصل کرلوں، اور اُسی سابق جرم کی جلسہ میں معافی مانگتا ہے کہ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ

ترجمہ: اے اللہ مجھے معاف کردے اور مجھ پر رحم فرما۔

۹۔ پھر اور زیادہ قرب کرنے کے واسطے دوبارہ سجدہ کرتا ہے۔

۱۰۔ ازاں بعد تشہد میں بیٹھ کر اُس نعمت قرب کے احسان وانعام پر باری تعالیٰ کی جناب میں شکر و تحیات بجالاتا ہے۔

۱۱۔ اور کلمہ شہادت کی یہ وجہ ہے کہ یہ سارا قرب وغیرہ کا معاملہ توحید ورسالت کی تصدیق واقرار کے بغیر ناممکن ہے۔

۱۲۔ پھر درود شریف اس واسطے پڑھتا ہے کہ یہ تمام نعمتیں آنحضرت ﷺ ہی کی طفیل حاصل ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمی درود شریف اس وجہ سے اختیار کیا گیا ہے کہ ادائے نماز کے وقت محبوبِ حقیقی کے

ساتھ خلوت میسر آتی ہے، اور خاص ہم نشینی اور بالخصوصیت مصاحبت (منصب خلت) تو صرف حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا حصہ ہے۔ گویا درود شریف کی برکت کے باعث اسی ندیمی وہم نشینی کو طلب کرتا ہے۔

ادائے صلوٰۃ کے خصوصی آداب

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جب ادائے نماز میں اس کے سنن وآداب کما حقہ بجالائے جائیں تو البتہ اس وقت نماز کی حقیقت اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

مثال کے طور پر جان لیں کہ نماز کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

(i) نمازی قیام کے وقت اپنی نظر سجدہ گاہ کی طرف رکھے،
(ii) اور رکوع میں قدموں پر
(iii) اور سجود میں ناک کے نرمہ پر
(iv) اور قعود (بیٹھنے) میں دونوں گھٹنوں پر اور
(v) ایسے ہی تمام آداب کی بھی رعایت کرے۔

نوٹ: اور بعض لوگ جو حضور وجمعیت کے خیال سے قیام میں آنکھیں بند کر کے متوجہ ہوتے ہیں، ان چیزوں سے لطائف کا حضور تو البتہ پیدا ہوتا، مگر فوقانی نسبتوں کے حضور کے واسطے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس جگہ تو ہر قسم کا حضور قالب ہی کے واسطے ہے۔ اور قالب کا حضور اُن ہی کی آداب کی رعایت سے ہوگا جو سنت کے موافق ہوں۔

(vi) اور نماز میں آنکھ بند کرنا تو بدعت ہے، اگرچہ حضور کے خیال سے جائز رکھا گیا ہے۔

(vii) ایسے ہی قرآن مجید کی سماعت میں بھی اگر کسی خوش الحان سے سنا جائے تو ولایت کی نسبت ظہور کرتی ہے۔

(viii) اور اگر صحیح پڑھنے والے سے سنا جائے تو فوقانی حقائق کی نسبت ظہور کرے گی، کیونکہ خوش آوازی کے ساتھ دل کو پوری پوری مناسبت ہے، لہٰذا وہ مناسبت ظاہر ہوگی۔

(ix) اور جب الفاظ کی صحت اور مخارج سے حروف کی ادائیگی اور قرات کی ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے، گو خوش آوازی نہ ہو، تو خواہ مخواہ حقائق فوقانی جلوہ گر ہوں گی۔

دائرہ معبودیت صرفہ کا مقام

معارف حقیقت صلوٰۃ سے اوپر کی جانب ایک بہت بڑا بلند بیرنگ مقام ظاہر ہوتا ہے۔ یہ معبودیت صرفہ کا مقام ہے، قدم کی وہاں گنجائش نہیں ہے۔ مگر نظر جہاں تک پہنچے اُس کو تو گنجائش ہے۔

کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

ما تماشا کنان کو تہ دست
تو درخت بلند بالائی

ترجمہ: تُو تو بلند قامت درخت ہے، ہم تو صرف نظر باز دست نارس ہیں۔

دلبر مینوں مُکھ نہیں دسدا تے عشق پسند نہیں کردا
کھو پئی میری کیتی کرتی تے سکّہ ہویا زر دا

لا معبود الا اللہ کا فیض

اور کلمہ طیبہ " لا معبود الا للہ " کا راز اس مقام پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ درحقیقت ہر نوع کی عبادت کا استحقاق بجز حضرت احدیت مجردہ کے اور کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اگرچہ اسماء وصفات ہی کیوں نہ ہوں۔ ممکنات بچارے سارے کے سارے جو بھی ہوں، ان کی حقیقت ہی کیا ہے کہ اس امر کی لیاقت رکھیں، شرک اس جگہ میں ہرگز نہیں رہتا، بلکہ بیخ وبن سے اکھڑ جاتا ہے۔

نوٹ: حقائق الٰہیہ کی سیر یہیں تک تھی۔ اب انبیاء علیہم السلام کے حقائق کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

فصل ہفتم

حقیقت ابراہیمی، موسوی، محمدی اور احمدی کے معارف

اس میں حقائق انبیاء علیہم السلام یعنی حقیقت ابراہیمیؑ و حقیقت موسویؑ، حقیقت محمدیؐ اور حقیقت احمدیؐ کے معارف ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے حقائق الٰہیہ میں ترقی محض تفضل پر موقوف ہے، ویسے ہی حقائق انبیاء علیہم السلام میں ترقی محبت پر موقوف ہے۔

ا۔ حقیقت ابراہیمی

اس مقام میں حضرت ذات کے ساتھ ایک خاص اُنس اور باخصوصیت خلوت بھی پیدا ہوتی ہے اور حضرت ذات جلت وعظمت کی جانب سے بھی اس عالی مقام میں خاص کیفیت ملتی ہے جو دوسرے عالی مقامات میں اس خصوصیت و کیفیت کے ساتھ ظاہر نہیں ہوتی۔ پس اس عالی مقام کو دوسرے عالی مقامات پر ایک نوع کی فضیلت ثابت ہے۔ گو یہ فضیلت جزئی فضیلت ہی کی قسم ہے۔

دائرہ
خلت اغنی
حقیقت ابراہیمی

حقیقت ابراہیمی اور حقیقت محمدی واحمدی میں فرق

اس مقام کی خصوصیت اس لئے ہے کہ اس مقام میں صفاتی محبوبیت جلوہ گر ہوتی ہے اور

حقیقت محمدی واحمدی میں ذاتی۔

اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی متعالی ذات جیسے اپنے آپ کو دوست رکھتی ہے، ویسے ہی اپنی صفات کو بھی دوست رکھتی ہے۔ پہلی قسم کو حقیقت محمدی واحمدی کہا جاتا ہے اور دوسری قسم خلت کے نام سے موسوم ہو کر حقیقت ابراہیمی کہلاتی ہے۔ محبوبیت صفاتی جیسے خدوخال، قد و رخسار کی محبوبیت اور اسی وجہ سے اس مقام میں کامل بیرنگی نہیں، برخلاف ذاتی محبوبیت کے۔

حقیقت ابراہیمی کے معارف

(i) اس مقام میں سالک کو حضرت ذات کے ساتھ اس نوع کا انس پیدا ہوتا ہے کہ غیر کی طرف اگرچہ اسماء وصفات ہی کیوں نہ ہوں، رُخ نہیں کرتا۔ اور دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔
(گو مشائخ کبار قدس سرھم عزیز کے مزارات ہی کیوں نہ ہوں۔)

(ii) اور غیر سے استمداد واستعانت اُس کو خوش نہیں آتی، اگرچہ ارواح وملائکہ ہی ہوں۔

(iii) اور اس مقام میں درود ابراہیمی کا، جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، بار بار بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

۲۔ حقیقت موسوی

حقیقت موسوی کا منشاء خود اپنے آپ کو دوست رکھنا ہے اور اس مقام کی کیفیت بڑے زور کے ساتھ وارد ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبیت یعنی خدائے تعالیٰ کی اپنی ذات سے محبت ودوستی، جو حقیقت موسوی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

☆ بعض بزرگوں نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے محبوبیت ثابت کی ہے، اگر ان بزرگوں کی مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت حق سبحانہ کے محبوب ہیں تو یہ امر بالکل مسلم ہے۔ اس لئے کہ نبوت ورسالت اور اولوالعزم کا مرتبہ محبوبیت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام حضرت حق سبحانہ کے محبوب ہیں، اور ان کی راہ اجتباء کی راہ ہے، اور یہ امر ہمارے بزرگوں کی تعلیمات کے ہرگز منافی ومخالف نہیں۔ اور اگر ان اکابر کی مراد یہ ہے کہ حقیقت موسوی سے مراد محبوبیت ذاتیہ ہے تو یہ محلِ غور ہے۔ کیونکہ محبوبیت ذاتیہ جناب رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کے ساتھ خصوصی مناسبت رکھتی ہے۔

حقیقت موسوی کا وظیفہ

دائرہ
محبت
صرفہ

اس مقام میں باوجود ظہور محبت ذاتی کے استغناء و بے نیازی کی شان بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ ضدین کا اجتماع ہے۔ حضرت کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعض موقعوں پر بعض ایسے کلمات صادر ہوئے جو بظاہر گستاخانہ مفہوم ہوتے ہیں۔ ان کے صدور میں بھی یہ ہی راز مضمر معلوم ہوتا ہے۔

اس جگہ یہ درود شریف

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہ واصحابہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین خصوصا علی کلیمک موسی

بھی ترقی بخشتا ہے۔

۳۔ حقیقت محمدی (صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات)

دائرہ
محبوبیۃ ذاتیہ
ممتزجہ

حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام آپ ہی محب اور آپ ہی اپنے محبوب ہیں۔ اور نیز حقیقت محمدی کا منشاء بھی یہی ہے جہاں محبیت اور محبوبیت کا حسین امتزاج ہے۔

☆ اس دائرہ میں ان دو مرتبوں کا اجتماع کا بیان ایک خاص کیفیت رکھتا ہے، جو تحریر میں

پورے طور پر نہیں آسکتی۔

☆ اور فناء وبقا اس مقدس مرتبہ میں بھی حاصل ہوتی ہے

☆ سرور دین ودنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک نوع کا اتحاد بھی میسر آتا ہے

☆ اور سید عالم ﷺ کی طفیل ایک بہت بڑے خاص مرتبے میں جاتا ہے جہاں ایسے ایسے اسرار ورازظہور میں لائے جاتے ہیں جن کا اظہار روا نہیں۔

☆ رفع توسط کا معنی، جس کے اکابر اولیاء قائل ہیں، اس جگہ ظاہر ہوتا ہے اور یہ امر بھی مشہود ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک خاص قسم کا معاملہ پیش آتا ہے۔ کہ (دونوں سالک اور حضور علیہ السلام) ایک ہی معشوق کے ہمکنار وہم بستر ہیں، اور باایں ہمہ حبیب خدا ﷺ کے ساتھ ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور حضرت امام الطریقت مجدد رضی اللہ عنہ کے قول کا راز بھی اس مقام میں کھلتا ہے، جو آپ نے فرمایا ''کہ خدائے جل شانہ کو میں اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کا پروردگار ہے۔'' اور اس مقام میں حبیب خدا ﷺ کے ساتھ ہر امر جزئی وکلی، دینی و دنیوی میں مشابہت ومناسبت اچھی معلوم ہوتی ہے۔

حقیقتِ محمدیہ کی کیفیات

☆ آنحضرت ﷺ کی متابعت کے باعث سالک کی مجلس شریف حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کی مجلس مبارک کے مشابہ ہو جاتی ہے۔

☆ چنانچہ بعض صحابہ کرام (حضرت حنظلہ) رضی اللہ تعالیٰ عنھم فرماتے ہیں کہ جب میں مجلس مقدس نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہوں تو وہاں یہ معاملہ پیش آتا ہے کہ کَاَنَّا رَاْیُ الْعَیْنِ (گویا کہ ہم معیات کا مشاہدہ ومعائنہ کر رہے ہیں) اسی مقام کی حالت کا بیان ہے۔

۴۔ حقیقتِ احمدی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات

حقیقت احمدی میں اُس ذات کا مراقبہ ارشاد ہوتا ہے جو آپ ہی آپ محبوب ہے اور نیز حقیقت احمدی کا منشاء بھی ہے۔ اس مقام میں نسبت کی بلندی اور انوار کا غلبہ ظاہر ہوتا ہے اور اور اس مقام میں بعض خاص اسرار مکشوف ہوتے ہیں۔

دائرہ

محبوبیۃ ذاتیہ

صرفہ

نوٹ: حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی جگہ تحقیق فرمایا کہ حقیقت کعبہء معظمہ بعینہا حقیقت احمدی ہی ہے۔ آپ کے اس کلام کا معنی عظمت و کبریائی بھی محبوب کا خاصہ ہے اور محبوبیت اور مسجودیت بھی، دونوں کے دونوں آنحضرت کے شیونات ہی سے ہیں۔

مقام احمدی کے معارف

اس مقام میں ذاتی محبوبیت کا انکشاف ہوتا ہے اور خلت میں صفاتی محبوبیت کا۔ اور ذاتی محبوبیت سے یہ مراد ہے کہ اپنے محبوب کو اس کی صفات جمیلہ مثلاً خط وخال وغیرہ سے قطع نظر کرکے دوست رکھیں۔ صرف اُس کی ذات ہی ذات اُس کے تعشق کا موجب ہو۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

''معشوق وہ نہیں جو سیاہ زلف اور باریک کمر رکھتا ہو، بلکہ اُس زیبا صورت کا بندہ بن جو نازوادا والی ہو۔''

مقام احمدی کا وظیفہ

اس مقام میں یہ درود شریف ترقی کا موجب ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ صَلَوَاتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ کَذَالِکَ۔

☆ اس جگہ حب صرفہ ذاتیہ کا مراقبہ ارشاد کیا جاتا ہے۔

☆ اس مقام پر نسبت باطن کی بلندی وبیرنگی ظاہر ہوتی ہے۔

☆ یہ مرتبہ حضرت اطلاق ولاتعین سے بہت ہی قریب ہے۔

☆ اور یہ مقام بھی ہمارے پیغمبر ﷺ کے مقامات مخصوصہ میں سے ہے۔

☆ دوسرے انبیاء کرام کے حقائق اس مقام میں ثابت نہیں۔

نوٹ: اس لئے کہ صاحب طریقہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت لاتعین کو

پہلا تعین جو لاحق ہوا ہے، وہ تعین حب ہی ہے اور اُسی تعین اول ہی کو انہوں نے حقیقت محمدی قرار دیا ہے۔

۵۔ مرتبہ ٔ لَاتَعَیُّنْ

ان تمام مراتب کے بعد لاتعین و حضرتِ اطلاق کا مرتبہ ہے۔ اور یہ مقام بھی حضرت رسالت پناہ ﷺ کے مقامات مخصوصہ میں سے ہے۔ یہاں پر بھی قدمی سیر کا حصول نہیں ہے، البتہ نظری سیر تو واقع ہوتی ہے، مگر نظر کہاں تک کام کرے گی۔

کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

دامانِ نگہ تنگ و گل حُسن تو بسیار
گل چینِ بہار تو زدامانِ گلہ دارد

ترجمہ: نگاہ کا دامن تو بہت ہی تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول ڈھیروں کے ڈھیر، تیزی بہار کے پھول چننے والے دامن کی تنگی کے شاکی ہیں۔

دائرہ
لاتعین

دائرۂ لاتعین سلوک کا وہ مرتبہ ہے جو شیخ کامل طالب صادق کو اپنی توجہ کے ساتھ ممتاز فرماتا ہے۔ جس احسان کا شکریہ طالب اپنے آپ کا اُن قدموں کی خاک کے برابر کر کے اپنا نام و نشاں مٹا دے تو بھی ہزار میں سے ایک ذرہ شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔

گر برتن من زبان شود ہر موئے
یک شکر دے از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ: میرے بدن کا بال بال اگر زبان ہو جائے تو آپ کے ہزار شکر میں سے ایک بھی ادا نہیں کر سکوں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہیں ایک جاں سو جہاں فدا
سو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

(اعلیٰ حضرتؒ)

فصل ہشتم

چند سیر وسلوک سے جدا مقامات

بعض مقامات سلوک کی راہ سے علیحدہ بھی واقع ہوئے ہیں۔

۱۔ دائرہ سیف قاطع ۲۔ دائرہ قیومیت ۳۔ دائرہ حقیقت صوم

۱۔ دائرہ سیف قاطع
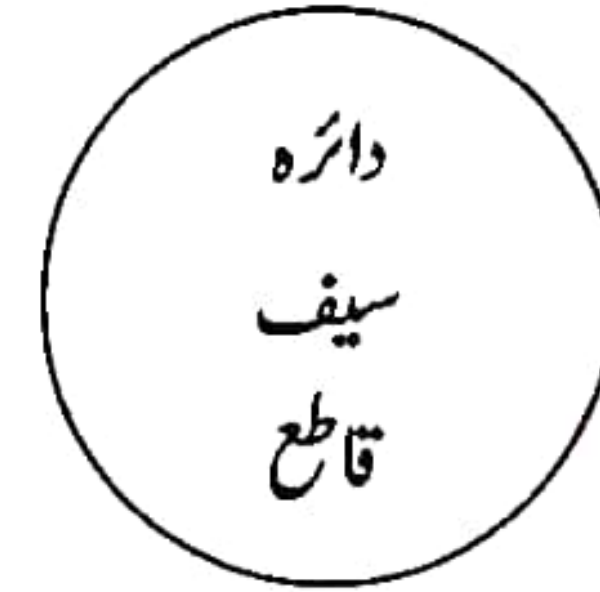
اس دائرے کا نام سیف قاطع اس لئے ہے کہ سالک جب اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو شمشیر براں کی طرح یہ دائرہ سالک کی ہستی کو نیست ونابود کردیتا ہے اور سالک کا نام ونشان تک نہیں چھوڑتا۔ اسی واسطے اس دائرہ کا نام سیف قاطع رکھا گیا ہے۔

نوٹ: سیفِ قاطع کا دائرہ ولایت کبریٰ کے دائرے کے سامنے واقع ہوتا ہے۔

۲۔ دائرہ قیومیت

دائرہ قیومیت دائرہ کمالات الوالعزم سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر چہ یہ دائرہ بھی اثناء راہ سلوک میں واقع ہوتا ہے، لیکن اس میں توجہ دینا مشائخ کا معمول نہیں ہے۔ اس کا راز یہ ہوسکتا ہے کہ قیومیتِ انبیاء الوالعزم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب ہے۔ اور اس امت مرحومہ میں اس منصب عظیم الشان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم صاحبؒ) اور حضرت ایشاں کے بعض فرزندوں اور خلفاء رضی اللہ عنہم کو سرفراز فرمایا ہے۔

دائرہ قیومیت کا فیض

اگر سالک کا طلبِ شوق اس کے فیض کا متلاشی ہو تو اس کے اسرار منکشف ہوں گے کہ زبان سے ان کا بیان نہیں ہوسکتا۔ اور نیز اس دائرہ میں ایک خاص فیض کے ساتھ مشرف کیا جاتا ہے جو لائقِ بیان نہیں ہے۔

فیض روح القدس گر دے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

۳۔ دائرہ حقیقت صوم

حقیقت صوم کا دائرہ حقیقت قرآنی کے مقابل واقع ہوتا ہے۔ اس مقام میں ایک قسم کی خاص عدمیت ونیستی اور باختصاص صمدیت و بے نیازی ظہور کرتی ہے۔ جو محض بیان سے باہر ہے۔

دائرہ
حقیقت
صوم

فصل نہم

مراقبات

''مراقبہ'' مبدأ فیض سے فیض کا انتظار کرنے اور اپنے ''مورد'' پر فیض کے وارد ہونے کا خیال رکھنے کو کہتے ہیں۔ جو فیض حق سبحانہٗ کی طرف سے سالک کے لطائف میں سے کسی لطیفہ پر وارد ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کو اس کا مورد کہتے ہیں۔ اسی لئے مشائخِ کرام نے مراقبات میں سے ہر مقام کے مناسب ایک مراقبہ فرمادیا ہے۔

مراقبۂ احدیت

نیت

میں متوجہ ہوں اس ذاتِ پاک کو جو کہ تمام صفاتِ کاملہ کی جامع ہے اور تمام نقصانات سے پاک ہے اور جو کہ اسم مبارک اللہ کا مسمّی ہے اس ذات پاک سے فیض آتا ہے میرے لطیفہ قلب پر۔

طریقہ و تفصیل

مراقبۂ احدیت اس ذاتِ عالیہ کے مراقبہ کا نام ہے جو تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع اور ہر ایک صفتِ نقصان و عیب سے منزہ و پاک اور اسمِ مبارک ''اللہ'' کا مسمّی و مصداق ہے۔ مراقبۂ احدیت میں بیٹھتے وقت سورۃ اخلاص مع بسم اللہ شریف پڑھے اور اس کے معنی ذہن نشین رکھے۔ اس مراقبہ میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ اس ذاتِ پاک کا فیض لطیفہ قلب پر وارد ہو رہا ہے۔ مراقبہ بغیر ذکر اور بغیر رابطۂ شیخ کرتے ہیں۔ مقصد اس کا حضوری ہے اور حضوری یہ کہ دل کے تکلف کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جائے۔ جب قلب کو حضور، توجہ الی اللہ اور جمعیت حاصل ہو جائے اور

چار گھنٹہ تک کوئی خطرہ نہ آئے تو دائرہ اوّل دائرہ یعنی امکان کی سیر تمام ہو جانے کی علامت ہے۔

مراقبۂ معیت

نیت

میں متوجہ اور منتظر ہوں اس ذاتِ پاک کو جو ہمراہ میرے ہے اور میرے ہر لطیفہ کے ساتھ ہے اور میرے ہر ایک عنصر کے ساتھ ہے اور میرے ہر ایک ذرۂ جسم کے ساتھ ہے اور ہر ایک ذرۂ ممکنات کے ساتھ ہے اور اسی ذاتِ پاک سے فیض آتا ہے میرے لطیفۂ قلب پر۔

طریقہ و تفصیل

یہ مراقبہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تجلیاتِ افعالیہ اور اسمائے صفات کے ظلال کی سیر کا نام ہے اور اس کا مفہوم وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ہے۔ لطائف خمسہ میں سے جب کوئی لطیفہ ولایتِ صغریٰ کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے تو اپنے اصل اور اپنی حقیقت میں فانی اور نیست و نابود ہو کر اپنی حقیقت کے ساتھ بقا حاصل کر لیتا ہے۔ لطیفۂ قلب کی فنا تجلی میں ہوتی ہے اور اس لطیفہ کی ولایت کو ولایتِ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السّلام کی ولایت کہتے ہیں۔ لطیفۂ روح کی فنا حق سبحانہٗ کی صفاتِ ثبوتیہ میں ہوتی ہے اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت ابراہیم و حضرت نوح علیہما السّلام کی ولایت قرار دیتے ہیں۔ لطیفۂ سر کی فنا شیونات ذاتیہ میں ہوتی ہے اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ولایت قرار دیتے ہیں۔ لطیفۂ خفی کی فنا اللہ تعالیٰ کی صفاتِ سلبیہ میں ہوتی ہے اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ولایت کہتے ہیں۔ لطیفۂ اخفیٰ کی فنا شانِ الٰہی کے اس درجہ و مرتبہ میں ہے جو ان تمام مراتب پر مشتمل ہے اور سب کی جامع ہے کیونکہ یہ ولایتِ محمدی ﷺ ہے۔ سالک اس مقام میں داخل ہو کر اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متخلق ہو جاتا ہے۔ اس مراقبہ کے حالات توحیدِ وجودی کا انکشاف، ذوق و شوق، آہ و نالہ و استغراق، بے خودی (حالتِ سکر)، دوامِ حضور اور ماسواء اللہ کا نسیان ہیں جو قلب کی فنا کی علامات ہیں۔ اس دائرہ کی سیر کے تمام ہونے کی علامت یہ ہے کہ جل شانہٗ کی بے چونی معیت کا بے چون ادراک ہوتا ہے جو جہاتِ ستہ پر محیط ہوتا ہے اور اس میں مضمحل ہو جاتا ہے۔ ولایتِ صغریٰ ولایتِ اولیاء ہے۔

مراقبہ دائرہ اقربیت

نیت

میں منتظر ہوں اس ذاتِ پاک کو جو بہت نزدیک ہے میری طرف، میری رگِ جان سے۔ اسی ذاتِ پاک سے فیض آتا ہے میرے لطیفۂ نفس و لطائف خمسہ عالمِ امر پر۔

طریقہ و تفصیل

یہ مراقبہ لطیفۂ نفس وانا کی سیر و فنا و بقا کا نام ہے جیسا کہ آیتِ کریمہ درج ذیل مفہوم کی غماز ہے، ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ''۔ اس میں ولایتِ کُبریٰ کی سیر واقع ہوتی ہے جو کہ ولایتِ انبیاء علیہم السّلام ہے۔ دائرہ اقربیت تین دائروں اور ایک قوس کو متضمن ہے۔

مراقبہ دائرہ کمالاتِ نبوت

نیت

میں منتظر ہوں اس ذاتِ بحت کو جو منشاء دائرہ کمالاتِ نبوت ہے۔ اس ذاتِ پاک سے فیض آتا ہے میرے لطیفۂ عنصرِ خاک پر۔

طریقہ و تفصیل

ولایتِ علیا کے دائرے میں سیر تمام ہونے کے بعد دائرہ کمالاتِ نبوت میں سیر واقع ہوتی ہے۔ یہ عنصرِ خاک کی فنا و بقا کا دائرہ ہے۔ اس مرتبۂ عالیہ میں عارف باللہ کو ذات کا مشاہدہ بغیر حجاب اسماء وصفات ہوتا ہے۔ اس مقامِ عالی میں ایک نقطہ جمیع مقاماتِ ولایت سے بہتر ہے اور عارف کو حضورِ بے جہت حاصل ہوتا ہے۔ نگرانی، طلب، شوق اور بے تابی زائل ہو جاتی ہے اور اس پر حق الیقین ثابت ہو جاتا ہے، دستِ حال مقامِ معرفت اور ادراک علامتِ نارسائی ہے۔ اس جگہ وصول ہے حصول نہیں۔ اس مرتبۂ عالی میں اطمینانِ حقیقی، اتباعِ حقیقی، یاس و حرمان، بے کیفی اور کمالِ نسبت باطن میسر ہوتے ہیں۔ اس مقامِ عالیہ کے معارف و حقائق شرائع ہیں۔ اس لئے یہ مقامِ خاص مقامِ انبیاء ہے اور تابعین کو بلحاظِ تبعیت و وراثت حاصل ہوتا ہے۔ اس دائرہ کی سیر کے تمام ہونے کی علامت بے کیفی اور یاس و حرمان ہے۔

مراقبہ دائرہ کمالاتِ رسالت

نیت

میں منتظر ہوں اس ذاتِ بحت کو جو منشاء کمالاتِ رسالت ہے۔ اس ذاتِ بحت سے فیض آتا ہے میری ہیئتِ وحدانی پر۔

طریقہ و تفصیل

دائرہ کمالاتِ نبوت کے بعد سالک کی سیر اللہ جل شانہٗ کے کمال فضل اور عنایت سے دائرہ کمالاتِ رسالت میں واقع ہوتی ہے۔ اس مقامِ عالی میں تمام بدن (لطائف عشرہ) کو عروج، نزول اور انجذاب نصیب ہوتا ہے اور انوار بکثرت وارد ہوتے ہیں۔

مراقبہ دائرہ حقیقتِ کعبہ

نیت

میں منتظر ہوں اس ذاتِ بحت کو جو مسجودِ تمام ممکنات اور حقیقتِ کعبہ ہے۔ اس ذاتِ بحت سے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آتا ہے۔

طریقہ و تفصیل

اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی مشہور ہوتی ہے اور سالک کے بدن پر ہیبت غلبہ کرتی ہے۔ جب سالک کو اس مقامِ عالی میں فنا و بقا حاصل ہوتی ہے اس وقت سالک اپنے آپ کو اس شان سے متصف پاتا ہے اور ممکنات کی توجہ اپنی طرف جانتا ہے۔

مراقبہ دائرہ حقیقتِ قرآن

نیت

میں منتظر ہوں اس مبداُ وسعتِ بے چون حضرتِ ذات کو جو منشاءِ حقیقتِ قرآن ہے۔ اس ذاتِ پاک سے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آتا ہے۔

طریقہ و تفصیل

اس مقامِ اعلیٰ میں کلامِ مجید کے ہر حرف سے ایک دریا دریافت ہوتا ہے اور قرآن پاک کی

قرأت کے وقت قاری کی زبان شجرِ موسوی کا حکم ظاہر کرتی ہے اور قرأتِ قرآن کے لئے تمام بدن زبان بن جاتا ہے۔ قرآنِ مجید کے انوار کے کشف کی علامت عارف کے باطن پر ثقل کا وارد ہوتا ہے، گویا آیت شریفہ میں ''اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۔'' اسی معرفت کی طرف اشارہ ہے۔

مراقبہ دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ

نیت

میں منتظر ہوں کمالِ وسعتِ بے چون حضرتِ ذات کو جو منشاء حقیقت صلوٰۃ ہے۔ اس ذاتِ کمال، وسعتِ بے چون سے فیض آتا ہے میری ہیئتِ وحدانی پر۔

طریقہ و تفصیل

یہ بہت عالی مرتبہ مقدسہ ہے۔ اس وسعتِ علو مقام کی ایک جز حقیقتِ کعبۂ ربانی ہے اور دوسری جز حقیقتِ قرآن ہے۔ سالک اس حقیقتِ مقدسہ سے ادائے صلوٰۃ میں بہرہ یاب ہوتا ہے اور اس دارِ فانی سے باہر ہو کر دارِ اُخروی میں داخل ہوتا ہے۔ نورِ مجسم ﷺ کا فرمانِ مبارک اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ کی طرف اشارہ ہے۔ طائفہ، سالکین جو اپنے اضطرابِ باطنی کی تسکین نغمہ و سرود سے کرتے ہیں، اس کی وجہ حقیقتِ صلوٰۃ سے بے خبری ہے۔ اگر سرِ حقیقتِ صلوٰۃ اُن پر منکشف ہوتا تو ہرگز سماع و نغمہ کی طرف رجوع نہ کرتے۔

مراقبہ فیض

سالک آنکھیں بند کر کے اپنے شیخ کے لطائف کا تصور کرتے ہوئے اپنے تمام لطائف کو اپنے شیخ کے لطائف کے قریب خیال کرے۔ اور یوں خیال کرے کہ جیسے برسات میں پرنالے سے پانی نیچے گرتا ہے، اس طرح حضرت کے لطائف سے فیض و نور میرے لطائف میں گر رہا ہے۔ اس فیض اور نور کو جذب کرے۔

مشائخ کبار کی سالکین طریقت کو پانچ نصائح

سالک کو لازم ہے کہ:

۱۔ اپنی باطنی نسبت کو ہمیشہ محفوظ رکھے،

۲۔ حضور و توجہ میں مشغول رہے،

۳۔ جملہ اوقات و حالات میں یادداشت کو نہ چھوڑے،

۴۔ تمام اعمال میں حضرت حبیب رب العالمین کے سنن کی متابعت کرے، اور

۵۔ اپنے تمام اوقات کو نوافل و عبادت کے ساتھ گزارنا اور کمال تعدیل ارکان کے ساتھ ادائے نماز کرنا۔ اور دوسرے اوراد و اذکار و تلاوت کلام مجید و درود و استغفار و تفویض امور بحضرت کردگار سبحانہ سے معمور رکھے۔

مقصدِ سلوک

خواجگان نقشبندیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سیر و سلوک کا ماحصل یہ بیان فرمایا ہے کہ:

(i) اخلاق کی آراستگی ہو۔

(ii) جنابِ الٰہی میں ہمیشہ متوجہ رہنا ہے، تاکہ شکستگی و نیاز مندی اور اخلاص ہر وقت موجود رہے۔

(iii) اس کا ظاہر حبیب خدا ﷺ کی سنتوں کا پابند اور باطن ماسوائے حق سے روگرداں اور جنابِ کبریائی سبحانہ کی طرف متوجہ رہے۔

قرب نے بالا و پستی رفتن ست
قرب حق از قید ہستی رستن ست

ترجمہ: اوپر نیچے جانا قرب حق نہیں ہے، قرب حق تو قیدِ ہستی سے چھوٹنا ہے۔ واقعات و حوادث زمانہ کو تقدیر الٰہی یا اللہ تعالیٰ کے افعال سے خیال کر کے توکل اور رضا و تسلیم کے ماتحت رہنا چاہئے۔

چودھواں باب

کشف و کرامات

☆ کشف القبور ☆ کشف الصدور ☆ کشف حقیقت اشیاء

احکام شریعت اور کشف

صوفیاء کے درمیان اس بات پر اتفاق ہے کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے جاننے کا واحد ذریعہ قرآن و سنت ہے یا پھر مجتہدین اور اجماع۔ اعمال کے درجات (فرض، واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح) جاننے کے بھی یہی ذرائع ہیں، کشف یا الہام کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے۔ کشف کے ذریعے نہ کسی چیز کی حلت ثابت کی جا سکتی ہے اور نہ اعمال کی درجہ بندی۔ شیخ مجدد نے لکھا ہے

> "باید دانست که معتبر در اثبات احکام شرعیه کتاب و سنت است و قیاس مجتهدان و اجماع امت نیز مثبت احکام است بعد از این چهار ادله شرعیه هیچ دلیلی مثبت احکام شرعیه نمی تواند شد الهام مثبت حل و حرمت نبود و کشف ارباب باطن اثبات فرض و سنت نه نماید ارباب ولایت خاصه با عامه مومنان در تقلید مجتهدان برابر اند، کشوف و الهامات ایشان را مزیت نمی بخشد و از ربقه تقلید نمی برآرد ذوالنون، جنید و شبلی با زید، عمر و بکر و خالد که از عوام مومنان اند در تقلید مجتهدان در احکام اجتهادیه مساوی اند"

''ثابت ہوا کہ احکام شرعیہ صرف قرآن وسنت، اجتہاد واجماع سے ہی ثابت کئے جاسکتے ہیں۔ان چار ادلہ شرعیہ کے علاوہ کسی بھی چیز سے احکام ثابت نہیں کئے جاسکتے۔اولیاء بھی عام مسلمانوں کی طرح اِتباع شریعت کے معاملے میں برابر ہیں۔ان کے کشف والہام کی وجہ سے ان کو کوئی فضیلت نہیں اور نہ وہ فقہا کی تقلید ہی سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ذوالنون اور جنید، شبلی اور بایزید اتباع شریعت کے معاملے میں عام مسلمانوں زید وعمر، بکر اور خالد کے برابر ہیں۔ان کو بھی اجتہادی مسائل میں مجتہدین کی آراء کا اتباع کرنا لازم ہے۔''

ابن عربی نے بھی یہی بات لکھی ہے:

''لان الملک لا ینزل بوحی علی قلب غیر نبی اصلاً ولا بامر الهی جملة واحدة، فان الشریعة قد استقرت و تبین الفرض والواجب والمندوب والمباح والمکروه فانقطع الامر الا لهی بانقطاع النبوة والرسالة، فما بقی احد من خلق الله یامره الله بامر یکون شرعا یتعبده به فانه ان امره بفرض کان الشارع قد امره به فالامر للشارع وذالک وهم منه واما ان تراء ی له الملک او ترات له الرقیقة رجلا ممثلاً او صورة حیوان یخاطبه بما جاء به الیه فان کان ولیا فیعرضه علی الکتاب والسنة فان وافق راه خطاب حق و تشریف لاغیر لا زیادة حکم ولا احداث حکم لکن قد یکون بیان حکم او اعلام بما هو الامر علیه فیرجع ما کان مظنونا معلوما عنده وان لم یوافق الکتاب والسنة راه خطاب حق و ابتلاء لا بد من ذالک فعلم ان تلک الرقیقه لیست برقیقة ملک ولا بمجلی الهی ولکن هی رقیقة شیطانیة.''

''اس لئے کہ فرشتہ وحی لے کر نبی کے علاوہ کسی پر نازل نہیں ہوتا اور نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم منکشف کرتا ہے۔شریعت محکم کردی گئی ہے، اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی شریعت نازل نہیں ہوگی اس لئے کہ نبوّت اور رسالت کا سلسلہ

منقطع ہوگیا۔اب کوئی ایسی نئی شریعت نازل نہیں ہوگی جس پر انسان خود عمل کرے اور اس کی تبلیغ واشاعت بھی کرے۔اگر کوئی ولی کسی ایسے فرض کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے جس کو شارع نے مشروع کیا تھا تو مشروعیت شارع کی طرف سے ہوئی (نہ کہ ولی کی طرف سے) اور اسے (ولی کو) صرف وہم ہوا ہے۔اگر اس کو فرشتہ نظر آئے یا انسانی شکل میں یا کسی حیوان کی شکل میں کوئی رقیقہ نظر آئے اور اسے پیغام دے تو اس پیغام کا جائزہ قرآن وسنت کی روشنی میں لینا چاہیے۔اگر اس کے مطابق ہو تو اسے حقیقت کا الہام اور ایک اعزاز سمجھنا چاہیے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوسکتا، البتہ بسا اوقات کسی حکم کا بیان یا کسی امر واقعہ کا اظہار ہوسکتا ہے تو اس سے علم، یقین میں بدل جاتا ہے۔لیکن اگر وہ قرآن وسنت کے موافق نہ ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ آزمائش ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔اس طرح یہ واضح ہوگیا کہ یہ کوئی ملکوتی ظہور نہیں اور نہ یہ الٰہی تجلّی ہے بلکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔''

تاہم شیخ ابن عربی کشف کو بھی ایک مقام دیتے ہیں۔لکھتے ہیں:

''او تعریف بصدق حکم مشروع ثابت انه من عندالله لهذا النبی الذی ارسل الی من ارسل الیه اوتعریف بفساد حکم قد ثبت بالنقل صحته عند علماء الرسوم فیطلع صاحب هذا المقام علی صحة ماصح من ذلک و فسادما فسد مع وجود النقل بالطرق الضعیفة او صحة مافسد عند ارباب النقل او فساد ماصح عندهم.''

''کشف کے ذریعے یہ جانا جاسکتا ہے کہ کوئی مخصوص حکم جسے حکم شرعی کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا ہو، وہ خدا کی طرف سے نبی کے ذریعہ اس کی امت کے لئے دیا جانا درست ہے یا نہیں۔یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کوئی حکم جس کو علمائے حدیث نے معتبر قرار دیا ہے، وہ درحقیقت معتبر ہے یا نہیں۔ولی کشف کے ذریعے کسی حکم کے معتبر ہونے یا غیر معتبر ہونے کو جان سکتا ہے، خواہ وہ بات

ضعیف روایت ہی سے مروی کیوں نہ ہو۔"

میں نہیں سمجھتا کہ شیخ مجددؒ یا محققین میں سے کوئی اور کشف کو یہ مقام دے کہ وہ احکامِ شرعیہ کی بنیادوں کے بارے میں اس طرح کا کوئی فیصلہ کرے کہ کون سی حدیث ضعیف ہے اور کون سی قوی۔ اس کا فیصلہ کشف سے نہیں کیا جا سکتا، خاص طور پر جبکہ اس کا فیصلہ علمائے حدیث کے مؤقف کے خلاف ہو۔ دراصل کسی مسئلے کو سمجھنے کے لئے اس مسئلے کے اُصول اور اس کے نفاذ کے درمیان فرق کرنا چاہیے۔ کشف کے ذریعے اُصولی طور پر احکام معلوم نہیں ہو سکتے، البتہ مخصوص حالات میں ان کے نفاذ کی حکمتِ عملی محسوس ہو سکتی ہے، مثلاً حارث المحاسبی (۱۶۵ھ/۷۸۱ء-۲۴۳ھ/۸۵۱ء) کے بارے میں مشہور ہے کہ جب انھیں کھانے پر مدعو کیا جاتا اور وہ کھانا حلال و طیب نہ ہوتا تو ان کی انگشت شہادت پھڑکنے لگتی تھی، چنانچہ وہ اس کھانے سے ہاتھ اٹھا لیتے۔ یہ وہ صورت ہے جس میں کشف اس معاملے میں معاون بنتا ہے کہ ایک حکم کا اطلاق کسی پر ہوتا ہے یا نہیں۔ گویا کشف کے ذریعے یہ معلوم کرنے میں تو مدد ملتی ہے کہ کوئی مخصوص چیز کیسی ہے، جائز یا ناجائز، لیکن اس سے کسی حکم کا اثبات نہیں ہو سکتا اور نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کون سی چیزیں حلال ہیں اور کون سی حرام۔ کشف کے ذریعے کسی اُمرِ واقعہ کا علم ہو سکتا ہے لیکن کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔

اس طرح کسی مبہم مسئلے میں، جس میں شرعی دلائل دونوں طرف یکساں ہوں، کشف کے ذریعے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کون سی صورت اقرب الی الصواب ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان **استفت قلبک** (اپنے دل سے پوچھ) ایسے ہی موقع کے لئے ہے۔ لیکن یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ صاحبِ کشف کا کشف صرف اسی کے لئے دلیل بن سکتا ہے دوسروں کے لئے نہیں۔ اس کے برخلاف اجتہاد دوسروں کے لئے بھی اسی طرح حجت ہوتا ہے جس طرح خود مجتہد کے لئے۔

کرامتیں، جنھیں بالعموم ولایت کی پہچان بلکہ ولی کی عظمت کا معیار تصور کیا جاتا ہے، دراصل ان کی وہ حیثیت نہیں ہے۔ شیخ مجددؒ لکھتے ہیں:

"ظہور خوارق نہ از ارکان ولایت است و نہ از شرائط آن، بخلاف معجزہ مر نبی را علیہ الصلوٰۃ والسّلام کہ از شرائط مقام

نبوت است."

"کرامتیں نہ تو ولایت کا جز ہوتی ہیں اور نہ اس کی شرط، البتہ نبوت کے لئے معجزات لازمی ہیں۔"

شیخ مجددؒ آگے لکھتے ہیں:

"اما کثرت ظہور خوارق بر افضلیت دلالت ندارد و تفاضل آنجا باعتبار درجات قرب الٰہی است جل سلطانہ، تواند بود کہ از ولی اقرب ظہور خوارق اقل باشد و از ابعد اکثر، خوارقے کہ از بعضے اولیاء ایں امت بظہور آمدہ از اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عشر عشیر آں بظہور نیامدہ، بآنکہ افضل اولیاء بمرتبہ ادنی صحابی نرسد، جنید کہ سید ایں طائفہ است معلوم نیست کہ از او دہ خوارق نقل کردہ باشند."

"کسی ولی کا مقام و مرتبہ کرامتوں کی تعداد سے متعین نہیں کیا جا سکتا، بلکہ ولی کا درجہ اس پر منحصر ہے کہ وہ خدا سے کتنا قریب ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک ولی خدا تعالیٰ کا زیادہ مقرب نہ ہو اور اس کی کرامتیں اس ولی سے زیادہ ہوں جو خدا تعالیٰ کا مقرب ہو۔ سب سے بڑا ولی بھی سب سے کمتر صحابی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، حالانکہ بہت سے اولیاء سے اتنی کرامتیں صادر ہوئی ہیں کہ صحابہ کرام سے ان کا عشر عشیر بھی صادر نہیں ہوئیں۔ شیخ جنید صوفیاء کے سردار ہیں ان سے بھی دس کرامتیں نقل نہیں ہیں۔"

بعض کرامتیں جیسے مخفی باتوں کو آشکار کرنا، قسمت کا حال بتانا، مستقبل کی پیشگوئی کرنا وغیرہ ان کے لئے اس بات کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کہ کرامت دکھانے والا ولی ہو، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ مسلمان ہو۔ بہت سے جوگی، جادوگر اور مداری بھی ایسی خرقِ عادت چیز دکھا دیتے ہیں۔

بعض اوقات صوفی کا مقام ان معارف و افکار کی بنیاد پر متعین کیا جاتا ہے جن کا صوفی کو کشف ہوتا ہے یا جنھیں وہ تشکیل دیتا ہے۔ شیخ مجددؒ نے ان معارف کی تین قسمیں کی ہیں؛ ایک وہ

جو قرآن وسنت میں بیان کردہ حقائق یا علماء کلام کے ہاتھوں ان سے مستنبط نظریات کے مؤید ہوں، یا ان کی تشریح کرتے ہوں۔ شیخ مجددؒ کہتے ہیں کہ مکشوفہ نظریات کے قابلِ قبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلامی نظریات سے متصادم نہ ہوں۔ اس اُصول کے بیان میں شیخ نے کوئی قید نہیں لگائی ہے۔ لیکن ان کے عمل پر نظر ڈالنے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ کے نزدیک کشف اسی وقت قابلِ قبول ہوگا جب وہ اہل سنت کے متفق علیہ نظریات و افکار کے مطابق ہو۔ خواہ تفصیلات میں کسی حد تک مختلف ہی کیوں نہ ہو۔ مثال کے لئے وجود کے مسئلہ کو لیجیے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے باقی چیزیں موجود نہیں ہیں۔ جبکہ علماء کہتے ہیں کہ اشیاء کا بھی وجود ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی وجود ہے۔ شیخ مجدد علماء کے مؤقف میں پہلے جز سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ صوفیاء کے ہم خیال ہیں۔ اس لئے کہ ان کے خیال میں جس بات کا ثبات مقصود ہے وہ خدا تعالیٰ کی تنزیہہ و ماورائیت ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ حقیقی وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسی اُصول پر اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ اور ماورائیت کی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔ ان کے فلسفے کا یہی امتیازی نکتہ ہے اور اسی نکتے پر ابن عربی سے ان کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

کشف کے معارف کی دوسری قسم وہ ہے جو نہ تو قرآن وسنت کی تردید کرتے ہیں اور نہ تائید۔ اس ضمن میں جن، فرشتے، زمین وآسمان اور کائنات وغیرہ سے متعلق وہ تمام معارف آتے ہیں جن کا تذکرہ قرآن وسنت میں نہیں ہے۔ شیخ مجددؒ کہتے ہیں کہ یہ معارف غلط بھی ہو سکتے ہیں اور صحیح بھی۔ انھوں نے ان اسباب کی بھی وضاحت کی ہے جن کی بنیاد پر کشف میں غلطی ہو سکتی ہے۔ مثلاً بعض اوقات شیطان صوفی کے دل میں غلط خیال ڈال دیتا ہے۔ کوئی بھی ولی القائے شیطانی سے محفوظ نہیں ہوتا۔ انبیاء کو بھی یہ صورتِ حال پیش آ سکتی ہے، لیکن ان کو فوراً تنبیہ کر دی جاتی ہے اور ان کی غلطی کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ ولی کے معاملے میں اصلاح کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ولی کے مشاہدے میں غلطی کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ایک درست کشف کے ساتھ کسی وجہ سے ایک ایسے غلط خیال کو جوڑ دے جو اس نے دوسرے ذرائع سے حاصل کیا ہو۔ تیسری وجہ خود صوفی کا تخیل ہو سکتا ہے، اسے مشاہدے میں صرف وہی چیزیں نظر آئیں جو اس کے خیال اور وہم کی پیداوار ہوں۔ چوتھی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ولی کشف کو پورے طور پر سمجھ نہ پائے۔

مثال کے طور پر ایک ولی مستقبل میں ہونے والے ایک واقعے کو دیکھتا ہے، لیکن جن اسباب کے تحت وہ واقعہ ظہور پذیر ہوگا ان کو نہیں دیکھ پاتا۔ اس بنیاد پر کشف کے بیان میں غلطی ہو سکتی ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جو کچھ صوفی نے دیکھا وہ تو درست دیکھا لیکن وہ اس کی درست تاویل نہ کر سکا۔ ان مختلف وجوہ کی بنا پر کشف اور مشاہدے میں غلطی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کشف والہام کی قطعیت اور اس کے یقینی ہونے پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا، چاہے وہ قرآن وسنت سے متصادم نہ بھی ہو۔

کشفی معارف کی تیسری قسم وہ ہے جو قرآن وسنت سے متصادم ہوں۔ شیخ مجددؒ اس قسم میں توحید فعلی، توحید صفاتی اور توحید وجودی کو رکھتے ہیں۔ چونکہ توحید فعلی اور توحید صفاتی دونوں توحید وجودی کے اجزا ہیں اس لئے ان پر ہم اگلے باب میں گفتگو کریں گے۔ صوفیاء کے وہ شطحات جو اتحاد وعینیت کے نتیجے میں ان سے صادر ہوتے ہیں، جیسے انا الحق یا سبحانی بشرطیکہ ان کو ان کے حقیقی مفہوم میں لیا جائے، اس زمرے میں شامل ہوں۔ کیونکہ اس صورت میں وہ شریعت کے خلاف ہوں گے۔ لیکن اگر ان کو بعض کیفیات کا ترجمان سمجھا جائے، جیسا کہ وہ واقعتاً ہیں تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ان سے صرف یہ پتا چلتا ہے کہ صوفی اب کس منزل میں ہے اور اسے کتنا اور آگے جانا ہے۔ لیکن اگر اس سلوک کو آخری منزل سمجھ لیا جائے یا صوفی یہ عقیدہ کر لے کہ وہ خدا کے ساتھ ضم ہو گیا ہے، تو یہ غلط ہوگا۔ وہ صوفیاء جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس سے آگے کی منزل تک پہنچایا، انھوں نے محسوس کیا کہ ان کے سابقہ خیالات ونظریات غلط تھے۔ بہت سے صوفیاء کے بارے میں یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ جمع اتحاد کے مرحلے سے آگے بڑھ گئے تھے اور انھیں اپنے خالص عبد ہونے کا احساس ہو گیا تھا۔ تاہم بہت سے صوفیاء ایسے ہیں جنھیں توقع ہے کہ اپنی عبدیت کا احساس ہو گیا ہوگا، لیکن ان کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

ایسے افکار ونظریات جو شرعی اُصولوں کے خلاف ہیں اور صوفیاء نے محض کشف کی روشنی میں ان کو حاصل کیا ہے، وہ بھی اس ضمن میں آتے ہیں۔ ان کا سبب صوفیاء کی غلط فہمی بھی ہو سکتا ہے اور شیطانی وسوسہ یا مذکورہ بالا اسباب میں سے کوئی اور سبب بھی ہو سکتا ہے۔ اس زمرے میں کچھ اور نظریات بھی آتے ہیں مثلاً خیر وکمال کے بارے میں صوفیاء کے وہ تصورات جو شریعت کے مطابق نہیں ہیں، اسی طرح یہ نظریہ کہ ولایت نبوت سے افضل ہے، یا یہ کہ نبی کی ولایت اس کی

نبوت سے بہتر ہے، یا یہ کہ انسانی زندگی کا مقصد خدا سے اتحاد ہے، یا یہ کہ خدا تعالیٰ میں استغراق رجوع الی الناس سے افضل ہے، یا یہ کہ حالت سکر حالت صحو سے افضل ہے، وغیرہ۔

پندرھواں باب

ختماتِ خواجگان (علیہم الرحمہ والرضوان)

مفہوم

حضرت سید محمد حقی نازلیؒ نے اپنی تصنیف ''خزینۃ الاسرار'' میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ ختم حضرت سیدنا امام جعفر صادقؓ سے حضرت شاہِ نقشبندیہ بخاریؒ تک منقول ہے اور مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا آج تک معمول ہے۔ مشائخ کا اتفاق ہے کہ یہ ختم مبارک قضائے حاجات، حصولِ مرادات وصولِ قربات، ظہورِ تجلیات کے لیے اکسیر اور دافعِ بلا، قہرِ اعداء اور حصولِ شفاء کے لیے نسخہ کیمیا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر اسمِ ذات ونفی اثبات کے بعد یہ ختم رکنِ اعظم سمجھا جاتا ہے۔ اس ختم کی برکت سے خواجگانِ نقشبندیہ کی ارواحِ مقدسہ خصوصی توجہات فرماتی ہیں اور ان کے توسل سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ سالارِ طریقت حضرت شاہِ نقشبند بخاریؒ نے فرمایا:

''تَوَسُّلْ بَمَابُکُنْ حَاجَتْ رَوَابَہ بِیں''

ترجمہ: یعنی ہمارے توسل سے دعائیں مانگو حاجتیں پوری ہوں گی۔

اس ختم کے بارے میں مشائخ کے معمولات قدرے مختلف ہیں۔

☆ روزانہ بعد از نماز عصر یا مغرب پڑھنا چاہیے۔
☆ یہ ختم جملہ حاجاتِ دینی ودنیاوی کے لیے اکسیر ہے۔
☆ ختم کے لیے پیر، جمعرات اور جمعہ کے ایام بہتر ہیں۔
☆ متوسلین کے لیے کم از کم ہفتہ میں ایک بار یہ ختم پڑھنا ضروری ہے۔
☆ ختم کیلئے خلوت ویکسوئی ضروری ہے تاکہ نسبت رابطہ قائم رہے مزید طہارتِ جگہ بھی ہو

☆ مجلسِ ختم میں بدعقیدہ افراد وامارد (بے ریش لڑکوں) ناجنس (جو داخلِ طریقت نہ ہوں) اور حقہ سگریٹ پینے والوں کو شامل نہ کیا جائے۔

مشائخِ کرام کا معمول تھا کہ جب وہ مجلسِ وعظ واجتماع مریدین سے فارغ ہوتے تو مذکورہ بالا اذکار واوراد پڑھ کر مجلس ختم کرتے اور مریدین کو دعا کے ساتھ واپس جانے کی اجازت دیتے۔ لہٰذا ترکیب الفاظ بر تقدیر حذف مضاف یوں ہے۔ ختم مجلسِ خواجگان یا مشائخ (علیہم الرضوان) چونکہ دعا پر مجلس کو ختم کرتے تھے اس لیے ان کی ہر محفل و مجلس کو ختم کے نام سے پکارا جانے لگا۔

ختمِ خواجگانِ نقشبندیہ کبیر

استغفار تین بار (3)

درود شریف خضری صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَسَلَّمْ سو بار (100)

سورۃ فاتحہ (مع بسم اللہ) سات بار (7)

سورۃ الم نشرح (مع بسم اللہ) اناسی بار (79)

سورۃ اخلاص (مع بسم اللہ) ایک ہزار ایک بار (1001)

سورۃ فاتحہ (مع بسم اللہ) سات بار (7)

درودِ خضری سو بار (100)

اَللّٰھُمَّ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ (100)

اے میرے اللہ! اے حاجتیں پوری کرنے والے

یَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ (100)

اے تمام مہمات میں مدد کرنے والے!

یَاحَلَّالَ الْمُشْکِلَاتِ (100) — یَادَافِعَ الْبَلِیَّاتِ (100)

اے تمام مشکلات کو حل کرنے والے — اے تمام بلاؤں کو دور کرنے والے

یَارَافِعَ الدَّرَجَاتِ (100) — یَامُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ (100)

اے درجات کو بلند کرنے والے — اے دعاؤں کو قبول کرنے والے

یَامُنَزِّلَ الْبَرَکَاتِ (100) — یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ (100)

اے برکتیں نازل فرمانے والے — اے اسباب پیدا کرنے والے

یَامُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ (100) — یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ (100)

اے رحمتوں کے دروازے کھولنے والے — اے بیماریوں سے شفاء دینے والے

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ (100)

اے زندہ اور قائم پیکر رحمت کے صدقے میں تجھ سے رحمت مانگتا ہوں

یَادَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ (100) — یَامُفَرِّحَ الْمَحْزُوْنِیْنَ (100)

اے پریشان حالوں کو پختہ راہ دینے والے — اے غم زدوں کو خوشبو دینے والے

یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ (100)

اے التجائیں کرنے والوں کی دررسی کرنے والے

یَآاَمَانَ الْخَائِفِیْنَ (100)

اے خوف زدہ کو امن سلامتی دینے والے

یَاخَیْرَ النَّاصِرِیْنَ (100) — یَاخَیْرَ الرَّازِقِیْنَ (100)

اے سب سے بہتر مدد کرنے والے — اے سب سے بہتر رزق دینے والے

یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (100) — اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ (100)

اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے — اے قبول کرنے والے (قبول فرما)

ختم شریف کے اختتام پر درج ذیل طریقے سے ایصالِ ثواب کریں۔

یہ ختم سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں بطورِ ہدیہ پیش کریں اور ساتھ ہی آپ ﷺ کے اصحابؓ واہلِ بیت اور اولیائے امت خصوصاً درج ذیل خواجگان کی ارواحِ مقدسہ کو ایصالِ ثواب کریں۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادقؒ — حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ — حضرت خواجہ ابومنصور ماتریدیؒ

حضرت خواجہ احمد یسویؒ — حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ — حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ

حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ　　حضرت خواجہ بابا سماسیؒ

حضرت خواجہ سید امیر کلالؒ　　حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ

ختمِ خواجگانِ نقشبندیہ (صغیر)

(مع ذکر نفی اثبات تہلیلی ،لسانی بلحاظِ معنی)

اوّل وآخر درود شریف خضری　　سو،سو بار

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ　　پانچ سو بار

ہر سو کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ　　ایک بار

ختمِ شاہِ نقشبندؒ

(منسوب بہ حضرت خواجہ شاہِ نقشبند بخاریؒ)

اوّل وآخر درود شریف خضری　　سو،سو بار

يَاخَفِيَّ اللُّطْفِ اَدْرِكْنِيْ بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ　　پانچ سو بار

ترجمہ: اے خفیہ طریقے سے لطف وکرم کرنے والے خدا مجھ پر بھی خفیہ طریقے سے کرم کر دے۔

ختمِ باقی

(منسوب بہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ)

اوّل وآخر درود شریف خضری　　سو،سو بار

يَابَاقِيْ اَنْتَ الْبَاقِيْ　　پانچ سو بار

ہر سو کے بعد كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى
وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ط ایک بار

ترجمہ: اے اللہ تو باقی ہے اور باقی رہنے والا۔ ہر شے فنا ہو جانے والی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی تیرے رب کی ذات ہے جو بزرگی والا اور عظمتوں والا ہے۔

ختمِ مجددیہ

(منسوب بہ قیوم اول حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ)

اوّل وآخر درود شریف خضری　　سو،سو بار

وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ　　پانچ سو بار

ہر سو کے بعد الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ　　ایک بار

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی ہمت (نیکی کرنے کی) اور نہ کوئی طاقت (گناہ سے بچنے کی) سوائے اللہ کے جو بلند عظمت والا ہے۔

بمطابق حدیثِ پاک ﷺ یہ کلمہ مذکور ننانوے باطنی روحانی امراض کے لیے شفا ہے۔ جن میں ادنیٰ مرض ہم وغم ہے۔

ختمِ معصومیہ

(منسوب بہ عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ معصوم سرہندیؒ)

اوّل وآخر درود شریف خضری　　سو،سو بار

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ　　پانچ سو بار

ہر سو کے بعد فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ط وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ　ایک بار

ترجمہ: نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔ تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظلم کرنے والوں سے ہوں۔ پس قبول کر لیا ہم نے اس کو اور نجات دے دی ہم نے اس کو غم سے اور اسی طرح ہم نجات دیتے رہیں گے ایمان والوں کو۔

یہ ختم حلِ مشکلات اور دفعِ بلیات کے لیے بے حد مفید ہے۔

ختمِ نوریہ

(منسوب بہ حضرت خواجہ نور محمد چوراہیؒ)

اوّل وآخر درود شریف خضری　　سو،سو بار

يَانُوْرُ　　پانچ سو بار

ہرسو کے بعد اَللّٰھُمَّ یَانُوْرُ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ نُوْر ''عَلٰی نُوْر ایک بار

ترجمہ: اے میرے اللہ، اے نورِ حقیقی، روشن کر دے میرا دل اپنی معرفت کے نور کے ساتھ اور نور پر نور بھیج۔

ختمِ ہادی

(منسوب بہ حضرت خواجہ ہادی نامدار تھیالویؒ)

اوّل وآخر درود شریف خضری سو، سو بار

یَاھَادِیْ اَنْتَ الْھَادِیْ پانچ سو بار

ہرسو کے بعد لَیْسَ الْھَادِیْ اِلَّاھُوْ ایک بار

ترجمہ: اے ہدایت دینے والے خدا تو ہی ہدایت دینے والا ہے۔

ختمِ بسم اللہ

(منسوب بہ شمس الہند حضرت خواجہ سید چمن شاہ نوریؒ)

اوّل وآخر درود شریف خضری سو، سو بار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ایک ہزار بار

ہرسو کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ''

فِی الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَآءِ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ایک بار

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے نام سے شروع جس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ساتھ اس کے نام کے کسی چیز کا زمین میں اور نہ آسمان میں اور وہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔

ختمِ سعیدیہ

(منسوب بہ حضرت خواجہ محمد سعید احمد مجددیؒ)

اوّل وآخر درود شریف خضری سو، سو بار

یَا حَیُّ پانچ سو بار

ہرسو کے بعد یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَةِ مُلْکِہٖ وَبَقَآئِہٖ یَا حَیُّ ایک بار

ترجمہ: اے ہر آن زندہ وقائم تیری کل کائنات میں کوئی ذات ہمیشہ اور باقی رہنے والی نہیں ہے سوائے تیرے، اے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ وقائم خدا۔

ختمِ عظیمیہ

(منسوب بہ حضرتؒ خواجہ محمد عظیم فاروقی)

اوّل وآخر درود شریف خضری سو، سو بار

یَا عَظِیْمُ پانچ سو بار

ہرسو کے بعد اَللّٰھُمَّ یَا عَظِیْمُ ذَالثَّنَآءِ الْفَاخِرِ

وَالْعِزِّ وَالْمَجْدِ وَالْکِبْرِیَآءِ فَلَا یَذِلُّ عِزُّہٗ یَاعَظِیْمُ ایک بار

ترجمہ: اے میرے اللہ کریم اے سب سے زیادہ عظمت والے صاحب حمد وثناء صاحب فخر وعزت اور بزرگ اور صاحب کبریاء پس تیری عزت وعظمت کو کبھی بھی کوئی زوال ونقصان نہیں ہے۔ اے عظمت والے خدا۔

ختمِ غوثیہ

(منسوب بہ حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانیؒ)

اوّل وآخر درود شریف خضری سو، سو بار

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پانچ سو بار

ہرسو کے بعد نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ایک بار

ترجمہ: کافی ہے مجھے اللہ تعالیٰ اور وہ بہتر مدد کرنے والا ہے وہ اچھا مالک ہے اور بہتر مددگار ہے۔

ختمِ استغفار

(برائے جمیع اولیاء امت)

اوّل وآخر درود شریف خضری سو، سو بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ایک ہزار بار

ہر سو کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِىْ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ایک بار

ترجمہ: مَیں معافی طلب کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو بہت بڑا ہے۔ وہ ذات نہیں کہ کوئی معبود سوائے اس کے، وہ زندہ ہے، قائم ہے اور مَیں رجوع کرتا ہوں اس کی طرف۔

دعائے ایصالِ ثواب

ختماتِ خواجگان پڑھنے کے بعد عربی زبان میں ایصالِ ثواب کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دعا کریں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ثَوَابَ مَا قَرَاْنَاهُ وَبَرَكَةَ مَا تَلَوْنَاهُ وَرَحْمَةَ مَا صَلَّيْنَاهُ عَلٰى حَبِيْبِكَ وَنَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا هَلَّلْنَاهُ هَدِيَّةً بَالِغَةً وَّرَحْمَةً مِّنْكَ نَازِلَةً نَقَدِّمُهَا وَنُهْدِيْهَا اِلٰى حَضْرَةِ النَّبِيِّ الْاَكْرَمِ وَالرَّسُوْلِ الْاَعْظَمِ وَالْحَبِيْبِ الْاَفْخَمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِلٰى اَرْوَاحِ اٰبَآئِهٖ وَاِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاِلٰى مَلَائِكَةِ اللّٰهِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالْكَرُوْبِيْنَ وَاِلٰى اَرْوَاحِ سَادَاتِنَا اَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاِلٰى بَقِيَّةِ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ بِالْجَنَّةِ وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَاِلٰى اَرْوَاحِ سَيِّدَيْنَا الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَاُمِّهِمَا سَيِّدَتِنَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ وَسَيِّدَتِنَا خَدِيْجَةِ الْكُبْرٰى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَسَيِّدَيْنَا حَمْزَةَ وَالْعَبَّاسِ وَاِلٰى اَرْوَاحِ سَيِّدَيْنَا الْخَضِرِ وَالْاِلْيَاسِ وَسَيِّدَيْنَا سَلْمَانَ الْفَارِسِىِّ وَعَبْدِاللّٰهِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ رَبُّ النَّاسِ وَاِلٰى اَرْوَاحِ اَئِمَّةِ اَهْلِ الْبَيْتِ اَجْمَعِيْنَ وَاِلٰى اَرْوَاحِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَمُقَلِّدِيْهِمْ فِى الدِّيْنِ وَاِلٰى اَرْوَاحِ الْعُلَمَاءِ الْعَامِلِيْنَ وَالْاَوْلِيَآءِ

الْكَامِلِيْنَ وَالْقُرَّاءِ وَاَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ وَالْمُفَسِّرِيْنَ وَسَادَاتِنَا الصُّوْفِيَّةِ الْمُحَقِّقِيْنَ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ خُصُوْصًا اِلٰى اَرْوَاحِ سَيِّدِنَا الْاِمَامِ جَعْفَرِنِ الصَّادِقِ وَحَضْرَتِنَا اَبِىْ يَزِيْدِ نِ الْبُسْطَامِىِّ وَحَضْرَتِنَا اَبِى الْقَاسِمِ الْجُنَيْدِ نِ الْبَغْدَادِىْ وَحَضْرَتِنَا شَيْخْ عَبْدُالْقَادِرِ الْجِيْلَانِىْ وَحَضْرَتِنَا خَوَاجَه مُعِيْنُ الدِّيْنِ الْاَجْمِيْرِىْ وَحَضْرَتِنَا بِهَاءِ الدِّيْنِ نَقْشْبَنْدِ الْبُخَارِىْ وَحَضْرَتِنَا شَيْخْ اَحْمَدْ اَلْفَارُوْقِیِ الْمُجَدِّدِ لِلْاَلْفِ ثَانِىْ قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمْ وَاِلٰى اَرْوَاحِ كُلِّ وَلِيٍّ وَّوَلِيَّةِ اللّٰهِ مِنْ مَّشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا بَرِّهَا وَبَحْرِهَا اَيْنَمَا كَانُوْ وَكَانَ الْكَائِنُ فِىْ عِلْمِكَ وَحَلَّتْ اَرْوَاحُهُمْ يَا رَبُّ الْعَالَمِيْنَ وَاِلٰى اَرْوَاحِ سَادَاتِنَا اَهْلِ بَدْرٍ وَّاُحُدٍ وَكَرْبَلَاءِ وَّاَهْلِ الْمُعَلّٰى وَالشُّبَيْكَةِ وَالْبَقِيْعِ وَاِلٰى اَرْوَاحِ مَشَائِخِنَا وَاَشْرَافِنَا الْجَمِيْعِ وَسَائِرِ اَمْوَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَفِىْ صَحَائِفِ مَنْ لَا زَائِرَلَهٗ وَلَا ذَاكِرَلَهٗ عُمَّ الْجَمِيْعَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَالِوَالِدَىَّ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَآفَّةً عَآمَّةً يَا مُجِيْبَ الدَّعْوَاتِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ وَجُوْدِهٖ وَنَوَالِهٖ وَفَضْلِهٖ وَكَمَالِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

☆☆☆ ☆☆☆

سولہواں باب

لطائف اور اُن کی تکمیل

لطیفہ کا مفہوم

شیخِ مکرّم ابوالبیان حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددیؒ نے ''البینات شرح مکتوبات'' میں دفترِ اوّل، مکتوب نمبر ا، صفحہ ۱۲۶ پر اُن دس جگہوں پر گفتگو فرمائی ہے جن کو اصطلاحِ طریقت میں لطائفِ عشرہ کہتے ہیں۔ ان دس لطائف میں پانچ عالمِ امر اور پانچ عالمِ خلق کے لطائف ہیں، جن کا تعلق انسان کے جسم اور روح کے ساتھ ہے۔ ''لطائف عشرہ'' پر بات کی جاتی ہے تو ذہنوں میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ یہ لطیفہ کیا ہے؟

انسان کے جسم میں ایک نہایت لطیف محلِ نور ہے، جس کو ''نفسِ ناطقہ'' بھی کہتے ہیں۔

وَهِيَ الْجَوْهَرُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْمَادَّةِ. (کتاب التعریفات)

ترجمہ: اور وہ ایسا جوہر مجرد ہے جو مادّہ سے خالی ہے۔

لطیفہ کے بارے میں حضرتؒ نے فرمایا کہ لطیفہ کے لفظی معنی انسان کے جسم میں ''محلِ نور'' کے ہیں، یعنی نور والی جگہ۔

ان لطائف کا اصل مقام عرش سے اوپر ہے، لیکن انسان کے جسم کے ساتھ ان کا ایک لطیف تعلق قائم ہے۔ لطائف کی تطہیر سے سالکین کو عالمِ امر (عرش سے اوپر) میں روحانی سیر و سُر در حاصل ہوتا ہے۔

نور کا اصل دیس عرش سے اوپر ہے، جس کو عالمِ امر کہا جاتا ہے، لیکن جب انسان کے وجود کا تعلق کثرتِ ذکر کے ذریعے عرش سے اوپر کی کائنات کے ساتھ قائم ہوتا ہے تو یہ مقامات حرکت میں آتے ہیں اور اِن مقامات میں ہلچل سی محسوس ہوتی ہے۔ وہ مقامات جہاں پر اللہ کی رحمت کا ہر

وقت نزول ہوتا ہے، اُن کو 'لطائف' کہتے ہیں۔

سیل فون کی مثال

ایک جدید مثال سمجھیں، امریکہ میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے، وہ اپنے فون سے ایک نمبر ملاتا۔Dial کرتا ہے جو ہمارے موبائل فون کا نمبر ہے۔ ہمارا رابطہ ہو جاتا ہے اور بات ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اب ہمارا موبائل امریکہ سے آنے والی آواز کا ''محلِ کلام'' ہے۔ موبائل ہزاروں لوگوں کی جیبوں میں، تھیلوں میں اور ہاتھوں میں ہیں، لیکن گھنٹی (Ring) اس خاص نمبر پر جا کر ہوگی جس کا نمبر ملایا، Dial کیا گیا ہے۔

لطیفۂ قلب

پھر سمجھیں، انسان کے جسم میں آنکھیں بھی ہیں، منہ بھی ہے، کان بھی ہیں، ناک بھی ہے، بیشمار جگہیں ہیں۔ ان سب کی اپنی اپنی افادیت ہے، ان کا اپنا اپنا استعمال ہے۔ لیکن جب عالمِ امر سے کوئی پیغام، کوئی فیض، کوئی نور، کوئی رحمت بندۂ مومن کی طرف رجوع کرتی ہے، تو جس جگہ پر وہ رحمت نازل ہوتی ہے اُس جگہ کو ''لطیفہ'' کہتے ہیں، جو کہ قلب سے متصل ہے۔ یعنی وہ فیض کان، ناک، پیٹ وغیرہ پر نازل نہیں ہوتا، بلکہ لطیفۂ قلب پر نازل ہوتا ہے۔

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی تصدیق کرتی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

> ''جب مجھ پر قرآن نازل ہوتا ہے تو بسا اوقات مجھے گھنٹی بجنے کی آواز آتی یا زور سے شاں شاں کی آواز یا آندھی چلنے کی آواز یا مکھیوں کے بھنبھنانے کے جیسی آواز آتی تھی۔ اور اچانک مجھ پر ایسا گہرا اثر ہوتا کہ میری پیشانی پر پسینے چھوٹ جاتے۔''

آپ ﷺ پر اس قدر شدید دباؤ ہوتا کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نزولِ وحی کے ایک موقع پر آپ ﷺ کا گھٹنا میری ران کے ساتھ لگا ہوا تھا، یعنی حضور نبی کریم ﷺ کا گھٹنا آپ سے مَس کر رہا تھا۔ اسی عالم میں نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ''میری ران پر اس قدر بوجھ پڑا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آج میری ران کی مضبوط ہڈی ٹوٹ جائے گی۔''

اب وہ گھنٹیوں کی آواز کیا صحابہ کو بھی سنائی دیتی تھی؟ نہیں۔ وہ آندھی چلنے کی آواز، مکھیوں

کے بھنبھنانے جیسی آواز صحابہ کرامؓ کو سنائی نہیں دیتی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی کیفیت دیکھ کر وہ محسوس کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے قلبِ انور پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ یہ عمل شروع ہوتے ہی آپ ﷺ ہر کام ملتوی کر کے ہمہ تن گوش آنکھیں بند کر کے یا کھول کر پوری طرح متوجہ ہو جاتے۔ گویا کہ فیض آنا شروع ہو جاتا تھا۔ اللہ کا پیغام (Message) منتقل (Convert) ہونا شروع ہو جاتا تھا۔

انٹرنیٹ اور قلب

اس کی مثال کمپیوٹر کی دنیا میں انٹرنیٹ کی ٹیکنالوجی ہے۔ انٹرنیٹ کی دنیا میں ایک جگہ سے پیغام دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے دو کمپیوٹرز استعمال میں آتے ہیں، دو سکرینیں حرکت میں آتی ہیں۔ ایک پیغام وصول کرنے والا (Receiver) ہوتا ہے، جبکہ دوسرا پیغام بھیجنے والا (Sender) ہوتا ہے۔ جب تک ان دونوں کا آپس میں پیغام لینے (Receiving) اور پیغام دینے (Returning) کا سسٹم بحال نہ ہو اُس وقت تک پیغام منتقل نہیں ہوتا۔

پیغام وصول کرنے (Receiving) کے عمل کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دل کا کمپیوٹر ON کیا جائے، اور عرش سے اوپر لطیفۂ قلب کے مقام سے جو فیض آ رہا ہے اُس کو لینے کے لئے پوری طرح سے متوجہ ہوا جائے۔ اپنے شیخ کا بتایا ہوا ذکر خوب کیا جائے۔ جونہی دونوں مقامات کا رابطہ ایک دوسرے سے جُڑ جائے گا تو دل کی سکرین پر ایسی ایسی تصویریں، تحریریں اور علوم و معارف نظر آئیں گے کہ انسان حیران رہ جائے گا کہ بغیر تاروں کے، بغیر کسی ظاہری رابطے (Connection) کے، دل میں یہ چیزیں کہاں سے آ گئیں؟

انسان کے اندر جو پانچ مقامات (لطائف عالمِ امر) ہیں (ان مقامات کی تفصیل اگلے باب میں آئے گی) ان کو بھی کچھ دیر کے لئے کمپیوٹر سمجھ لیں، اور اس جسم کو پروگرام (Software) سمجھ لیں، جس کا اصل مرکز (Software) عرش سے اوپر ہے۔ اور جب کسی کا رابطہ اس اصل مرکز (Software) سے ہو جاتا ہے تو فوراً عرش پر لطیفۂ قلب کے مقام سے فیض آنا شروع ہو جاتا ہے اور جسم میں قلب والی جگہ پر ہلچل ہوتی ہے۔ اگر روح کے مقام سے فیض آ رہا ہے تو روح والی جگہ پر ہلچل ہوتی ہے۔ اسی طرح سے سر، خفی اور اخفیٰ کی مثال ہے۔ یہ پانچ مقامات ایسے ہیں جن کا اصل وطن عرش سے اوپر ہے۔

جس طرح دنیا کے کمپیوٹروں کا تعلق ہانگ کانگ، سنگاپور یا سیٹلائٹ کے ساتھ ہے، اُن کا

آگے مرکز (Main Server) امریکہ میں ہے، بالکل اِسی طرح عالمِ امر کے لطائف کا اصل وطن عرش سے اوپر ہے۔

صوفی کے لطائف کو جاری کرنے کے لئے یا اُن کے اندر استعداد اور طاقت بھرنے کے لئے، اُن کو بحال (Upgrade) کرنے کے لئے ''ذکر'' کروایا جاتا ہے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کسی کا کمپیوٹر P-IV ہے، اُس کا فیض (Data) محفوظ کرنے کی طاقت (Data Receiving Capacity) محدود ہے۔ اگر فیض (Data) بہت زیادہ ہے تو اُس کے اندر ہارڈ ڈسک اور ریم (RAM) زیادہ طاقت والی اور زیادہ بڑی ہونی چاہئے اور اِس کے ساتھ کمپیوٹر کی وصول کرنے (Receiving) کی طاقت زیادہ ہونی چاہئے، تاکہ زیادہ فیض (Data) وصول کر سکے۔

جس قدر اِن لطائف میں ذکر کروایا جائے گا، توجہات دی جائیں گی، اِن کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا جائے گا، ذکر کی تاثیر سے اِن کی طاقت کو بحال (Upgrade) کیا جائے گا، اتنی جلدی یہ لطائف فیض لینے (Receiving) اور فیض دینے (Returning) کے سارے عمل کو بآسانی سرانجام دے سکیں گے۔

فیض کا مرکز عرش سے اوپر

ابتدائی طور پر صوفی کو یہ کہا جاتا ہے کہ اپنے قلب کو میلا نہ کرو، ناف سے لفظ ''اللہ'' کو کھینچو اور ''ھُو'' کی ضرب اپنے دل (قلب) پر مارو۔ پھر ''روح'' پہ مارو، پھر ''سر'' پر مارو، پھر ''خفی'' پہ، پھر ''اخفیٰ'' پہ اور پھر بیک وقت پانچوں جگہوں (لطائف) پر۔ جب یہ لطائف روشن اور منور ہو جاتے ہیں، تو صوفی کو کہا جاتا ہے کہ لطیفۂ نفس سے لفظ ''اللہ'' کو کھینچو اور ''ھُو'' کی ضرب اپنے جسم میں لطیفۂ قلب پر نہیں، بلکہ عرش سے اوپر جو اُس کا اصل مقام ہے، وہاں مارو۔ پھر یہ ''ھُو'' کی ضرب ''روح'' کے اصل مقام پر، پھر ''سر'' کے اور پھر ''خفی'' اور آخر میں ''اخفیٰ'' کے اصل مقام پر ضرب مارو اور وہاں سے فیض جذب کرو۔

بعض اوقات فیض (Data) خود آتا ہے، جبکہ کسی وقت خود اِس فیض کو حاصل کرنے کے لئے پتہ (E-Mail Address) دے کر یا اِس کو وہ مخصوص الفاظ (Password) دے کر فیض لیا جاتا ہے جو شیخِ برحق بیعت کی صورت میں دیتا ہے۔ کسی کو نقشبندی مجددی، کسی کو چشتی، کسی کو

قادری اور کسی کو سہروردی سلسلہ کی رسائی (Access) ملتی ہے اور خفیہ پتہ (Password) ملتا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں Paknet, Brain.net وغیرہ انٹرنیٹ کی رسائی (Access) دینے والی کمپنیاں موجود ہیں، جن کا تعلق بڑے کمپیوٹر کے ساتھ ہے، اسی طرح ان روحانی نسبتوں کا تعلق بھی مدینہ شریف کے ساتھ اور پھر وہاں سے لامکاں کے حقیقی کمپیوٹر کے ساتھ ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سائیں توکل شاہ انبالویؒ فرماتے ہیں:

پیر نگر کو جا کر نبی نگر کو جا
نبی نگر میں بیٹھ کر یار کا درشن پا

وائرس اور اینٹی وائرس

جب صوفی اپنے قلب پر توجہ دیتا ہے اور ''ھُو'' کی ضرب مارتا ہے تو وہاں سے فیض آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس فیض کے عمل کو جاری رکھنے کے لئے ''ھُو'' کی ضربیں اپنے لطائف پر مارتے جائیں، تاکہ دنیا کی محبت کے وائرس، بشریت کے اثراتِ بد کے وائرس اور اخلاقِ رذیلہ کے وائرس کے مقابلے میں ذکر کی حلاوت کے اینٹی وائرس (Anti-Virus) فوراً اُس کے اوپر پہنچیں اور لطائف کی ساری صلاحیتیں اُجاگر ہو جائیں۔ اور وہ پورے کا پورا فیض جذب کیا جا سکے جو مومن کی متاعِ حیات ہے، جسے فیض، سکینہ، رحمت، کرم اور سکون کہتے ہیں۔ جس قدر جذبہ مضبوط اور مستحکم ہوگا اُسی قدر تیزی سے وہ آگے مخلوق کی بھلائی کا سبب اور ذریعہ بنے گا۔

بشریت اور نورانیت کا ملاپ

یہ لطائف انسان کے وجود کے اندر پانچ محلِ نور ہیں، جن کا تعلق عالمِ بالا کی کائنات کے ساتھ ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ذکر کرنے سے پہلے صوفی کی وہ جگہیں (لطائف) عالمِ بالا کی سیر کریں گی۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کا شعور بھی اُس کے ساتھ سفر کرے گا۔ اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انسان پر اِس قدر ذکر کا اثر غالب آئے گا کہ بندے کی بشریت بھی مکمل طور پر اِس فیض کے سانچے میں ڈھل جائے گی۔ اسی کو خشیتِ الٰہی کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ. (بخاری)

ترجمہ: تُو اللہ کی یوں عبادت کر گویا تُو اُسے دیکھ رہا ہے۔

قربِ الٰہی کی حالت

اللہ دیکھنے، سننے، بولنے سے پاک ہے۔انسان کی آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں، کان سن نہیں سکتے، ناک سُونگھ نہیں سکتا، ہاتھ اس کو پکڑ نہیں سکتے۔ ہوتا یہ ہے کہ جس قدر انسان کے وہ مقاماتِ لطیف بیدار ہوجاتے ہیں تو اُسی قدر اللہ سے رابطہ گہرا ہوجاتا ہے کہ انسان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوتا ہے ہروقت اللہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اُس کے یہ مقامات اِس قدر توانائی وتاثیر پا لیتے ہیں کہ جب یہ اپنے اصل دیس کی طرف جاتے ہیں تو قلب کے ساتھ روح بھی چلی جاتی ہے۔سر خفی اور اخفیٰ بھی چلا جاتا ہے، شعور بھی چلا جاتا ہے اور بعض اوقات وجود بھی چلا جاتا ہے۔

جنت کا پھل اور حضور ﷺ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، نماز پڑھاتے پڑھاتے آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے کیا، کوئی شے پکڑی، پھر چھوڑ کر ہاتھ پیچھے کرلیا۔آپ ﷺ نے یہ عمل ایک دو یا تین دفعہ دہرایا۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آج آپ ﷺ نے خلافِ معمول کام کیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں قرآن کی تلاوت کررہا تھا، جوآیات جنت سے متعلق تھیں، میرے قلب پر جنت کی کیفیت آئی اور مجھے جنت نظر آنا شروع ہو گئی۔جنت کے نظارے دیکھ کے، اس کے پھل اور میوہ جات دیکھ کے، میرا اتنا سخت دل چاہا کہ میں فلاں پھل کھالوں۔میں نے ہاتھ بڑھا کر ساتوں آسمانوں سے اوپر جنت کے پھل کو پکڑ لیا۔ جب توڑنے لگا تو خیال آیا کہ اللہ نے یہ چیزیں پردے میں رکھی ہوئی ہیں جو ظاہر نہیں ہونی چاہئیں، پردہ رہنا چاہئے، چنانچہ پھر ہاتھ واپس کھینچ لیا۔لیکن پھر جی چاہا اور پھر یہی سوچ کر واپس ہاتھ کھینچ لیا۔

یعنی انسان کے یہ لطائف عالمِ امر اِس قدر بیدار اور روشن ہوجاتے ہیں کہ انسان حسی طور پر بھی اور شعوری طور پر بھی لامکاں میں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ اور قربِ خداوندی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مَیں بغیر دیکھے اللہ کو سجدہ ہی نہیں کرتا۔یعنی اُن کی کیفیت اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ وہ صحیح معنوں میں اس حدیث کے مصداق ہیں، ''گویا کہ تُو اُسے دیکھ رہا ہے۔'' اس درجے کو علم الیقین سے آگے عین الیقین اور حق الیقین کا درجہ کہتے ہیں۔یہ سارا سلسلہ عالمِ امر

کے لطائف میں ذکر کرنے سے چلتا ہے اور اس کے لئے باقاعدہ رابطہ (Connection) ضروری ہے۔ذکر کے دوران ہم اپنے دل کا رابطہ (Connection) اپنے مرشد کے دل کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں، شیخ مکرم امام الانبیاء ﷺ کے قلب کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور امام الانبیاء ﷺ اللہ کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔

Password کیسے ملتا ہے؟

اس مثال کو یوں سمجھیں کہ ہم کالج میں داخلہ لیتے ہیں، کالج والے ہمارا تعلق کسی یونیورسٹی کے ساتھ رجسٹریشن کرواکر جوڑ دیتے ہیں، یہ ہی اصل طریقہ ہے۔لیکن اگر کوئی بندہ کہے کہ مَیں کالج میں داخلہ بھی نہ لوں اور براہِ راست میرا تعلق ہروقت یونیورسٹی کے ساتھ جڑا رہے اور مَیں اس کا ریگولر طالب علم سمجھا (Consider) جاؤں اور مجھے ساری مراعات اور سارے مواقع مل جائیں جو یونیورسٹی اپنے ریگولر طالب علم کو دیتی ہے، تو یہ ممکن نہیں ہے۔اس کے لئے اس کو داخلہ فارم کے ذریعے داخلہ لینا پڑے گا اور داخلہ براہِ راست یونیورسٹی والے آسانی سے نہیں دیتے۔وہ اپنے کسی ملحقہ (Affilliated) ادارے یا کالج کا بتاتے ہیں کہ اگر تم براہِ راست ہم تک نہیں آ سکتے تو اُس کالج میں چلے جاؤ۔اُدھر جاکر تم داخلہ لو۔وہ تمہارا تعلق ہمارے ساتھ جوڑ دیں گے اور سارا علم، ساری مراعات جو یونیورسٹی میں جاکر لیتی ہیں، وہ تم تک آجائیں گی۔تم یونیورسٹی کے طالب علم سمجھے (Consider) جاؤ گے۔جب کبھی ہمارے پاس آنا ہوگا تو اپنے کالج کا حوالہ لے کر ہمارے پاس آنا۔تمہیں وہ سارا تحفظ واعزاز (Protocol) ملے گا۔اگر براہِ راست آؤ گے تو باہر بنچ پر بٹھادیں گے۔کبھی باری آئی تو دیکھیں گے، ورنہ موج کرو۔

وسیلہ کیا ہے؟

بالکل اسی طرح سے جو لوگ وسیلہ کے قائل نہیں ہوتے وہ باہر بنچ پہ بیٹھے بیٹھے عمر گزار دیتے ہیں لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آتی۔کوئی نہیں کہتا، آؤ تم بھی۔لیکن جو حوالہ (Reference) لے کر جاتے ہیں کہ مجھے فلاں کالج کے پرنسپل صاحب نے بھیجا ہے، اندر وہ اپنا کارڈ/لیٹر بھیجتے ہیں جو پرنسپل نے ساتھ بھیجا ہے تو فوراً گھنٹی بجا کر عزت کے ساتھ چپڑاسی وائس چانسلر کے پاس لے جاتا ہے، اور جو کام کروانا ہوتا ہے وہ آنا فانا کرواکر واپس آجاتا ہے۔اسی طرح اگر اپنے شیخ کی وساطت سے امام الانبیاء ﷺ تک رابطہ قائم کیا جائے تو یہ معاملہ عام حالات سے مختلف ہوتا ہے۔

مرشد کا سچا واقعہ

ایک مرتبہ میرے شیخ مکرمؒ ارشاد فرمانے لگے کہ میں روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہوا۔ میں نے بڑی دیر تک مراقبات، ذکر اور دعا کی کہ کسی طرح میرا رابطہ ہو۔ لیکن ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد بھی کوئی صورتِ حال نہ بنی۔ اتنے میں مجھے ایک لمبی قطار دکھائی دی۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے مدینہ شریف سے لے کر گوجرانوالہ تک منتظرین کی قطار لگی ہوئی ہے۔ آواز آئی کہ سب سے آخر میں پیچھے کھڑے ہو جائیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اچانک میرے دل میں احساس پیدا ہوا اور مَیں نے فوراً اپنے خواجگان کو ایصالِ ثواب کیا اور اُن کی وساطت سے پھر اندر پیغام بھیجا۔ پیغام بھیجنے کی دیر تھی کہ سارے دروازے کھل گئے اور مَیں حضور ﷺ سے جا ملا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اے بلالؓ! تم ہم سے پہلے جنت میں جاؤ گے۔'' حضرت بلالؓ نے عرض کی، ''یارسول اللہ ﷺ! وہ کیوں؟'' فرمایا، ''اس لئے کہ تم آگے ہماری سواری کی نکیل پکڑے ہوئے ہو گے۔''

بالکل اسی طرح جو ساتھ بیگ پکڑے، تھیلا پکڑے، پاپوش پکڑے یا فائل پکڑے ہوتا ہے، جب استاد کو داخلہ مل جاتا ہے تو کاغذات تو سارے اسسٹنٹ کے پاس ہوتے ہیں، بیگ تو اُس کے پاس ہوتا ہے، تھیلا تو اُس کے پاس ہے تو اسسٹنٹ کو بھی فوراً داخلہ مل جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مقدس میں بھی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (المائدہ:۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اُس کی راہ میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

لطائفِ عالمِ امر و خلق کا مختصر تعارف

لطیفۂ قلب

قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ. (ق:۳۷)

ترجمہ: بے شک اس میں نصیحت (ہدایت) ہے جو دل رکھتا ہو۔

مقام: لطیفۂ قلب کا مقام سینے میں بائیں پستان سے دو اُنگلی نیچے پہلو کی طرف مائل ہے۔

فنا: لطیفۂ قلب کی فنا سالک کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی ''تجلی فعل'' کا ظہور ہوتا ہے۔

علامت: دورانِ ذکر خدا کے سوا ہر چیز کو بھول جانا اور اُس کی ذات میں محو ہو جانا ہے۔

تاثیر: اس کی تاثیر غفلت کا دور ہونا اور ناجائز شہوت کا ختم ہونا ہے۔

رنگ: اس کا نور زرد ہے۔

لطیفۂ روح

قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ. (بنی اسرائیل:۸۵)

ترجمہ: فرما دیجئے روح جو ہے اللہ کا اَمر (حکم) ہے۔

مقام: اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے۔

فنا: روح پر اللہ کی ''تجلی صفات'' کا ظہور ہے۔

علامت: ذکر کے وقت قلبی اور روحانی کیفیات میں اضافہ اور غلبہ ہو جاتا ہے۔

تاثیر: غیض و غضب کی کیفیت میں اعتدال اور طبیعت میں اطمینان و سکون کا ظاہر ہونا۔

رنگ: اس کا نور سُرخ ہے۔

لطیفۂ سِر

قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى. (طٰہٰ:۷)

ترجمہ: پس بے شک وہ جانتا ہے جو سِر (ظاہر) ہے جو اخفیٰ (پوشیدہ) ہے۔

مقام: انسان کے سینے میں بائیں پستان کے برابر دو اُنگشت کے فاصلے پر مائل بہ وسطِ سینہ۔

فنا: بندۂ مومن کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی ''صفات کی شانوں'' اور ''قرب'' کا ظہور ہوتا ہے۔

علامت: ذکر اور اس کی کیفیات میں ترقی رونما ہونا۔

تاثیر: اس کی تاثیر لالچ کا خاتمہ، دین کے کاموں میں لگاؤ اور فکرِ آخرت بیدار ہونا ہے۔

رنگ اس کا نور سفید ہے۔

لطیفۂ خفی

قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً. (الاعراف:۵۵)

ترجمہ: بلاؤ اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور خفیہ طریقے سے۔

مقام سینے میں دائیں پستان کے برابر دو اُنگشت کے فاصلے پر مائل بہ وسطِ سینہ ہے۔

فنا صفاتِ سلبیہ، تنزیہہ کا ظہور۔

علامت عجیب وغریب احوال کا ظہور ہے۔

تاثیر حسد، بخل، کینہ اور غیبت جیسے مہلک امراض کا مکمل خاتمہ۔

رنگ اس کا نور سیاہ ہے۔

لطیفۂ اخفیٰ

قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (طٰہٰ:۷)

ترجمہ: پس بے شک وہ جانتا ہے جو سر (ظاہر) ہے جو اخفیٰ (پوشیدہ) ہے۔

مقام اس کا مقام انسان کے جسم میں وسطِ سینہ ہے۔

فنا مرتبہ تنزیہہ اور مرتبہ احدیتِ مجردہ کا ظہور۔

علامت بلا تکلف تمام لطائف میں ذکر کا جاری ہونا۔

تاثیر تکبر وغرور اور خود پسندی جیسی مہلک بیماریوں سے نجات اور اطمینان کو حصول ہے۔

رنگ اس کا نور سبز ہے۔

لطائف عالمِ امر

۱۔ لطیفۂ قلب کا مقام، رنگ اور کیفیات

عالمِ امر کے پانچ لطائف میں سے سب سے پہلا لطیفہ "لطیفۂ قلب" ہے۔ لطیفۂ قلب کا

مقام سینے میں بائیں پستان سے دو اُنگلی نیچے پہلو کی طرف مائل ہے۔ یاد رکھیں، وہ جو گوشت کا لوتھڑا ہے جس کو دل کہتے ہیں وہ اور ہے، جبکہ "لطیفۂ قلب" اور ہے۔ اگرچہ دونوں کا تعلق جسم سے ہے لیکن دونوں میں بڑا فرق ہے۔ جس طرح مینارِ پاکستان اور ہے جبکہ بادشاہی مسجد اور ہے۔ دونوں لاہور ہی میں واقع ہیں، لیکن دونوں کی حیثیت الگ الگ ہے۔ اسی طرح دل اور "لطیفۂ قلب" قریب قریب ضرور ہیں، لیکن فرق موجود ہے۔

اس لطیفہ کو کیسے طے کیا جا سکتا ہے؟ اس کی فنا کیا ہے؟ کیسے پتہ چلے گا کہ لطیفۂ قلب آباد ہو گیا ہے؟

بزرگانِ دین فرماتے ہیں، "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" کہ مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

جیوندیاں ای مر جانا ہووے تے وانگ فقیراں رہیے
جے کوئی کڈے گال الامہ تے یار دے پاروں سہیے

فنائے قلب کیا ہے؟

جب قلب جیتے جی مر جائے تو اِسے قلب کی فنا کہتے ہیں۔ مراد یہ کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کے آگے اپنی منشا اور مرضی کو قربان کر دینے کو "فناء قلب" کہتے ہیں۔ یعنی جو بات انسان کا قلب کہے اُسے ترک کر دیا جائے، اور جو اللہ اور اُس کا رسول ﷺ چاہیں اُسے اختیار کیا جائے، اسے فناء قلب کہتے ہیں۔ فناء قلب اللہ تعالیٰ کی تجلی فعل کا ظہور ہے۔ اس کی علامت ذکر کے وقت ماسواء اللہ کا نسیان ہے (یعنی اللہ کے سوا ہر شے کا بھول جانا)۔ اور ذاتِ حق کے ساتھ ایسی محویت ہوتی ہے کہ بس اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، کچھ سجھائی نہیں دیتا، کچھ پکڑائی نہیں دیتا، کچھ سنگھائی نہیں دیتا اور بس وہی ہوتا ہے......

اللہ تعالیٰ جو کام سرانجام دیتے ہیں اُسے اس کا "فعل" کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مختلف کام سرانجام دیتے ہیں۔ زمین وآسمان میں اس کے افعال جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ حاضر ہے، ناظر ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے۔ جب اس کے "افعال" کا فیض قلب پر پڑ جائے اور قلب روشن ہو جائے، غفلت اور جہالت دور ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ قلب کی فنا ہو گئی ہے۔ اللہ کی تجلیات سے روشن قلب کو "فناء قلب" کہتے ہیں۔

ایسی کیفیت میں انسان کا دل اُس کے ہر حکم کے آگے جھک جانے کو چاہتا ہے۔ پھر انسان کی محبت بھی اللہ کے لئے، اس کی نفرت بھی اللہ کے لئے، اس کا غصہ بھی اللہ کے لئے ہو جاتا ہے۔ فناء قلب کی علامت یہ ہے کہ انسان ذکر کے وقت تمام چیزوں کو بھول جاتا ہے اور اللہ کی ذات میں محو ہو جاتا ہے۔ بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں:

کون کوئی مَیں کون مَیں اڑیو کون کوئی مَیں کوئی
جدے نال میں نیوں لگایا اوہو جئی مَیں ہوئی

ایسی کیفیت میں وہ ہمہ وقت خوش اور محوِ خیالِ یار رہتا ہے۔ ساغر صدیقی اس کیفیت کی ترجمانی یوں کرتے ہیں:

خیالِ یار میں ہم پُر بہار رہتے ہیں
خزاں کے دن بھی ہمیں سازگار رہتے ہیں

فناءِ قلب اور اطمینان

اس حال میں اگر اُس پر دکھوں اور مصیبتوں کے پہاڑ بھی اُمنڈ آئیں تو اُسے سوئی چبھنے کے برابر تکلیف نہیں ہوتی، یعنی بندۂ مومن اللہ کی یاد میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ کوئی رنج رنج نہیں لگتا، کوئی دکھ دکھ نہیں محسوس ہوتا، کوئی تکلیف تکلیف نہیں محسوس ہوتی، وہ بس اپنے یار کے خیالوں میں محو رہتا ہے۔

حضرت معاذؓ کا کٹا ہوا بازو

غزوۂ بدر میں صحابیِ رسول ﷺ حضرت معاذؓ کے بازو پر تلوار لگنے سے آپؓ کا بازو کٹ گیا تھا۔ صرف گوشت کا تھوڑا سا تسمہ اُس کے ساتھ جڑا ہوا رہ گیا۔ لڑتے لڑتے خیال آیا کہ کوئی چیز لڑائی میں رکاوٹ بن رہی ہے۔ دھیان کیا تو دیکھا کہ بازو کٹ چکا ہے۔ نہ درد کی پرواہ کی، نہ بازو کے ضائع ہونے کا خیال آیا، فوراً اُس کو پاؤں کے نیچے رکھ کر جھٹکا دے کر پرے پھینکا اور پھر لڑنا شروع کر دیا۔ اسے ''فنائے قلب'' کہتے ہیں۔ درد کوئی نہیں، تکلیف کوئی نہیں، رنج کوئی نہیں، یہ ہے وہ تاثیر جو اللہ کے ذکر سے آتی ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ذرا سی پریشانی آجائے تو ہم شور مچانا شروع کر دیتے ہیں، آہ و بکا شروع کر دیتے ہیں۔ پریشانی (Tension)، ذہنی دباؤ (Depression) کا شور مچ جاتا ہے۔ یہ اصل میں ذکر تھوڑا کرنے کی علامت ہے۔ اللہ کے

ذکر سے تکالیف اور پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اقبالؒ فرماتے ہیں:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

درویش لاہوری کا واقعہ

حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ کشف المحجوب شریف میں فرماتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ ایک بزرگ سے ملنے کے لئے گیا۔ وہ بزرگ درسِ قرآن وحدیث دے رہے تھے۔ مَیں بھی وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک بندہ اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا، حضرت! وہ آپ کا کروڑوں مالیت کا جہاز جو آرہا تھا، وہ زبردست طوفان کی وجہ سے سمندر میں غرق ہو گیا ہے۔ وہ اللہ والے بزرگ فرمانے لگے، اچھا! چلو کوئی بات نہیں، جان چھوٹی۔ پھر درسِ قرآن میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہ شخص آیا اور کہنے لگا، حضرت! مبارک ہو، وہ جہاز کسی اور کا ڈوبا ہے، آپ کا جہاز صحیح سلامت طوفان سے نکل کر منزل پر پہنچ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا، اچھا! جو اللہ کو منظور۔ اس واقعہ سے اُن کے کان پر کوئی جوں تک نہ رینگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ کے ذکر کی حلاوت مل جاتی ہے۔ ان خوش نصیب لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ رب العزت قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ (النور:۳۷)

ترجمہ: مردانِ خدا وہ ہیں جن کو تجارت اور لین دین اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتا۔

شہیدِ کربلا اور سکون

اسی طرح کربلا کے میدان میں حضرت امام حسینؓ کے ۷۲ جانثار شہید ہو جاتے ہیں، کوئی خوف ہی نہیں۔ تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے، امامِ عالی مقام، سیّد الشہداء حضرت امام حسینؓ گھوڑے سے نیچے تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے نماز پڑھنے دو۔ یہ ''فنائے قلب'' ہے، یعنی ذاتِ حق کے ساتھ محو ہونا۔

میں تجھے دیکھ لوں تُو مجھے دیکھ لے
دیکھنے کا مزہ آج کی رات ہے

یارب عطا ہو مجھ کو وہ مخصوص روشنی
اٹھے جدھر نگاہ مدینہ دکھائی دے

منزل میری وہ شہرِ مکافات ہو جہاں
ذرّوں سے آفتاب اُبھرتا دکھائی دے

پُچھ اُنہاں نوں جناں بیتی اے
فیر اُنہاں نال کی بیتی اے

جناں اوہ وچکارے توڑ دتی
جئی نیتی جئی ناں نیتی اے

یہ تو اُن کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ

مثنوی شریف کی ایک حکایت

مولانا رومؒ مثنوی شریف میں ایک حکایت درج کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا نوحؑ کی قوم میں ایک اللہ کی نیک بندی تھی، جو نوحؑ پر ایمان لائی تھی۔ جب طوفانِ نوح کی خبر اللہ نے نوحؑ کو دی کہ ساری دنیا، ساری مخلوق نیست و نابود ہو جائے گی، سوائے اُن کے جو آپؑ کی کشتی میں بیٹھ جائیں، تو تمام جانداروں اور جانوروں کے جوڑے رکھ لئے گئے۔ حضرت نوح علیہ السّلام نے کشتی تیار کر لی تو اُس بوڑھی ماں کو بھی کہا کہ تم بھی کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ اس نے عرض کی، اے اللہ کے پیارے رسولؑ! جس وقت روانگی کا حکم ہوگا، آپؑ مجھے پیغام بھیج دینا، مَیں اس وقت آ کے بیٹھ جاؤں گی۔

طوفان کا وقت آ گیا، نوح علیہ السّلام اللہ کی قدرت سے بھول گئے۔ طوفان آیا، بارشیں ہوئیں، کئی دن، کئی ہفتے، کئی ماہ گزر گئے۔ ساری دنیا سیلاب کی نذر ہو گئی۔ نوح علیہ السّلام کی کشتی ایک پہاڑ سے لگی۔ طوفان ختم ہوا اور آپؑ نے اپنی بستی کا رُخ کیا تو اُس وقت اُس بوڑھی اماں کا خیال آیا کہ وہ اللہ اللہ کرنے والی مائی طوفان کی نذر ہو گئی ہو گی، جان سے ہاتھ دھو بیٹھی ہو گی۔ افسردگی کے عالم میں آپؑ اس بستی کی طرف چل پڑے۔ بستی تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ ایک مکان کی چھت آپؑ کو گری ہوئی محسوس ہوئی، جب قریب گئے تو ایک طرف سے دروازہ قدرے گرا ہوا نظر

آیا۔ دروازے کو کھولا تو اندر کمرے کا کچھ حصہ محفوظ نظر آیا، اندر داخل ہو گئے۔ آپؑ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ بوڑھی مائی مصلّے پر بیٹھ کر بالکل خیر و عافیت سے اللہ کا ذکر کر رہی تھی۔

آپؑ کے قدموں کی آہٹ سن کر وہ کھڑی ہو گئی اور کہا کہ حضور! طوفان آنے والا ہے؟ چلو میں آپؑ کے ساتھ چلتی ہوں۔ نوح علیہ السّلام ہکا بکا رہ گئے۔ آپؑ نے فرمایا، اماں! وہ طوفان تو آ بھی گیا۔ وہ تو کئی دن، ہفتے اور مہینے تباہی مچا گیا۔ ساری مخلوق رُل کھل گئی۔ اتنا عرصہ بغیر کھائے، بغیر پیئے تو کس طرح زندہ ہے؟ اس مائی نے کہا کہ حضرت! مجھے تو کچھ یاد نہیں۔ آپؑ نے جو ذکر دیا تھا، مَیں وہ ذکر کرتی کرتی نہ جانے کب سو گئی؟ مجھے تو ایسا لگا کہ بس رات کو ذکر شروع کیا تھا اور صبح ابھی آپؑ نے آ کے اُٹھایا ہے۔

اس کو محویت کہتے ہیں۔ یہ نسیان ماسویٰ اللہ ہے کہ اُس ذات کے سوا ہر چیز بھول جائے۔

اب تو آنکھوں میں سماتی نہیں صورت کوئی
غور سے مَیں نے تجھے کاش نہ دیکھا ہوتا
تیری پہلی نظر کا وار توبہ
دل اب تک دعائیں دے رہا ہے

ذکرِ قلبی کی تاثیر کیا ہے؟

اسی کو ذکر کی تاثیر کہتے ہیں، ذکر ہی رفعِ غفلت اور دفعِ شہوت کا واحد سبب ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ نیند کی غفلت، کام کرنے کی غفلت، اللہ کا ذکر نہ کرنے کی غفلت، یعنی غفلت ہمارے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ذکر کرنے والا بندہ دو گھنٹے بھی سو جائے تو اس کی نیند پوری ہو جاتی ہے۔ بعض بندے جب سو سو کے تھک جاتے ہیں تو پھر اُس تھکاوٹ کو اُتارنے کے لئے دوبارہ سو جاتے ہیں۔

کتنی تسکین وابستہ ہے ساقی تیرے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آ جاتی ہے آرام کے ساتھ

اصل نیند بہت تھوڑی ہوتی ہے جس کے لئے دو گھنٹے ہی کافی ہوتے ہیں۔ اصل نیند وہ ہے کہ جس وقت کوئی شے انسان کو نیند سے باز نہ رکھ سکے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ چاہے فجر کی اذانیں ہو جائیں، ہماری نیند پوری نہیں ہوتی۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیۓ کہ حضور ﷺ کتنا سوتے تھے؟ اور یہ بھی

یاد رکھیں کہ زیادہ نیند بیماری کی علامت ہے۔ اگر انسان کے سامنے مقصدِ حیات ہو تو اُس کی نیند ویسے ہی کم ہو جاتی ہے، اور اگر وہ ''ذات'' مقصود اور مطلوب ہو تو نیند ختم ہو جاتی ہے۔

؎ راتی اُٹھ اُٹھ زاری کردے تے نیندر اکھیاں دی دھوندے
؎ فجری اوگن ہار کہاندے تے سب تھیں نیویں ہوندے

؎ شبِ غم کی سختیاں کوئی اس سے جا کے پوچھے
تیری راہ تکتے تکتے جسے صبح ہو گئی ہے

؎ شبِ غم کو ہم جانیں یا خدا جانے
بلاکشوں پہ جو گزری تیری بلا جانے!

اگر کسی کا بچہ بیمار ہو تو کیا اُسے نیند آتی ہے؟ نہیں، کیونکہ اس وقت وہ درد میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ درد جس کو لگ جاتا ہے اُس کی نیند اُڑ جاتی ہے۔ ہم چونکہ بے درد ے ہیں اسی لئے کھل کر سوتے ہیں۔ یہ درد اسمِ اعظم ہے۔

لگی والیاں نوں نیند نہ آوے
تے تیری کینویں اکھ لگ گئی

علامہ اقبال سے پوچھو:

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

مرزا غالب نے کہا تھا:

دل میں درد ہو تو دوا کیجئے
جب دل ہی درد ہو تو کیا کیجئے

جس کے پاس جتنا زیادہ درد ہوتا ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں اتنا ہی زیادہ مقبول ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفی درد کی سلامتی مانگتا ہے۔ کیونکہ درد یار سے ملاپ کا سبب بنتا ہے:

درداں دی مَیں سیج بچھائی تے درداں ہار بنائے
یار فریدن درد سلامت جہاں درداں یار ملائے

لفظ ''رحمت'' اور درد

لفظ رحمت کا کیا معنی ہے؟ ''درد'' ہے۔ جس کے دل میں کُل کائنات کا درد ہو تو اسے رحمۃ اللعالمین کہتے ہیں۔ جس کے دل میں دین کی خدمت کا درد ہوتا ہے وہ اللہ کا مقبول اور منظورِ نظر ہوتا ہے۔

اپنے لئے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

ناجائز شہوت کا علاج

قلب کی دوسری روحانی بیماری شہوت ہے۔ اس موضوع پر جتنی گفتگو کی جائے اتنی ہی تھوڑی ہے۔ یہ انسان کی بنیادی ضرورت بھی ہے جبکہ تباہی اور بربادی کا سبب بھی ہے۔ اگر شریعت سے آگے نکل جائیں تو تباہی ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ. (البخاری)

ترجمہ: جو مجھے اس چیز (کے درست استعمال) کی ضمانت دے جو اُس کے دو جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) ہے اور جو اُس کی دو ٹانگوں کے درمیان (یعنی شرمگاہ) ہے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

اس کا صرف یہی علاج ہے کہ:

۱۔ کثرت سے روزے رکھنا۔ حدیثِ پاک ﷺ میں ہے ''خِصَاءُ اُمَّتِي الصِّيَامُ''

۲۔ کثرت سے درود پڑھنا۔

۳۔ نکاح کرنا۔

۴۔ ایسے اسباب سے دُور رہنا جو شہوت پیدا کرتے ہیں۔

اس کا تریاق یہ نہیں ہوتا کہ انسان آگ کے اندر کود جائے اور کہے کہ میں جل کر شہوت سے بچ جاؤں گا، ایسا نہیں ہوتا۔ یہ ناجائز شہوت ایک ایسی لعنت ہے کہ انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ یہ بہت نازک مسئلہ ہے۔ اس کی وضاحت بہت ضروری ہے۔ اس کا انسان ازالہ نہیں بلکہ نکاح کے ذریعے امالہ کر سکتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ شہوت بالکل نہ آئے اور انسان کی جان چھوٹ جائے، اس لئے اس کا امالہ ضروری ہے۔ اللہ کے درویش کا یہی مقام ہے۔ میرے شیخ مکرمؒ نے فرمایا کہ ذکر کی

تاثیر سے مجھے کوئی شے اس چیز پر آمادہ نہیں کرتی۔

المختصر یہ کہ فنائے قلب کی نشانیوں میں سے ایک غفلت کا ختم ہو جانا اور دوسرا ناجائز شہوت کا ختم ہو جانا ہے۔ یہی فنائے قلب ہے جسے صوفیاء کرام نے اختیار کیا اور عمل کر کے دکھایا۔

سو ہزار چلّے کٹے ظالم نفس نئیوں مردا
باجھ فقیراں کسے نہیں ماریا، اے کافر چور اندر دا

ہدایت کا حصول

قرآن میں اللہ کریم فرماتے ہیں:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرة:۲۶)

ترجمہ: میں بہت ساروں کو گمراہ کر دیتا ہوں اِس قرآن کے ذریعے اور بہت ساروں کو ہدایت دیتا ہوں اِس قرآن کے ذریعے۔

جس کا قلب ٹھیک نہیں اُس کو نصیحت فائدہ نہیں دیتی۔ جس کا قلب ٹھیک ہے اُس کو نصیحت بڑا فائدہ دیتی ہے۔

بارش جب نازل ہوتی ہے تو تر و تازگی لاتی ہے، سبزہ لاتی ہے، خوشحالی لاتی ہے، پھل اور پھول کھلتے ہیں، سبزیاں اُگتی ہیں، آلودگی (Pollution) ختم ہو جاتی ہے، جل تھل ہو جاتی ہے، کھیتوں اور کھلیانوں کے اندر رونقیں آ جاتی ہیں، انسان سیراب ہو جاتے ہیں، جانور سیراب ہو جاتے ہیں، ہر شے فیض یاب ہو جاتی ہے۔ لیکن وہی بارش جب کسی چٹیل پہاڑ کے اوپر برستی ہے تو وہ پہاڑ اور زیادہ ننگا ہو جاتا ہے، اور زیادہ ظاہر ہونے لگتا ہے۔ نہ اس میں ہریالی پیدا ہوتی ہے نہ اُس میں سبزہ اُگتا ہے، نہ پھل اُگتا ہے نہ پھول کھلتے ہیں۔ اس میں بارش کا کوئی قصور نہیں، بلکہ پتھر میں کچھ اُگانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

بارش اور غلاظت

وہی بارش جب گندگی اور غلاظت کے ڈھیر پر نازل ہوتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ اس گندگی اور غلاظت کے ڈھیر میں جو چھپی ہوئی غلاظت ہے وہ ننگی ہو جاتی ہے، ظاہر ہو جاتی ہے بلکہ اس میں کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں، کئی قسم کی سُنڈیاں پیدا ہو جاتی ہیں، تعفن پیدا ہوتا ہے، اس کی بدبو اور پھیل جاتی ہے۔ اب کوئی شور مچائے کہ بارش نے بہت ظلم کیا ہے، بارش کا خانہ خراب ہو،

بارش بڑی غلط ہے تو وہ خود بیوقوف اور جاہل ہے۔ اس لئے قلب سلیم ہو قلب سقیم نہ ہو۔

علامہ اقبالؒ بھی بندۂ مومن کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

بلکہ علامہ اقبالؒ نے مشورہ دیا:

دل بیدار پیدا کر کہ دلِ خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

قلب اور قرآن

قرآن پاک کے اندر قلب کا ذکر ہوا اور یہ بھی بتا دیا کہ جن کے قلب روشن ہیں اُن پر قرآن کی نصیحتیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ جن کا دل صاف نہیں ہوتا یا جن کے دل کی زمین ہی بنجر ہے اُس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ قرآن کہتا ہے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (البقرة:۷۴)

ترجمہ: پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، تو وہ پتھروں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

جبکہ مومنین کے لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ. (الذاریات:۵۵)

ترجمہ: اور (اللہ کا) ذکر کرو، بیشک (اللہ کا) ذکر مومنوں کو بڑا نفع دیتا ہے۔

لطیفۂ روح کا مقام، رنگ اور کیفیات

اس کا مقام انسان کے سینے میں، دائیں پستان کے نیچے، دو اُنگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے۔ جس طرح لطیفۂ قلب بائیں پستان سے دو اُنگشت تقریباً ایک انچ قلب کی طرف مائل ہے، اسی طرح دائیں پستان سے دو اُنگلیاں تقریباً ایک انچ فاصلے پر پہلو کی طرف مائل ہوتے ہوئے مقامِ روح ہے۔ روح پر اللہ تعالیٰ کی تجلی صفات کا ظہور ہوتا ہے۔

خواہش، دماغ اور اعضاء

ماہرینِ نفسیات اور فلاسفر بھی اس بات سے متفق ہیں کہ پہلے انسان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے اور وہ خواہش پھر دماغ میں جاتی ہے یعنی وہ دماغ کو حکم (Order) دیتی ہے۔ دماغ پھر منصوبہ (Plan) بناتا ہے اور جسم اس کو عملی جامہ پہنانے میں لگ جاتا ہے۔ مثلاً دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ پیپسی کی بوتل پینی ہے، دماغ نے سوچا کیسے حاصل ہوگی؟ جواب آیا، تمہاری جیب میں پیسے ہیں، فلاں دکان سے پیئو۔ دماغ نے پلاننگ کر دی اور ہاتھ جیب میں گھس گیا، جیب سے پیسے نکل آئے، بوتل آئی، گلاس میں ڈالی اور اُس کو پی لیا۔

قلب کا تعلق چونکہ فعل کے ساتھ ہے اس لئے دل کے اوپر جو تجلیات نازل ہوتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تجلی فعل کا ظہور ہوتا ہے، لہٰذا عمل کے اعتبار سے دل جسم کے زیادہ قریب ہے اور روح اس سے بعید ہے، اس سے زیادہ اگلے مقام میں ہے۔ اس لئے روح پر فعل کی تجلیات نہیں بلکہ صفات کی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے۔ اقبالؒ فرماتے ہیں:

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ہر بندے میں کچھ صفات ہوتی ہیں۔ بُری صفتیں ہوں گی تو بُری خواہشات ہوں گی، دماغ بُرا سوچے گا تو جسم بُرا کرے گا۔ دماغ اچھی صفات کا مالک ہوگا تو اچھی خواہشات آئیں گی، دماغ

اچھا سوچے گا اور جسم اچھا کام کرے گا۔

لطیفۂ روح کی فناء

لطیفۂ روح کی فنا یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت کیفیاتِ ذکرِ قلبی اور روحی میں اضافہ وغلبہ ہوتا ہے۔ ذکر کرتے ہوئے جو ذکر کی کیفیات ہیں، جو تاثرات ہیں جیسے محویت آجانا، یکسوئی آجانا، اللہ کی محبت کا غلبہ ہو جانا، دنیا کی محبت کم ہو جانا یا ختم ہو جانا، ناجائز شہوت کا کمزور پڑ جانا، غفلت کا پردہ اٹھ جانا، چاک وچوبند اور حاضر دماغ ہو جانا، باطن کا کھل جانا، توجہ کا کاری ہو جانا، نظر کا گہرا ہو جانا، بصارت کا بہتر ہو جانا، قلب میں سکون آجانا، یہ ذکر کی مختلف تاثیرات ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (الرعد:۲۸)

ترجمہ: خبردار! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

فناء کا مفہوم

لطیفۂ روح کی فنا کا مطلب یہ ہے کہ روح اللہ کے ذکر کی ساری حلاوتوں میں محو ہو جائے اور روح سوائے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت اور اطاعت کے کسی شے کی نہ خواہش کرے نہ سوچے، نہ کسی اور طرف اس کا میلان ہو، تو یہ روح کی فنا ہے۔ اس میں ذکر کی تاثیر گہری ہو جاتی ہے۔ اس کی تاثیر یہ ہے کہ غصہ وغضب کی کیفیت میں اعتدال اور طبیعت میں اصلاح اور سکون کی کیفیت کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کا رنگ اور اس کا نور سُرخ ہے۔

جو شخص غرانے والا ہو، گھورنے والا ہو، غیض وغضب کا مظاہرہ کرنے والا ہو تو مطلب یہ ہے کہ اس کا لطیفۂ روح پراگندہ ہے، غلیظ ہے، خبیث ہے، خراب ہے اور اُس کو ضرورت ہے کہ اس کو توجہ لطیفۂ روح میں ملے اور لطیفۂ روح کے اندر وہ زیادہ ذکر کرے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کوئی شخص حاضر ہوا، عرض کی، حضور ﷺ! مجھے کوئی نصیحت کریں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ”لا تغضب.“ تو غصہ نہ کیا کر۔ پھر عرض کی کہ کوئی نصیحت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ”لا تغضب.“ تو غصہ نہ کیا کر۔ پھر تیسری دفعہ عرض کی کہ کوئی نصیحت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ”لا تغضب.“ تو غصہ نہ کیا کر۔ حضور ﷺ جان گئے کہ اس کا مرض غصہ ہے۔ حفیظ جالندھریؒ فرماتے ہیں:

کبھی گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

کبھی پانی پینے پلانے پر جھگڑا

یونہی ہوتی رہتی تھی تکرار اُن میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

جھگڑالو اور بدفطرت ہونے کا سبب

ہروقت لڑتے مرتے رہنا، جنگ وجدال کی کیفیت ہونا، جن گھروں/ خاندانوں میں لڑائی جھگڑے زیادہ ہوتے ہیں، اُن کی روح بھی خبیث ہوتی ہے، نحوست والی ہوتی ہے۔ روح پراگندہ اور پلید ہوتی ہے اور وہ فیضِ الٰہی سے محروم ہوتی ہے۔

بعض برادریوں میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ بہت زیادہ دشمنی والے اور غصے والے ہوتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ارشاد فرمائیں کہ غصہ کی حالت میں انسان کیا کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، پانی پیؤ، اپنی حالت بدلو، کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ، بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ۔ ایک کمرے میں ہو تو دوسرے کمرے میں چلے جاؤ، یعنی کسی اور کام میں لگ جاؤ۔ کیونکہ غصہ انسان کی عقل کو ختم کر دیتا ہے۔ انسان ناقص العقل ہو جاتا ہے۔ جب عقل ختم ہو جاتی ہے تو انسان بڑی بڑی احمقانہ اور جاہلانہ باتیں منہ سے کہہ جاتا ہے، پھر جو باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں اُن کو واپس لانے کی تگ و دو کرتا ہے، پھر وہ واپس کبھی نہیں آتیں۔ کئی بیوقوف اور ناسمجھ جو ہیں، وہ علماء سے آ کر فتویٰ پوچھتے ہیں کہ جناب! بتائیں کوئی ایسا راستہ کہ ہم بچ جائیں، غصہ چڑھا ہوا تھا اور غصہ میں مَیں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ علماء کہتے ہیں کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تم نے پہلے کیوں نہ سوچی۔ پتہ چلا کہ غصے میں انسان پاگل یا نیم پاگل ہو جاتا ہے، اس کی عقل کافور ہو جاتی ہے۔ اسی وقت ایسی غلطی ہوتی ہے جس کا نتیجہ انتہائی خوفناک نکلتا ہے۔ اسی حالت میں لوگ قتل و غارت کر جاتے ہیں۔ جب بعد میں اُن کو پتہ چلتا ہے کہ بندہ مارا گیا، ہم سے غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ کیوں ایسا ہوا؟ تو کہتے ہیں، جی غصہ آ گیا تھا۔ اس نے گھور کے دیکھا، مجھے غصہ آ گیا۔ ایک سیکنڈ اور ایک منٹ کے غصے کے نیچے پھنس جانے سے اتنی زیادہ جہالتیں پھیلتی ہیں، اتنی زیادہ بیوقوفیاں جنم لیتی ہیں کہ جس کا شمار نہیں۔ بیشمار بیماریوں کی جڑ غصہ ہے۔ غصہ کی نحوستیں بہت زیادہ ہیں۔ انسان کو اپنے غصے پر قابو رکھنا چاہئے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''پہلوان وہ نہیں جو اکھاڑے میں کسی دوسرے پہلوان کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے عالم میں اپنے اوپر قابو پائے۔''

شیرِ خداؓ اور غصہ

روح میں ذکر کے جاری ہونے کی علامت یہ ہے کہ سالک غصہ میں بے قابو نہیں ہوتا۔

حضرت علیؓ نے کسی غزوہ میں ایک کافر کو پچھاڑ دیا، اس کو نیچے گرا کر اُس کے سینے پر چڑھ گئے۔ ہلاک کرنے لگے تو اُس نے غصے میں آ کر آپؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپؓ کو بہت زیادہ غصہ آیا کہ بڑا بدبخت ہے، ایک تو مر رہا ہے اور دوسرا اوپر سے بدتمیزی کی ہے۔ غصہ آ گیا تو فوراً دل نے کہا کہ غصہ کی حالت ہے، غصہ ٹھیک نہیں ہے، فوراً چھوڑ کر سینے سے اُتر آئے اور کہا، جا بھاگ جا۔ پھر کبھی قابو آیا تو تجھ سے نمٹ لوں گا۔ اس نے کہا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بندہ ذبح ہونے لگے اور دشمن چھوڑ کر چلا جائے۔ آپؓ نے فرمایا کہ مَیں اللہ کے لئے لڑ رہا تھا، جب تو نے میرے چہرے پر تھوکا تو مجھے غصہ آ گیا، اب تجھے قتل کرتا تو مَیں اپنے غصہ کی وجہ سے کرتا۔ مَیں تو اللہ کی رضا کے لئے لڑ رہا تھا، غصے کی وجہ سے نہیں لڑ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ (مسلم)

ترجمہ: تیری محبت اللہ کے لئے ہو اور تیری نفرت بھی اللہ کے لئے ہو۔

لہٰذا اللہ والوں کی محبت بھی اللہ کے لئے ہوتی ہے اور غیض وغضب بھی اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ آپؓ کی اس عظمت کو دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہو گیا۔

حضرت سیّدنا امام حسنؓ اور غصہ

حضرت حسنؓ بن علیؓ کا ایک خادم تھا۔ آپؓ نے اس کو کوئی قیمتی چیز لینے بھیجا۔ جب وہ واپس آ رہا تھا تو اُس کو بے خیالی میں ٹھوکر لگی، نیچے گرا اور وہ قیمتی چیز ضائع ہو گئی۔ آپؓ کو بہت غصہ آیا کہ بڑا نالائق، ناسمجھ اور بیوقوف ہے۔ حد کر دی اس نے، اتنی قیمتی شے ایسے ہی برباد کر دی۔ وہ خادم بڑا سیانا تھا، اُس نے دور سے قرآن کی آیت پڑھی:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (آلِ عمران:۱۳۴)

ترجمہ: اور وہ غصہ پر قابو پالیتے ہیں۔

اللہ والوں کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ غصے پر قابو پاتے ہیں۔ آپؓ خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ ''مَیں نے غصہ پر قابو پالیا۔'' پھر اُس نے اگلا حصہ پڑھا:

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (آلِ عمران:۱۳۴)

ترجمہ: اور وہ لوگوں کو معاف بھی کر دیتے ہیں۔"

ہلکا سا مسکرا کر فرمایا، "بڑا سیانا بندہ ہے، جا معاف کیا۔" اس نے اگلا حصہ بھی پڑھ دیا۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آلِ عمران:۱۳۴)

ترجمہ: اور جو کرم نوازیاں کرے اللہ کا محبوب ہوتا ہے۔

امام حسنؓ کھلکھلا کر مسکرائے اور کہا، جا تجھے آزاد کر دیا۔

امام الانبیاء ﷺ اور غصہ

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، میں تقریباً بارہ سال حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہا۔ ان بارہ سالوں میں آپ ﷺ کے وضو کی ڈیوٹی دیتا رہا، پاپوش مبارک اور سامان ساتھ اٹھا کر چلتا تھا۔ فرماتے ہیں، تعجب ہے، ان بارہ سالوں میں بڑی دفعہ مجھ سے خطائیں ہوئیں، حضور ﷺ نے مجھے بارہ سالوں میں کبھی اُف بھی نہیں کہا، غصے کا مظاہرہ ہی نہیں کیا۔

یہ کیفیت لطیفۂ روح میں ذکر سے ہوتی ہے۔ اس بندے میں غیرت ضرور ہوتی ہے مگر غصہ نہیں۔ غیرت اور غصہ میں فرق ہے۔ غیرتِ ایمان اور چیز ہے۔ جب غیرتِ ایمانی کا ذکر ہو تو حضور نبی کریم ﷺ تلوار لے کر میدان میں نکلے، کم وبیش چوبیس غزوات لڑے۔ یہ غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ ہے، جبکہ بغیر کسی وجہ سے ذاتی رنجش پر یا کسی ذرا سی بات پر "آپے سے باہر ہو جانا" ناجائز غصہ کی علامت ہے۔

اہلِ طائف کا ظلم اور ضبطِ نفس

حضور نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی ضبطِ نفس والا اور غصے پر قابو پانے والا نہ تھا، اور نہ ہو سکتا ہے، کہ بارہ سالوں میں ایک دفعہ بھی اپنے غلام کو اُف تک نہیں کہا۔ اس قدر ضبطِ نفس کہ سارے طائف کے اوباش لڑکے روڑے اور پتھر مار مار کر لہولہان کر دیتے ہیں۔ غصہ نہیں آیا، فرشتے نے آ کر غصہ دلانے کی کوشش کی، جناب! آپ ﷺ حکم کریں، میں ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ میں ان بدبختوں کے نیچے سے زمین کھینچ لوں گا۔ گولہ بنا کر آسمانوں سے نیچے پٹخ دوں گا۔ میرے سینکڑوں پَر ہیں، میں اپنے پَروں میں سے ایک پَر کی نوک سے پوری کی پوری بستی کو اُکھاڑ کے رکھ دوں گا اور کھڑاک کی آواز پورے عرب میں سنائی دے گی۔ اس پر بھی حضور نبی کریم ﷺ کو غصہ نہ آیا۔ فرمایا، میں بددعائیں دینے نہیں آیا، میں دعائیں دینے آیا ہوں۔ (سبحان اللہ)

اور وہ مائی جو روز آپ ﷺ پر کوڑا پھینکتی تھی، پھر بھی آپ ﷺ کو غصہ نہ آتا تھا۔ پچھلے دنوں غیاثا قاتل کے مقدمے کا فیصلہ ہوا کہ اس کو پھانسی دے دی جائے۔ اُس ظالم نے بیسیوں قتل کیے تھے۔ ایک موقع پر اُس نے پوری گاڑی کے لوگوں کو اس لئے قتل کر دیا تھا کہ سڑک پر جاتے ہوئے گاڑی والا اُس کی گاڑی سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس بات پر اُس کو غصہ آ گیا کہ یہ مجھ سے آگے کیوں نکل رہا تھا۔ اپنی گن نکال کر اُس نے سارے لوگوں کو قتل کر دیا۔ اس قدر شیطان ان لوگوں پر قابض ہوتا ہے کہ وہ سو فیصد شیطان اور نفس کے غلام بنا جاتے ہیں۔

ضبطِ نفس اور صوفی

لہٰذا جو صوفی ضبطِ نفس نہیں کر سکتا وہ کبھی اللہ کا ولی نہیں بن سکتا۔ وہ درویش نہیں بن سکتا۔ پہلی تعلیم اپنے نفس کی خواہشات کو کچلنا ہے۔ نفس کی خواہشات کی بجائے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کی تعمیل کرنا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جتنا مجھے ستایا گیا ہے، اُتنا ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش نبیوںؑ میں سے کسی کو نہیں ستایا گیا۔ لیکن آپ ﷺ نے انتقام نہیں لیا۔ فتح مکہ کے دن کتنا مشہور واقعہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بڑے بڑے ظالم، جنہوں نے آپ ﷺ کی راتوں کی نیندیں چھین لیں، دن کا سکون چھین لیا، آپ ﷺ کے کتنے صحابہ کو شہید کیا، کس قدر ظلم کیا، وہ سارے کے سارے مجرموں کی طرح سامنے آئے۔ حضور نبی کریم ﷺ چاہتے تو غصہ نکالنے کا سنہری موقع تھا، کوئی غصہ نہیں نکالا، بلکہ سب کو معاف کر دیا۔

ہندہ زوجہ ابوسفیان کا واقعہ

اُس دن ہندہ زوجہ ابوسفیان گالی گلوچ کرتے ہوئے آئی، آپ ﷺ کی بدترین دشمن تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے غصے پر غلبہ پا جانے کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ فاتح ہیں، دس ہزار کا لشکرِ جرار ہے اور ہزاروں فوجی تلواریں ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں، ایک عورت سامنے کھڑی ہو کر گالیاں دے، بُرا بھلا کہے۔ حضور نبی کریم ﷺ چاہتے تو کیا نہیں کر سکتے تھے۔ کوئی دنیا میں ایسی مثال نہیں ملتی۔ اسے یقین تھا کہ میری زبان کھنچوا دی جائے گی اور میرے جسم کے ٹکڑے کر کے قیمہ کر کے کتوں کے آگے پھینکا جائے گا۔ جتنی وہ دشمنی کر سکتی تھی اُس نے کی تھی۔ حضرت امیر حمزہؓ، سیّد الشہداء کو شہید کروا کے اور آپؓ کے جسم کا ایک ایک عضو کاٹ کے دل اور کلیجہ نکال کے پرو دیا

اور ہار بنا کر غزوۂ اُحد میں بھنگڑے ڈالے۔ کتنا سنہری موقع تھا اُس کو کچل دینے کا۔ حضرت عمرؓ اس قدر بے قرار ہو گئے تھے کہ کبھی تلوار نیام سے باہر نکالتے اور کبھی اندر کرتے کہ حضور ﷺ اشارہ کریں، اِس کو کیفرِ کردار تک پہنچا دوں۔ حضور نبی کریم ﷺ صبر کر کے بیٹھے رہے۔ جب وہ گالی گلوچ کر کے تھک کر بیٹھ گئی اور اپنی موت کا انتظار کرنے لگی تو حضور نبی کریم ﷺ نے بس اتنا کہا کہ ''ہندہ! تم ہمیں جو مرضی کہتی رہو، ہم نے آج تجھے معاف کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' اس کا جسم کانپ اُٹھا۔ اس کو یقین نہ آیا کہ کوئی ایسا انسان ہو سکتا ہے جو اِس قدر عظیم ہو۔ اس وقت اسے احساس ہوا کہ میں اس بندے کو کتنا غلط سمجھتی رہی (نعوذ باللہ)۔ اس نے پھر تاریخی الفاظ کہے، ''اس لمحے سے پہلے میرے لئے (نعوذ باللہ) سب سے بُرے آپ تھے لیکن اب آپ کے کردار کی عظمت کو دیکھ کر میرے نزدیک اس کائنات میں سے زیادہ عزیز آپ ﷺ ہیں۔ میری اولاد کے لئے آج کے بعد مکے کے گھروں میں رہنا حرام ہے۔ آپ ﷺ کے دین کی خاطر ہر محاذ پر جا کر لڑے گی۔''

کچھ ان کے خلق نے، کچھ ان کے پیار نے کر لی
مسخر ساری دنیا سیّدالابرار ﷺ نے کر لی

لطیفۂ روح کے ذکر کا ماحصل

یہ صبر اور ضبط کے مقامات اس خوش نصیب کو حاصل ہوتے ہیں جو لطیفۂ روح کے اندر ذکر کرے۔ اس کی طبیعت میں اعتدال، توازن، سکون اور اصلاح کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو زیادہ ذکر (ذکر فی الروح) کرتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ فائدہ لیتا ہے۔ اس کا نور سُرخ ہے۔ سُرخی ویسے بھی غصے کی علامت ہے۔

خون پھر خون ہے گرتا ہے تو جم جاتا ہے
ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہے کہ لطیفۂ روح کے اندر ذکر کرنے سے صوفی کے اندر ضبطِ نفس کے اعلیٰ اوصافِ حمیدہ اور کمالاتِ جلیلہ کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

لطیفۂ سِر کا مقام، رنگ اور کیفیات

لطیفۂ سِر کا مقام انسان کے سینے میں بائیں پستان کی طرف سے ایک انچ وسطِ سینہ کی طرف مائل ہے۔ اگر ایک انچ سینے کی طرف پیمائش کریں تو جو جگہ بنے گی وہ جگہ لطیفۂ سِر کا مقام ہے۔

شیونات واعتبارات کا ظہور

اس کی فنا یہ ہے کہ لطیفۂ سِر پر اللہ تعالیٰ کے ''شیونات'' اور ''اعتبارات'' کا ظہور ہوتا ہے اور اِس کی علامت ہر دو سابقہ لطیفوں کی طرح اس میں ذکر کا جاری ہونا اور کیفیاتِ ذکر میں ترقی کا رونما ہونا ہے۔ یاد رہے کہ یہ مشاہدہ اور دیدار کا مقام ہے اور اِس کی تاثیر طمع اور حرص کے خاتمے نیز دینی اُمور کے معاملے میں تکلّف مال خرچ کرنے اور فکرِ آخرت کے جذبات کی بیداری سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا نور سفید ہے۔

صفت اور شان میں فرق

اللہ کریم کی ہر صفت کی ایک شان ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی صفت ''علیم'' ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنے علم کو قرآن کی صورت میں ظاہر فرمایا، لہٰذا یہ قرآن اللہ کی ''صفتِ علیم'' کی شان بن گیا اور اُس کا کلام بن گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ''قدیر'' ہے۔ یہ اس کی صفت ہے، وہ قدرت والا ہے۔ اس نے اپنی قدرت کا مظاہرہ کیا تو ساتوں زمین اور ساتوں آسمان اور کل کائنات کو تخلیق کر دیا ہے۔ یہ ساری کائنات اس کی اس صفت کی شان بن گئی ہے۔ اسی طرح اگر آپ ''ڈاکٹر'' ہیں تو یہ آپ کی صفت ہے اور اگر ایک بڑے ہی پرانے مرض کا آپ نے علاج کر کے دکھا دیا تو وہ مرض کا علاج آپ کی صفت کی شان بن گیا، نشانی بن گیا، اعتبار بن گیا، ایک دلیل بن گیا۔ آپ بہت اچھے ''مصور'' ہیں، یہ آپ کی صفت ہے۔ آپ نے ایک ماسٹر پیس (شاہکار) پینٹ کیا، وہ آپ کی اس صفت کا مظہر بن گیا، صفت کی شان بن گیا ہے۔ اس صفت کو سمجھانے کا اعتبار بن گیا، دلیل بن گیا۔

لطیفۂ سِر منبعِ شیونات

لطیفۂ سِر پر اللہ تعالیٰ کی ''صفات''، اُس کی ''شانوں'' اور ''اعتبارات'' کا ظہور ہوتا ہے۔

لطیفۂ سِر اللہ کی صفات کی شانوں کے فیض کو حاصل کرتا ہے، جیسے آپ میں جذب کرنے کی صفت ہے تو جذب کرتے ہیں۔ آپ منہ کے ساتھ بوتل لگا کر پوری Pepsi کی بوتل کو جذب کر لیتے ہیں۔ پیپسی اور فانٹا کو جذب کرنے کا آلہ کونسا بنا؟ ''منہ بنا۔'' بے شک یہ معدے اور پیٹ میں ہی گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے کان کے ساتھ پائپ لگایا تھا اور کھینچ کر اسے معدے میں لے گئے یا ناک کے ساتھ لگایا تھا یا آنکھ کے ڈیلے کے ساتھ پائپ رکھا تھا اور آنکھ سے کھینچ کھینچ کر آپ اسے معدے میں لے گئے، یہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی صفات کی شانوں کا ظہور ہوتا ہے تو وہ نہ سر پر ہوتا ہے، نہ آنکھوں پر، نہ قلب پر اور نہ روح پر، بلکہ وہ مقام لطیفۂ سِر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی شانوں کا فیض لینا ہو تو لطیفۂ سِر میں ذکر کیا جائے۔

تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ (الحدیث)

ترجمہ: اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ۔

اخلاقِ الٰہیہ کیا ہیں؟

اللہ کا اخلاق اپنا لو یا یوں کہہ لیں کہ اللہ جیسے ہو جاؤ۔ اللہ جیسی عادتیں اختیار کر لو، وہ صفات پیدا کر لو جو بنیادی طور پر اللہ کی صفات ہیں۔ جب بندۂ مومن کے قلب پر، روح پر، سر پر، خفی پر اور اخفیٰ پر یہ وارد ہوتی ہیں تو اِن کا فیض لے کر بندہ ان صفتوں کے فیض سے ''متصف'' ہو جاتا ہے، ''متخلق'' ہو جاتا ہے اور اس کے کردار سے ان صفتوں کی شانوں کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ''حی'' یعنی زندہ کرنا ہے۔ اس نے اپنی صفت کا اظہار یوں کیا کہ انڈے کے اندر چوزہ ہے، اس کو حیات دے دی۔ مردے سے زندہ پیدا کر لیا، زندہ سے مردہ پیدا کر لیا۔ پہاڑ سے انسان پیدا نہیں ہوتے، حیوان پیدا نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے اونٹ پیدا کر دیئے۔ حضرت صالح علیہ السّلام کی اونٹنی پہاڑ سے پیدا کر دی۔ اللہ نے اپنی صفتِ تخلیق کا فیض، حیات کا فیض جب پہاڑ پر ڈالا، پہاڑ نے اس فیض کو جذب کر لیا اور اِس سے خلافِ واقع، خلافِ معمول اونٹنی پیدا ہو گئی۔

بعض اولیائے کرام، بزرگانِ دین، ''اہل اللہ'' سے ان صفتوں کا، ان شانوں کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ پتھر تو انسان سے باتیں نہیں کرتے لیکن امام الانبیاء ﷺ نے جب ہاتھ میں کنکروں کو اشارہ کیا تو انہوں نے ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھنا شروع کر دیا۔

حضور ﷺ نے ایک درخت کو بلایا تو بغیر قدموں کے وہ چلتا ہوا آ گیا۔ اللہ کی صفات کی شانوں کا مظاہرہ حضور ﷺ سے بھی ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ کا لطیفۂ سِر اس فیض کو جذب کرنے کے بعد اس فیض سے ''متصف'' ہوا اور اس کا عملی طور پر مظاہرہ بھی کر دیا، اظہار بھی کر دیا۔ سورج ڈوب گیا، حضور ﷺ اس کو واپس لے آئے، چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے، یہ ساری اللہ کی صفتیں ہیں لیکن اللہ کے ان اسماء و صفات کے فیض کو جذب کر کے آپ ﷺ کے لطائف ان کمالات کا مظاہرہ کر رہے ہیں، کمال اللہ کے ہیں، صفت اللہ کی ہے، سارا کچھ دیا ہوا اللہ کا ہے لیکن اللہ کے اس ''خاص بندے'' سے اللہ کی صفتوں کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ اللہ ''سمیع'' ہے، ''بصیر'' ہے، ہم بھی سمیع و بصیر ہیں، اللہ تعالیٰ کی جو صفاتِ سماعت و بصارت ہیں ان کا فیض ہماری سماعت و بصارت کو ملا تھا تو ہم نے بھی دیکھنا اور سننا شروع کر دیا۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

قدرت، معجزہ، کرامت اور استدراج کا فرق

اب یہ ساری اللہ کی صفتیں ہیں، ''مشکل کشا ہونا''، ''حاجت روا ہونا''، ''دافع البلاء ہونا''، ''غالب ہونا''۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ یہ سارے کام بندے سے ہوتے ہیں تو بندہ اللہ کی ان صفات کی شانوں سے متصف ہو جاتا ہے اور اس فیض سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔

یہ جتنی انبیائے کرام کی صفات ہیں یہ اسی کا اظہار ہے۔ انبیاء و اولیاء کے سارے معجزے و کرامات اللہ کے ''اسماء'' اور ''صفات'' کے ''شیونات'' اور ''اعتبارات'' کی تجلیات کا مظاہرہ ہیں۔ جب اللہ کی قدرت براہِ راست ظاہر ہوتی ہے تو اس کو اللہ کی برہان کہتے ہیں۔ جب وہی کام (باذن اللہ) نبی سے ظاہر ہو تو معجزہ، اور اگر کسی ولی اللہ سے ہو تو اُسے کرامت کہتے ہیں، اور اگر کسی شیطان سے ظاہر ہو تو اِس کو جادوگری، کالا علم، سفلی عمل، شیطانی فعل اور استدراج کہتے ہیں۔

جب اس قسم کا فیض بندۂ مومن کے لطیفۂ سِر پر ہو گا تو اِس کی علامت یہ ہے کہ دوسرے دونوں لطائف کی طرح اس لطیفہ میں بھی ذکر جاری ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ یہ مشاہدہ اور دیدار کا مقام ہے۔ یہ عملی مظاہرہ ہے اور قال کا نہیں بلکہ حال کا مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ صرف زبانی دعویٰ نہیں کرتے بلکہ دوٹوک الفاظ میں مشاہدہ کر کے دکھاتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ بھی اس بات

کے قائل ہیں:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یدِ بیضا کی مثال

حضرت موسیٰؑ اپنا ہاتھ بغل میں ڈالتے، جب ہاتھ باہر نکالتے تھے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنا شروع ہو جاتا۔ علامہ اقبالؒ فرما رہے ہیں کہ اللہ والوں کا امتحان نہ لو۔ اگر عقیدت اور محبت کے ساتھ ان کے پاس بیٹھنا شروع ہو جاؤ تو یہ اپنے دامن میں کئی یدِ بیضا (چمکتے ہوئے ہاتھ) لئے بیٹھے ہوتے ہیں۔

ہزار چشمہ تیری سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کر ضربِ کلیم پیدا کر

موسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام نے اپنا ڈنڈا مارا تھا تو پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تھے۔ جس کا ذکر قرآن پاک نے ان الفاظ میں کیا ہے:

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ط قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ. (البقرۃ:۶۰)

ترجمہ: پس بارہ چشمے رواں ہو گئے اور ہر گروہ نے اپنے اپنے چشمے کو اپنے گھاٹ کو پہچان لیا۔

علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ بندۂ مومن، صوفی، درویش، فقیر جب اپنے قلب پہ ذکر کا ڈنڈا مارتا ہے، "ھُو" کی ضرب مارتا ہے تو بارہ چشموں کی بجائے ہزار چشمے نمودار ہوتے ہیں۔

لطیفۂ سر بمقابلہ طمع وحرص

لطیفۂ سر میں ذکر کی تاثیر کیا ہے؟ کیسے پتہ چلتا ہے کہ فلاں بندے کا لطیفۂ سر طے ہو گیا ہے اور اُس کو مقام "سر" کی فنا مل گئی ہے؟ وہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت اور رضا کے سانچے میں ڈھل گیا ہے؟ یا یوں سمجھ لیں کہ لطیفۂ سر کے ساتھ کون سی بیماری ہے، اگر وہ ختم ہو جائے تو لطیفۂ سر اپنی اصل صحت مندانہ حالت (Healthful Condition) میں آ جاتا ہے؟ اس کی تاثیر طمع اور حرص کے خاتمے، دینی اُمور کے معاملے میں بلا تکلّف مال خرچ کرنے اور فکرِ آخرت کی بیداری سے ظاہر ہوتی ہے۔ طمع، حرص اور لالچ وغیرہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ میاں محمد بخشؒ طمع کے بارے میں فرماتے ہیں:

جتوں حرف طمع دے یارو
تے جتوں ای نقطیوں خالی
خالی نال پہناوا میرا
میں دی رہ گیا خالی

لالچی کتے کی مثال

طمع یہ ہے کہ انسان میں ہوس پیدا ہو جائے، اس کے اندر لالچ پیدا ہو جائے اور وہ اس لالچ اور طمع کی تسکین کے لئے حلال اور حرام کی تمیز بھول جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ جس طرح بھی ہو اُس کی خواہش پوری ہونی چاہئے۔ جس طرح لالچی کتے کی کہاوت ہے، اکثر چھوٹی کلاسوں میں بچوں کو سناتے ہیں کہ کتے نے گوشت کا ٹکڑا چرایا، پھر سوچا اس کو کدھر جا کر کھاؤں، کوئی دوسرا کتا دیکھ نہ لے۔ پل سے گزر رہا تھا، نیچے جھانک کر دیکھا تو اپنا سایہ نظر آیا۔ سمجھا کوئی اور کتا منہ میں پوری ٹانگ (Leg Piece) لے کر کھڑا ہے۔ لالچ نے کہا کہ پہلے اس سے چھین لو پھر موج سے کھانا۔ غصے سے بھونکتا ہوا نہر میں کود گیا۔ جب اس نے جا کر پانی کو چھوا تو کتا بھی غائب، ٹانگ (Leg Piece) بھی غائب، ہڈی بھی غائب، پانی بڑا تیز تھا، اس نے بڑی کوشش کی لیکن بچ نہ سکا اور نہر کی گہرائی میں غرق ہو گیا۔

طمع/لالچ کی بدترین صورت

طمع یہ ہوتا ہے کہ انسان یہ چاہتا ہے کہ فلاں شے صرف میرے پاس ہو اور کسی کے پاس نہ ہو۔ ایک اس کی بدترین کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انسان کہتا ہے کہ چلو مجھے تو مل نہیں سکتا تو فلاں بندے کو بھی نہ ملے۔

اس لئے حضور ﷺ نے، جنہیں لالچ اور طمع ہوتا ہے اُن کو کتوں سے تشبیہ دی ہے۔ فرمایا:

اَلدُّنْيَا جِيفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: دنیا مردار کی طرح ہے اور اس کے پیچھے بھاگنے والے کتے ہیں۔

یہ ایسی خطرناک بیماری ہے کہ حضور ﷺ ایک جگہ فرماتے ہیں:

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ہر برائی اور بیماری کی جڑ دنیا کی ہوس اور حرص ہے۔

طمع کی مختلف صورتیں

طمع کا مطلب ہے لمبی امیدیں باندھنا۔ جس طرح یہودی کہتے تھے، کاش ہمیں ہزار سال زندگی ملے اور خوب کھاتے رہیں اور پیسے اکٹھے کرتے رہیں، گن گن کر رکھتے رہیں اور موجیں کریں اور مال کھائیں۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر تمہیں ہزار سال زندگی ملے تو کیا موت سے بچ جاؤ گے۔

آ جاؤ گے حالات کی زد میں جو کسی دن
ہو جائے گا معلوم خدا ہے کہ نہیں ہے

حریص اور للچائی نظریں

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر طمع پرست انسان کو ایک وادی سونے سے بھر کے دے دی جائے تو بھی اُس کو تسکین نہیں ہوگی۔ وہ چاہے گا کہ ایک اور وادی ملنی چاہئے، یہ تھوڑی ہے۔ اس کو دو وادیاں سونے سے بھر کے دے دی جائیں تو پھر کہے گا کہ نہیں، ایک وادی اور ملنی چاہئے۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر اسے پوری کائنات کی ساری وادیاں بھی سونے سے بھر کر دے دی جائیں تو پھر بھی اس کی حرص اور ہوس کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوگی۔ طمع پرست لوگ جیبوں کی طرف دھیان رکھتے ہیں، مال کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں، اس لئے ہمیں سبق دیا گیا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ اے اللہ! مَیں پناہ مانگتا ہوں حاسدوں کے حسد سے، شریروں کے شر سے، کیونکہ حریص اور حاسدانہ نظریں نقصان دیتی ہیں۔

نظرِ بد لگنا

میرے شیخ طریقتؒ نے ایک دفعہ علالت کی حالت میں ارشاد فرمایا، بیٹا! مٹھائیاں وغیرہ ترک کردو۔ پوچھا، حضور! کیوں؟ فرمایا کہ بڑی حریص نظریں ان رَس گلوں پر، ان رس ملائیوں پر، برفیوں پر، گلاب جامنوں پر، بالوشاہیوں پر، میسیوں پر، جلیبیوں پر، پکوڑوں پر پڑتی ہیں۔ ان نظروں کی خباثت روحانیت کے لئے بہت خطرناک ہے۔ بازار کے کھانے نہ کھایا کرو، اس لئے کہ آنے جانے والے لوگ حریص نظریں ڈالتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں، نظرِ بد لگ جانا۔ بچہ پیارا ہوتا ہے اور دیکھنے والے کی نظریں پڑ جاتی ہیں تو بچے کو کوئی چوٹ لگ جاتی ہے، خون نکل آتا ہے۔

یہ حریص اور للچائی ہوئی نظریں بڑی خراب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نظرِ بد سے محفوظ رکھے۔ آمین

معوذتین پڑھنے کی حکمت

یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھا کرو۔ یہ پناہ دینے والی سورتیں ہیں۔ انسان حریصانہ اور غلیظ نظروں سے محفوظ رہتا ہے۔

جس طرح بعض لوگوں کو ناجائز اشیاء کا لالچ پڑ جاتا ہے، بعض کو دولت کا طمع، بعض کو بے حیائی کا، بعض کو سیاست بازی کا، بعض کو بدامنی کا اور قتل و غارت کا طمع پڑ جاتا ہے۔ ان سب بُری حرکتوں کی اصل بنیاد لالچ اور طمع ہے۔ اگر چوروں، ڈاکوؤں اور اُچکوں سے پوچھیں کہ تم یہ حرکتیں کیوں کرتے ہو تو یہ کہیں گے کہ فلاں کے پاس بڑی دولت تھی، بڑا پیسا تھا، میرے دل نے بھی چاہا کہ میرے پاس بھی یہ چیزیں ہونی چاہئیں۔ جائز طریقے سے مَیں مزدوری کرتا تھا تو ڈیڑھ دو سو ملتا تھا۔ مشکل سے دو وقت کی روٹی چلتی تھی۔ میں جاگیردار بننا چاہتا تھا، گاڑی لینا چاہتا تھا، عالیشان کوٹھی بنانا چاہتا تھا۔ بس اس لالچ اور طمع نے مجھے مجبور کیا کہ ڈاکہ ماروں، بندہ قتل کروں یا فلاں آدمی سے رشوت لوں۔

حرص و لالچ مہلک ترین مرض

لہٰذا اصل مرض حرص اور طمع نکلا۔ اس دنیا میں سب سے بڑی دولت ایمان کے بعد قناعت ہے۔ افلاطون اور ارسطو جیسے حکمائے یونان کا بھی یہی مؤقف تھا کہ قناعت کرنے والا سب سے بڑا امیر ہے۔

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

قناعت اور فقرِ محمدیؐ

سب سے بڑی لعنت قناعت پسندی کا نہ ہونا ہے۔ اور سب سے بڑی دولت قناعت پسندی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہوا اُس پر اور اپنے وسائل میں خوش رہنا۔ حریص نظروں سے نہ

دیکھنا، للچائی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر رالیں نہ ٹپکانا۔ یہ بہت بُری بات ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (الحدیث)

ترجمہ: میرا فقر (غریبی) میرے لئے باعثِ فخر ہے۔

مَیں چالیس دن سے بھوکا بھی ہوں تو کوئی سوال نہیں، کوئی درخواست نہیں، کوئی التجا نہیں۔ چالیس دن کوئی روٹی نہ پکے تو کسی کے آگے کوئی دستِ سوال دراز نہیں کیا کہ مَیں بھوکا مر گیا۔ ''قناعت'' طمع کی ضد ہے۔ چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ ''لالچ'' کی ضد ''قناعت'' ہے۔ اس کے لئے ایک اور لفظ شریعت میں ''توکل'' کا بھی ہے۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (آلِ عمران:۱۵۹)

ترجمہ: پس جب تو کوئی پختہ ارادہ کرے تو اللہ پر توکل کر۔

ہر کام میں اپنی پوری کوشش کی جائے پھر قناعت کی جائے اور نتائج اللہ پر چھوڑ دیئے جائیں۔

صحابیؓ کا اونٹ اور توکل

ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پوچھا، کیسے آئے ہو؟ عرض کی، اونٹ پہ آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اونٹ کدھر ہے؟ عرض کی، حضور ﷺ! اللہ کے توکل پر اس کو باہر ہی چھوڑ دیا ہے۔ فرمایا، یہ توکل نہیں ہے۔ پہلے اونٹ کی ٹانگ یا دونوں ٹانگیں باندھ دو، پھر اُس کو اللہ کے سپرد کرو، یہ توکل ہے۔

مفلسی کا ایک سبب

ہر کام کی کوشش کرنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ خود ملنگ بن جائے اور اِدھر اُدھر ہاتھ مارتا پھرے اور یہ کہے کہ اللہ نے مجھے غریب کر دیا ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ تجھے غریب کر کے اللہ نے کون سی اپنی شان بڑھالی ہے یا تیرے امیر ہونے سے اللہ کو کیا گھاٹا پڑ جائے گا۔ اگر تیرے پاس چار نعمتیں آجائیں تو اللہ کا اس میں کیا نقصان ہے؟ یا تیرے مفلس کرنے میں اس کو کوئی بڑا عہدہ مل جائے گا۔ اللہ کریم خود کلامِ پاک میں فرماتے ہیں:

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ (ھود:۶)

ترجمہ: کوئی چیز زمین میں چلنے والی ایسی نہیں ہے جس کو رزق دینا میرے ذمے نہ ہو۔

خیر الرازقین کی شان

اتنے جانور ہیں، کبھی دیکھا ہے کسی کتے یا جانور کو جو اپنے ساتھ گلے میں روٹی کا ٹفن ڈالے پھر رہا ہو، دوپہر یا شام کا کھانا، یا صبح کا ناشتہ ہو۔ کتنے پرندے ہیں آسمانوں پہ اُڑتے ہوئے، انسانوں سے کھربوں گنا زیادہ جانور ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق جتنے روئے زمین پر انسان ہیں، اس سے کھربوں گنا زیادہ سمندر کی مچھلیاں ہیں، انہیں کون روٹی دیتا ہے؟ پرندوں کو کون روٹی دیتا ہے؟ کبھی دیکھا کہ انہوں نے اپنا کوئی اناج خانہ بنایا ہوتا ہے جس میں ذخیرہ کرتے ہیں۔ جب ان میں اس قدر قناعت ہے تو حضرتِ انسان! تُو کیوں حدِ اعتدال سے باہر نکل جاتا ہے۔ بے صبرا ہو جاتا ہے اور قناعت کا دامن چھوڑ کر طمع اور لالچ میں پڑ جاتا ہے۔ تو ہمت ضرور کریں، جتنے اللہ نے وسائل دیئے ہیں اُن کو بروئے کار لا کر دیکھیں۔ اگر بندہ خود ہی بددیانت اور کام چور ہے، بدھو ہے، نکما ہے، باتونی ہے تو پھر ظاہر ہے ذلیل و رسوا ہوگا۔ کہاوت مشہور ہے:

''کام اچھا ہوتا ہے نہ کہ چام''

انگریزی میں کہتے ہیں:

"Handsome is that who handsome does."

اعتدال کا راستہ

افراط و تفریط سے بچتے ہوئے انسان کو اعتدال کے راستے پر چلنا چاہئے۔ کبھی بھی حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ جس طرح اکثر صوفی حضرات کو دعوئی کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ حضرت صاحبؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ فقیر دعوے سے مارا جاتا ہے۔ وہ بڑے بڑے دعوے کرتا ہے کہ مَیں جلا کے راکھ کر دوں گا، مَیں یہ کر دوں گا، وہ کر دوں گا۔ جبکہ اصل صوفی کہتا ہے کہ مَیں کچھ نہیں ہوں، سارا کرم اُس ذات کا ہے۔ اس سے کروڑوں کرامتیں بھی ظاہر ہوں تو پھر بھی وہ کہتا ہے کہ مَیں گنہگار ہوں، کرم تو اُسی کا ہے۔ یہ تو اُس مولا کی کرم نوازی ہے۔

پنسلین (Penicillin) کی مثال

الیگزینڈر فلیمنگ نے پنسلین ایجاد کی جو بیشمار بیماریوں کا علاج ہے۔ لوگوں نے کہا، ڈاکٹر

صاحب! آپ نے حد کر دی۔ لیکن وہ کہتا تھا کہ مَیں نے تو کچھ نہیں کیا، یہ تو اتفاقاً بن گئی ہے۔ مَیں تو نکما آدمی ہوں۔ مجھے تو تجربہ کرنے کا شوق تھا، بس اُلٹی سیدھی کوشش سے یہ دریافت ہو گئی ہے۔ اس قدر عجز و انکساری کا مظاہرہ ہے کہ اس نے اس عظیم ایجاد کو بھی اپنے کھاتے میں نہیں ڈالا۔

دعویٰ فقیر کو زیبا نہیں

دعویٰ کرنا فقیر کے لئے خطرناک چیز ہے، کیونکہ دعویٰ نبیوں کے لئے ہوتا ہے۔ نبیوں کو حکم ہے کہ دعویٰ کریں کہ مَیں نبی ہوں، مَیں سب کر سکتا ہوں۔ جبکہ ولی کو دعویٰ کرنے کا حکم نہیں ہے۔

اللہ والے فرماتے ہیں کہ ولی اس طرح اپنے کمالات کو چھپائے، اپنی کرامتوں کو چھپائے، جس طرح عورت اپنے گندے کپڑوں کو چھپاتی ہے، حیض و نفاس کے کپڑوں کو چھپاتی ہے، تاکہ اس کے عیب کسی کے سامنے ظاہر نہ ہو جائیں، میری بدبو کا کسی کو پتہ نہ چلے، کوئی سونگھنے نہ پائے کہ میں پلید ہوں، ان دنوں گھر سے زیادہ باہر نہیں نکلتی۔ اسی طرح درویش اور فقیر کو چاہئے کہ اپنے کمالات کو اور جو اللہ نے کرم نوازیاں کی ہیں اُن کو چھپائیں۔ ہاں مگر تحدیثِ نعمت کے لئے اپنے کسی خاص صحبت اور نسبت والوں کو کوئی بات اشارے سے کہہ بھی دیں کہ ان کی ڈھارس بندھی رہے اور اُن کے حوصلے جوان رہیں، تو اور بات ہے، لیکن دعویٰ کرنا خطرناک ہے۔ اور حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فقیر دعویٰ سے مارا جاتا ہے اور عالم طمع سے مارا جاتا ہے۔ ان سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

لطیفۂ خفی کا مقام، رنگ اور کیفیات

لطیفۂ خفی کا مقام وفناء

عالمِ امر کے پانچ لطائف ہیں، جن میں چوتھے نمبر پر لطیفۂ خفی کا ذکر ہے۔ جس کے بارے میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ لطیفۂ خفی کا مقام دائیں پستان سے تقریباً ایک انچ کے فاصلے پر سینے کے وسط میں واقع ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اس کی فنا صفاتِ سلبیہ اور تنزیہہ کا ظہور ہے۔ یعنی یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ لطیفۂ خفی کے اندر ذکر جاری ہو گیا ہے اور لطیفۂ خفی اپنے اصل مقام کی طرف رجوع کر رہا ہے اور اللہ کے ذکر کی حلاوت یا تاثیرات اور خصوصی واردات و تجلیات اور مشاہدات سے بہرہ یاب ہو رہا ہے؟ آپؒ فرماتے ہیں کہ اس کی فنا ''صفاتِ

تنزیہہ'' کا ظہور ہے۔

تنزیہہ کا مقام

تنزیہہ کا معنی ہے ''پاک کرنا''، ''پاک ہونا''۔ یہ اللہ کی صفتِ تنزیہہ ہے۔ اللہ رب العالمین پوری کائنات سے مبرا و منزہ اور پاک ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (الصافات:۱۸۰)

ترجمہ: پاک ہے تیرا رب عزت والا اور پاک ہے اس سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

بقول امام ربانی، ''اللہ رب العالمین وراء الوراء، ثم وراء الورا، ثم وراء الورا ہے''، اور جو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دے کر اللہ کی ذات بابرکات کو بیان کرتے ہیں، اللہ اس سے پاک ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ. (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ: کوئی شے اس کی مثل نہیں۔

اشیاء کائنات اور خالق

اس بارے میں دو قسم کے گروہ ہیں۔ ایک گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ کائنات کی جتنی اشیاء نظر آتی ہیں، یہ مظاہرِ فطرت، یہ کل کائنات، انسان سمیت یہ اللہ رب العالمین کی صفات کے ظہورات ہیں، شکلیں ہیں، تعینات ہیں۔ یعنی ان کا مؤقف ہے کہ اشیاء کو اللہ سے منسوب کر کے یا اللہ کی صفات کو اُن سے تشبیہ دے کر سمجھایا جا سکتا ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ اللہ رب العزت اپنے کمالات و صفات میں مخلوق اور جو کچھ اس کے پاس ہے اُس کے ساتھ تشبیہ دے کر سمجھنے یا سمجھانے سے وراء الوراء ہے۔ جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص یا فلاں مخلوق میں فیض رسانی کی تاثیر ہے، جیسے اللہ تعالیٰ میں ہے۔ مثال کے طور پر علامہ اقبال کا یہ شعر بھی ہے:

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اللہ رب العالمین کی مختلف صفات جو بندوں میں پائی جاتی ہیں یا جن کا ظہور بندوں سے ہوتا ہے اُس کو بنیاد بنا کر اللہ کی ان صفات کا ادراک اور اس کی صفات کی کھوج لگانا یا ان تک پہنچنا اور اُن کی مماثلت دے کر شیخ سے رابطہ قائم کر کے سمجھنا۔

خالقِ انسانی عقل سے وراء الوریٰ

صوفیاء کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ مخلوق کے دامن میں جو کچھ بھی ہے اللہ رب العالمین اس سے پاک ہے۔ وراء الورا، ثم وراء الورا ہے۔ لہٰذا صفت تنزیہی کا فیض انسان کے جس لطیفہ پر نازل ہوتا ہے وہ ''لطیفۂ خفی'' ہے۔ پھر اس بات کو یوں سمجھیں اللہ رب العالمین کی بہت سی صفات ہیں، ان میں سے ایک صفت کا نام ہے صفتِ ''تنزیہی''۔ جس طرح وہ ''مالک الملک'' ہے، ''احسن الخالقین'' ہے، ''رب الارباب'' ہے، ''احکم الحاکمین'' اور ''رب العالمین'' ہے۔ اللہ تعالیٰ ان صفتوں اور شانوں کا مالک ہے جہاں تک انسان کی عقل وفہم کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ جس حد تک بھی انسان اللہ تعالیٰ کو سمجھا ہے یا سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس کی اپنی عقل اور اپنے عروج کی حد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی حد نہیں۔ کیونکہ وہ حدوں سے پاک ہے۔ وہ بے حد قوی اور طاقتور ہے۔

مشبہ اور مشبہ بہ کا فرق

مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص اتنا ذہین ہے جتنا کہ شیکسپیئر، تو شیکسپیئر کی ذہانت سے دوسرے آدمی کی ذہانت کو تشبیہ دے کر بات سمجھائی جا رہی ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ وہ اتنا دانشور ہے جتنا جالینوس تھا، یا جس طرح میر تقی میر کو خدائے سخن کا لقب دیا گیا۔ یعنی کسی کمال تک پہنچنے کے لئے کسی بندے کو بنیاد (Base) بنایا کہ جس طرح یہ ایسا ہے کہ اسی طرح شیکسپیئر ایسا تھا، جالینوس ایسا تھا، یا میر تقی میر ایسا تھا، تو یہ مماثلت اور تشبیہ تو سمجھ میں آتی ہے، لیکن اللہ رب العالمین کی صفات وکمالات کا احاطہ کرنے کے لئے یا اس کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے انسان جتنی دوڑ لگائے گا، جتنی پرواز کرے گا، جس حد تک بھی بلندی کو چھوئے گا، وہ کم ہے، کیونکہ وہ اس کی اپنی پرواز کی بلندی ہوگی۔ اللہ رب العالمین ان بلندیوں سے پاک ہے۔

چڑیا کے بچے کی قوت

ایک چڑیا کا بچہ اپنی ماں سے کہہ رہا تھا کہ ماں میں جس درخت کے تنے پر بیٹھتا ہوں وہ میری جوانی اور میری قوت کے آگے ہلتا ہے۔ ماں سن کر کہنے لگی، بیٹا! ابھی تو کسی چھوٹی ٹہنی پر بیٹھا ہوگا، یوں کہہ لو کہ کسی مکئی کے سٹے، باجرے کے سٹے یا پرالی پر بیٹھا ہوگا، یا پانی کے قریب جو کائی ہے، نہروں کے کنارے جو گھاس اُگی ہوتی ہے، اُس پر بیٹھا ہوگا، اس وجہ سے اوپر نیچے ہوتا ہے۔

وہ اپنی ماں کو اپنی طاقت اور دلیری بتا رہا تھا کہ میں اتنا جوان ہو گیا ہوں، اتنا طاقتور ہو گیا ہوں کہ جس درخت کے تنے پر بیٹھتا ہوں وہ جھک جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح انسان بھی اللہ کی صفات اور مقام کے حوالے سے چڑیا کے بچے کی طرح ہے۔

مکتوباتِ امام ربانیؒ اور آقا دو جہاں ﷺ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ایک خلیفۂ کامل کو خواب میں حضور ﷺ کا دیدار ہوا۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ نے میرے حضرت صاحب (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے مکتوبات شریف پڑھے ہیں، وہ کیسے ہیں؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ان مکتوبات میں سے کوئی بات یاد ہے تو سناؤ۔ انہوں نے امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف سے وہ اقتباس سنائے جس میں حضرت مجدد پاکؒ نے اللہ کی صفات اور شانیں بیان کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

ان اللّٰہ تعالٰی وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الورا. (مکتوبات شریف)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے خیال سے بہت پرے ہے۔ ادراک سے اور ساری عقل اور دانش کی بلندیوں سے بہت آگے ہے، پھر اُس سے آگے، آگے، پھر اُس سے آگے ہے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، پھر پڑھو۔ تو وہ خلیفۂ کامل فرماتے ہیں، میں ساری رات یہ پڑھتا رہا، حضور نبی کریم ﷺ سنتے رہے اور دن چڑھ گیا۔ امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کی جولائنیں پڑھ کر سنائی گئیں اور جن کو آپ ﷺ نے دل وجان سے قبول کیا وہ اللہ پاک کی صفتِ ''تنزیہی'' تھی۔

بندۂ مومن پر، فقیر پر، صفتِ تنزیہی کا فیض جس جگہ پر اُترتا ہے اس کو لطیفۂ خفی کہتے ہیں۔ اور دوسرا لفظ جو استعمال کیا وہ ''سلبیہ'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُچک لے/سلب کر لے اُن کی بصارت کو، اُن کی سماعت کو۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ. (البقرۃ: ۲۰)

ترجمہ: قریب ہے کہ بجلی اُچک لے یا سلب کر لے اُن کی بصارت کو۔

یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی کی سماعت کو سلب کر لے، چاہے تو کسی کی بصارت کو سلب کر لے، چاہے تو کسی کی گفتار کو سلب کر لے۔ مراد یہ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے وہ چھین لیتا ہے۔ جس کو چاہے زندہ کر دے یا مار دے، بیشک اسی کے ہاتھ میں

بھلائی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ. (البقرۃ:۲۰)

ترجمہ: بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کدوراتِ بشریہ کا علاج

یہ سب کچھ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لطیفۂ خفی کے اوپر جو فیوض و برکات آتے ہیں وہ صفاتِ سلبیہ ہیں۔اس کی تاثیر سے حسد، بخل، کینہ اور غیبت جیسی مہلک بیماریوں سے مکمل نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ اس قدر مہلک امراض ہیں کہ جو انسان ان مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ امراض اس کو ضائع کر دیتے ہیں۔جس طرح حسد کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِیَّاکُمۡ وَالۡحَسَدَ فَاِنَّ الۡحَسَدَ یَاۡکُلُ الۡحَسَنَاتِ کَمَا تَاۡکُلُ النَّارُ الۡحَطَبَ (ابوداؤد)

ترجمہ: حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ، اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو۔

شیطان ابلیس کا اصل گناہ

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حسد ایسی خطرناک بیماری ہے کہ اس کی وجہ سے انسان غیبتیں کرتا ہے، چغلیاں کرتا ہے، حسد کی بناء پر ہی انسان دوسروں سے کینہ رکھتا ہے، حسد کی وجہ سے پھر وہ ظلم و تعدی پر اُتر آتا ہے، قتل و غارت پر اُتر آتا ہے، چوری ڈاکے پر اُتر آتا ہے۔شیطان ملعون، جس نے کم و بیش چار لاکھ سال زمین کے چپے چپے پر سجدے کئے لیکن اللہ کی بارگاہ سے نکال دیا گیا اور اُس کو مردود و ملعون قرار دیا گیا۔کیا اس نے کوئی شرک کیا تھا؟ یا اس نے کوئی کفر کیا تھا؟ نہیں! اس کو حسد کی بیماری نے اس مقام پر پہنچایا تھا۔

آیئے! قرآن کے وہ الفاظ سنئے:

خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِیۡنٍ. (الاعراف:۱۲)

ترجمہ: مجھے تُو نے آگ سے پیدا کیا اور اِسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔

شیطان کے دلائل و مبارزہ

شیطان نے کہا، اے اللہ! تو مجھے کہہ رہا ہے کہ مَیں اسے سجدہ کروں۔ پہلے یہ اپنا منہ تو

دیکھے جا کر۔آگ ہمیشہ بلندی پر ہوتی ہے جبکہ مٹی ہمیشہ پستی پر ہوتی ہے۔مَیں آدم کو سجدہ نہیں کروں گا، کیونکہ مَیں اس سے بہتر ہوں۔یہ دعویٰ حسد کا مظاہرہ تھا، جس سے سارے سجدے ضائع ہو گئے، عبادتیں ضائع ہو گئیں، تسبیحات ضائع ہو گئیں۔اللہ نے فرمایا، جا دفع ہو جا! آج سے ہم نے تجھے ٹھکرا دیا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ کی مکالمہ بازی اس ابلیس ملعون سے ہوئی جس میں اس نے حسد کے تحت تکبر بھی کیا اور پھر یہ اعلان کیا کہ مَیں برباد کروں گا تیرے آدم کو بھی اور تیرے بندوں کو بھی۔میں چوکڑی مار کر، دھرنا مار کر بیٹھ جاؤں گا، میں جان نہیں چھوڑوں گا، تو نے اس (آدمؑ) کی خاطر میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو مَیں آخر دم تک لڑوں گا۔حسد نے اس سے تکبر بھی کروایا۔

ابوجہل کا حسد حضور ﷺ سے

ابوجہل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے کیا تھا؟ عبداللہ بن اُبَی کو کیا تھا؟ اور دوسرے سردارانِ کفار کو کیا تھا؟ ان سب کو حسد کی بیماری تھی۔

لہٰذا لطیفۂ خفی کے اندر اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے تا کہ اس مہلک بیماری کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا جا سکے۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

دَبَّ اِلَیۡکُمۡ دَآءُ الۡاُمَمِ قَبۡلَکُمُ الۡحَسَدُ وَالۡبَغۡضَآءُ هِیَ الۡحَالِقَةُ لَا اَقُوۡلُ تَحۡلِقُ الرَّاۡسَ لٰکِنۡ تَحۡلِقُ الدِّیۡنَ. (الترمذی)

ترجمہ: پچھلی امتوں کی بیماری تمہاری طرف بھی آ گئی، وہ بیماری حسد اور بغض ہے جو مونڈنے والی ہے۔میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ بال مونڈتی ہے، بلکہ وہ دین کو مونڈتی ہے۔

علماء اور پیروں کا حسد.....سبب؟

پتہ چلا کہ یہ بیماری بڑی خطرناک ہے۔یہ خطرناک بیماری ویسے تو ہر جگہ پائی جاتی ہے لیکن علماء اور پیروں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔مثلاً فلاں کے پاس نذرانے کیوں زیادہ آتے ہیں؟ اس کے مرید کیوں زیادہ ہیں؟ ان کے پیچھے اتنے لوگ نمازیں کیوں پڑھتے ہیں؟ اس قسم کے نادان لوگ چونکہ وہاں پہنچ نہیں سکتے تو حسد کرتے ہیں۔کوئی ٹانگیں کھینچتا ہے، کوئی عیب نکالتا ہے تو کوئی کیڑے نکالتا ہے۔حسد کی بیماری کوٹ کوٹ کر مولویوں میں، پیروں میں، پروفیسروں میں، ڈاکٹروں میں، سیاستدانوں میں، بلکہ ہر جگہ سرایت کر چکی ہے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے معاشرے کا ہر فرد اِس مہلک مرض میں مبتلا ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں

معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھنے کی تعلیم دی اور یہ دعا سکھائی:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق:۵)

ترجمہ: میں پناہ مانگتا ہوں حاسدوں کے حسد سے۔

حسد کی تباہ کاریوں کا علاج

یہ حسد کی بیماری انسان کا ستیاناس کر دیتی ہے، لہٰذا اس سے بچنے کے لئے لطیفۂ خفی میں ذکر کثرت سے کیا جائے تا کہ اس خبیث، غلیظ اور تہس نہس کر دینے والی بیماری سے نجات حاصل کی جاسکے۔ حسد کے متبادل ''رشک'' کا لفظ ہے۔ لہٰذا رشک کرنا چاہئے اور حسد سے بچنا چاہئے۔ اور یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! تو نے اس کو توفیق دی، مَیں بڑا گنہگار رہوں، مجھے بھی توفیق دے دے، تو نے اسے توفیق دی کہ وہ قرآن کی تعلیم دیتا ہے، حدیث کی تعلیم دیتا ہے، وہ مخلوق کی خدمت کرتا ہے، مَیں نکما کوڑھا کسی لائق نہیں، مجھ پر بھی ترس کھا اور رحم کر، اور مجھے بھی توفیق دے کہ مَیں اس سے بڑھ کر ہو جاؤں اور تیری مخلوق کی خدمت کروں۔ لہٰذا رشک کرنا چاہئے، حسد نہیں کرنا چاہئے۔ حسد کے ساتھ ایک اور بیماری بھی ہے، جسے بخل کہتے ہیں۔ بخل کنجوسی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی بڑی خطرناک بیماری ہے۔

کنجوس مکھی چوس

ایک کنجوس چاولوں پر چینی ڈال کر کھا رہا تھا کہ مکھی آ گئی۔ اس نے چھوٹا سا چینی کا دانا اُچک لیا اور لے اُڑی۔ اب کنجوس کو فکر پڑ گئی۔ اس نے پلیٹ کو ایک طرف رکھا اور دانا چھڑانے کے لئے اس کی طرف دوڑا۔ ہمت کر کے اس نے مکھی کو پکڑ لیا۔ اس نے سوچا کہ مکھی نے میرا اتنا نقصان (Loss) کر دیا ہے، پھر بڑی مہارت سے دانا چھڑانے لگ گیا۔ کبھی سوئی سے اور کبھی انگلی سے دانا چھڑانے میں لگا رہا۔ آخر جب دانہ چھڑانے میں ناکام ہوا تو دانے سمیت مکھی کو نگل گیا، تا کہ چینی کی مٹھاس چوس لے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے، ''کنجوس مکھی چوس''۔

کنجوس وہ ہوتا ہے کہ جہاں ضرورت ہے وہاں بھی خرچ نہیں کرتا۔ قرآن مقدس میں دو لفظ ہیں؛ ایک کنجوس یا بخیل، دوسرا لفظ مبذرین۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (بنی اسرائیل:۲۷)

ترجمہ: بے شک وہ مبذرین (ناجائز خرچ کرنے والے) ہیں، وہ شیطانوں کے بھائی ہیں۔

مبذرین اس کنجوس کو کہتے ہیں جو ایسا کنجوس ہے کہ صحیح کاموں میں مال خرچ کر دے تو اُسے دردیں اٹھتی ہیں۔ لیکن گناہ کے کاموں میں خرچ کرتے وقت اسے کچھ نہیں ہوتا۔ جیسے جوا کھیلنے والے، تاش کھیلنے والے، سگریٹ نوش اور دوسرے قبیح کاموں میں اپنا مال اور وقت ضائع کرتے ہیں۔ بخیل جو ہوتا ہے وہ نہ اچھائی کے کاموں میں خرچ کرتا ہے نہ برائی کے کاموں میں۔ وہ ریڑھی والے سے پانچ روپے والی چھلی، ایک روپے میں خریدنے کے لئے جھگڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

اعتدال وتوازن کا راستہ

قرآن مقدس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (الفرقان:۶۷)

ترجمہ: اللہ کے بندے وہ ہیں کہ نہ وہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں، بلکہ اس کے درمیان ٹھہرے رہتے ہیں۔

قرآن نے بہتر اور اچھا انہیں کہا ہے جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ کفایت شعاری کرنا بہت اچھی بات ہے، جبکہ اسراف سے کام لینا یا بخل سے کام لینا غلط ہے۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے۔ نان ونفقہ اور بچوں پر خرچ کرنا، یہ انسان کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر اس کے بجائے کمیٹی ڈال کر پیسے اکٹھے کرتے رہیں اور گن گن کر رکھتے رہیں اور بیوی بچوں کو جائز ضرورتوں کے لئے بھی ترساتے رہیں تو یہ بخل ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل کی سخت مذمت فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں بھی ہے کہ کفایت شعاری اچھی عادت ہے۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے اور اعتدال سے مراد میانہ روی ہے۔ اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں، ''چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ۔''

لطیفۂ اخفیٰ کا مقام، رنگ اور کیفیات

لطیفۂ اخفیٰ کے بارے میں شیخ مکرمؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس کا مقام وسطِ سینہ ہے۔ یعنی لطیفۂ سر اور لطیفۂ خفی کے درمیان یہ لطیفہ واقع ہے۔ اس کی فنا مرتبۂ ''تنزیہہ'' اور مرتبۂ ''احدیّت مجردہ'' کے درمیان ایک برزخی مرتبے کا ظہور وشہود ہے۔

''تنزیہہ'' سے مراد ہر عیب، ہر کمی، ہر کوتاہی سے پاک اور بے نیاز ہونا ہے۔ وہ ذات جو

ہر وقت جو چاہے کر سکے اور جہاں چاہے تصرّف کر سکے۔ جو تنِ تنہا اختیاراتِ کُل کا مالک ہو۔ جو اپنی صفات میں اور اپنی ذات میں ہستیٔ کُل ہو اور کوئی دوسری ذات اُس کی ذات، صفات اور حقوق میں شرکت کے لئے دَم نہ مار سکے۔ یہ شان صرف اللہ کو ہی زیبا ہے، لیکن جب بندہ اپنی مرضی ومنشا کو اُس خالق و مالک کے آگے فنا کر دیتا ہے اور اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور لَاشَرِیْکَ لَہٗ جیسے کلمات کہہ کر اپنے آپ کو اُس کی رضا میں فنا کر دیتا ہے:

مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے
تیرے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

تو ایسے خوش بخت کو لطیفۂ اخفٰی کے مقام کی وساطت سے اُس ذاتِ حق سے احدیت کا خصوصی فیض نصیب ہوتا ہے۔ جس کا ذکر امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اور میرے شیخ مکرمؒ نے کیا ہے۔

لطیفۂ اخفٰی کی فناء

یہ کیسے پتا چلتا ہے کہ سالک لطیفۂ اخفٰی میں فنا کا مقام حاصل کر چکا ہے؟ جب سالک کو اللہ کی بارگاہ سے اللہ کی ذات کے ساتھ ساتھ اس کی صفات کا فیض اس طرح ملے کہ وہ ظہور اور شہود کی منزل میں آ جائے۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ہم نے جنت نہیں دیکھی، اللہ والے دیکھتے ہیں، ہم نے فرشتوں کو، لوح وقلم کو نہیں دیکھا، مگر اللہ والے دیکھ لیتے ہیں۔ یعنی جو چیز بھی غیب میں ہے، ظہور میں آ جائے، سب کچھ نظر آنا شروع ہو جائے۔ یہ ساری تاثیرات سالک کو لطیفۂ اخفٰی میں ذکر کرنے سے ملتی ہیں۔ عالمِ امر کے یہ پانچوں لطائف کنٹرول روم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو کنٹرول کر لیا جائے یعنی ان میں ذکر جاری کر لیا جائے تو بندہ حقیقی معنوں میں اللہ کا بندہ بن جانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ذکر کی برکت سے ساری راہیں کھل جاتی ہیں، قلب کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

لطیفۂ اخفٰی میں ذکر کرنے سے انسان اُس کائنات کا مشاہدہ کرنا شروع کر دیتا ہے جس کو

انسان سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

یَا سَارِیَہ اِلَی الْجَبَل کا واقعہ

حضرت سیّدنا فاروقِ اعظمؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں جمعۃ المبارک کے دن منبر پر تشریف فرما تھے۔ خطبہ جمعہ کے دوران اچانک آپؓ نے فرمایا: ''یا ساریہ الی الجبل۔'' بقول حفیظ تائب:

ایران میں چھپے ہوئے دشمن کی دے خبر یا ساریہ! پکارے جو وہ دیدہ ورعمرؓ

آپؓ نے تین دفعہ یہ ارشاد فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر استفسار کیا کہ آج آپؓ نے خلافِ معمول یہ جملہ بولا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا لشکر محاذِ جنگ پر لڑ رہا تھا۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی فوج پر پہاڑ کے پیچھے سے دشمن کی فوج حملہ کرنے والی تھی۔ مَیں نے سپہ سالار ساریہ کو آگاہ کیا کہ پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اصل میں آپؓ کا یہ عمل لطیفۂ اخفٰی جاری ہونے کی علامت ہے۔

شیطانی تصرفات

اسی طرح حضرت آدمؑ کو جب جنت سے زمین پر اُتارا گیا تو اُس کی وجہ بھی شیطان کا تصرف تھا جو اُس نے زمین پر بیٹھ کر آدمؑ کو ورغلانے کے لئے کیا۔ شیطان واپس تو نہیں جا سکتا تھا، اس نے تصرف کے ذریعے یہ سارا کام کیا۔ یہ استدراج ہے۔ اگر شیطان غلط اور مردود ہو کر اتنی طاقت رکھتا ہے تو حضور ﷺ ساری دنیا کے لئے رشد و ہدایت کا منبع ہوتے ہوئے کیوں توجہ نہیں فرما سکتے۔ قرآنِ مقدس میں ارشاد ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (الاحزاب:۶)

ترجمہ: اللہ کا نبی ﷺ مومنوں کی جانوں سے بھی قریب ہے۔

جب سالک مشاہدہ کے مرتبہ میں آ جائے تو یہ لطیفۂ اخفٰی کے جاری ہونے کی علامت ہے اور یہ خاص ''ولایتِ محمدیہ ﷺ'' کا مقام ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ ایک دفعہ نماز پڑھاتے ہوئے حضور ﷺ نے دو دفعہ ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا، پھر واپس کھینچ لیا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں جنت کے پھل اور میوہ جات دیکھ رہا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر توڑنے لگا تو کسی حکمت کے تحت واپس کر لیا۔ جنت ساتوں آسمانوں سے اوپر کا مقام ہے اور حضور ﷺ فرش پر کھڑے ہو کر نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ آپ کا دستِ مبارک بھی وہاں تک

رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی تلاوت اور فرشتے

اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ نے دورانِ تلاوت فرشتوں کی قطاریں دیکھیں اور ایک موقع پر ایک صحابیؓ سے حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم نے آج صبح کیسے کی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا، یا رسول اللہ ﷺ! میں جنت کو دیکھ رہا ہوں، لوح و قلم میری نظروں کے سامنے ہیں۔ ابھی وہ تفصیلات گنوا رہے تھے کہ حضور ﷺ نے روک دیا اور فرمایا، اے میرے صحابی! تم حقیقت کو پا چکے ہو، بس زبان کو خاموش رکھو۔

مَنْ سَکَتَ نَجَاہُ (الحدیث)

ترجمہ: جو خاموش ہو گیا وہ نجات پا گیا۔

عین الیقین اور حق الیقین کیا ہے؟

اس مقام پر حضرت امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کا ایمان علم الیقین کے درجے میں ہوتا ہے جبکہ اہلُ اللہ کا ایمان عین الیقین اور بعض خوش بختوں کا حق الیقین کا مقام پا لیتا ہے۔ اور فرمایا کہ عام لوگوں کی شنید ہوتی ہے جبکہ اہلُ اللہ کی دید بھی ہوتی ہے اور وہ رویتِ قلبی اور ایمانی کے مقام پر فائز ہوتے ہیں۔

لطیفۂ اخفیٰ کے طے ہونے کی علامت یہ ہے کہ سالک کے وجود سے تکبر، خودنمائی، خودپسندی جیسی غلیظ عادات دفع دور ہو جاتی ہیں اور وہ مکمل طور پر سر سے پاؤں تک اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔ اس کی اپنی ذات درمیان سے ہٹ جاتی ہے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو گر کچھ مرتبہ چاہئے
دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

شیخ کامل کا پہلا فرض

اس حالت میں شیخ اور مرید کا تعلق ایسے ہی ہوتا ہے جیسے مردے اور غسال کا۔ یعنی شیخ جو کچھ کہتا ہے اس کو مرید دل و جان سے قبول کرتا ہے اور اُف تک نہیں کرتا۔ شیخ کے رستے میں سب سے بڑی رکاوٹ مرید کی اَنا، خودپسندی، خودنمائی اور تکبر کی عادات ہیں۔ سب سے پہلے شیخ ان خرابیوں کو دور کرتا ہے۔ اس کے لئے وہ سالک کو مختلف ریاضات، عبادات، اوراد و وظائف، ذکر

کی مجالس اور اپنی صحبت کی صورت میں تربیت دیتا ہے۔ اگر کوئی خوش نصیب اس کی نگاہ میں آ جائے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ کا کرم بھی شاملِ حال ہو تو قسمت بدل جاتی ہے اور سالک اللہ کے مقبول بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ لطیفۂ اخفیٰ میں ذکر کرنے سے تکبر جیسی مہلک بیماری سے سالک نجات پا جاتا ہے اور اس کی جگہ اللہ اُس کو عاجزی اور انکساری کی دولت سے نوازتے ہیں۔

اس لطیفہ کا نور سبز ہے۔

تفصیلاتِ لطائف عالمِ خلق

لطائف عالمِ خلق

عالمِ خلق کے لطائف کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں کہ عالمِ خلق کے پانچ لطائف ہے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ نفس ۲۔ مٹی (خاک) ۳۔ ہوا (باد)
۴۔ پانی (آب) ۵۔ آگ (نار)

لطیفۂ نفس کی انتہا پیشانی کے وسط میں اور ابتداء زیرِ ناف ہے۔ جبکہ لطیفۂ خاک، باد، آب اور نار کے مقامات ناف کے ارد گرد ہیں جہاں ذکر قالبیہ اور سلطان الاذکار سے تطہیر اور پاکیزگی کا عمل شروع ہوتا ہے۔

لطیفۂ نفس کا مقام اور تفصیلات

یہ عالمِ خلق کا پہلا لطیفہ ہے۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق اس کا مقام وسطِ پیشانی یا اُمّ الدماغ ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا مقام زیرِ ناف ہے۔ حضرت مجدد پاکؒ نے یوں تاویل فرمائی ہے کہ ''اس کا سر وسطِ پیشانی اور اس کے قدم متصل زیرِ ناف ہیں۔'' اس کا نور سبز اور نیلگوں ہے۔ اس کی تاثیر سرکشی کے مٹ جانے اور عجز و انکساری کا مادہ پیدا ہونے اور ذکر میں ذوق و شوق بڑھ جانے سے ظاہر ہوتی ہے۔

لطیفۂ نفس کی تطہیر

یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ کسی خوش نصیب نے اپنے لطیفۂ نفس میں ذکر جاری کر لیا ہے؟ اس کا نفس اب نفسِ امّارہ نہیں بلکہ نفسِ لوامہ سے بڑھ کر نفسِ مطمئنہ کے درجوں پر فائز ہو گیا ہے؟ اس کا

پتہ سرکشی کے مٹ جانے سے لگتا ہے۔

سرکش ہونا، ہر وقت غصے میں بھرے رہنا، شُترِ بے مہار ہونا، اپنی منوانا، ضد کرنا، اپنی ہر بات کو حرفِ آخر سمجھنا اور اگر کسی مصلحت کے تحت کوئی بات ماننی پڑ جائے پھر بھی اندر سے اپنے نقطۂ نظر پر ڈٹے رہنا، جمے رہنا، اور جب موقع ملنا پھر اپنی چلا لینا، اس کو سرکشی کہتے ہیں۔ جہاں اللہ کا حکم ہو وہاں پر بھی اللہ کو مشورے دینا شروع کر دینا کہ اللہ کو چاہئے کہ یہ کرے اور یہ نہ کرے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات میں رخنے نکالنا کہ وہ اگر آج کے دور میں ہوتے تو وہ بھی ایسے ہی ہو جاتے اور اُن کے سر پر پڑتی تو انہیں بھی پتہ چل جاتا۔ لہٰذا جو میں کر رہا ہوں درست کر رہا ہوں، یہ جو میں حرام اور سود کھا رہا ہوں، یہ میری مجبوری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ ہوتے تو وہ بھی ایسے ہی کرتے (نعوذ باللہ)۔ لہٰذا رشوت کھانا ضروری ہے اور اپنی عزت کو بیچ کر روٹی پانی کمانا نظریۂ ضرورت ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو بھوکے مر جائیں گے۔ ایسا نہ کریں تو ماں کو روٹی کون لا کر دے؟ ایسا نہ کریں تو بچوں کی فیسیں کون دے؟ ایسا نہ کریں تو کھائیں کیا؟ تو اپنے جھوٹے اور غلط مؤقف پر سچے جھوٹے دلائل قائم کرنا اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کو جھٹلانا اور اپنی مرضی، خواہش اور مؤقف کو حرفِ آخر سمجھنا، یہ سرکشی ہے۔

نظریۂ ضرورت سرکشی کا پیش خیمہ

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہمارا سارا ملک نظریۂ ضرورت کے تحت چل رہا ہے۔ آمر حکمرانوں کو برداشت کر لو یہ نظریۂ ضرورت ہے، ہائی کورٹوں کے سارے ججوں کی چھٹی کرا دو، یہ نظریۂ ضرورت ہے۔ یہ نظریۂ ضرورت (Need of the Time) ہے کہ گدھے کو باپ بنا لیا جائے، یہ وقت کی ضرورت ہے کہ افغانستان کے مسلمانوں کو کچل دو، یہ نظریۂ ضرورت ہے کہ عراق کے مسلمانوں کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔ یہی سرکشی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کریم فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحجرات:۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے آگے اپنا حکم نہ چلاؤ۔

لطیفۂ نفس جب طے ہو جاتا ہے تو اندر سے سرکشی مٹ جاتی ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ بعض دفعہ اولاد ماں باپ کے سامنے اکڑ جاتی ہے اور اگر کبھی مرشد کی غلطی پر ٹوک دے اور ذرا سی تنقید کر دے تو اُس کے سامنے بھی مرید اور خلفاء سیدھے ہو کے پورے ڈیلے نکال کر اکڑ جاتے

ہیں۔ یہ سرکشی ہے اور یہ نفس کے موٹے تازے ہونے کی نشانی ہے، یہ سرکش ہونے کی علامت ہے۔ اس کو شُترِ بے مہار کہتے ہیں۔

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

انسان کبھی قومیت کے نام پہ اور کبھی نظریۂ ضرورت کے نام پہ اللہ اور رسول ﷺ سے بغاوت کرتا ہے تو اِسے بھی سرکشی کہتے ہیں۔

عجز و انکساری وجۂ افتخار

اس لطیفہ کے طے ہونے کی دوسری علامت یہ ہے کہ عجز و انکساری کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی انسان کے مزاج میں عاجزی اور انکساری کا مادّہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ مجھ سے سارے بہتر ہیں۔ یہ صفت اس کے بیٹھنے اٹھنے سے، چلنے پھرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ زبانی کلامی کہتا رہے کہ میں کچھ نہیں ہوں، اور جہاں موقع ملے فوراً اکڑ کر اپنی اندر کی خباثت کا اظہار کر دے، یہ عجز و انکساری نہیں ہے۔ یاد رہے کہ لطیفۂ نفس بڑی مشکل سے طے ہوتا ہے۔ لطیفۂ قلب طے ہو جاتا ہے، روح، سر، خفی اور اخفیٰ بھی طے ہو جاتے ہیں، عالمِ امر کے لطائف جلدی طے ہو جاتے ہیں جبکہ عالمِ خلق کے لطائف کوئی خال خال طے کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عالمِ امر کے لطائف طے ہو جائیں تو ولایت کا مقام مل جاتا ہے، اس ولایت کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں، یعنی چھوٹی ولایت۔ اور جب عالمِ خلق کے لطائف طے ہو جائیں، یعنی لطیفۂ نفس طے ہو جائے تو اِس کو ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں، یعنی بڑی ولایت۔

عالمِ امر کے لطائف طے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس بندے نے قلبی اور شعوری طور پر برائی کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ اندر سے کہہ دیا ہے لیکن ابھی باہر سے نہیں کہا۔ یہ کچھ آسان ہے۔ ''باہر سے ابھی وہی چال بے ڈھنگی سی جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے''۔ ہاں! اندر سے اس نے مان لیا ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول ﷺ سچے ہیں۔ جب وہ دل و جان سے مان لے، یہ عالمِ امر کے لطائف طے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ آسان ہے مگر عملی طور پر اِس کی تصویر بن جانا بڑا مشکل ہے۔ آئیڈیل ہونے کی علامت یہ ہے کہ جو ظاہر میں ہے وہی باطن میں بھی پورے طور پر لاگو ہو جائے۔ یہ نشانی ہے لطیفۂ نفس کے طے ہونے کی۔ اقبال کا حال سنئے:

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے، برسوں میں نمازی بن نہ سکا
اقبال بڑا اُپدیشک ہے، مَن باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

(اقبالؒ)

مومن خان مومن فرماتے ہیں:

عمر ساری تو گزری عشقِ بتاں میں مومنؔ
آخری عمر میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

مرزا غالب فرماتے ہیں:

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

عالمِ خلق کے لطائف میں لطیفۂ نفس بنیاد ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب سالک نے اپنے آپ کو مکمل طور پر بدل دیا ہے اور ساری کشتیاں جلا کر اب وہ نیکی کے راستے پر چل پڑا ہے اور چلتا ہی جا رہا ہے۔

ے جنت میں بھیج دے یا دوزخ میں ڈال دے
جلوہ دکھا کے بس حسرت نکال دے

ے ڈر دوزخ دا بدکاراں نوں، چاہ جنت نیکوکاراں نوں
جیہڑا قیدی تیریاں زلفاں دا او جنت دوزخ کی جانے

ے ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی
منگن ایمان، شرماون عشقوں، دل نوں غیرت ہوئی

ے عاشق عاشق ہر کوئی کہندا، عاشق بندا مر کے
زہر پیالہ کوئی نہ پیندا، عاشق پیندا بھر کے

نفسِ مطمئنہ کا مقام

جو سالک نفس پر قابو پا لیتا ہے اُس سالک کا نفس نفسِ مطمئنہ کا درجہ پا لیتا ہے۔ بعض

بیوقوف کہتے ہیں کہ یہ الفاظ صوفیوں نے اپنے پاس سے گھڑے ہوئے ہیں، کیا قرآن میں نفسِ مطمئنہ کا لفظ نہیں ہے؟ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۔ (الفجر:۲۷) کہتے ہیں کہ یہ ہندوؤں کے لفظ ہیں، یہ ہندوانہ تصوف ہے۔ انہیں بتاؤ کہ یہ تو ساری قرآن پاک کی اصطلاحات ہیں، یہ قرآن کے الفاظ ہیں۔ اگر تمہاری عقل وہاں تک نہیں پہنچتی تو عقل کا علاج کراؤ، جن کی عقل میں بات آ چکی ہے اُن پر تو اعتراض نہ کرو۔ ہر بات عقل پر نہیں پرکھی جاتی۔ بقول اقبالؒ:

عقل گو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

عقل قربان کن بہ پیشِ مصطفیٰ ﷺ

عقل کو حضور ﷺ کی محبت پر قربان کر دو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میری عقل یہ کہتی ہے کہ جب چمڑے کے موزوں پر مسح کیا جائے تو ہاتھ پاؤں کے نیچے پھیرنے چاہئیں کیونکہ گندگی تو نیچے لگی ہوتی ہے۔ لیکن حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ نہیں، ہاتھ اوپر پھیرنا چاہئے۔ تو میں حضور ﷺ کے فرمان پر اپنی عقل کو قربان کرتا ہوں اور ہمیشہ اپنا ہاتھ اوپر ہی پھیرتا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادقؒ سے کسی نے پوچھا کہ اہلِ سنت کس کو کہتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا کہ جو شیخین (حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ) کی فضیلت کا قائل ہو اور جو حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کی محبت کا دم بھرے، اور موزوں پر مسح کرے، بس وہی اہلِ سنت ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ

حضرت امام ابوحنیفہؒ پر کسی نے اعتراض کیا کہ آپ حضور ﷺ کی احادیث پر اپنی رائے قائم کر کے اپنی رائے کو فوقیت دیتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی رائے کو فوقیت دیتا تو شریعت نے کہا ہے کہ عورت اگر حیض و نفاس کی حالت میں ہو تو وہ نماز چھوڑ دے اور روزے کی کیفیت میں ہو تو روزہ بعد میں قضا کر لے، نماز کی قضا نہ کرے۔ اللہ نے قرآن میں ساڑھے سات سو دفعہ نماز کا حکم دیا ہے، روزے کا حکم تو صرف ایک دفعہ دیا ہے، تو میں یہ کہتا کہ نماز ضرور پڑھ لے، روزہ چھوڑ دے۔ لیکن نبی ﷺ نے کہہ دیا کہ نہیں، نماز رہنے دے، روزہ چھوٹ گیا ہے تو اُس کی قضا کر لے۔

جہاں نبی ﷺ کا حکم آ جائے مَیں وہاں اپنی عقل اور رائے سے کام نہیں لیتا۔ مزید فرمایا کہ جائیداد میں مرد کو دوگنا حصہ دیا جاتا ہے، عورت کو ایک حصہ دیا جاتا ہے۔ اگر عقل کی بات کروں تو میں یہ کہتا ہوں کہ عورت کو دوگنا حصہ ملنا چاہئے، وہ کمزور ہے، بھاگ دوڑ نہیں کر سکتی، اس کا زیادہ حق ہے جائیداد پر۔ لیکن چونکہ اللہ اور اُس کے نبی ﷺ کا حکم ہے اس لئے مَیں اپنی عقل کو دخل اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔

سنت و شریعت پر شعوری عمل

شعوری طور پر اور عملی طور پر سنت و شریعت کا پابند ہونا ہی لطیفۂ نفس کو طے کرنے کی علامت ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ تصوف پر اور دین پر لمبے لمبے درس (Lecture) دیتے ہیں۔ جب ان سے کہا جائے کہ آپ خود اس پر عمل نہیں کرتے تو کہتے ہیں کہ یہ بتانے والی باتیں ہیں، کرنا بڑا مشکل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ. (البقرۃ:۴۵)

ترجمہ: بے شک (نماز) بڑی بھاری ہے، مگر خاشعین (اللہ سے ڈرنے والوں) کے لئے نہیں۔

مولوی صاحب اور داڑھی شریف کا مسئلہ

ایک مولوی صاحب بڑے مدلل انداز میں سنت اور شریعت کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے، کسی نے کاغذ پر لکھ کر بھیجا کہ جناب یہ ارشاد فرمائیں کہ سنت داڑھی شریف کتنی ہے؟ اتفاق سے اُس مولوی صاحب کی خود چھوٹی چھوٹی داڑھی تھی، پھنس گئے۔ کوئی جواب نہ بن پڑا تو بولے کہ نہ تو بڑی ہو اور نہ بہت چھوٹی ہو، درمیان میں جتنی بھی ہو غنیمت ہے، یعنی نہ اِس طرح سے (ہاتھ سے بالشت کا اشارہ کرتے ہوئے) اور نہ اُسترے سے۔ یعنی عمل کی بات ہو تو حجتیں کرتے ہیں، فرار کے راستے تلاش کرتے ہیں۔

یہ مسائلِ تصوف یہ تیرا اندازِ بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

غازی علم الدین شہیدؒ اور راجپال

جس وقت راج پال کو غازی علم الدین شہیدؒ نے قتل کیا۔ اس کو قتل کرنے سے پہلے سارے برصغیر کے مسلمانوں کے دل بہت دکھی تھے مگر کسی میں یہ ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر اُس بدبخت

کے گریبان کو پکڑے۔ جس وقت غازی علم الدین شہیدؒ نے اس خبیث کو جہنم رسید کیا تو کسی نے علامہ اقبالؒ کو بتایا کہ راج پال کو غازی علم الدین نے قتل کر دیا ہے تو آپ کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے:

''اسیں گلاں کردے رہ گئے آں تے تر خاناں دا منڈا بازی لے گیا ایہہ۔''

یعنی جلوت اور خلوت ایک ہو جائے، ظاہر اور باطن ایک ہو جائے، قول اور فعل ایک ہو جائے یعنی قول اور فعل میں تضاد نہ رہے۔ سادہ لفظوں میں کہہ لیں کہ پکا مسلمان بن جائے تو سمجھ لیا جائے کہ لطیفۂ نفس طے ہو گیا ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

قبول ہے! قبول ہے! قبول ہے!

میرے شیخ مکرمؒ ایک دفعہ خطبے کے دوران ازراہِ خوش طبعی فرمانے لگے کہ ایک نوجوان کے نکاح کی تقریب ہوئی۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ فلاں کی بیٹی اتنے حق مہر کے عوض قبول ہے۔ نوجوان بڑا خوش ہو کے بولا، جناب! قبول ہے جی۔ انہوں نے دوبارہ پوچھا تو اکڑ کر، اونچا ہو کر، سب کی طرف دیکھ کر بڑے فخریہ انداز میں دیکھ کر بولا، قبول ہے جناب! تیسری دفعہ پوچھنے پر بھی اِترا کر بولا، جناب! قبول ہے۔ شادی ہو گئی۔ کچھ عرصہ گزرا تو بیوی نے کہا کہ لاؤ روٹیاں، لاؤ آٹا، چینی ختم ہو گئی، گھی ختم ہو گیا، بچے ہو گئے ہیں، اُن کا خرچہ، سکول کا خرچہ، فیسیں دینی ہیں، رشتے داروں کی طرف جانا ہے، پیسے چاہئیں۔ وہ بوکھلا گیا۔ کہنے لگا، مَیں نے یہ سارا کچھ تو نہیں کہا تھا، مَیں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ قبول کیا ہے۔ حضرت صاحبؒ فرمانے لگے کہ جب تُو نے کہا تھا کہ قبول کیا ہے تو اِس قبول کیا میں تم نے سارا کچھ قبول کر لیا تھا، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

آپؒ فرمانے لگے کہ ہم کلمہ پڑھ کے پھر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب ہمارے

پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں کہ حلال حرام کا خیال کرو، نمازیں پڑھو، روزے بھی رکھو، سود بھی نہ ہو، رشوت بھی نہ لو، شرم و حیا ہو، صبر ہو، شکر ہو، صداقت ہو، یہ اتنی باتیں کہاں سے آ گئیں؟ تو بھئی جب تُو نے کلمہ پڑھا تھا تو اُس لا الٰہ الا اللہ میں سارا کچھ قبول ہو گیا تھا۔ یا تو یہ ''قبول ہے'' واپس کر دو، ہندو ہو جاؤ، سکھ ہو جاؤ، کوئی تمہیں نہیں پوچھے گا۔ جب مسلمان بھی رہنا ہے تو اُس کے لوازمات بھی پورے کرنے پڑیں گے۔ اس کے بغیر اگر کہو کہ سارا کچھ ملتا جائے اور عیش و عشرت بھی ہوتی جائے تو یہ نہیں ہو سکتا۔

کرنل کی فیشن ایبل جورو اور مٹھو رام

ایک کرنل کی نئی نئی شادی ہوئی۔ اس کی بیوی جدید خیالات کی مالک تھی اور حد سے زیادہ فیشن ایبل تھی۔ کرنل نے ایک بیٹ مین رکھا ہوا تھا۔ اس بیٹ مین کا دل اس کرنل کی بیوی پر آ گیا۔ وہ کبھی کبھی تانک جھانک کرتا رہتا تھا۔ کرنل کی بیوی نے کرنل سے شکایت کی کہ آپ کا بیٹ مین مجھے پریشان کرتا ہے۔ کرنل صاحب نے بیٹ مین کو بلا لیا اور بولا، مٹھو رام! میری بات غور سے سنو، اپنی بیوی پر مَیں مہینے کا تقریباً ۸۰۰ روپے خرچہ کرتا ہوں۔ اس کے لئے مَیں نے ایک تیراکی (Swimming) سکھانے والی استانی رکھی ہوئی ہے، جس کو تنخواہ دیتا ہوں۔ اسی طرح ایک اتالیق رکھا ہوا ہے۔ ایک استاد صاحب اس کو سارنگی سکھانے کے لئے آتے ہیں۔ میں ان سب کو الگ الگ تنخواہ دیتا ہوں۔ یہ بتاؤ تمہاری کتنی تنخواہ ہے؟ اس نے جواب دیا، جناب! ۲۶ روپے۔ کرنل بولا کہ اگر تُو ۸۰۰ روپے دے سکتا ہے تو اس کو تُو لے جا۔ ۲۶ روپے تمہاری تنخواہ ہے، لہٰذا چپ کر کے اس میں گزارہ کر۔ اگر دوبارہ اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا تو مار ڈالوں گا۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

سر وڈّھے سرداراں دے

بندہ چاہتا ہے کہ مجھے سارے اعزازات مل جائیں، مَیں سب سے بڑا ہو جاؤں، لیکن کام سب سے چھوٹوں والے کروں، پھر اعزازات کیسے مل سکتے ہیں؟ پنجابی میں کہاوت ہے کہ ''سر وڈھے سرداراں دے تے پَیر وڈھے گنواراں دے''۔ جب انسان کسی بڑے عہدے کا

مطالبہ (Demand) کرتا ہے تو بڑے عہدے کے تقاضے اور شرائط بھی بڑی ہوتی ہیں، لہٰذا انہیں پورا کرو گے تو بڑا عہدہ ملے گا۔

جب انسان کہتا ہے کہ مَیں مسلمان ہوں، مَیں مومن ہوں تو لطیفۂ نفس رکاوٹ بنتا ہے اور برائی کی طرف کھینچتا ہے، جبکہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا حکم اچھائی کی طرف کھینچتا ہے، تو جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم پر عمل کرتا جائے وہی اصل میں مجاہد ہے۔ ساری عزتیں، سارے مرتبے اُس کے لئے ہیں۔ انہی کو اللہ نفسِ مطمئنہ کے درجے پر فائز کرتا ہے اور ان کو ہی آخرت کی ساری خوشخبریاں دی گئی ہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

لطیفۂ قالبیہ کا مقام اور تفصیلات

(آگ، مٹی، ہوا، پانی)

عالمِ امر کے لطائف کا تعلق عرش سے اوپر کی کائنات کے ساتھ ہے اور عالمِ خلق کے لطائف کا تعلق عرش سے نیچے کی کائنات کے ساتھ ہے۔ آگ، مٹی، ہوا، پانی اور نفس سے مل کر ''انسان'' بنا ہے، اور یہی عالمِ خلق کے پانچ لطائف ہیں۔ ساری کائنات میں یہی چار چیزیں ہیں۔ یہ سارا انہی کا کھیل ہے۔ درخت، پہاڑ، سمندر سارا انہی کا کمال ہے۔ انسان کے وجود کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس میں سے بھی یہی چیزیں نکلیں گی۔ الغرض مادے کی جس حالت کی تحقیق کی جائے گی اُس میں یہی چار چیزیں کارفرما ہیں۔ انسان انہی چار چیزوں کا کرشمہ ہے، انہی چار چیزوں کو بڑے خوبصورت تناسب سے ملا کر اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدمؑ کی تخلیق کی ہے۔ یہ ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان کائناتِ کبیر ہیں اور انسان کائناتِ صغیر ہے۔ سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

دل دریا سمندروں ڈُھونگے تے کون دِلاں دِیاں جانے ھُو
وِچے بیڑے، وِچے جھیڑے وِچے ونجھ موہانے ھُو
چودہ طبق دِلے دے اندر تمبو وانگوں تانے ھُو
جو کوئی دِل دا محرم ہووے اوہو رمز پچھانے ھُو

حضرت سلطان باہوؒ فرمارہے کہ یہ چودہ طبق کی کائنات انسان کے اندر ہے۔ جب صوفی ذکر کرتا ہے تو وہ اِس کائنات کے بکھیڑے سے نکل کر اُس کائنات میں چلا جاتا ہے جہاں صرف خدا کے جلوے ہیں:

پھس گئی جان شکنجے اندر، جیویں ویلنے وچ گنا

جہاد بالنفس کیا ہے؟

اس کی روح، آگ، مٹی، ہوا، پانی میں پھنسی ہوتی ہے، ذکر کرنے سے روح اس قید سے آزاد ہو کر لامکاں کی طرف پرواز کرتی ہے۔ عالمِ خلق سے آزاد ہو کر عالمِ امر کی طرف پرواز کرتی ہے تو بعض اوقات جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ کبھی بے اختیار اللہ ھُو کا نعرہ لگتا ہے، کبھی وجود پھڑکنا شروع ہو جاتا ہے، کیونکہ روح اس پنجرے سے نکل کر اپنے اصلی مقام کی طرف جا رہی ہوتی ہے۔ اس فانی دیس سے تعلق توڑ کر لامکاں کی طرف جا رہی ہوتی ہے۔ جسم نیچے کھینچتا ہے، روح اوپر جانا چاہتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں عالمِ خلق کے لطائف نیچے کھینچتے ہیں اور عالمِ امر کے لطائف اُوپر کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی کھینچا تانی کو ''جہاد بالنفس'' کہتے ہیں۔ دنیا کے تقاضے یہاں کھینچیں اور آخرت کے تقاضے اوپر کھینچیں۔ تو جو اپنی روح کو آگ، مٹی، ہوا، پانی سے آزاد کرا کر لامکاں کی خلوتوں میں لے جائے اس کو ہی ''ولی اللہ'' کہتے ہیں۔

اک وار جو بھاویں اُڈ جاون
فیر دوجی وار نہ پھسدے نے

اور اِس کام میں ''محبت'' مدد کرتی ہے۔

شوق، طوفان، سمندر وانگوں اندر ٹھاٹھاں مارے
اَگ فراق نے مار جلایا، وسدے دور پیارے

عشق کی آگ

انسان جب اپنے مولا کی طرف جاتا ہے تو اُس کا بس نہیں چلتا، کیونکہ وہ ذات عظیم سے عظیم، یہ گھٹیا سے گھٹیا، وہ اعلیٰ سے اعلیٰ، یہ ذلیل سے ذلیل، یہ مٹ جانے والا، وہ ہمیشہ رہنے والا۔ یہ قطرہ بھی نہیں ہے، وہ ساری کائنات پہ محیط ہے۔ یہ مخلوق ہے، وہ خالق ہے۔ یہ مملوک ہے، وہ مالک ہے۔ یہ بندہ ہے، وہ خدا ہے۔

عشق لگا کھیڈاں کھیڈدی نوں
کھیڈاں، بھلدیاں بھلدیاں بھُل گیاں
سُرمہ پایا سی واسطے ویکھنے دے
اَکھاں ڈُلدیاں ڈُلدیاں ڈُل گیاں

انسان کی روح جب پرواز کرتی ہے تو جسم روکتا ہے کہ ٹھہر جا، تُو گھٹیا ہے، روح کہتی ہے، نہیں مجھے جانے دو۔

مجھے جانا پڑے گا، عظمتِ اسلام کی خاطر
مجھے جانا پڑے گا مولا کے دیدار کی خاطر

پھر انسان کبھی کبھی بے بس ہو کر تڑپ جاتا ہے، رونا شروع کر دیتا ہے، آنسو بہہ نکلتے ہیں، بس نہیں چلتا۔ وہ اُس پاک دیس میں جانا چاہتا ہے جبکہ یہ غلاظتیں اِدھر کھینچتی ہیں تو وہ بے بس ہو کر آہ و زاری کرتا ہے۔

ہجر تیرا جے پانی منگے تے میں کھُو نیناں دے گیڑاں
دل میرا کردا اَج سامنے بہہ کے درد پرانے کھیڑاں

درد......سرمایۂ حیات

اس وقت صوفی پہ جو رِقت طاری ہوتی ہے، وہی اس کا سرمایہ ہوتی ہے۔ نفس بھی اِدھر کھینچتا ہے، جسم بھی اِدھر دھکیلتا ہے، وہ مولا کا طالب پھر زار و قطار روتا ہے۔ وہ کہتا ہے، ہائے مَیں کہاں پھنس گیا، مولا بچا مجھے، مجھے یہاں سے نکال لے، مَیں نہیں نکل سکتا۔ اس جگہ پہ آ کے صوفی روتے ہیں۔ پھر ''درد'' پیدا ہوتا ہے، اپنی بے ثباتی کا احساس ہوتا ہے۔ ہائے مَیں کدھر آنکھیں لگا بیٹھا۔ ہائے مَیں نے کس سے دوستی لگائی۔

کتھے مہر علیؒ کتھے تیری ثنا
گستاخ اَکھیاں کتھے جا اڑیاں

خواجہ غلام فریدؒ اِس مقام پر فرماتے ہیں:

درداں دی مَیں سیج وچھائی، تے درداں ہار بنائے
یار فریدا! اے درد سلامت جناں درداں یار ملائے

پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اس حالت کو دیکھتا ہے، بے قراری دیکھتا ہے، جو کبھی سجدوں میں یاد کرتے ہیں، کبھی رکوع میں یاد کرتے ہیں، کبھی حق ھُو کے نعروں میں یاد کرتے ہیں، کبھی تسبیحات میں یاد کرتے ہیں، جب کچھ نہیں بنتا تو رو رو کر اپنے اللہ کو حالِ دل سناتے ہیں۔

سارا کلیجہ کٹ کٹ کر جب اشکوں میں بہہ جائے ہے
تب کوئی فرہاد بنے ہے، تب مجنوں کہلائے ہے

پھر اُس مولا کو کسی وقت ترس آ جاتا ہے۔ بقول شاعر:

"کبھی تو صاحب پوچھیں گے کون کھڑا در بار میں"

رونقِ محفل کہاں ہے؟

یہ کون کنڈا کھٹکھٹا رہا ہے؟ یہ رات کو جاگ جاگ کر کون پکار رہا ہے؟ پتہ تو کرو کیا مسئلہ ہے؟ کیا طلب ہے؟ پھر وہ کرم کرتا ہے۔ بعض کھلونوں سے بہل جاتے ہیں، کسی کو اچھی خواب دے دی جاتی ہے، وہ رقص کرنا شروع کر دیتا ہے۔ مل گئی لیلۃ القدر۔ جو پکا ہوتا ہے کہتا ہے، کچھ نہیں ملا ابھی۔ کسی کو باغوں کی سیر کرائی جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے، مل گئی لیلۃ القدر، موجیں ہو گئیں۔ صوفی کہتا ہے، نہیں، ابھی سفر باقی ہے۔ کسی کو خانہ کعبہ نظر آتا ہے۔ کسی کو مسجد نبوی نظر آتی ہے۔ کسی کو صحابہ نظر آتے ہیں۔ کسی کو صحابہ کے امام ﷺ نظر آتے ہیں۔ کسی کو شیخ نظر آتا ہے۔ صوفی کہتا ہے، نہیں، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰه، لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰه، لَا مَسْجُوْدَ اِلَّا اللّٰه، لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰه، لَا مَحْبُوْبَ اِلَّا اللّٰه، لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰه۔ کہتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں چاہئے، میں تو "تجھے" چاہتا ہوں:

دلبر مینوں مکھ نئیں دسدا تے عشق پسند نئیں کردا
کھوٹ پئی میر کیتی کرتی، سکہ بنیا زر دا

احادیث میں آتا ہے کہ امام الانبیاء ﷺ کو جب تڑپ ہوئی، کوئی راہ نہ نظر آئی تو پہاڑ پہ چڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى. (والضحیٰ:۷)

ترجمہ: اور ہم نے (آپ ﷺ کو اپنی محبت میں) سرگرداں پایا، پس آپ کو راہ دکھا دی۔

حدیث کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ پہاڑ پہ چڑھ کر چھلانگ مارنے لگے تھے کہ خدا نے

جبرئیلؑ کو حکم دیا، جبرئیلؑ! دوڑو۔ اور فرمایا، محبوب ٹھہر جائیں، مَیں (خدا) دیکھ رہا ہوں، آپ کیوں گھبرا گئے؟ مَیں ساری کائنات کو سراپا انتظار بنا کر تجھے بلاؤں گا۔ تجھ سے ملاقات کروں گا، تیرے دل کی ساری حسرتیں نکال دوں گا، تیرے اشتیاق کی پیاس کو بجھاؤں گا۔

اِس رات دے تارے دسدے نیں اَج عرش سجایا جانا اے
غاراں وچ روون والے نوں مہمان بنایا جانا اے
عشق مہمان ہوا حسن کے گھر آج کی رات
جلوہ دل ہے آغوشِ محبت آج کی رات
چاند کیا چیز ہے، سورج کی حقیقت کیا ہے
پرتوِ نور سے روشن ہے بصر آج کی رات
اپنے اللہ سے ملنے کے لئے جاتا ہے
اپنے اللہ کا منظورِ نظر آج کی رات
ماہ و انجم نے سرِ شام بچھا دی آنکھیں
ہونے والا ہے محمد ﷺ کا گزر آج کی رات
نازاں ہے جس پہ حُسن وہ حُسنِ رسول ﷺ ہے
یہ کہکشاں تو آپ ﷺ کے قدموں کی دھول ہے

قربِ الٰہی کی کیفیت

بندہ آخر بندہ ہے، لیکن خدا پھر خدا ہے۔ لیکن جب بندے کے اندر عشق کی بجلیاں چمکتی ہیں تو مولا بھی کہہ اٹھتا ہے کہ ٹھہر جا! تو فانی ہے، آ مَیں تجھے باقی کر دوں۔ تو ارذل ہے، آ مَیں تجھے افضل کر دوں۔ تو ذلیل ہے، آ مَیں تجھے عزیز کر دوں۔ اے میرے بندے! آ جا، مَیں تیری آنکھیں بن جاؤں، مَیں تیرا منہ بن جاؤں، مَیں تیرے کان بن جاؤں، مَیں تیرے پاؤں بن جاؤں، مَیں تیرے ہاتھ بن جاؤں۔ دیکھنے میں تو بندہ ہو لیکن تیرے اندر سارا کچھ میرا آ جائے۔

رہیئے اب ایسی جگہ جا کر، جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

بے در و دیوار سا اِک گھر بنانا چاہئے
کوئی نہ ہو ہمسایہ، پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور گر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

مطلب یہ ہے کہ مولا! تُو ہو، یا مَیں ہوں۔

چل بلّھیا ہون اوتھے چلیے جتھے سارے ہووَن اَنّے
نہ کوئی ساڈی ذات پچھانے، نہ کوئی سانوں منّے

مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اُڑا دے
تیرے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہئے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

جب بندہ اللہ کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیتا ہے تو وہ خدا بھی کہتا ہے کہ اے میرے بندے! تو نے میری خاطر اپنا سب کچھ نثار کر دیا، مَیں بھی ساری کائنات کو تیرا مطیع اور فرمانبردار بنا دوں گا۔

جہاں میراث ہے جانباز مومن کی
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

یہ جانور پیدا کئے تیری وفا کے واسطے
یہ کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے
یہ چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
یہ سارا جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے، تو نہیں جہاں کے لئے

انسانی وجود کے اجزائے ترکیبی

انسان جن چیزوں سے مل کر بنتا ہے، آج کے ریٹ کے حساب سے وہ ساری چیزیں ۵۰/۶۰ روپے میں بازار سے مل جاتی ہیں۔ ان چیزوں کو کسی طرح جوڑ دو، انسان نہیں بن سکتا۔ یہ

مولا کا کمال ہے۔ قرآن میں ایک جگہ آتا ہے کہ اے انسان! تو میرا کیا مقابلہ کرے گا، مَیں نے اتنی مخلوقات پیدا کی، اے انسان! تو ایک مچھر بنا کر دکھا دے، تو نہیں بنا سکے گا۔ چلو، مچھر نہیں تو مچھر کا اِک چھوٹا سا پَر ہی بنا کر دکھا دے۔ پتا چلا اے انسان! کہ تو کتنے پانی میں ہے؟ پھر بھی میری زمین پر اَکڑ اَکڑ کر چلتا ہے، کیا زمین پھاڑ دے گا؟ کیا پہاڑ سے اونچا ہو جائے گا؟ تجھ سے تو مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے تو تُو اُس سے وہ چیز واپس نہیں لے سکتا۔ سنو! مَیں نے ۶۶۶۶ آیات نازل کی ہیں، جاؤ سارے مل کر اُس جیسی ایک آیت بنا کر دکھا دو۔ یہ میرا قرآن ہے۔ جو چیز مولا بنا دے اُس کی مثل کوئی ہو نہیں سکتا۔

لطیفہ قالبیہ کے مقام کا تعیّن

عالمِ خلق کا دوسرا لطیفہ ''قالبیہ'' کہلاتا ہے۔ بظاہر دوسرا لطیفہ ہے لیکن درحقیقت چاروں لطائف (آگ، مٹی، ہوا، پانی) پر مشتمل ہے۔ اس کا مقام سارا قالب یا سارا جسم ہے، یعنی سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک۔ بعض کے نزدیک متصلِ ناف ہے اور ناف کے اِردگرد ایک اِنچ کی گولائی میں ''لطیفہ قالبیہ'' واقع ہے۔

انسان کی تخلیق کا جب عمل (Process) شروع ہوتا ہے تو مادۂ حیات دماغ سے چلتا ہوا سینے میں آتا ہے، سینے سے ناف کے قریب آتا ہے، وہاں سے آگے منتقل ہوتا ہے۔ اس بنا پر عالمِ خلق کے لطائف کا مرکز ناف ہے۔ اس بات کی کیا علامت ہے کہ فلاں کے عالمِ خلق کے لطائف طے ہو رہے ہیں یا نہیں؟ علامت یہ ہے کہ اس کے جسم کے ایک ایک بال سے اللہ اللہ کی صدائیں آتی ہیں۔

کون کوئی مَیں کون مَیں اَڑیو، کون کوئی مَیں کوئی
جدے نال مَیں نیوں لگایا، اوہو جئی مَیں ہوئی
رانجھا رانجھا آکھدی مَیں آپو رانجھا ہوئی
سدیو نی مینوں دھیدو رانجھا ہیر نہ آکھے کوئی

ذاکر خود مذکور

انسان جب ذکر کرتے کرتے خود ذکر بن جائے، سراپا ذکر ہو جائے، بلکہ خود مذکور ہو جائے، ذکر میں فنا ہو جائے، اسے اپنا آپ یاد ہی نہ رہے صرف ذکر یاد رہ جائے۔ بقول شاعر:

دل و نگاہ میں تصویرِ یار رہتی ہے
مرے چمن میں ہمیشہ بہار رہتی ہے

یہ تو ان کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کے در و دیوار کے ساتھ

اس کے جسم کا بال بال سراپا انتظار بن جاتا ہے۔ کروڑوں کھربوں خلیئے (Cells) انسان کے وجود کے اندر ہیں، وہ سارے کے سارے جب ذکر کریں تو کیا کیفیت ہوگی!

راہِ اُلفت میں کچھ ایسے بھی مقام آتے ہیں
کان دیکھنے لگ جاتے ہیں اور سُنیں آنکھیں
(باقر کاظمی)

خدا کی قسم! اس بندے کا سارا وجود ذکر بن جاتا ہے۔ جب ایک دفعہ اللہ ھُو کہا جاتا ہے تو خون دل میں پمپ کرتا ہے۔ اس خون کی رفتار کئی میل فی سیکنڈ ہوتی ہے، جو جسم میں کھربوں مسام کو بیک وقت حرکت دیتا ہے۔ اگر وہ خون اللہ کے ذکر سے گوندھ کر جائے، تو ایک دفعہ ''اللہ'' کہنے سے کھربوں دفعہ اللہ کہا جا سکتا ہے۔ خون کے ایک قطرے میں پچاس کروڑ حیاتیاتی مادّے ہیں، اب اندازہ کریں کہ انسان کے جسم میں پانی کے کتنے قطرے ہوں گے جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اللہ اکبر! یہ ذکر کا کتنا اعلیٰ درجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ جہتوں سے پاک ہے۔ وہ نہ اوپر ہے، نہ نیچے ہے، نہ دائیں ہے، نہ بائیں ہے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے:

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. (البقرة:۱۱۵)

ترجمہ: تم جہاں کہیں بھی پھرو، پس اللہ کا ہی چہرہ ہے۔

امام الانبیاء ﷺ اور دیدارِ خدا

امام الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اللہ کا دیدار کیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرف سے کیا ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ جہتوں سے پاک ہے۔ تو جب اللہ ہر طرف ہے تو محبوبِ خدا ﷺ بھی ہر طرف ہوں گے۔

ان چیزوں کو اپنے کنٹرول میں کرنے والا ''صوفی'' کہلاتا ہے۔ صوفی کوئی معمولی شے نہیں ہوتا، بلکہ کروڑوں عقلمند اکٹھے ہوں تو صوفی کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

وہ جس نے اپنا تن من دھن مولا کے لئے قربان کر دیا ہو، اُس کے مقام کو کون پہنچ سکتا ہے۔

شبِ غم کی سختیاں کوئی اُس سے جا کے پوچھے
تیری راہ تکتے تکتے جسے صبح ہو گئی ہے

شبِ غم کو ہم جانیں یا خدا جانے
بلاکشوں پے جو گزرے تیری بلا جانے

محبوبِ حقیقی کے عشق کی طاقت!

عام بندے کو کیا پتہ کہ انتظار کیا ہوتا ہے، درد کیا ہوتا ہے۔ دنیا کا اِک عارضی محبوب ہو، کس قدر کشش ہوتی ہے کہ انسان مَر مِٹ جاتا ہے۔ وہ کشش کرتا ہے اپنی استطاعت کے مطابق، تو مولا کی محبت کی کشش کیا ہوگی؟ جب وہ کسی کو کھینچتا ہے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ وہ خدا کہتا ہے، اے بندے! تم مجھے یاد کرو اپنی بساط کے مطابق، مَیں تمہیں یاد کروں گا اپنی طاقت کے مطابق۔ تم اپنی اس دنیا کی عارضی زندگی میں مجھے یاد کرو، تم نے اپنی زندگی میں مجھے یاد کر لیا، اب ہمیشہ مَیں تمہیں یاد کروں گا۔ قرآن مجید میں فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ. (البقرة:۱۵۲)

ترجمہ: تم مجھے یاد کرو، مَیں تمہیں یاد کروں گا۔

حضور ﷺ نے اللہ کے ذکر کا حق ادا کر دیا۔

جب تک سورج چاند رہے گا
آقا ﷺ تیرا نام رہے گا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، تم ایک قدم آؤ، مَیں دس قدم آؤں گا۔ جو ہماری طرف قدم بڑھائیں گے ہم پکڑ کر اُنہیں منزل تک لے کر جائیں گے۔ جب سارا جسم اللہ کے ذکر سے سرشار ہو جائے تو ''لطیفۂ قالبیہ'' طے ہو جاتا ہے۔ جب درویش ذکر میں محو ہوتا ہے تو خدا کی قسم! اُس کے کپڑے بھی ذکر کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہ سویا ہوتا ہے لیکن کپڑے اللہ اللہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ اس کا بال بال اللہ اللہ کہہ رہا ہوتا ہے۔

تو نے کیا آتشِ حل کردہ پلا دی ساقی
پھونک ڈالا ہے جگر آگ لگا دی ساقی

ہمارا حال نہ پوچھو کہ ہم فقیر اکثر
جلا جلا کے لہو، جشنِ عید کرتے ہیں

مکتبِ عشق کا نرالا دستور

جس قدر اللہ کی محبت میں اس وجود کو جلایا جاتا ہے، تڑپایا جاتا ہے، اتنے ہی محبتوں اور چاہتوں بھرے پیغامات آتے ہیں۔ بقول علامہ اقبالؒ:

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

"لطیفہ قالبیہ" کو طے کرنے والا ساری رزائلِ بشریہ سے نجات پالیتا ہے۔ حسد، کینہ، تکبر، لالچ، غصہ، شہوت، بددیانتی، جھوٹ، نافرمانی، جب یہ ساری چیزیں وجود سے نکل جائیں تو سمجھو کہ "لطیفہ قالبیہ" طے ہو رہا ہے۔ ایسا خوش نصیب دنیا کی تعلق داریوں میں نہیں پھنستا بلکہ انہیں اچھی طرح نبھا کر پورے طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ سب سے کٹ کر اللہ کی طرف چلا جاتا ہے۔ انسان بے شک تھوڑی دیر کے لئے اس کیفیت سے گزرے، لطیفہ قالبیہ اللہ کے ذکر سے آباد ہو جاتا ہے۔

لطائف عالمِ امر وخلق کا فرق

کمالاتِ ولایت اور کمالاتِ نبوت

واضح ہو کہ لطائفِ عالمِ امر کو کمالاتِ ولایت کے ساتھ مناسبت ہے اور لطائفِ عالمِ خلق کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ عالمِ امر کے لطائف انسان کے سینے میں ہیں (قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ) جو عرش سے اوپر ہیں۔ عرش سے نیچے جنت، دوزخ، ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں، ہر وہ شے جو اللہ نے تخلیق کر دی ہوئی ہے اور جس کو عالمِ اسباب کے ساتھ اللہ نے باندھ دیا ہے وہ سارا کچھ عالمِ خلق میں آتا ہے۔ عالمِ امر اس سے اوپر ہے۔ روح عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے اور قلب بھی عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہے۔ جب بندہ اپنے رب کے نزدیک جاتا ہے تو اسے "عروج" اور "ترقی" کہتے ہیں۔ اس عروج اور ترقی میں سالک اپنے لطائفِ عالمِ امر میں سیر کرتا ہے اور وہاں سے فیض وصول کر کے نیابتِ الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس ترقی اور عروج

کو "ولایت" کہتے ہیں۔ "ولی" کے ایک معنی ہیں، "قربت"۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ. (الاحزاب:٦)

ترجمہ: نبی مومنوں کی جانوں سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

عروجی مرتبہ اور نزولی مرتبہ

جب بندہ "اللہ" کے بہت ہی زیادہ قریب ہوتا ہے تو وہ عالمِ امر کے لطائف کی طرف عروج کرتا ہے اور اللہ کی طرف عروج "ولایت" ہے۔ اور جب وہاں سے سارا فیض لے کر مخلوق کو فیض دینے کے لئے رجوع کرتا ہے تو اس کو "نزول" کہتے ہیں۔ عروج کرنا "ولی" کی شان ہے اور سارا فیض لے کر مخلوق میں وہ فیض تقسیم کرنا "نبی" کی شان ہے۔ یعنی "ولی" وہ ہوتا ہے جو اللہ کی طرف جا رہا ہوتا ہے، جبکہ "نبی" وہ ہوتا ہے جو سارا فیض وہاں سے حاصل کر کے مخلوق کی طرف واپس آ رہا ہوتا ہے۔

فیضِ ولایت اور فیضِ نبوت میں امتیاز

اس بات کو درج ذیل مثال سے سمجھیں کہ ایک بندہ جو کراچی جا رہا ہے اُس کو زیادہ معلومات ہیں یا وہ شخص جو کراچی میں خرید و فروخت کر کے اپنے شہر واپس آ رہا ہوتا ہے اُس کو زیادہ معلومات ہیں؟ جو سارا سامان سمیٹ کر، جہاز میں پیک کر کے، گوجرانوالہ کینٹ ایئرپورٹ پر اُتر (Land) رہا ہے یا وہ جو ابھی مال لینے جا رہا ہے؟ اس لئے کہا جاتا ہے کہ "ولایت" سے زیادہ افضل "نبوت" ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا عقیدہ

مسلمانوں میں ایک ایسا طبقہ بھی ہے جس کا مؤقف یہ ہے کہ "ولایت" "نبوت" سے افضل ہے۔ لیکن اہلِ سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے واضح فرمایا ہے کہ نبی کی ولایت، نبی کی نبوت سے افضل نہیں، بلکہ نبی کی ولایت، نبی کی نبوت سے کم ہوتی ہے۔ جبکہ اس گروہ کا کہنا ہے کہ نبی کی ولایت، نبی کی نبوت سے زیادہ بلند ہے۔ کہنا وہ یہ چاہتے ہیں کہ اصل میں ولایت، نبوت سے افضل ہے۔ یہ بات کہنے کے بعد وہ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں۔ وہ کہنا یہ

چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ چونکہ ''ولایت'' کے امام ہیں، کیونکہ قرآن میں اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا کہ وہ اللہ کے ''ولی'' ہیں، لہٰذا وہ حضور ﷺ سے افضل ہیں۔ اصل میں وہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ ولایت کے اعتبار سے حضور ﷺ سے افضل ہیں۔ جبکہ حضور ﷺ نبوت کے اعتبار سے افضل ہیں۔

نبیؑ ہر اعتبار سے ولی سے افضل ترین

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو کراچی جارہا ہے، اور نبی وہ ہے جو سارا سامان سمیٹ کر کراچی سے واپس آرہا ہے۔ ایک آدمی حج کرنے جارہا ہے، وہ افضل ہے یا جو حج کر کے ساری برکتیں سمیٹ کر واپس آرہا ہے وہ افضل ہے؟ تو سادہ (Simple) اور عام فہم (Common Sense) بات یہ ہے کہ جو آدمی سارا سامان اور ساری برکتیں سمیٹ کر آ گیا ہے وہی افضل اور بڑا ہے۔

اللہ کی شان نزول کرنا

لہٰذا پتہ چلا کہ عالمِ امر کے لطائف بندے کو ''عروج'' دیتے ہیں جبکہ عالمِ خلق کے لطائف بندے کو ''نزول'' دیتے ہیں۔ مجدد الف ثانیؒ ایک اور دلیل دیتے ہیں کہ اگر عروج کرنا زیادہ افضل ہے تو قرآن میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں، کہیں یہ ذکر نہیں کہ اللہ بھی عروج کرتا ہے۔ اللہ جب بھی کرتا ہے نزول کرتا ہے۔ قرآن پاک میں جابجا اللہ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن نازل کیا۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ. (الحجر:۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

پھر فرمایا:

سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ. (النور:۱)

ترجمہ: یہ ایک سورۃ ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم نے اس کے احکام فرض کیے۔ اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں۔

پھر احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے پچھلے پہر (تہجد کے وقت) آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور متفرق رحمتیں تقسیم فرماتا ہے۔

پتہ چلا کہ عروج کرنا افضل نہیں کیونکہ اگر عروج کرنا افضل ہوتا تو اللہ بھی عروج کرتا۔ جب اللہ بھی نزول کرتا ہے تو نزول کرنا ہی افضل ہوگا۔ عروج کرنا ''ولی'' کی شان ہے۔ نزول کرنا خدا کی شان اور سنت ہے۔ جو خدا کی سنت پر عمل کرے وہی افضل ہوگا۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے بہت سے ایسے دلائل دیئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول کرنا افضل ہے۔ لہٰذا نبوت، ولایت سے افضل ہے۔ اور نبی، ولی سے افضل ہے۔

لطائف عالمِ خلق بحیثیت بنیاد

واضح ہوا کہ لطائفِ عالمِ امر کو کمالاتِ ولایت کے ساتھ مناسبت ہے، جبکہ لطائفِ عالمِ خلق کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ مناسبت ہے۔ عالمِ امر کے پانچوں لطائف عالمِ خلق کے کسی نہ کسی لطیفہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ عالمِ خلق کے لطائف عالمِ امر کے لطائف کی اصل ہیں۔ کیونکہ انسان کا وجود عالمِ خلق میں ہے، اگر یہ وجود ہی نہ ہو تو عالمِ امر کے لطائف کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔

لطائف عشرہ کا باہمی ربط و تعلق

عالمِ امر اور عالمِ خلق کے لطائف آپس میں مناسبت رکھتے ہیں، یعنی لطیفۂ نفس کا معاملہ لطیفۂ قلب کے معاملے کی اصل ہے، اور لطیفۂ باد (ہوا) کا معاملہ لطیفۂ سر کی اصل ہے، اور لطیفۂ آب (پانی) کا معاملہ لطیفۂ روح کی اصل ہے، اور لطیفۂ نار (آگ) کا معاملہ لطیفۂ خفی کی اصل ہے، اور لطیفۂ خاک (مٹی) کا معاملہ لطیفۂ اخفیٰ کی اصل ہے۔ ان سب کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ یہ ایک دوسرے کو تقویت دینے کا سبب بنتے ہیں۔ ایک کی اصلاح سے دوسرا چلتا ہے، دوسرے کی اصلاح سے پہلا چلتا ہے۔ یہ ممد و معاون ہوتے ہیں اور بنیاد عالمِ خلق کے لطائف بنتے ہیں۔

حاصلِ کلام

اس اعتبار سے یہ پتہ چلا کہ عالمِ خلق کی طرف رجوع کرنے والا شخص زیادہ افضل ہوتا ہے، عالمِ امر کی طرف جانے والے سے۔ عالمِ امر کے لطائف طے کر لینے والے خوش نصیب کو ''ولی'' کہتے ہیں اور یہ ''ولایت صغریٰ'' کا مقام ہے۔ ''صغریٰ'' کہتے ہیں، ''چھوٹی ولایت'' یعنی ''چھوٹا

ولی‘‘۔اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے حق سے فیض کا ڈیٹا (Data) لینا شروع کر دیا ہے۔یعنی عالمِ امر سے فیض لینا شروع کر دیا ہے۔جو عالمِ امر کے لطائف کو طے کرے وہ ولایت صغریٰ کا مقام پاتا ہے، اور جو خوش بخت عالمِ خلق کے لطائف طے کرتا ہے وہ ولایت کبریٰ کا مقام پاتا ہے، اور اُس کا نفس ’’نفسِ لوامہ‘‘ سے ’’نفسِ مطمئنہ‘‘ کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے۔اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ نبی، ولی سے افضل ہے اور نبوت، ولایت سے افضل ہے۔

لطیفہ جاری ہونے کا مفہوم

عوام الناس کا ناقص تصوّر

لطیفہ جاری ہونے کا کیا مطلب ہے؟ عام طور پر پوچھا جاتا ہے کہ جناب! آپ کا قلب جاری ہو گیا ہے؟ نہیں ہوا، اوہو! میرا تو قلب جاری ہو گیا ہے۔آپ کے کتنے لطائف بیدار ہو گئے ہیں؟ صرف دو ہوئے ہیں! میرے تو دس کے دس ہو گئے ہیں۔آپ کو ذکر کرتے ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے؟ جی، چھ مہینے ہو گئے ہیں۔کس سے سیکھا ہے؟ فلاں سے۔لو! میرے پاس آتے تو میں ایک ہفتے میں سارے لطائف جاری کر دیتا۔

لطائف کے جاری ہونے کا مظاہرہ

یہ گفتگو اور بحث اکثر چلتی ہے اور بعض با قاعدہ اس شعبے سے تعلق رکھنے والے ہیں، جنہیں کچھ سوجھ بوجھ ہوتی ہے وہ لوگوں کے پاؤں کے نیچے سے زمین بھی نکال دیتے ہیں اور اپنے لطائف کے جاری ہونے کا مظاہرہ کر کے ان کو مغلوب اور مرعوب بھی کرتے ہیں۔جب پوچھا جاتا ہے کہ آپ کے لطائف کیسے جاری ہو گئے؟ تو جواب ملتا ہے کہ دیکھو ہماری طرف غور سے۔وہ پھر اپنا لطیفہ ہلا کے دکھاتے ہیں، کبھی سینے کے دائیں طرف سے اور کبھی سینے کے بائیں طرف سے اور کبھی درمیان سے۔کبھی دایاں کان، کبھی بایاں کان، کبھی ناک ہلتی ہے، کبھی پیشانی کے وسط میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔پھر کہتے ہیں کہ دیکھو میرے دس کے دس لطائف پھڑک رہے ہیں۔

حقیقتِ حال

یہ محض دکھاوا ہے، ریاکاری ہے۔لطیفہ جاری ہونے کا یہ مفہوم ہی نہیں، یہ تو محض مذاق ہے۔لطائف انسان کے جسم میں دس ایسی جگہیں ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق اِس کائنات کے

ساتھ ہے اور پانچ کا عرش سے اوپر کی کائنات کے ساتھ ہے۔جن لطائف کا تعلق عالمِ اسباب کے ساتھ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے، جس کا وجود مادّی ہے وہ عالمِ خلق کے لطائف ہیں (لطیفۂ نفس، لطیفۂ نار، لطیفۂ خاک، لطیفۂ باد، لطیفۂ آب)۔ان کو سادہ لفظوں میں آگ، مٹی، ہوا، پانی اور نفس یعنی عناصرِ اربعہ کہتے ہیں۔(ان کے مقامات پر ہم نے تفصیل سے گفتگو کی ہے)۔یہاں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ لطیفہ جاری ہونے کا کیا مطلب ہے؟

غفلت کا اُٹھ جانا

لطیفہ جاری ہونے کا مطلب غفلت کا اُٹھ جانا اور وہ مخصوص مقامات یعنی قلب، روح، سِر، خفی اور اخفیٰ اُن پر جب توجہ کی جائے تو وہاں سے اللہ اللہ کی صدائیں سنائی دینا ہے۔عالمِ امر کے لطائف کا جسم کے ظاہری حصوں سے کوئی تعلق نہیں۔صاحبِ نظر، صاحبِ دل، صاحبِ توجہ اور صاحبِ ذکر پہچان لیتے ہیں کہ کس انسان کا قلب جاری ہے؟ کس کا قلب جاری نہیں ہے؟ بزرگ فرماتے ہیں:

’’ولی را ولی من شناسد.‘‘

ترجمہ: جو ولی ہوتے ہیں وہ ولی کو پہچان لیتے ہیں۔

جہلاء کے معیاراتِ ولایت

بعض نے ذکر کی باتیں سنی ہوتی ہیں، کچھ نے لوگوں سے ٹونکے سنے ہوتے ہیں، کچھ لوگ محیّر العقول قسم کے کام دیکھ کر اُن سے خائف ہو جاتے ہیں، اُن سے مرعوب ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا پہنچا ہوا ہے۔اس کی لٹیں زیادہ بڑی ہیں، اس کی داڑھی زیادہ لمبی ہے، اس کے منکوں کے رنگ زیادہ خوبصورت ہیں، ان کے کپڑے زیادہ بہترین ہیں، اس کا کُلّہ (پگڑی) زیادہ اونچا ہے۔ظاہری سج دھج بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کو فرشتوں سے بھی اعلیٰ رُتبے کا سمجھ لیتے ہیں۔

اسوۂ رسولؐ وجۂ افتخار و فضیلت

اللہ والوں کی حیاتِ طیبہ پڑھیں، ان کی سیرت کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کا ظاہری چیزوں پر تکیہ نہیں ہوتا۔وہ اپنے ظاہر کو شریعت کے تابع رکھتے ہیں اور اپنے باطن کو بھی شریعت کے باطن کے تابع رکھتے ہیں۔ان کی زندگی امام الانبیاء ﷺ کی سیرت کا ایک جیتا جاگتا

نمونہ ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ. (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

ملنگوں کی خام خیالیاں

یہ ملنگ قسم کے لوگ، جو اپنے آپ ہی ولایت کے دعوے کرتے رہتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزے رکھتے ہیں، نہ حضور ﷺ کی سیرت کا نمونہ ہوتے ہیں، نہ شادی بیاہ کرتے ہیں، نہ جمعے پڑھاتے ہیں، نہ خطبے دیتے ہیں، نہ قرآن آتا ہے، نہ حدیث آتی ہے، نہ ان کو اللہ کے دین کی سمجھ ہوتی ہے، نہ دنیا کی سمجھ۔ یہ دین کے چور اُچکے اور ٹھگ ہوتے ہیں۔ یہ ذہنی طور پر سکھ اور ہندو ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا جو تصوف ہے وہ جوگیانہ ہوتا ہے۔ ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ بظاہر تارک الدنیا ہوتے ہیں کہ دیکھو، ہم نے دُنیا کو چھوڑ دیا ہے اور ہم درویش ہو گئے ہیں۔ ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں، خوب کھاتے پیتے ہیں، دنیا کی ساری لذتوں سے محظوظ ہوتے ہیں، ہر قسم کی نفسانی آرزوئیں جائز یا ناجائز طریقے سے پوری کرتے ہیں، لیکن عبادت کے وقت اور سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے وقت دیوانے اور درویش بن جاتے ہیں۔

نفسیاتی حربے

یہ لوگوں کو اپنی محیر العقول حرکتوں سے متاثر کرتے ہیں اور سادہ لوح دیہاتیوں اور جاہلوں کو مختلف قسم کے طلسمات دکھا کے اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں اور اُن کو ڈراتے اور دھمکاتے رہتے ہیں، ان پر نفسیاتی دباؤ ڈالتے ہیں کہ مَیں تیرا کشف بند کر دوں گا، مَیں تیرا رزق بند کر دوں گا، مَیں تیرے بچوں کے ساتھ یہ کر دوں گا، وہ کر دوں گا۔ تیرا بیماری پیچھا نہیں چھوڑے گی، تمہارے گھر بیٹا پیدا نہیں ہونے دوں گا وغیرہ وغیرہ۔

ضعیف الاعتقادی جرمِ عظیم

انسان پہلے ہی کمزور اور ضعیف الاعتقاد ہوتا ہے، عمل کی کمی کی وجہ سے وہ پہلے ہی خوفزدہ ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ متھا لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اُن کے جال میں پھنسا رہتا ہے، ان کی جھڑکیاں بھی کھاتا ہے، ان کے جوتے بھی کھاتا ہے اور اُن کے ہر جائز و ناجائز مطالبات کو بھی پورا کرتا ہے۔ اور وہ بے غیرت بھوت نکالنے کے چکر میں اور موکلات قابو

کرنے کے چکر میں ایسے ایسے شیطانی کام کرتے ہیں کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی بیٹی ان سے جن بھوت نکلوانے کے چکر میں پھنس جائے تو وہ ہر قسم کی خباثت اور بدبختی کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ ماں باپ سے کہتے ہیں کہ ذرا آگے پیچھے ہو جاؤ، ہم اس کا بھوت نکال دیتے ہیں۔ لوگوں کی عزتوں سے کھیلنا اِن کا پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے، لہٰذا یہ شیطان لوگ ہوتے ہیں اور ظاہری اعضاء کی حرکت دکھا کے کہتے ہیں کہ ہم ولی ہیں۔ دیکھو ہمارے لطیفے پھڑک رہے ہیں۔ یہ بدنصیب لوگ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

مؤکلات کا فراڈ

اسی طرح کے ایک شیطان صفت عامل نے کسی طرح ایک جاہل دنیا دار کو پھنسا لیا۔ جس نے اس سے کہا تھا کہ میرا ایک دشمن ہے، اُس کو مروانا ہے۔ اس نے اپنے شعبدے اور طلسمات دکھا کر اُس کو اپنے جال میں مکمل طور پر پھنسا لیا۔ اسّی ہزار میں سودا ہو گیا۔ عامل نے کہا کہ ایک ہفتہ لگے گا۔ ایک ہفتے بعد کہنے لگا کہ مَیں نے مؤکل کو قابو کر لیا ہے، تمہیں دیتا ہوں، تم اسے اس دشمن کے گھر میں چھوڑ دینا جب تک تیرا دشمن مر نہیں جائے گا وہ مؤکل اس کی جان نہیں چھوڑے گا۔

کالی بلّی بطور مؤکل کامل

بازار سے پندرہ روپے کی کالے رنگ کی بلی خرید کر اُس کو دے دی اور کہا کہ یہ مؤکل ہے، اس کو اپنے دشمن کے گھر کی چھت پر رات کو چھوڑ دینا۔ اسّی ہزار روپے اُس سے لے لئے۔ وہ بیچارہ بڑے اہتمام اور تردد سے بلی کو کراچی لے گیا، اور اُس کے بتائے ہوئے وقت پر ٹھیک ۱۲ربج کر ۱۲رمنٹ اور ۱۲رسیکنڈ پر اُس کو لے کر چھت پر چڑھا۔

چوکیدار کا واویلا

جیسے ہی دشمن کی چھت پر بلی چھوڑنے کے لئے چڑھنے لگا تو چوکیدار نے دیکھ لیا اور شور مچا دیا۔ بھگدڑ مچ گئی، لوگوں نے اسے پکڑ لیا، خوب پٹائی کی، مار مار کے حلیہ بگاڑ دیا۔

عامل کی نئی شیطانی چال

وہ بیچارہ اُسی طرح پریشان حال اگلے روز جہاز میں بیٹھ کر سیدھا لاہور واپس آیا اور اُس عامل سے بات کی کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ کیسا مؤکل چھوڑا ہے کہ میرا اپنا ہی حلیہ بگڑ گیا ہے۔ وہ شیطان کہنے لگا کہ تمہارا اپنا قصور ہے، تم نے وقت کا تعین ٹھیک نہیں کیا تھا، تم نے دایاں قدم آگے رکھ دیا ہوگا۔ مَیں نے کہا تھا کہ بایاں قدم پہلے رکھنا۔ میں نے کہا تھا کہ تمہاری سائیڈ اُلٹی ہونی چاہئے، تم نے سیدھی کر کے رکھی ہوگی، تم خود غلط ہو۔ اب وہ مؤکل ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے، اب وہ یا تیری جان لے گا یا میری جان لے گا۔ اب ہم میں سے ایک کو مرنا ہوگا۔ دیکھو تمہاری موت آتی ہے یا میری! اس بیچارے نے منتیں شروع کر دیں کہ جناب! کوئی تریاق ڈھونڈیں۔ عامل شیطان نے کہا، ایک صورت ہے۔ اگر پندرہ من خالص دونڈے کالے بکرے کا گوشت راولپنڈی کے فلاں قبرستان میں، رات کے ۲ بج کر ۲ منٹ اور ۲ سیکنڈ پر، فلاں قبر کے پاس دفن کیا جائے تو پھر اُس مؤکل سے تمہاری جان بچ سکتی ہے۔

وہ پریشان ہو کر کہنے لگا کہ مَیں کبھی راولپنڈی گیا ہی نہیں، اور وہ قبرستان جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں، مَیں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ اور پھر پندرہ من گوشت لے کر کیسے جاؤں گا؟ لوگ دیکھ کر کیا کہیں گے۔ عامل نے ایک اور شیطانی چال چلی اور کہا کہ میرا ایک بھائی راولپنڈی میں رہتا ہے، مَیں اس کو فون کرتا ہوں، وہ ہمارا مسئلہ حل کر سکتا ہے۔ اس نے فوراً موبائل سے نمبر ملایا اور خود بھائی سے بات کی کہ یہ مسئلہ بن گیا ہے، اتنا گوشت تیار کرو۔

جاہل سیٹھ کی شومیِ قسمت

سیٹھ نے گوشت کے بیس ہزار اور دے دیئے۔ عامل نے ٹیلی فون پر ہی اُس مؤکل کو گوشت ڈال دیا۔ اسی ہزار پہلے اور بیس ہزار مزید، یعنی ایک لاکھ اُس سے رگڑ لیا۔

شیطانی چالیں

یہ شیطانیت کا طریق ہے۔ یہ پورے پورے شیطان ہیں، جو اِس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جتنے سنیاسی، پامسٹ، نجومی، عامل وغیرہ ہیں، اِن کی قبیل ایک ہی ہے۔ ان کی بڑی دکانیں چلتی ہیں۔ جتنے جاہل اور بیوقوف لوگ ہیں، سب ان کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔

آؤ حقیقت پسند بنو

یہ باتیں دُہرانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ ہماری کمزوریوں سے کھیلتے ہیں اور نفسیاتی چکر میں پھنسا کر انسانوں کو لوٹتے ہیں۔ لطائف کے جاری ہونے کا چکر بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ کبھی گلے کو ہلا ہلا کر، سائیڈیں مار مار کر، کبھی بائیں سائیڈ، کبھی دائیں، کبھی نیچے اور کبھی اوپر سے کھچ مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جی! لطیفہ جاری کرنے لگا ہوں۔ اور محیر العقول ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

میرے پیر و مرشد سے پوچھا گیا کہ ''لطیفہ جاری ہونا'' کا کیا مطلب ہے؟ کیا حرکتِ گوشت اور ظاہری طور پر جسم کی حرکت و جنبش کا نام لطیفہ جاری ہونا ہے؟ تو فرمایا، نہیں، بلکہ اللہ والوں نے جن جگہوں کا تعین کیا ہے وہاں یکسوئی حاصل ہونا اور وہاں پر اللہ اللہ کی آواز خیال کے کانوں کو سنائی دینا، غفلت کا اُٹھ جانا اور مکمل طور پر اپنی توجہ سے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت کی طرف لگ جانا، یہ لطیفہ جاری ہونے کی علامت ہے۔ جیسے ہمارے مشائخ نے فرمایا:

حَقِيْقَةُ الذِّكْرِ رَفْعُ الْغَفْلَةِ (البینات شرح مکتوبات)

ترجمہ: ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ غفلت ختم ہو جائے۔

اہلِ معرفت میں سے کسی سے پوچھا گیا کہ وہ بندہ جس کا دل گم ہو جائے، تو اُسے کب ملتا ہے؟ فرمایا، جب اُس میں حق اترے۔ پوچھا کہ حق کا نزول اس میں کب ہوتا ہے؟ فرمایا، جب اس دل سے حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز کوچ کر جائے۔

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ (ق:۳۳)

ترجمہ: اور وہ انابت بھرا دل لایا۔

سترہواں باب

اکتسابِ فیض (اہلِ بقیع واہلِ دُنیا)

(1) جب آپ قبرستان یا اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری کا ارادہ کریں تو جس مقام سے چلیں وہاں سے آیۃ الکرسی کو اپنا ورد بنائیں۔

(2) مزار پر حاضر ہونے کے بعد قبر انور کے سامنے ادب سے کھڑے ہوکر سلام پیش کریں اور موقع محل کے مطابق چند کلمات نوٹ فرمائیں:

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَھْلَ الْقُبُوْرِ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا شُھَدَآءُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَامُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا سُعَدَآءُ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا نُجَبَآءُ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا نُقَبَآءُ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا مُسْلِمِیْنَ دَارُ الْاٰخِرَۃِ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا مَحْبُوْبَانِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا مُقَرَّبِیْنَ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلَدِیْ/اَخِیْ/ سَیِّدِیْ وَمُرْشَدِیْ وَاٰقَائِیْ وَمَوْلَائِیْ

☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَالِدَتِیْ /اُخْتِیْ/ بِنْتِیْ

(3) سلام پیش کرنے کے بعد صاحبِ مزار کے چہرے کی طرف بیٹھ کر سورۃ ملک، سورۃ یٰسین، سورۃ تغابن (یا سہولت سے جو سورۃ پڑھ سکیں پڑھیں) اور اگر نوافل کا وقت ہو تو نفل ادا کریں۔

(4) مندرجہ بالا اشغال واذکار سے فارغ ہونے کے بعد صاحبِ مزار کی طرف قلبی وروحی طور پر متوجہ ہوں اور سورۃ القدر کی تلاوت کریں، جب تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ پر پہنچیں تو تین یا سات بار ان الفاظ کی تکرار کریں اور صاحبِ مزار کی طرف اپنے قلب کو راغب و متوجہ کریں۔ اس دوران اگر دل لگ جائے تو سمجھیں رابطہ ہوگیا ہے۔ اب فوراً ذکر شروع کردیں اور (باذن اللہ) صاحبِ مزار سے حسنات و برکات اور فیضِ اکتساب کا سلسلہ شروع کردیں جیسا کہ اُس کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں ان کے نسبت والے فیض لیتے تھے۔ پھر جتنی دیر دل لگے ذکر کرتے رہیں۔

(5) روح کی تسکین کے بعد پھر ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ، تین مرتبہ سورۃ اخلاص اول آخر درود شریف اور دوسری پڑھائی کا ثواب ان کی روح پرفتوح کو برائے ایصالِ ثواب پیش کریں اور ان کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا مانگیں۔ ان کے وسیلۂ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجات بھی پیش کریں۔

(6) آخر میں اسی طرح ادب سے سلام پیش کرتے ہوئے لوٹ آئیں۔

اٹھارہواں باب

توجہات وتسخیرات وتصرفات

امورِ تکوین میں تصرّف کے طریقے

امور ''امر'' کی جمع ہے، جس کے معنی فعل کام وغیرہ کے ہیں۔ تکوینہ کا لفظ کان سے نکلا ہے، جس کے معنی ''ہونا'' یا ''ہوا'' کے ہیں۔ تکوین سے مراد عالم اسباب کی ہر چھ سمتوں میں یعنی دائیں بائیں، اوپر نیچے، آگے پیچھے جو امور خیر وشر وقوع پذیر ہورہے ہیں ان کی طرف اشارہ ہے۔ لہٰذا امورِ تکوین سے مراد وہ تمام افعال، اعمال اور کام جو کسی سبب سے شش جہات (چھ سمتوں) میں وقوع پذیر ہورہے ہوں، تصرف کا لفظ صَرَفَ سے نکلا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے پرتا یا پھرنا۔ افعال کے علم کو بھی علم صرف کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں بھی ایک فعل کو کئی حالتوں کی طرف پھیر کر ماضی حال مستقبل فعل امر اور قریب وبعید کے معنی کے لیے اس کی ضرورت کے مطابق پھیر لیا جاتا ہے۔ امر دہ قواعد وضوابط کے مطابق ہوتے جاتے ہیں، لہٰذا تصرف سے مراد یہ ہوا کہ اپنی ضرورت، مرضی یا خواہش کے مطابق حالات کو اپنے حق یا کسی دوسرے کے خلاف پھیر سکیں۔

اب امورِ تکوینہ میں تصرّف کا مفہوم یہ نکلا کہ صوفی یا سالک کائناتِ عرض وسماء میں وقوع پذیر ہونے والے جملہ امور میں اپنی ضرورت، مرضی یا خواہش کے موافق تبدیلی لا سکے یا اپنے حق میں پھیر سکے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات بطور سند کے پیشِ خدمت ہیں:

واذا قضا امر فانمایو کن له کن فیکون.

ترجمہ: اور جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی کام کو کرنے کا تو سوائے وہ اس کے نہیں کہتا ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے۔

دوسری جگہ حضور اکرمؐ کے تصرف کا یوں ذکر کیا۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا. (البقرة: 144)

ترجمہ: پس دیکھتے ہیں ہم آپ کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے بس عنقریب ہم آپ کے قبلہ کو پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

پھر فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰى. (القرآن)

ترجمہ: اور عنقریب آپ کو آپ کا رب کو وہ کچھ عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں۔

اسی طرح حضرت سلیمانؑ نے جب ملکہ بلقیس کا تخت لانے کے لیے اِستفسار کیا تو ایک جن نے دو تین گھنٹے کی مہلت مانگی، لیکن آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب علم و کتاب ولی اللہ آصف بن برخیا نے تصرف کرتے ہوئے پلک جھپکنے میں ملکہ سبا کا بیسیوں ہاتھ اونچا لمبا تخت مجلس میں حاضر کر دیا۔

اصل میں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہوتی ہے جو نبی سے ظاہر ہو تو معجزہ، ولی اللہ کے تصرّف سے ظاہر ہو تو کرامت، اور اگر کسی کافر اور غیر مسلم سے ظہور پذیر ہو تو اِس کو استدراج کہتے ہیں۔

اس ضمن میں چند بنیادی اصول ذہن نشین کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا:

(۱) تصرفِ کائنات یعنی عالمِ خلق و امر کسی بھی جگہ معصر ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت امام حسن بصریؒ سورہ بقرہ کی مشہور آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو راندۂ درگاہ و مردود کر کے جنت سے نکال باہر کیا مگر اس نے ذہن پر بیٹھ کر اپنے عملی و قلبی تصرف کے ساتھ حضرت آدمؑ اور اماں حواؑ کے سینے پر تصرف کیا اور وہ بہکاوے میں آ گئے۔

جیسا کہ سورۃ والناس میں بھی خناس کے اس کردار کی یوں نشاندہی ہے کہ جن دلوں میں چھپ چھپ کر وسوسے ڈالتے ہیں۔

اسی طرح صوفی اور درویش بھی اپنی قلبی و روحانی قوت کو جمع کر کے تصرف کر سکتا ہے۔

آیا ہی تھا خیال کہ آنکھیں چھلک پڑیں
آنسو کسی کی یاد کے کتنے قریب تھے

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

(۲) تصرف اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی مخلوق (جمادات، نباتات، حیوانات، معدنیات، جناتِ وغیرہم) پر معصر ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کائنات کی تمام مخلوقات پر تصرف (حکومت) فرماتے تھے۔ اور متعدد انبیاء کرام کے معجزات صحابہ کرامؓ اولیاء اللہ کی کرامات و تصرّفات اس پر گواہ ہیں۔

(۳) تصرف کرنے کے لیے جس قدر قوت ارادی مضبوط و مستحکم، قلبی و ذہنی قوا طاقتور اور ظاہری و باطنی اعصاب ناقابل تسخیر ہوں تصرف اتنا ہی دیرپا ثابت ہوتا ہے۔

(۴) یہ ضروری نہیں کہ صوفی، سالک، فقیر، اور ولی اللہ کا تصرف ہر وقت اور ہر حال میں قائم و دائم ہو۔ نتائج خلافِ توقع بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی خواہش، مشیّت، تقدیر اور اذن کے بغیر کائنات میں کوئی پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ تو گویا فاعل حقیقی اور موثر حقیقی اللہ رب العالمین کی ذات بابرکات ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا: ''اے میرے صحابی اگر اللہ تمہیں فائدہ دینا چاہے اور ساری مخلوق اس کو روکنے میں لگ جائے تو وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی نقصان دینا چاہے اور ساری مخلوق اسے روکنے میں لگ جائے تو ایسا نہیں کر سکتی۔

(۵) امور تکوین میں تصرف کا ملکہ حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اوراد و وظائف بنیادی حیثیت رکھتے ہیں:

۱۔ صفائی قلب اور کثرت ذکر
۲۔ ظاہری و باطنی حصار
۳۔ مسبعات عشرہ کا باقاعدہ ورد
۴۔ اخلاص منت اور دردمندی
۵۔ تصور شیخ اور فنافی الرسول
۶۔ اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات پر غیر متزلزل یقین و اعتماد
۷۔ ظاہری و باطنی یکسوئی و ارتکاز توجہ
۸۔ کشف کی استعداد اور فیض و صلاحیت

۹۔ فنائے قلب ونفس

(۶) امور تکوینیہ میں تصرف سیاسی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی، روحانی، علمی، فکری، تسخیر، سلب امراض، تفویض علم وفیض اور کسی بھی قابیل میں مؤثر مفید اور کارآمد ہوسکتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے اس حدیث قدسی کے مفہوم کو سمجھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ مومن کثرتِ عبادت (نوافل) کے ذریعہ میرا بندہ میرے اتنے قریب ہوجاتا ہے کہ مَیں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، جن سے پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے چلتا ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے دیکھتا ہے۔ اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے سنتا ہے...... الآخر۔ اس حدیث کی شرح میں مجدد پاک لکھتے ہیں کہ یہ نوافل کی کثرت کی تاثیر وقرب ہے۔ تو فرائض وواجبات سنتوں کے قرب کا کیا عالم ہوگا۔

امور تکوینیہ میں تصرّف کا عملی طریقہ

جب صوفی یا درویش ارادتاً تصرف کرنا چاہے تو سب سے پہلے غسل یا وضو ظاہری و باطنی طہارت و پاکیزگی کا اہتمام کرے، پھر اپنے لطائف کو اللہ کے ذکر سے بیدار کرے، مراقبہ اکتساب فیض کرے، پھر شیخ کے قلب ولطائف کے فیض کا تصور کرے، اس کے بعد اپنے ظاہری و باطنی توجہ کو ایک نقطہ، مرکز پر قائم کرے اور جس قسم کا تصرف جہاں کہیں کرنا چاہتا ہے، اس توجہ کو وہاں ڈالے اور جو تاثیر ونتیجہ چاہتا ہے اس کی شدید خواہش اپنے قلب پر لاکر اپنے ہدف سے اس کا ظہور چاہے توجہ منتقل کرتے ہوئے اللہ کے ذکر کا فیض و تاثیر ہمہ جہت قائم و دائم رکھے۔ تو باذن اللہ حسب خواہش جلد یا بدیر اس کی تاثیر ظاہر ہوجائے گی۔ اس عمل کو دن اور رات کے قبولیت والے لمحات واقعات میں بار بار دوہرائے، انشاء اللہ مقصود حاصل ہوجائے گا۔

(نوٹ) اگر کوئی صوفی یا درویش ہر وقت باوضو رہتا ہے، عفتِ قلب ونظر کی صفت سے متصف رہتا ہے اور ذکرِ دائمی کی سعادت سے بہرہ یاب ہے تو اس کی توجہ وتصرف چوبیس گھنٹے مؤثر و بامراد رہتا ہے۔

دم کے طرق وآداب

دم کے لفظی معنی سانس پھونک وہوا کے ہیں۔ جسے بعض لوگ چھو کرنا بھی کہتے ہیں۔ یہ اصل میں باطنی امراض اور شیطانی وسوسات اور آسیبی آثارات اور کالے وچٹے عملیات کی کاٹ کا

ایک مہذب صوفیانہ طریقہ مبارکہ ہے، جس کی اصل قرآن وسنت سے ثابت وقائم ہے۔ جیسا کہ حضرت سیّدنا عیسیٰؑ دم کرکے مردوں کو زندہ، اندھوں کو بینا اور کوڑھوں کو شفا عطا کردیتے تھے۔ اور حضورؐ ہجرت کی رات مٹی کی مُٹھ پر دم کرکے جب کافروں کی طرف پھینکتے ہیں تو محاصرہ کیے ہوئے تمام دشمن اندھے وغافل ہوجاتے ہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام باحفاظت وہاں سے نکل جاتے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہؓ کو سورۂ فاتحہ وغیرہ کے دم حسب ضرورت تلقین فرماتے تھے۔ معوذتین کے نزول کی بھی یہی حکمت ووجۂ شانِ نزول بیان کیا جاتا ہے۔

کسی بھی مقصد کے لیے جسمانی طور پر دم کرنے کے چند بنیادی آداب ہیں:

۱۔ دم کرنے والا صاحب علم عمل ہو۔
۲۔ اپنے اوراد ووظائف کا عامل ہو۔
۳۔ صاحبِ اجازت ہو۔
۴۔ استخارہ کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو۔
۵۔ دم کرنے سے پہلے یہ پہچان کرسکتا ہو کہ اثراتِ بد/ بیماری جسمانی ہے، آسیبی شیطانی یا کالے چٹے علم کی گوشمالی شرارت ہو۔
۶۔ دم کرنے کے اتنے ہی طریقے ہیں جتنے کہ مخلوق کے سانس ہیں۔
۷۔ ہر دم کرنے اور پڑھنے سے پہلے کلام کے اوّل آخر درود شریف لازمی پڑھا جاتا ہے۔
۸۔ مختلف امراض کے لیے مختلف کلمات، آیات، اوراد و وظائف اور مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔
۹۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر دم فوری طور پر اپنا اثر ظاہر کردے۔ اس کے لیے بہتر ہے کہ کچھ پابندیاں مریض اور حاجت مند پر بھی لگائی جائیں اور اسے بھی کچھ پڑھائی کرنے کو دی جائے تاکہ پورا فائدہ حاصل ہوسکے۔
۱۰۔ دم کے لیے کوئی طے شدہ معاوضہ یا نفع حاصل کرنا کوئی مستحسن عمل نہیں ہے۔
۱۱۔ بعض اوقات دم جادو کی تاثیر سے بھی زیادہ کثیر الاثر ہوتے ہیں۔
۱۲۔ دم کرنے والا جس قدر مضبوط اعصاب اور قوتِ ارادی کا مالک ہوگا تاثیر اسی قدر زوردار ہوگی۔

۱۳۔ مہلک امراض اور تقدیر کے مسلّط ہونے پر دم کے علاوہ سچی توبہ اور صدقہ وخیرات تلقین کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک ہی دم بعض اوقات دوسرے شخص پر موثر اور کارگر نہیں ہوتا۔

۱۴۔ دم کے ساتھ ساتھ خیر کی بات بتانا، مریض کی دلجوئی کرنا، اور اس کی غیر ضروری دہشت اور وحشت کو مناسب واعظ ونصیحت سے دور کرنا اور اللہ کی ذات پر یقین کامل رکھنے کی تلقین کرنا انتہائی ناگزیر امور ہیں۔

دم کا عملی طریقہ

دم کرنے والے صوفی اور سالک کو چاہیے کہ دم کرنے سے پہلے اپنا حصار کرے، پھر وہ مخصوص کلمات طیبات پڑھے اور اپنی قلبی وروحانی قوت جمع کر کے مرض والے مقام پر اس کی تاثیر منتقل کرے اور ساتھ ہی ساتھ اس جگہ ذکر کی ضربیں دے، زیادہ بہتر ہے کہ آخر میں شہادت کی انگلی یا کسی لکڑی وغیرہ سے مرض والی جگہ پر تین بار لفظ اللہ جل جلالہ، تین بار محمدؐ اور تین بار عمر لکھا جائے۔

مطلق دم کے لیے مندرجہ ذیل کلمات طیبات پڑھے جاتے ہیں:

۱۔ اوّل آخر درود شریف (گیارہ گیارہ بار)

۲۔ سورۃ فلق اور سورۃ الناس (گیارہ گیارہ بار)

۳۔ آیۃ الکرسی (گیارہ گیارہ بار)

۴۔ تیسرا کلمہ (گیارہ گیارہ بار)

۵۔ بسم اللہ الذی۔۔۔۔(گیارہ گیارہ بار)

۶۔ اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم (گیارہ گیارہ بار)

حصار وحفاظت کے لیے بھی یہی کلمات پڑھے جاتے ہیں۔ اگر آسیب وغیرہ کی شکایت ہو تو اس میں نادِ علی بھی گیارہ بار پڑھا جائے گا۔

اگر کالے چٹے علم کے اثراتِ بد ہوں تو ایک بار سورۃ یٰسین سات مبینوں کے ساتھ ہی دم شامل کیا جائے۔ اور پانی مریض کو استعمال کروایا جائے۔ گھر کے تمام کمروں کے کونوں میں چھڑکا جائے اور کچھ پانی گھر کی چھت کی دیواروں پر ڈال دیا جائے۔

یاد رہے کہ دم والے پانی کی بے حرمتی نہ ہو اور اس کو زمین یا نالی میں نہ گرایا جائے۔

دم کی تعداد کم از کم تین بار ہوتی ہے۔ پرانے امراض کے لیے ۷ دن یا ۷ مرتبہ دم کرنا زیادہ مناسب رہتا ہے۔

دم کرنے کے بعد عامل کو چاہیے کہ اپنی روحانی اور قلبی توجہ اور مخلص دعا بھی مریض/ حاجتمند کے شاملِ حال رکھے۔

(نوٹ) بعض اوقات مریض کی بلائیں، آسیب وغیرہ عامل کی طرف لوٹتے ہیں، اس صورت میں اپنا حصار رکھنا اور مریض کو مناسب صدقہ وخیرات کی تلقین کرنا انتہائی مفید رہتا ہے۔

مختلف امراض/ حاجات کے لیے مختلف دم

۱۔ قدیم امراض کے لیے پرانے گُڑ پر دم کر کے تین سے سات دن استعمال کرنے کی تاکید کریں۔

۲۔ بے اولاد عورت کو کالی مرچ اور اجوائن دم کر کے اکتالیس دن استعمال کروائیں۔

۳۔ کسی تقدیر کے مسلط ہونے پر آیۂ کریمہ سوا لاکھ مرتبہ پڑھنے کا مشورہ دیں۔

۴۔ شرارتی بچوں کے لیے سورۃ الم نشرح نو مرتبہ پڑھ کر چینی کھلائیں۔ تسخیر قلب کے لیے یا عزیز و یا ودود ۳۱۳ مرتبہ پڑھ کر دم کرنے کی اجازت دیں۔

۵۔ جملہ حاجات کو پورا کروانے کے لیے یا مسبب الاسباب ۵۰۰ بار پڑھنے کی اجازت مرحمت کریں۔

۶۔ کند دماغ بچوں کو ایک ہزار بار پڑھ کر پانی دم کر کے پلایا جائے۔

(نوٹ) بعض اوقات دم کے ساتھ نقش وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ اس کے لیے متعلقہ باب کا مطالعہ کریں۔

دم کے متفرق طرق

سلبِ امراض

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندگانِ خاص کو سلبِ امراض جیسے تصرفات واختیارات کا عطا ہونا قرآن وحدیث اور آثارِ صالحین سے ظاہر وثابت ہے، جس کا اجمالی بیان ہدیۂ قارئین ہے۔

سلبِ امراض اور قرآن

قرآن گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے اذن سے مادر زاد اندھوں، کوڑھیوں کو صرف ہاتھ لگا کر شفا دیتے اور مُردوں کو زندہ کردیتے تھے۔ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ. (آل عمران: ۴۹)

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: میری قمیص لے جاؤ اور میرے نابینا باپ کے چہرے پہ ڈال دو، بینائی واپس آجائے گی۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا. (یوسف: ۹۳)

سلبِ امراض اور احادیثِ نبویؐ

احادیثِ مبارکہ میں ہے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے توجہ، لُعابِ دہن اور مَس بالید کے طریقے سے کئی مریضوں کو باذن اللہ شفا بخشی۔

لُعابِ دہن لگا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آشوبِ چشم دور فرمایا۔ (بخاری، ص ۵۲۵)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ جوڑ دیا۔ (مجمع الزوائد، ص ۲۹۸/۶)

حبیب یمنی کی لاعلاج بیمار بیٹی کو مکہ سے یمن میں توجہ فرما کر شفا دے دی۔ (شرح قصیدہ خرپوتی)

دستِ اقدس لگا کر چہروں کو روشن اور تروتازہ بنادیتے، (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۴۳۵) پانی میں ہاتھ ڈبو کر بابرکت اور شفا بنادیتے، (مسلم، ص ۲۵۶) بالوں کو سیاہ ہونے سے بچادیتے (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۳۷-۴۳۶) اور امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو ہاتھ لگا کر مرضِ فالج سے

نجات دے دی۔

كَمْ اَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهُ
وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ

اور حق تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے قدمین طیبین کی برکت سے یثرب کو مدینہ بنا دیا۔ اب وہ سرزمین بیماریوں کا مرکز نہیں، شفاؤں کا مرکز ہے۔ اب غبارِ مدینہ بیماروں کے لیے جامِ صحت اور پیامِ فرحت بن چکا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ فِيْ غُبَارِهَا شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ.

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے بے شک مدینے کی مٹی میں ہر بیماری سے شفا کی تاثیر ہے۔

سلبِ امراض اور آثارِ صالحین

لہٰذا اولیاء کرام وارثانِ نبوّت ہیں اور فیضانِ نبوت کے قاسم اور امین ہوتے ہیں اور وہ نیابتاً کمالاتِ نبوت سے حصہ پاتے ہیں، لہٰذا انہیں بھی شفائے امراض کے تصرّفات حاصل ہو جاتے ہیں۔ مشائخ طریقت میں کامل التوجہ، صاحب نسبت، قوی المراقبہ اور دائم الذکر افراد اس عمل مخصوص پر پوری مہارت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی توجہات میں عجیب قسم کی تاثیر پیدا فرما دیتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اور سلبِ امراض

حضرات القدس اور زُبدۃ المقامات میں ہے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد امین کو (جو ایک لاعلاج بیماری میں مبتلا تھے) اپنا ایک کپڑا پہننے کے لیے دیا جس کی برکت سے انہیں برسوں کی بیماری سے فوراً رہائی مل گئی۔

ایک دولت مند پیرزادہ کو (جو شاہی خاندان سے تھا) مرضِ قولنج لاحق ہوا۔ بہت علاج کرائے مطلق فائدہ نہ ہوا۔ مولانا ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر آپ نے دفع مرض کے لیے توجہ فرمائی اور صحت کی بشارت سنائی، چنانچہ اس کا دردِ قولنج موقوف ہوگیا۔

حضرت ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سلبِ امراض کا طریقہ اس طرح فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور بیماری کا دُور کرنا اس سے عبارت ہے کہ مرد صاحبِ نسبت اپنی ذات کو بیمار خیال کرے اور یہ جانے کہ یہ بیماری مجھ میں ہے اور اس پر ہمت کو جمع کرے، اس طرح پر کہ اس کے دل میں کوئی خطرہ نہ آوے سوائے اس تصور کے تو مریض کی بیماری اس شخص کی طرف منتقل ہو جاوے گی اور یہ امر عجائبات قدرت اور صنعت ایزدی سے ہے اس کی خلق میں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل میں درج ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سلب مرض کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہو جاوے یا کوئی گناہ میں مبتلا ہو تو صاحب نسبت وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور خدا کی طرف متوجہ بخشوع دل ہو اور زبان سے کہے: یَا مَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ اور اس مناجات اور تضرع کے درمیان میں کہے کہ شخص مذکور کی بیماری یا ابتلائے معصیت زائل ہو جاوے۔ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ص ۱۱۵)

مولانا نعیم اللہ خیالی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب معمولاتِ خیر، مناہج السیر کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ سلب کے دو طریقے ہیں:

۱۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ پڑھ کر مشائخ سلسلہ کی ارواح کو ایصالِ ثواب کرے، پھر اسم مبارک یا شافی پڑھ کر اس اسم مبارک کے انوار کی طرف متوجہ ہو، جب اسم شریف کا فیض ہونے لگے تو ازالۂ مرض کے لیے اس طرح متوجہ ہو کہ مریض اس کے سامنے ہو اور وہ پوری طرح باطنی ہمت صرف کر کے اس کے بدن سے مرض جدا کر کے اس کی پشت کے پیچھے پھینکے۔ اس عمل میں اس وقت تک مشغول رہے کہ آثار توجہ ظاہر ہونے لگیں۔ چند بار یا چند روز یہی عمل جاری رکھے۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو اپنے سامنے بٹھالے اور بقدر پانچ سو سانسوں کے نفی و اثبات کا شغل اس طرح کرے کہ لا الٰہ سے انتفائے مرض مراد لے اور اِلا اللہ سے شفا مراد لے، یعنی مرض زائل ہوا اور اس کی جگہ صحت و شفا ہو۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ نفی اثبات میں اندر کھینچنے والی سانس کے ساتھ مریض کے جسمانی مرض کا تصور کرے کہ وہ مرض اس کے جسم سے جدا ہوتا ہے اور

باہر نکلنے والی سانس کے ساتھ یہ تصور کرے کہ وہ مرض یا تکلیف عامل کے اندر سے اس کی سانس کے ساتھ زمین پر گرتا ہے تاکہ سلب کنندہ یعنی عمل کرنے والے پر ردِّ عمل نہ ہو اور وہ خود ایذا نہ پائے۔ اس طریقے سے امراضِ روحانی کو بھی سلب کریں، نیز سلب نسبت و رفع قبض سالک بھی کر سکتے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ اس میں عوارض روحانی یا نسبت کے سلب کرنے میں زمین پر گرانے کا تصور کرنے کی ضرورت نہیں اور اس عمل میں اسم الٰہی یا قابض کا شغل کریں۔ (مناہج السیر، ص ۹۸، ۸۹)

دفعِ عذاب

عالم برزخ میں اہلِ قبور سے معجزتاً یا کرامتاً (باذن اللہ) عذاب دور کر دینا بھی شرعاً ثابت ہے۔

دفعِ عذاب کا ثبوت احادیث رسولؐ سے

جیسا کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دو آدمیوں کو قبروں میں عذاب ہوتے دیکھا تو ان کی قبروں پر کھجور کی تازہ ہری دو شاخیں گاڑ دیں جن کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو گئی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۳۵)

اگر چہ سرسبز شاخوں کی تسبیح سے ان کے عذاب میں تخفیف واقع ہوئی، تاہم آپ کی توجہ رحمت ہی دفع کا اصل سبب بنی کیونکہ امت کو یہ تعلیم آپ نے ارشاد فرمائی ہے۔ آئندہ بھی امت کو یہ فیض آپ کی تعلیم اور توجہ رحمت کے صدقے حاصل ہوتا رہے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد قبر نے ان کو دبایا تو حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیر تک سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھا، جس کی وجہ سے قبر کشادہ ہوگئی۔ (مشکوٰۃ، ص ۲۶)

(حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو قبر کا دَبانا گو عذاب کا دبانا نہ تھا بلکہ پیار کا دبانا تھا مگر دبانے سے تکلیف اور گھبراہٹ ضرور ہوئی جو آپ کی تسبیح اور توجہ سے دور ہو گئی۔)

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اور دفعِ عذاب

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ عالمِ برزخ میں توجہ فرما کر اہلِ قبور سے عذاب اٹھا دینے میں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص شان رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ مصنف ''زبدۃ المقامات'' مقصد دوم کی پہلی فصل میں رقم طراز ہیں:

ایک رات ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے صاحبزادوں اور کچھ درویشوں کو لے کر وہاں (سرہند کا وہ قبرستان جس میں آپ کے جدِ امجد حضرت امام رفیع الدین قدس سرہٗ اور آپ کی والدہ ماجدہ مدفون ہیں) زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ مختصر یہ کہ حضرت مجدد نے اس زیارت سے واپسی پر فرمایا کہ جب میں حضرت امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے سامنے کھڑا ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یاالٰہی! اپنے فضل و کرم سے اس قبرستان سے تمام عذاب کو دُور فرمادے۔ آواز آئی کہ ایک ہفتے کے لیے ہم نے اس پر سے عذاب اٹھالیا۔ میں پھر ملتجی ہوا کہ اے پروردگار! تیری رحمت کی انتہا نہیں، ان سب کی مغفرت کو بڑھا دے۔ حکم ہوا کہ ایک ماہ تک ہم نے عذاب اٹھالیا۔ اس کے بعد میں نے خوب خوب تضرع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے سب کو بخش دیا۔ اس کے دوسرے دن آپ اپنے والد ماجد (حضرت شیخ عبدالاحد) کے مقبرے پر تشریف لے گئے اور آپ کے دل میں اس مشہور حدیثِ پاک کا مضمون گزرا کہ ''جب کوئی عالم مقبرے (قبرستان) پر گزرتا ہے تو چالیس دن تک وہاں سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔'' (عقائد مجددیہ) محض اس خیال پر آپ کو الہام ہوا کہ ہم نے تمہاری ہی آمد کی وجہ سے قیامت تک کے لیے اس مقبرے (قبرستان) پر سے عذاب اٹھالیا ہے۔

مکاشفہ

لفظی معنی پردوں کا ہٹ جانا اور حقائق پالینا کے ہیں۔ سالک راہِ حق کی ایک ایسی حقیقت کا نام ہے جس میں تحقیق صحیح ہو۔ جس میں مکاشفۂ علم یا مکاشفۂ حال کو دخل نہ ہو۔ اس میں نہ تو توقف ہو اور نہ کوئی ایسی بات چھوڑے جس میں نفسانی لذت ہو۔ قرآن کریم میں اس حقیقت کی یہ آیت وضاحت کرتی ہے: فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی۔ (النجم:۱۰)

ترجمہ: پس وحی کی اپنے بندے کی طرف وہ جس کی وحی کرنا تھی۔

مشاہدہ

لفظ شہادت اور شہید اس سے نکلا ہے لفظی معانی حاضر ہونا اور موجود ہونا کے ہیں۔ سالک راہِ قرب کی اس حقیقت کا نام ہے کہ جس میں حجابات ساقط ہو جائیں۔ یہ حقیقت مکاشفہ سے بلند

ہے۔ مکاشفہ میں ایسی معرفت ہوتی ہے جس میں حدودِ علم بھی ساتھ رہتے ہیں مگر مشاہدہ میں شواہدات کی رسیاں کٹ جاتی ہیں۔ قدسی جامہ پہنایا جاتا ہے اور زبان اشاروں سے گنگ ہو جاتی ہے وہاں وارد کی صحت ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ۔ (ق:۳۷)

ترجمہ: اس قرآن کریم میں نصیحت ان لوگوں کے لیے جن کے دل اور کان بیدار ہیں اور وہ صاحب مشاہدہ ہیں۔

کسی امر کے استحضار اور یقینی قلب کا قلبِ سالک پر اس طرح غالب اور قوی ہو جانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَاْیُ عَیْنٍ۔ (صحیح مسلم، ج۲، ص۳۵۵)

ترجمہ: ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب دوزخ و جنت کا ذکر سنتے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

مشاہدۂ انفس

مشائخِ طریقت کے نزدیک سیرِ انفسی کے دوران ولایتِ صغریٰ (ولایت ظلیہ) تک رسائی کے حصول کے بعد سالک کا اپنے اندر انوار وتجلیات دیکھنا ''مشاہدۂ انفس'' کہلاتا ہے۔ لہٰذا مطلوبِ حقیقی کو اپنے اندر ڈھونڈنا چاہیے۔ کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے:

وہ جس کو ڈھونڈتے تھے ہم زمین و آسمانوں میں
وہ نکلا بھی تو خانۂ دل کے مکینوں میں
یہ کیسے پردے پڑ گئے ہیں چشمِ خلق پر
چاروں طرف تلاش اور یار گھر میں ہے

لطائف میں ذکر کرنا مطلوبِ حقیقی کو اپنے اندر ہی ڈھونڈنا ہے، اسی کو مشاہدہ انفس کی سیر کہا جاتا ہے۔

مشاہدۂ آفاق

اثنائے راہِ سیر الی اللہ کے دوران عروضی منازل میں سالک کا اشیائے کائنات کی شکلوں

اور صورتوں میں حق تعالیٰ کی قدرت کے آثار اور انوار وتجلیات دیکھنا مشاہدۂ آفاقی کہلاتا ہے۔

کشف

کشف کا لغوی معنی حجاب کا اٹھ جانا ہے اور اصطلاحِ طریقت میں ماورائے حجاب معانی غیبیہ اور امورِ حقیقیہ پر وجود اور شہود کا مطلع ہونا کشف کہلاتا ہے۔ راہِ سلوک کے دوران سالکین کو پیش آنے والے واقعات اور کشف جو شریعتِ مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات سے معمولی بھی متصادم ہوں وہ درجہ اعتبار سے ساقط اور نا قابلِ التفات ہیں اس لیے اس قسم کے کشف و واقعات کی طرف نہ خود متوجہ ہو اور نہ ہی کسی ارادتمند کو ترغیب وتحریص دے۔

توجہ شیخ

شیخ کا اپنی قوتِ ارادی اور قلبی طاقت سے طالب کے دل پر اثر ڈال کر اس کی باطنی حالت میں تبدیلی پیدا کر دینا توجہ کہلاتا ہے۔

سلوک کی منزلوں میں شیخ ہر سبق کے لیے توجہ کے ذریعے طالب کے لطائف پر فیض القاء کرتے ہیں اس کو تصرف یا ہمت بھی کہا جاتا ہے۔

توجہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے

توجہ کے اس مفہوم کی قرآن وحدیث سے تائید ہوتی ہے جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ اولاد کے لیے اصلاحِ احوال کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ. (یوسف:۹)

ترجمہ: تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہوگی تو اس کے بعد تم صالحین بن جاؤ گے۔

یہاں صالحیت سے مراد صلاحیت دینیہ بھی ہے اور دنیویہ بھی۔

دوسری جگہ ارشادِ قرآنی ہے: اِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا. (الانفال:۱۲)

ترجمہ: یاد کرو جب تمہارا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو یعنی ان کی ہمت بڑھاؤ۔

فرشتوں کے ایمان والوں کو ثابت قدم رکھنے اور ان کی ہمت بڑھانے کی یہی صورت ہے

کہ ان کے دلوں میں ایسی قوت اور جذبہ القاء کریں کہ وہ کفار کے مقابلے میں مضبوطی دکھائیں اور ڈٹ کر لڑیں، یہ عمل بھی توجہ ہی کہلائے گا۔

اسی طرح پہلی وحی کے نزول کے وقت جبریل امین علیہ السلام کا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا کر دبانا قوتِ توجہ اور صرف ہمت کا واضح ثبوت ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: فَغَطَّنِي حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ. (بخاری، ص۲، ج۱؛ مسلم، ص۸۸، ج۱)

ترجمہ: جبریل نے مجھے دبایا یہاں تک کہ مجھے مشقت پہنچی۔

اس حدیث کی شرح میں عارف کامل حضرت عبداللہ بن ابی جمرہ نے فرمایا: جَرْمُ الْغَطِّ بِالْمُغَطِّ وَضَمُّهُ اِلَيْهِ وَهُوَ اِحْدٰى لِطُرُقِ الْاِفَاضَةِ يَحْدُثُ بِهٖ فِي الْبَاطِنِ قُوَّةٌ نُوْرَانِيَّةٌ. (بہجۃ النفوس)

ترجمہ: اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جس کو دبایا گیا ہے تو یہ اتصال حصولِ فیض کا ایک طریقہ ہے جس سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں حضور علیہ السلام کا حضرت سیّدنا عمر، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابومحذورہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پکڑ کر، سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر سے ناف تک ہاتھ پھیر کر، نظر خاص فرما کر توجہ کے ذریعے احوال و کیفیات بدل دینا تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ (تفصیلات کے لیے مستدرک، ص۸۴، ج۳؛ مجمع الزوائد، ص۶۸، ج۹؛ مسند احمد، ص۱۴۹، ج۱؛ ابوداؤد، ص۱۴۹، ج۲؛ مسند احمد، ص۸۷، ج۵؛ ابن ماجہ، ص۵۲)

اسی طرح اولیاء کرام کی توجہات اور تصرفات سے بیشمار انسانوں کے دلوں اور دماغوں میں انقلاب پیدا ہونا ازالہ گناہ، توبہ کی توفیق ملنا، حلِ مشکلات اور فیضِ ولایت حاصل ہونا بھی تسلسل کے ساتھ ثابت ہے جس سے کسی بھی اہلِ عقل وفہم کو انکار نہیں ہو سکتا اور یہ معاملہ ان کی کرامات کے زمرے میں آتا ہے۔

شیخ کی توجہ کے طالب اور مرید کے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے اس لیے یہ اعتراض فضول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب وغیرہ پر توجہ کیوں نہ فرمائی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل اللہ کی توجہات حکمتِ خداوندی کے تابع ہوتی ہیں کیونکہ ہدایت اور ضلالت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا لا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا. (البقرہ:۲۶)

اقسامِ توجہ

صوفیاء کرام نے توجہ وتصرف کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں جن میں سے تین اقسام زیادہ معروف ہیں:

۱۔ توجہ انعکاسی

جیسے کسی چیز پر شیشے یا روشنی کا عکس اور پرتو پڑنا یا اہل مجلس کا عطر وغیرہ کی خوشبو پانا اسی توجہ کے مشابہ ہے۔ یہ توجہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے۔ اس قسم کا اثر بھی تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے یہ توجہ اگرچہ ضعیف ہوتی ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں۔

۲۔ توجہ القائی

اس توجہ کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص دیئے میں بتی اور تیل ڈال کر لایا تو دوسرے نے آگ لگا کر روشن کر دیا۔ یہ تاثیر کچھ طاقت رکھتی ہے اور کچھ دیر اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی بیرونی ضرر پہنچے مثلاً آندھی، بارش وغیرہ تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لیے یہ توجہ کسی حد تک مفید ضرور ہے لیکن لطائف کی مکمل اصلاح نہیں کر سکتی۔ اس لیے مرید کو مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔ توجہ اتحادی

یہ توجہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے اس میں شیخ اپنی پوری ہمت صرف کر کے اپنی روح کے کمالات طالب کی روح میں القاء کر دیتا ہے اس طرح کہ دونوں روحیں باہم جذب ہو جاتی ہیں جیسے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نانبائی کو توجہ اتحادی دے کر اس کے ظاہر و باطن کو اپنے جیسا بنا دیا جس کو وہ ضبط نہ کر کے وصال پا گیا۔ (تفسیر عزیزی۔ سورہ علق)

طریق توجہ

شیخ مرید کو سامنے بٹھا کر اپنے قلب کو اس کے قلب پر غالب کرے اور خطرۂ غیر کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبۂ قلبی کے ساتھ مرید کے دل پر اپنی نسبت القا کرے اور اپنے آپ کو ہر قسم کے خیالات سے خالی کر کے اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں متوجہ ہو جائے جس کو

طالب کے دل میں ڈالنا منظور ہو اور اپنی پوری باطنی ہمت کے ساتھ یہ تصور کرے کہ میرے دل سے فیوض و انوار طالب یا مرید کے دل میں سرایت کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ طالب کی قابلیت اور استعداد کے مطابق اس کو فیوض و برکات حاصل ہوں گے اسی طرح مرید کے جس لطیفہ میں ذکر جاری کرنا مقصود ہو، اپنے اسی لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر ہر قسم کے خیال کو دونوں طرف سے روک کر مرید کے دل کو اپنے دل کی طرف کھینچے اور اسم ذات کی ضرب لگائے تا کہ اس توجہ اور ضرب کے اثر سے مرید کے اس لطیفہ میں جنبش پیدا ہو کر ذکر جاری ہو جائے۔ اسی طرح دیر تک متوجہ رہے اور روزانہ اس عمل کا تکرار جاری رکھے تا کہ توجہ کی تاثیرات راسخ ہو جائیں اور مرید کے دل میں حرارت اور نرمی خاطر کی کیفیت پیدا ہو جائے اگر مرید غیر حاضر ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ بھی دی جا سکتی ہے جیسا کہ بعض مشائخ کا معمول منقول ہے۔ صرف ہمت کا مطلب یہ ہے کہ دل میں جمعیت اور یکسوئی رہے اور ارادہ مضبوط رہے تا کہ دل میں اس مراد کے سوا کوئی دوسرا خیال نہ آ سکے۔

تجلی کا مفہوم

تجلی کا لغوی معنیٰ ''ظاہر کرنا و ظاہر ہونا'' ہے۔ اصطلاح صوفیاء میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اسماء و افعال کا کسی شان یا رنگ یا کیفیت یا حالت میں اظہار تجلی کہلاتا ہے۔

قرآن وحدیث سے تجلی کا ثبوت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیْٓ (الاعراف:۱۴۳) کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی: فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا. (اعراف:۱۴۳)

ترجمہ: پھر جب تجلی فرمائی موسیٰ علیہ السلام کے رب نے پہاڑ پر تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حدیث پاک میں ہے: اَتَانِیْ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ. (ترمذی، ص۱۵۶، ج۲)

ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا۔

اقسام تجلیات

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ظہور کی شانیں بے انتہا ہیں لہٰذا تجلیات بھی لاتعداد ہیں۔ ہر شخص پر اس

کی ہمت وطاقت کے مطابق جداگانہ تجلیات ہوتی ہیں جو تجلی ایک شخص پر ایک مرتبہ ہوتی ہے وہ پھر دوبارہ اس پر یا کسی اور پر کبھی نہیں ہوتی کیونکہ تجلیات میں تکرار نہیں، ہر دم، ہر لحظہ اور ہر آن وہ نئی نئی شان میں تجلی فرماتا رہتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ. جس طرح اس کی ذات کی کوئی انتہا نہیں ہے اسی طرح اس کی تجلیات بھی حدود وقیود سے باہر ہیں۔

اے ترا بہ طورِ دل ہر دم تجلائے دِگر
طالبِ دیدار تو ہر لحظہ موسائے دگر

(معینی رحمۃ اللہ علیہ)

لہٰذا ان تجلیات کا احاطہ قطعاً ناممکن ہے تاہم نمونہ کے طور پر چند تجلیات کا ذکر درج ذیل ہے:

۱۔ تجلی صوری/آثاری

ذاتِ باری تعالیٰ کو صورتِ تمثیلی یا وجود جسمانی کی صورت میں اس طرح دیکھنا کہ سالک کو یقین آ جائے کہ مَیں واقعی حق سبحانہ کو دیکھ رہا ہوں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ابتداء میں تجلی بصورتِ نار دیکھی پھر آخر میں انہوں نے یہ بھی پہچان لیا کہ اس صورت میں کون متجلی ہے اس کو تجلی آثار بھی کہتے ہیں۔ کبھی یہ تجلی خواب میں بھی ہوتی ہے لیکن محتاجِ تعبیر رہتی ہے۔ اس تجلی میں اکمل ترین تجلی صورتِ انسان میں ہوتی ہے کیونکہ انسان ہی مظہر کامل ہے۔

۲۔ تجلی فعلی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفاتِ فعلیہ ربوبیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ متجلی پاتا ہے اس مشاہدے میں سالک سے قوت اور فعل وارادہ سلب ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو متصرف وجاری دیکھتا ہے۔

۳۔ تجلی صفاتی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو اُمہاتِ صفات میں متجلی پاتا ہے۔ امہات صفات آٹھ ہیں۔ ان کو صفاتِ ثمانیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔تکوین	۲۔حیات	۳۔علم	۴۔قدرت
۵۔ارادہ	۶۔سمع	۷۔بصر	۸۔کلام

تجلی ذاتی

اس تجلی میں سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم، شعور اور ادراک سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ عبد فانی ہو جاتا ہے اور حق باقی رہتا ہے۔ اسی فنائیت کے بعد بقا باللہ کا مقام آتا ہے۔ اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلاتعین جسمانی وروحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اور کمالِ توحید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔

مزید اقسام

ان کے علاوہ بھی تجلیات غیر متناہیہ ہیں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ جس صورت میں جس چیز کے ساتھ جس طرح اور جب جس پر چاہتا ہے۔ ہر امر وحال کے مفہوم، موہوم، مسموع ومشہود میں تجلی فرماتا ہے اور سالک انہی تجلیات پر قانع نہیں رہتا بلکہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٌ کی صدائیں بلند کرتا رہتا ہے۔

بعض صوفیاء نے حسبِ ذیل تجلیات کی بھی نشاندہی فرمائی ہے:
تجلی ظہوری، تجلی رحمانی، تجلی رحیمی، تجلی شہودی، تجلی جمادی، تجلی نباتی، اور تجلی حیوانی وغیرہا۔
حضرت امام ربانی قدس سرہٗ مرتبۂ وجوب میں سیر کے دوران پیش آنے والے واقعات و واردات کا بیان فرمارہے ہیں۔

مرتبۂ وجوب

یہ مرتبہ صفاتِ کلیہ کا جامع مرتبہ ہے اور دائرہ اصل سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ عارف کے لیے مشاہدے کا مقام ہے اور وہ اس رتبے میں صفاتِ حقیقیہ ثمانیہ کی سیر کرتا ہے۔

مشاہدہ

کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلب سالک پر اس طرح غالب اور قوی ہو جانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَءَ نَّا رَأْىُ عَيْنٍ. (مسلم، ص۳۵۵، ج۲)

ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب دوزخ وجنت کا ذکر سنتے تو یوں معلوم ہوتا

جیسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

تجلی

لغت میں تجلی "ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے" کو کہتے ہیں۔

صوفیاء کی اصطلاح میں "کسی شے کا دوسرے مرتبے میں ظاہر ہونے" کا نام تجلی ہے۔

تجلی کو "لباسِ تعین" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

تجلی کے لیے ایک حکم خاص ہے جسے شان کہتے ہیں (كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ .) میں یہی اشارہ ہے۔

حق تعالیٰ جب بندے پر تجلی فرماتے ہیں تو اس تجلی کا نام حق کے اعتبار سے "شانِ الٰہی" رکھا جاتا ہے اور بندے کے اعتبار سے اسے "حال" کہتے ہیں تو وہ ہر آن ایک نئی تجلی میں ہوتا ہے۔

ہر لحظہ جمالِ خود نوع دگر آرائی
شورِ دگر انگیزی شوقِ دگر افزائی

(جامی رحمۃ اللہ علیہ)

تجلی ذاتی کا مفہوم

تجلی ذاتی ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کے ساتھ مخصوص ہے۔

سالک جب فنائے مطلق کے بعد محبت ذاتی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کے تمام لطائفِ ماسویٰ اللہ کو فراموش کر کے مقامِ کمال تک پہنچ جاتے ہیں اور اس پر حقیقتِ اخلاص ظاہر ہو جاتی ہے تو اس وقت تجلی ذاتی کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے فرمایا: "فناء مطلق کہ منوط است تجلی ذاتی" یعنی فنائے مطلق تجلی ذاتی پر موقوف ہے۔

تجلی ذاتی

مَا يَكُوْنُ مَبْدَؤُهُ الذَّاتُ مِنْ غَيْرِ اِعْتِبَارِ صِفَةٍ مِّنَ الصِّفَاتِ مَعَهَا وَاِنْ كَانَ لَا يَحْصُلُ ذَالِكَ اِلَّا بِوَاسِطَةِ الْاَسْمَآءِ وَالصِّفَاتِ اِذْلَا يَتَجَلَّى الْحَقُّ مِنْ حَيْثُ ذَاتِهٖ عَلَى الْمَوْجُوْدَاتِ اِلَّا مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ مِّنَ الْحُجُبِ الْاَسْمَائِيَّةِ.

ترجمہ: تجلی ذاتی وہ ہے جس کا مبداء ذات ہو اور اس کے ساتھ صفات میں سے کسی صفت کا اعتبار نہ ہو اگرچہ وہ تجلی اسماء وصفات کے واسطے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی کیونکہ حق تعالیٰ موجودات پر اپنی ذات کی حیثیت سے تجلی نہیں فرماتا بلکہ اسماء کے پردوں میں سے کسی پردے کے پیچھے سے تجلی فرماتا ہے۔

تجلی ذاتی میں فنائیتِ عبد کے بعد بقائے حق سے باقی ہونے کو بقاباللہ کہتے ہیں۔ اس میں سالک صفات الٰہیہ سے متصف ہو کر بلا تعین جسمانی و روحانی اپنے آپ کو اِطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اور کمالِ توحید عیانی سے سرفراز ہوتا ہے۔

تجلی صفاتی

مَا يَكُوْنُ مَبْدَؤُهُ صِفَةً مِّنَ الصِّفَاتِ مِنْ حَيْثُ تَعَيُّنِهَا وَامْتِيَازِهَا عَنِ الذَّاتِ.

ترجمہ: تجلی صفاتی وہ ہے جس کا مبدا حق تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت ہو اپنے تعین اور ذات سے امتیاز کے اعتبار سے۔

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو اُمہاتِ صفات (صفاتِ ثمانیہ) میں متجلی پاتا ہے اور وہ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین ہیں۔ علمائے اشاعرہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات نہ اُس کا عین ہیں اور نہ غیر ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ "تجلی ذاتی" جو ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اکثر مشائخ طریقت کے نزدیک برقی ہے یعنی یہ تجلی اوّلاً اور بالذات سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والثناء کو حاصل ہے دیگر جملہ انبیاء کرام کو توسلاً اور تمام اولیاء کرام کو تبعاً اور وراثتاً میسر آتی ہے۔

رویتِ قلبی کی حقیقت

عارف کو عالم وجوب کے مشاہدے کے دوران رویتِ قلبی نصیب ہوتی ہے۔ رویتِ بصری کا دنیا میں وقوع محال ہے چونکہ اگر رویت قلبی کا اثبات نہ کیا جائے تو عین الیقین اور حق الیقین کے معنی واضح نہیں ہو سکتے۔ یہ مسئلہ صوفیاء کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔ بعض نے مرتبہ وجوب کے ادراک بلکہ درکِ ادراک کا اثبات فرمایا ہے اور بعض نے سکوت اور بعض نے انکار سے کام لیا ہے۔

عارف کا مرتبہ حق الیقین

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ عارف حق الیقین کے مرتبے میں ''عین نادانی میں باشعور ہوتا ہے اور عین حیرت میں باحضور'' اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کے اعتبار سے باشعار ہوتا ہے اور روح کے اعتبار سے باحضور ہوتا ہے کیونکہ نزول کے وقت عالم اس کے نفس کا مشہود ہوتا ہے اس لیے نفس کے اعتبار سے باشعور ہوتا ہے اور عروج کے وقت وجودِ عالم سے حیرت میں ہوتا ہے اور عالمِ وجوب سے حضور میں ہوتا ہے۔ اس لیے روح کے اعتبار سے باحضور ہوتا ہے اس فرمان کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ عارف روح کے اعتبار سے وجودِ عالم سے حیرت و نادانی میں ہوتا ہے اور عالم وجوب کے مشاہدے میں روح کے اعتبار سے حضور میں ہوتا ہے۔

توجہاتِ ظاہری وباطنی

☆ تسخیرِ قلب ☆ اجتہادی ☆ اکتسابِ فیض ☆ تفویضِ فیض

7) مشاہدہ وتجلیات

☆ تجلی ذاتی ☆ تجلیاتِ لطائف ☆ تجلیاتِ کعبہ ☆ تجلیاتِ اسمِ محمد ﷺ واسمِ احمد ﷺ

☆ تجلیاتِ قرآن ☆ تجلیاتِ ذات ☆ تجلیاتِ امورِ غیب (جنت، دوزخ، فرشتے، حوریں وغیرہم)

☆ تجلیاتِ صوم وصلوٰۃ وغیرہم ☆ تجلیاتِ متفرق اعمال (درود شریف، آیت کریمہ ودیگر آیاتِ قرآنی، مسنون دُعائیں، مخصوص وظائف)

دم وتسخیرات کے لیے اسمِ اعظم کی تلاش

آیتِ کریمہ

کچھ علماء کا موقف ہے کہ حدیث کی رو سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اسمِ اعظم ہے جو اس کے ساتھ دعا کرے قبول ہو۔ علماء فرماتے ہیں آیہ کریمہ قبول دعا خصوصاً دفع بلا میں اثر تمام رکھتی ہے۔ قال الرضا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا وہ اسمِ اعظم نہ بتادوں کہ جب وہ اس سے پکارا جائے، اجابت کرے اور جب اس سے سوال کیا جائے، عطا فرمائے۔ وہ دعا یہ ہے جو یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین تاریکیوں میں کی تھی، لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ خاص یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تھا یا سب مسلمانوں کے لیے ہے؟ فرمایا، مگر تو نے خدا تعالیٰ کا ارشاد نہ سنا کہ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ لا وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ط وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ. یعنی پس ہم نے یونس کی دعا قبول فرمائی اور اسے غم سے نجات دی اور یوں ہی نجات دیں گے ایمان والوں کو۔ (رواہ احمد والترمذی والنسائی والحاکم مطولا واللفظ لہٗ والبیہقی والضیاع فی المختارۃ)

سورۃ اخلاص

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے سنا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ. ارشاد فرمایا، خدا کی قسم تو نے اللہ تعالیٰ سے وہ اسمِ اعظم لے کر سوال کیا کہ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اس سے دعا کی جاتی ہے، قبول فرماتا ہے۔ قال الرضا۔ رواہ احمد وابن ابی شیبہ وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم۔ امام ابوالحسن علی مقدسی وامام عبدالعظیم منذری وامام ابن حجر عسقلانی وغیرہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اس حدیث کی اسناد میں کوئی طعن نہیں اور در بارۂ اسمِ اعظم یہ سب احادیث سے جید وصحیح تر ہے۔

کلمۂ توحید

ایک حدیث میں آیا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اور الم. اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ. قال الرضا، رواہ ابن ابی شیبۃ وابوداؤد، الترمذی وابن ماجۃ عن اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اللہ کی صفت ہدایت

بعض علماء یَابَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کو اسم اعظم کہتے ہیں۔ قال الرضا سری بن یحیٰ قدس سرہٗ بعض اولیاء سے راوی ہیں۔ دعا کرتا تھا اللہ تعالیٰ سے کہ مجھے اسم اعظم دکھادے۔ مجھے آسمان میں ایک ستارہ نظر پڑا جس پر لکھا تھا، یَابَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.

صفت رحمان ورحیم

بعض علماء نے یَااَللّٰهُ يَارَحْمٰنُ يَارَحِيْمُ کو اسم اعظم کہا۔

حَیٌّ قَیُّوْمٌ

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زید بن صامت رضی اللہ عنہ کو یوں دعا کرتے سنا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَابَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ. فرمایا، یہ اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس سے پکارا جائے، اجابت کرے اور جب مانگا جائے عطا فرمائے۔ اخرجه احمد و ابن ابی شيبة والاربعة وابن حبان والحاكم عن انس رضی الله عنه.

روایت سیّدہ عائشہؓ

حدیث میں ہے ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَاعَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمْنِیْ.

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، ان میں اسم اعظم ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔

لفظ ربّ

ابودرداء وابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں، اسم اعظم رَبِّ رَبِّ ہے۔ (رواہ الحاکم)

حدیث میں ہے، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جب بندہ یَارَبِّ یَارَبِّ کہتا ہے، رب عزوجل فرماتا ہے، لَبَّیْکَ۔ اے میرے بندے مانگ کہ تجھے دیا جائے۔ (رواہ ابن ابی الدنیا عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

رب العرش العظیم

حضرت امام زید العابدین رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسم اعظم اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ہے۔

اسم اعظم الحی القیوم

ابوامامہ باہلی صحابی رضی اللہ عنہ کے شاگرد قاسم بن عبدالرحمٰن شامی کہتے ہیں، اسم اعظم اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ہے۔

کلمہ واحدانیت

امام قاضی عیاض نے بعض علماء سے نقل فرمایا، اسم اعظم کلمۂ توحید ہے۔

لفظ ھو

امام فخرالدین رازی وبعض صوفیاء کرام نے کلمہ ھُو کو اسم اعظم بتایا۔

کلمہ اسم ذات

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اللہ اسم اعظم ہے۔

حضور سیّدنا محدث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، شرط یہ ہے کہ تو اللہ کہے اور اس وقت تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو۔

بسم اللہ شریف

بعض علماء نے بسم اللہ شریف کو اسم اعظم کہا۔ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بسم اللہ زبان عارف سے ایسی ہے جیسے کُن کلام خالق سے۔

چہارم کلمہ

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں جوان پانچوں کلموں سے ندا کرے اللہ تعالیٰ سے

جو کچھ مانگے اللہ عزوجل عطا فرمائے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ

اوپر گزرا کہ جو شخص یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ تین بار کہے، فرشتہ کہتا ہے مانگ کہ اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ نے تیری طرف توجہ فرمائی۔

یَا رَبَّنَا

پانچ بار یَا رَبَّنَا کہنے کا فضل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے گزرا۔

اسماءِ حسنیٰ

یہی خاصیت اسمائے حسنیٰ کی ہے۔

یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کہتے سنا، فرمایا، مانگ کہ تیری دعا قبول ہوئی۔

دعائے جبرائیل

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ حضور سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جبرائیل میرے پاس کچھ دعائیں لائے اور عرض کی، جب حضور کو کوئی حاجت پیش آئے انہیں پڑھ کر دعا مانگئے:

یَابَدِیْعُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاصَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَاکَاشِفَ السُّوْءِ یَااَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ یَامُجِیْبَ الدَّعْوَاۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ یَا اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ بِکَ اُنْزِلَ حَاجَتِیْ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِھَا فَاقْضِھَا.

اسم اعظم شریف کا مجموعہ

ظفر جلیل شرح حصن حصین میں لکھتے ہیں کہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (اسم اعظم کی تحقیق میں) ایک رسالہ علیحدہ تحقیق میں تصنیف کیا ہے۔ بہ سبب خوف ضخامت کے اس پر اِکتفا کیا جاتا ہے کہ بعض محققین نے کہا کہ یہ دعا جامع سب اقوال کی ہے کہ سب اسم اعظم جو بزرگوں

سے منقول ہیں، اس میں آجاتے ہیں، دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ یَابَدِیْعُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَااَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ یَاسَمِیْعَ الدُّعَآءِ یَااَللّٰہُ یَااَللّٰہُ یَاعَالِمُ یَاسَمِیْعُ یَاعَلِیْمُ یَاحَلِیْمُ یَامَالِکَ الْمُلْکِ یَامَلِکُ یَاسَلَامُ یَاحَقُّ یَاقَدِیْمُ یَاقَآئِمُ یَاغَنِیُّ یَامُحِیْطُ یَاحَکِیْمُ یَاعَلِیُّ یَاقَاھِرُ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ یَاسَرِیْعُ یَاکَرِیْمُ یَامُخْفِیْ یَامُعْطِیْ یَامَانِعُ یَامُحِیْ یَامُقْسِطُ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَااَحَدُ یَاصَمَدُ یَارَبِّ یَارَبِّ یَارَبِّ یَاوَھَّابُ یَاغَفَّارُ یَاقَرِیْبُ یَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اَنْتَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ. وَاِسْمُ اللّٰہِ تَعَالٰی الْاَعْظَمُ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ.

فوائد: اس دعا کو پڑھ کر جو دعا بھی مانگی جائے، اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور جو مقصد بھی ہو پورا فرماتا ہے۔

نقشہ اسمائے باری تعالیٰ مع اعداد قمری

اَللّٰہُ ۶۶	رَحْمٰنُ ۲۹۸	رَحِیْمُ ۲۵۸	مَلِکُ ۹۰	قُدُّوْسُ ۱۷۰	سَلَامٌ ۱۳۱
مُؤْمِنُ ۱۳۶	مُھَیْمِنُ ۱۴۵	عَزِیْزُ ۹۴	جَبَّارُ ۲۰۶	مُتَکَبِّرُ ۶۶۲	خَالِقُ ۷۳۱
بَارِیُ ۲۱۳	مُصَوِّرُ ۳۳۶	غَفَّارُ ۱۲۸۱	قَھَّارُ ۳۰۶	وَھَّابُ ۱۴	رَزَّاقُ ۱۴۸۱
فَتَّاحُ ۴۸۹	عَلِیْمُ ۷۷۰	قَابِضُ ۱۸۰	بَاسِطُ ۳۰۲	رَافِعُ ۱۰۴	خَافِضُ ۱۲۹
مُعِزُّ ۱۱۷	مُذِلُّ ۷۷۰	سَمِیْعُ ۱۸۰	بَصِیْرُ ۳۰۲	عَدْلُ ۱۰۴	لَطِیْفُ ۱۲۹

خَبِيْرُ ۸۱۲	رَقِيْبُ ۳۱۲	مُجِيْبُ ۵۵	وَاسِعُ ۱۳۷	حَكَمُ ۶۸	وَدُوْدُ ۲۰
عَظِيْمُ ۱۰۲۰	غَفُوْرُ ۱۲۸۶	شَكُوْرُ ۵۲۶	عَلِيُّ ۱۱۰	كَبِيْرُ ۲۳۲	حَفِيْظُ ۹۹۸
مُقِيْتُ ۵۵۰	حَسِيْبُ ۸۰	جَلِيْلُ ۷۳	كَرِيْمُ ۲۷۰	مَجِيْدُ ۵۷	بَاعِثُ ۵۷۳
شَهِيْدُ ۳۱۹	حَقُّ ۱۰۸	قَوِيُّ ۱۱۶	وَكِيْلُ ۶۶	مَتِيْنُ ۵۰۰	وَلِيُّ ۴۶
حَمِيْدُ ۶۲	مُحْصِيُّ ۱۴۸	مُبْدِيُّ ۵۶	مُعِيْدُ ۱۲۴	مُحْيِي ۶۸	مُمِيْتُ ۴۹۰
حَيُّ ۱۸	قَيُّوْمُ ۱۵۶	وَاجِدُ ۱۴	مَاجِدُ ۴۸	وَاحِدُ ۱۹	اَحَدُ ۱۳
صَمَدُ ۱۳۴	قَادِرُ ۳۰۵	مُقْتَدِرُ ۷۴۴	مُقَدِّمُ ۱۸۴	مُؤخِّرُ ۸۴۶	اَوَّلُ ۳۷
آخِرُ ۸۰۱	ظَاهِرُ ۱۱۰۶	بَاطِنُ ۶۲	وَالِيُّ ۴۷	مُتَعَالُ ۵۵۱	بَرُّ ۲۰۲
تَوَّابُ ۴۰۹	مُنْتَقِمُ ۴۳۰	مُنْعِمُ ۲۰۰	عَفُوُّ ۱۵۶	رَؤُفُ ۲۸۶	مَالِكُ الْمُلْكِ ۲۱۲
ذُوالْجَلَالِ ۸۰۱	وَالْإِكْرَامِ ۲۹۹	رَبُّ ۲۰۲	مُقْسِطُ ۲۰۹	جَامِعُ ۱۱۴	غَنِيُّ ۱۰۶۰
مُغْنِيُّ ۱۱۰۰	مُعْطِيُّ ۱۲۹	مَانِعُ ۱۶۱	ضَارُّ ۱۰۰۱	نَافِعُ ۲۰۱	نُوْرُ ۲۵۶

هَادِيُّ ۲۰	بَدِيْعُ ۸۶	بَاقِيُّ ۱۱۳	وَارِثُ ۷۰۷	رَشِيْدُ ۶۱۴	صَبُوْرُ ۲۹۸
دَيَّانُ ۶۵	بَصِيْرُ ۳۰۲	اَكْبَرُ ۳۲۳	وَافِعُ ۱۵۵	دَلِيْلُ ۷۴	دَائِمُ ۴۵
كَبِيْرُ ۲۳۳	شَافِيُّ ۳۹۱	حَلِيْمُ ۸۸	حَنَّانُ ۱۰۹	مَنَّانُ ۱۴۱	سَرِيْعُ ۳۴۰
هُوَ ۱۱	سُبُّوْحُ ۷۶	حَافِظُ ۹۸۹	سَتَّارُ ۶۶۱	مَانِعُ ۱۶۱	مُسَبِّبُ الْاَسْبَابِ ۲۰۱
اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ ۲۳۹	مُحْتَسِبُ ۵۱۲	كَافِيُّ ۱۱	وَافِيُّ ۹۷	عَادِلُ ۱۰۵	حَكِيْمُ ۱۷۸
ثَابِتُ ۹۰۳	زَكِيُّ ۳۷	مُبِيْنُ ۱۰۲	يٰسِيْنُ ۱۳۰	يٰسٓ ۷۰	قَدِيْرُ ۳۱۴
سُبْحٰنُ ۱۲۰	مَحْمُوْدُ ۹۸	صِدْقُ ۱۹۴	نَقِيُّ ۱۶۰	تَقِيُّ ۵۰۱	قَائِمُ ۱۴۱
اِلٰهُ ۲۶	مَخْفِيُّ ۸۳۰	بُرْهَانُ ۲۵۸	سُلْطَانُ ۱۵۰	سَلَامُ ۱۳۰	حَامِدُ ۵۳
شَاهِدُ ۳۱۰	كَبِيْرُ ۲۳۲	مَالِكُ ۹۱	مليكُ ۱۰۰	حَاكِمُ ۶۹	عَالِمُ ۱۴۱
اَعْلٰى ۱۱۱	وَحِيْدُ ۳۰	مُعِيْزُ ۱۲۷	مُعِيْنُ ۱۷۰	مُسْتَبِيْنُ ۵۷۲	حَامِدُ ۵۳

ا	ب	ج	د	ھ	و	ز
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷

ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
٨	٩	١٠	٢٠	٣٠	٤٠	٥٠
س	ع	ف	ص	ق	ر	ش
٦٠	٧٠	٨٠	٩٠	١٠٠	٢٠٠	٣٠٠
ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
٤٠٠	٥٠٠	٦٠٠	٧٠٠	٨٠٠	٩٠٠	١٠٠٠

اپنی ذات کے لیے اسم اعظم استخراج کرنے کا طریقہ اپنے نام کے اعداد نکال کر اتنے ہی اعداد کا ایک اسم باری تلاش کیجیے۔ اگر اسم ایک نہ ملے تو دو اسمائے باری ملا کر بنا لیجیے۔ مثلاً میرے نام کے اعداد ١٨٧ ہیں۔ کوئی ایک اسم جس کے ١٨٧ عدد ہوں نہیں ملا۔ اس لیے دو اسم ملا کر اپنا اسم اعظم بنایا۔ یا سبحان کے اعداد ١٢١ اور یا اللہ کے ٦٦ دونوں کے اعداد ملا کر ١٨٧ ہو گئے۔ اب اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق یا سبحان یا اللہ کے اعداد کو دوگنا کر کے یعنی ٣٧٤ بار ورد میں رکھے تو اس اسم کی تلاوت اسم اعظم کا کام دے گی۔

انیسواں باب

دم کے متفرق طرق و نقش ہائے خواجگان

مسبعات العشر

ہمارے سلسلہ کے بزرگوں نے سالکین کے لیے ذکر و فکر، تلاوتِ کثرت اور نوافل کے علاوہ دلائل الخیرات، حزب البحر اور مُسبّعات عشر بھی پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ شرائط و آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کا التزام دینی و دنیاوی برکتوں اور روحانی رفعتوں کا موجب ہے۔ (واللہ الموفق للصواب)

یہ اورادِ مقدسہ تمام سلاسلِ طریقت کے اولیاء کا معمول ہیں۔ پابندی کے ساتھ پڑھنے والوں کو بے شمار دینی و دنیاوی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ دشمنوں اور حاسدوں کے شر سے پناہ ملتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ روزانہ طلوعِ آفتاب سے قبل اور غروب آفتاب سے قبل پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

مسبعات عشر کا معنی یہ ہے کہ وہ دس چیزیں جو سات سات بار پڑھی جاتی ہیں۔ (کمالی مقامات الخیر)

(1) سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ (2) سورۃ الناس مع بسم اللہ
(3) سورۃ الفلق مع بسم اللہ (4) سورۃ اخلاص مع بسم اللہ
(5) سورۃ الکافرون مع بسم اللہ (6) آیۃ الکرسی مع بسم اللہ

(7) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ وَ زِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ

ترجمہ: پاک ہے اللہ اور تمام تعریفیں اللہ کو اور نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور نہیں طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہ نیکی کرنے کی مگر اللہ کے جو بلند عظمت والا ہے۔ اس کی مخلوق کی تعداد کے مطابق اور اس کی ذات کی رضا کے مطابق اور اس کے عرش کی زینت کے مطابق اور اس کے کلمات کی لمبائی کے مطابق۔

(8) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی (سَیِّدِنَا) مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی (سَیِّدِنَا) اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ (سَیِّدِنَا) اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی (سَیِّدِنَا) مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی (سَیِّدِنَا) اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ (سَیِّدِنَا) اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ترجمہ: اے اللہ رحمتیں بھیج اوپر ہمارے آقا ﷺ حضرت محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی بیویوں پر جو مومنین کی مائیں ہیں اور آپ کی اولاد پر اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت پر صلوٰۃ بھیج جس طرح تو نے صلوٰۃ بھیجا حضرت سیدنا ابراہیمؑ پر اور حضرت سیدنا ابراہیمؑ کی آل پر اور برکت دے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو اور آپ ﷺ کی بیویوں کو جو مومنین کی مائیں ہیں اور آپ ﷺ کی اولاد کو اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت کو جس طرح برکت دی تو نے حضرت سیدنا ابراہیمؑ کو اور حضرت سیدنا ابراہیمؑ کی آل کو، تمام جہانوں کو بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

(9) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَآءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُّجِیْبُ الدَّعْوَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

ترجمہ: اے اللہ مجھ کو اور میرے والدین کو بخش دے، تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں مجھ پر کیا۔ اے اللہ بخش دے مجھے، تمام مومنوں مردوں کو اور تمام مومن عورتوں کو اور مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو جو ان میں زندہ ہیں یا مر چکے ہیں۔ بے شک تو سننے والا، قریب ہے، دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ ہم پر اپنی رحمت فرما۔ اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

(10) اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ افْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلاً وَّاٰجِلاً فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَآ اَنْتَ

لَہٗ اَھْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَادٌ کَرِیْمٌ مَّلِکٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ: اے میرے اللہ! اے میرے پروردگار اسے میرے لئے اور ان کے لئے جلد خیر و برکت والا بنا دے دین میں اور دنیا میں اور آخرت میں اور جو اس کی اہلیت رکھتا ہے۔ اور اس کو میرے لئے بنیاد نہ بنا جس کے ہم اہل ہیں بے شک تو بخشنے والا، بردبار، کرم کرنے والا، لطف کرنے والا، مالک، نیک، شفقت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

☆ دفع بلیات ☆ دفع آسیب و شیاطین ☆ دفع امراضِ ظاہریہ و باطنیہ
☆ حصول مقاصد و اغراض ☆ دفعِ نظرِ بد حصار و حفاظت وغیرہم

چند اہم نقش وتعویذات

۱۔ دانت عمر بھر خراب نہ ہونے کا لاجواب عمل

ایک بزرگ جن کی عمر کچھ کم سو برس کی تھی، اپنے دانتوں سے گنا کھا لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب مَیں گنا کھاتا ہوں تو میرے دانتوں پر جوان آدمی رشک کرتے ہیں۔ اُن سے دانتوں کی محفوظی اور مضبوطی کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا مجھے بچپن میں یہ عمل بتایا تھا کہ عشاء کے وتر جب پڑھے جائیں تو پہلی رکعت میں بعد الحمد سورۂ اذا جاء، دوسری میں تبت یدا، اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھنے سے دانت عمر بھر ہر تکلیف سے محفوظ رہتے ہیں۔ جب سے مَیں اسی طرح پڑھتا ہوں اور اسی عمل کی یہ برکت ہے۔

۲۔ مرگی یا مرگی کی طرح کے دورہ کا مجرب نقش خاص کر اُم صبیان کے لیے

دوسری طرف	ایک طرف
بسم الله الرحمن الرحيم يا مذل كل جبار عنيد يقهر عزيز سلطانه يا مذل	بسم الله الرحمن الرحيم يا مخلص له الدين

نیز ایک ٹکڑا بیخ مرجان کا اور ایک گرہ عودصلیب کہ دونوں چیزیں دوافروشوں کی دکان سے مل سکتی ہیں، لے کر اسی نقش کے ہمراہ ایک تعویذ بنا کر مریض کے گلے میں ڈالے، انشاء اللہ تعالیٰ مرگی سے نجات ہو۔ یہ نقش مہینے کی چاند رات کو خاص غروبِ آفتاب کے وقت لکھے جائیں اور صبح یعنی پہلی تاریخ کو خاص طلوع کے وقت کندہ کیے جائیں۔

نوٹ: یاد رکھیے کہ طلوع اور غروب کا وقت صرف ۲۰ منٹ کا ہے، اس کے اندر تیار ہوں۔

۴۔ برائے مرگی مجرب ہے

اس شکل کا تعویذ بنائے اور ۴۱ مرتبہ درود شفاء پڑھ کر دم کر کے مریض کی ناف پر باندھے، انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہو، مجرب ہے۔

۵۔ ناف کا ٹلنا

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ. اس آیت کو لکھ کر ناف پر باندھے، موم جامہ کر لے۔

۶۔ دیگر پندرہ کا نقش
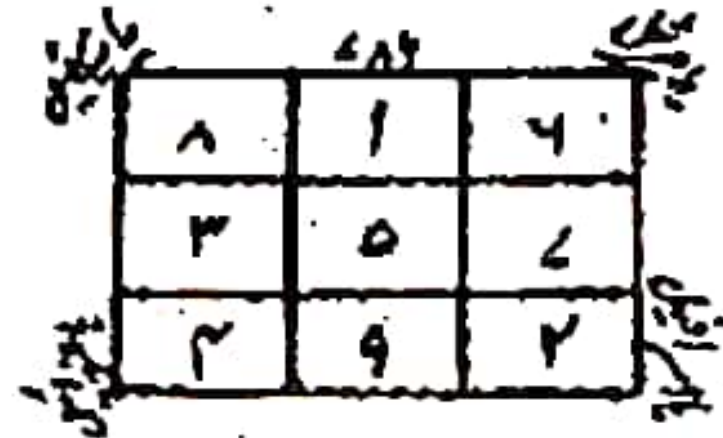
یہ نقش ہر کام کے لیے مجرب ہے۔ خاص کر ناف کے لیے بہت ہی مفید ہے چاہیے کہ لکھ کر اگر مرد ہو تو سیدھے ہاتھ میں اور عورت ہو تو اُلٹے بازو پر باندھے اور اگر دردِ سر ہو اور اُس سے پریشان ہو تو چاہیے کہ شروع ماہ کے پہلے اتوار لکھے پھر ۳ بار درود، ۳ بار قل ہو اللہ پڑھ کر تعویذ پر دم کرے۔ اگر سر میں درد ہو تو سر میں اور ناف ہٹی ہو تو بازو پر باندھے، انشاء اللہ اسی وقت درد سے نجات ہو۔

۷۔ برائے استقرار حمل

بعد غسل حیض تین دن روٹی پر لکھ کر عورت کو کھلائے، پھر شب کو ہم بستر ہو۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يَاذَاالْعَرْشِ وَالْمُلْكِ الْقَدِيْمِ يَارَحْمٰنُ يَاسَتَّارُ يَاغَفَّارُ يَااَحَدُ يَا صَمَدُ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

۸۔ بانجھ عورت کا علاج

ا نقش	۷۸۶	مثلث مضر
یا کافی	یا علی	۱۱۵
یا قوی	۱۱۲	یا حق
یا حنان	یا جامع	یا باقی

اجب یا فلان و فلان بحق یا مصور

مثلث مضر و مظہر متخرج فقیر غفرلہ تعالیٰ انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا دراز عمر کا صالح و جامع الفضائل جسمانی اور روحانی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اعمال کی من و عن نقل ہے۔

۹۔ حمل خام کی روک تھام

یہ آیت لکھ کر کمر میں باندھے، کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ. فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ. خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ. یَّخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ. وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ.

۱۰۔ آسانی کے ساتھ بچہ پیدا ہو
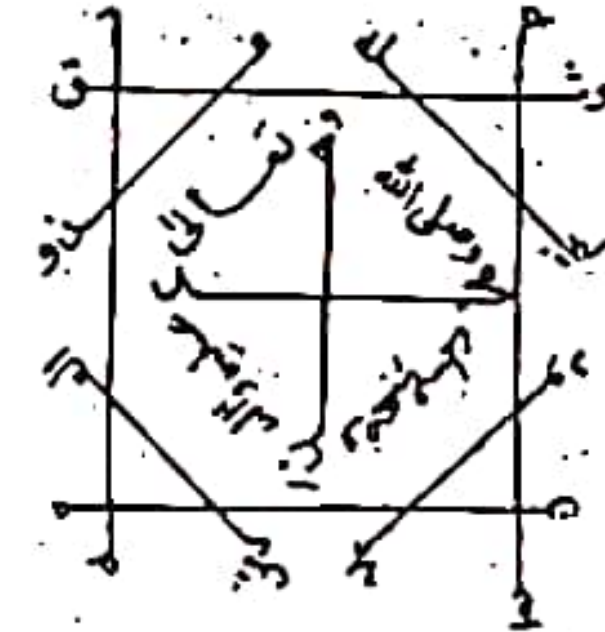
آسانی ولادت کے لیے یہ نقش ناف پر باندھے یا سیدھے ہاتھ میں دے دے۔ انشاء اللہ بچہ بہت جلد پیدا ہوگا۔ بعد ولادت تعویذ کو علیحدہ کر دے اور حفاظت سے رکھ لے، مجرب المجرب ہے۔

۱۱۔ گریہ طفلاں

۷۸۶

ھ	ح	ی	ط
ط	ی	ح	م
ح	م	ط	ی
ی	ط	م	ح

۷۸۶

۱	۱۵	۱۴	۴
۱۲	۶	۷	۹
۸	۱۰	۱۱	۵
۱۳	۳	۲	۱۶

بعض بچے ساری ساری رات روتے ہیں، جس سے سارے گھر کو پریشانی ہو جاتی ہے اور رونے کا کوئی خاص سبب بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ دونوں نقش لکھ کر موم جامہ کر کے گلے میں ڈالیں، انشاء اللہ بچہ آرام سے رہے گا۔

۱۲۔ برائے ضد اطفال

بعض بچے بڑے ضدی ہوتے ہیں، ان کے لیے یہ نقش لکھ کر چارپائی کے نیچے، جس پر بچہ سوتا ہے، دفن کر دے، انشاء اللہ بچہ ضد نہ کرے گا۔

۱۳۔ بچہ دودھ پینے لگے گا

قیوم قیوم قیوم قیوم
قیوم قیوم قیوم قیوم
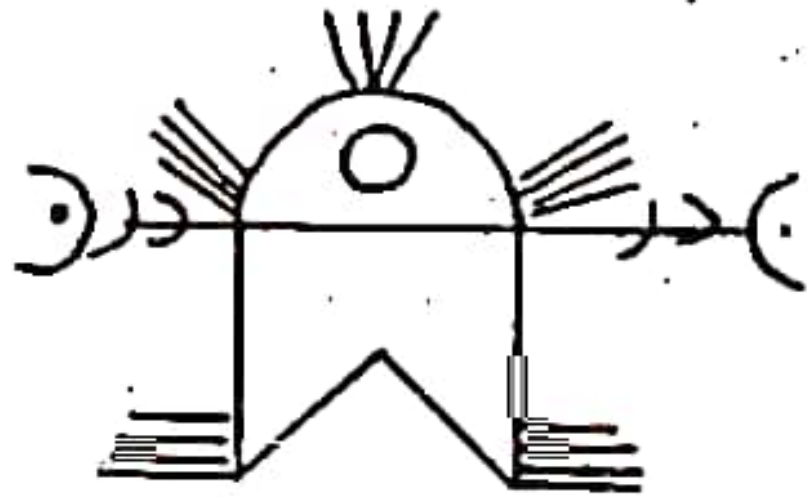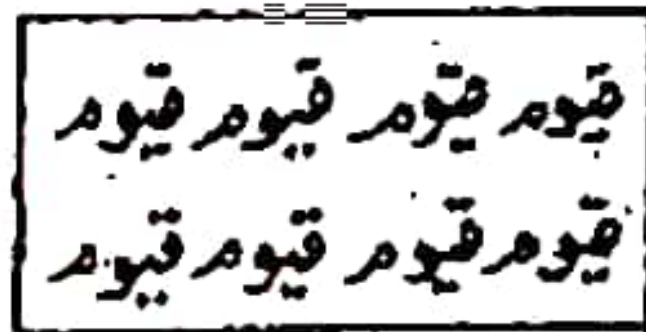
اگر بچہ دودھ نہ پیتا ہو تو یہ نقش شیر مادر یا آب دریا سے دھو کر پلائے۔ انشاء اللہ العزیز بچہ دودھ پینے لگے۔

نوٹ: ق۔ و۔ م۔ ان حروف کے دھانے کھلے رہیں۔

۱۴۔ امراضِ مردانہ

۷۸۶

بحق ابابکر صدیق	بحق عمر فاروق
بگریز و شیطان لعین	از چیست عثمان نیاید پیش من بہ ہیبت علی شیر خدا

احتلام کو روکنے کا بہترین عمل و نقش جس کو احتلام کثرت سے ہوتا ہو چاہیے کہ سوتے وقت اپنے دل پر انگشت شہادت سے لکھ لیا کرے، ''عمر فاروق اعظم''۔ انشاء اللہ تعالیٰ احتلام سے محفوظ رہے گا۔ بارہا کا مجرب و آزمودہ ہے اور یہ نقش لکھ کر بازو پر باندھے یا گلے میں ڈالے۔

۱۵۔ دفع احتلام مربع یا حافظ مع عبارت

۷۸۶

۲۱۵	۲۲۸	۲۲۵	۲۲۲
۲۲۶	۲۲۱	۲۱۶	۲۲۷
۲۲۰	۲۳۳	۲۳۰	۲۱۷
۲۲۹	۲۱۸	۲۱۹	۲۲۴

یا قدوس الظاهر من كل سوء فلا شئى من العارضة من جميع خلقه عطفه ياقدوس۔ يا ذاكى الطاهر من كل آفة لقدسه يا ذاكى يا علام الغيوب فلا يقوت شئى من حفظه، يا علام

یہ نقش لکھ کر موم جامہ کر کے گلے میں ڈالے۔ انشاء اللہ تعالیٰ احتلام نہ ہوگا۔ اگر بیماری ہے تو نقش درود شفاء دھو کر پیئے اور یہ نقش گلے میں ڈالے۔

۱۶۔ برائے عرق النساء

یہ درد ایک کولہے یعنی کمر سے شروع ہوتا ہے اور پاؤں کے ٹخنہ تک ہوتا ہے اور ہفتوں اور مہینوں اور بعض کو برسوں رہتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّعَلَيْكَ كُلِّ شَيْءٍ وَّخَالِقَ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَخَلَقْتَ عِرْقَ النِّسَاءِ فِي

وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ وَلَا تُسَلِّطْنِيْ عَلَيْهِ بِقَطْعٍ وَاشْفِنِيْ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ.

۳ بار یا ۷ بار روزانہ لکھ کر گلے میں باندھے یا کمر میں باندھے، باذن اللہ تعالیٰ شفا ہو۔ تا شفا ہر روز یہ عبارت ایک ہی جگہ باندھتا رہے، بعد شفا سب کھول کر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نذر دلا کر سب کو دریا میں ڈال دے۔

۱۷۔ نادِ علی کے پندرہ فوائد از امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. نَادِ عَلِيًّا مَّظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَّ غَمٍّ سَيَنْجَلِيْ بِنُبُوَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ.

(۱) بڑی سے بڑی مہم و دشواری ہو، ہر روز ۴۱ بار پڑھے، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آسان ہو۔

(۲) برائے حصول مقاصد ۶۶ مرتبہ ہر روز تا حصول مراد پڑھے، بہت جلد منزل مقصود کو پہنچے۔

(۳) برائے مریض جو زندگی سے مایوس ہو چکا ہو، ۷ مرتبہ بارش کے پانی پر دم کر کے تا صحت پلائے، انشاء اللہ تعالیٰ شفا پائے۔

(۴) خلل جن آسیب وغیرہ کے لیے ۱۵ مرتبہ پانی پر دم کر کے چھینٹا دے، انشاء اللہ دفع ہو۔

(۵) حُب کے لیے ۴۷ مرتبہ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے سارے بدن پر پھیر لیا کرے جس سے بات کرے مطیع و مسخر ہو۔

(۶) کیسا ہی رنج و غم ہو ہزار بار روزانہ باطہارت پڑھے، فضلِ خدا سے سب غم کافور ہو۔

(۷) اگر کسی کو کوئی پیغام لے کر بھیجے اور امر دشوار ہو کہ نہ معلوم میرا پیغام منظور ہوگا یا نہیں تو چپکے سے ۳ بار پڑھ کر اس کے کان میں دم کر دے، انشاء اللہ کامیاب واپس آئے۔

(۸) اگر کسی پر کوئی تہمت لگائے یا کوئی ملزم کسی الزام میں پکڑا گیا ہو تو تا صفائی ۴۰ مرتبہ ہر روز پڑھ کر اپنے او پر دم کر لیا کرے، انشاء اللہ تہمت سے بری ہو۔

(۹) اگر کہیں سے کسی بات کا یا خط وغیرہ کا جواب منگانا ہو اور نہ آتا ہو تو قبل نماز عشاء اس طرف کو منہ کر کے ۶۵ بار پڑھ کر دم کر لیا کرے، انشاء اللہ تین روز میں جواب آئے یا خبر آئے۔

(۱۰) برائے حصول دولت وغنا جاہ وحشم ۹۱ مرتبہ روزانہ بعد نماز فجر پڑھ لیا کرے، چند روز میں کچھ سے کچھ ہو جائے۔ چاہیے کہ تا زندگی ترک نہ کرے اور وقت اور جگہ کی پابندی رکھے۔ بدرجۂ مجبوری اگر کہیں جائے تو مصلیٰ ضرور ساتھ لے جائے۔

(۱۱) مزید دولت وجاہ وحشمت کے لیے ۵۰۰ بار وقت وجائے معین پر پڑھے بہت جلد کامیابی ہو۔

(۱۲) دشمن کو مطیع کرنا ہو تو اس کا تصور کر کے ۱۸ بار پڑھ لیا کرے۔

(۱۳) کسی مہم کو جلد سے جلد آسان کرنا ہو تو نماز حاجت کی نیت سے ہر رکعت میں بعد الحمد ۳،۳ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور ثواب اس کا بروح پاک حضرت علی مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو بخشے، بعدہٗ ۷۰ بار نادِ علی پڑھے، انشاء اللہ اسی دن کامیاب ہو، ورنہ تین دن یہ عمل کرے۔

(۱۴) دشمنوں اور بدخواہوں کی زبان بند کرنے کی نیت سے بعد ہر نماز کے دس بار پڑھ لیا کرے۔

(۱۵) حضور پرنور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دیدار کرنے کے لیے کامل طہارت کے ساتھ بعد نماز عشاء اوّل آخر درود شریف سو سو بار اور ۵۰۰ بار نادِ علی پڑھے اور باوضو سو جائے، انشاء اللہ العزیز اسی شب میں دولت دیدار سے مشرف ہو۔

نوٹ: درود شریف ہر ہر عمل کے ساتھ ۳ یا ۷ یا ۹ یا ۱۱ بار اپنے مقدور بھر پڑھنا ضروری ہیں۔

۱۸۔ نقش سیفی

۱۶۵۱۱	۱۶۵۲۵	۱۶۵۲۱	۱۶۵۱۸
۱۶۵۲۲	۱۶۵۱۷	۱۶۵۱۲	۱۶۵۲۴
۱۶۵۱۶	۱۶۵۱۹	۱۶۵۲۷	۱۶۵۱۳
۱۶۵۲۶	۱۶۵۱۴	۱۶۵۱۵	۱۶۵۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ
تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَّ غَمٍّ سَيَنْجَلِيْ

بِنُبُوَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ.

یہ نقش مکرم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے جن آسیب سحر وغیرہ ام صبیان اور دشمن کو ہلاک کرنے دشمن کو زیر کرنے میں اپنی نظیر آپ ہے جس شخص کے پاس ہو اس پر کسی قسم کا جادو وغیرہ اثر نہ کرے۔

۱۹۔ نقش سورۂ اخلاص

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قل	هو	الله	احد	الله	الصمد	لم	يلد
هو	الله	احد	الله	الصمد	لم	يلد	ولم
الله	احد	الله	الصمد	لم	يلد	ولم	يولد
احد	الله	الصمد	لم	يلد	ولم	يولد	ولم
الله	الصمد	لم	يلد	ولم	يولد	ولم	يكن
الصمد	لم	يلد	ولم	يولد	ولم	يكن	له
لم	يلد	ولم	يولد	ولم	يكن	له	كفوا
يلد	ولم	يولد	ولم	يكن	له	كفوا	احدا

منقول ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے کہ سورۂ اخلاص اسی ترتیب سے لوح محفوظ میں لکھی ہے، اس کے ۲۵ فوائد ہیں:

(۱) یہ کہ لکھ کر دریا کے پانی سے دھو کر درد شکم والے کو پلائے انشاء اللہ شفا پائے۔

(۲) یہ کہ لکھ کر مسجد کے بیچ دفن کرے، غائب حاضر ہو۔

(۳) بخار والے کے بازو پر باندھنے سے شفا ہو۔

(۴) یہ کہ لکھ کر دیوانہ یا پاگل کے گلے میں باندھے، صحت ہو۔

(۵) کسی کو دیو یا جن کا خلل ہو یہ نقش باندھنے سے نجات ہو۔

(۶) لکھ کر کلام پاک میں رکھے جو آرزو ہو خواب میں معلوم ہو جائے۔

(۷) یہ کہ لکھ کر دریا میں ڈالے جو مراد ہو مولیٰ تعالیٰ پوری فرمائے۔

(۸) دردِ سر کے واسطے سر میں باندھے، درد رفع ہو۔

(۹) شرف آفتاب یا مشتری یا شرف قمر میں لکھ کر کسی میٹھی چیز پر پھر مطلوب کو کھلا دے، یک لحظہ جدا ہونا نہ چاہیے۔

(۱۰) لکھ کر پرانی قبر میں دفن کرے، دشمن مقہور ہوں۔

(۱۱) اگر لکھ کر گونگے بچے کو کھلائے، بولنے لگے۔

(۱۲) ہر قسم کے درد والا اس کو دیکھتا رہے، دیکھتے دیکھتے درد کافور ہو۔

(۱۳) لکھ کر اپنے پاس رکھے، رزق میں فراخی ہو۔

(۱۴) اگر لکھ کر بازو پر باندھے اور جنگ میں جائے با فتح و نصرت لوٹ آئے۔

(۱۵) جو لکھے اس کے دشمن دوست ہوں۔

(۱۶) اگر مردے کے کفن پر لکھے عذاب قبر سے نجات پائے۔

(۱۷) جس کے پاس یہ نقش ہو وہ خلق کی نگاہوں میں عزیز ہو۔

(۱۸) اگر شوہر لکھ کر عورت کو کھلائے اس کا دل کبھی کسی مرد کی طرف مائل نہ ہو۔

(۱۹) جو اپنے پاس رکھے دنیا سے باایمان جائے۔

(۲۰) اگر مرد یہ نقش لکھ کر عورت کے سینے پر رکھے جو اس کے دل میں ہو اپنے مرد سے کہہ دے۔

(۲۱) اگر لکھ کر دریا کے پانی سے دھو کر پئے، ابلیس کے مکر و فریب و شر سے نجات ہو۔

(۲۲) اگر ہرن کی جھلی پر لکھ کر پاس رکھے، ہرگز مصیبت میں گرفتار نہ ہو۔

(۲۳) اگر لکھ کر نامہربان عورت کے گلے میں یا بازو پر باندھے مہربان ہو۔

(۲۴) جو اپنے پاس رکھے تمام عالم علوی و سفلی مطیع و فرمانبردار ہو۔

(۲۵) یہ کہ خلل مسان کے لیے بروز جمعہ لکھے اور بچے کے گلے میں ڈالے، انشاء اللہ دفع ہو۔

۲۰۔ عمل سورۂ فاتحہ برائے حب

سورۂ فاتحہ ۴۱ بار شیرینی پر دم کر کے کھلائے، انشاء اللہ تعالیٰ جس کو کھلائے گا، مطیع و فرمانبردار ہوگا۔

۲۱۔ محبوب کی صورت کو حاضر لانے کے لیے عمل

اوّل آخر ۳،۳ بار یہ درود شریف پڑھے اور درمیان میں ۱۱ مرتبہ سورۂ اخلاص ایک سانس

میں پڑھے، پھر اس کی صفت دیکھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّةٍ مِائَةَ اَلْفِ اَلْفِ۔

۲۲۔ محبوب کو بلانے کا مجرب عمل

(دعوت یا بدوح) اوّلاً چاہیے کہ آٹھ روز گوشت مچھلی نہ کھائے بعدہٗ دعوت یا بدوح مع ترک جلالی و جمالی درپیش کند بایں روشن نقش یا بدوح پر کندہ بر ہر نقش ۶۰ بار بخواند بایں روشن اجب یا جبریل و درائیل یا فتمانیل یا تنکفیل سامعا مطیعا بحق یا بدوح۔

اسی طرح ہر روز ۶۰ نقش لکھے اور ہر نقش پر ۶۰ مرتبہ ۶۰ یوم تک برابر پڑھے، بعدہٗ بروقت ضرورت اس نقش کو لکھے اور جو جگہ خالی ہے وہاں نام مطلوب مع والدہ حاضر ہوگا اور جب کسی کو یہ نقش دے تو اوپر والی عبارت جو پڑھی جائے گی نقش کے نیچے لکھے۔

۷۸۶

۱۳	۱۶	۱
۸	یہاں نام مع والدہ لکھے	۵
۱۲	۴	۱۴

۲۳۔ شوہر کی محبوبہ بی بی بننا چاہے تو یہ نقش لکھ کر چوٹی میں باندھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یامصطفیٰ	یانبی
یامجتبیٰ	یامرتضیٰ

یہ نقش شرف زہرہ میں مشک اور زعفران سے لکھ کر سونے کے اور بدرجۂ مجبوری چاندی کے تعویذ میں رکھ کر چوٹی میں باندھے، انشاء اللہ شوہر محبت سے پیش آوے، نہایت ہی مجرب المجرب ہے۔

۲۴۔ عمل عجیب برائے موافقت زوجین

(عن سیّدنا) اڑری بھبریؒ ساون آئے، بے تعداد پڑھے عورت سے شوہر محبت کرنے لگے۔

۲۵۔ عمل الحمد شریف موافقت زوجین

سورۃ الحمد شریف ایک سو ایک بار تنہائی میں پڑھ کر کسی کھانے کی چیز پر دم کر کے کھلانا مجرب ہے۔

۲۶۔ سانپ سے حفاظت کا مجرب عمل

سانپ سے حفاظت کے لیے یہ آیات ۷ بار کالی مٹی یا پاک مٹی پر پڑھ کر دم کر کے مکان کے ہر گوشے میں ڈال دے صرف ایک گوشہ خالی رہے تا کہ سانپ اگر گھر میں ہو تو اس راستے سے چلا جائے۔ وہ یہ ہیں: سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ. سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ.

۲۷۔ بھاگے ہوئے کو واپس بلانے کا مجرب عمل

بستم راہ مغرب فلاں بن فلاں

د	بدوح	ب
بدوح	بدوح	بدوح
ح و	بدوح	ح و

بستم راہ جنوب فلاں بن فلاں — بستم راہ شمال فلاں بن فلاں — [illegible]

اگر کوئی گم ہو جائے یا بھاگ جائے، یہ نقش مثلث لکھ کر کسی درخت میں لٹکائے یا بھاری پتھر کے نیچے دبائے، انشاء اللہ بھاگا ہوا واپس آئے۔

۲۸۔ بچھو کاٹے کا عمل

سورۂ ناس ۲۱ مرتبہ پڑھ کر دم کرے، اگر کچھ باقی رہے دوبارہ کرے، پھر کسر رہ جائے تو سہ بارہ پڑھ کر دم کرے۔ بفضلہ تعالیٰ آرام ہو، مجرب المجرب ہے۔

۲۹۔ ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رہنے کی دعا یہ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا.

یہ دعا حفظ کر لیجیے اور جب کسی مریض کو یا مصیبت زدہ کو دیکھیں، ایک بار پڑھ لیں۔ اس پر

عمل کرنے سے جس جس بیمار یا مصیبت زدہ کو دیکھ کر اس دعا کو ایک بار پڑھ لیا ہے وہ بیماری و مصیبت وہ آفت انشاء اللہ عمر بھر پاس نہ آئے گی۔ انتہائی مجرب اور سیکڑوں بار کی آزمائش کی ہوئی دعا ہے اور کیوں نہیں کہ احادیث کے ارشادات ہیں:

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

۳۰۔ محبت زن و شوہر

جو عورت اپنے شوہر کی نظر میں محبوب ہونا چاہے اس نقش کو اپنے پاس رکھے، جو بھی دیکھے محبت کرے، نقش یہ ہے:

۷۸۶

۶۰۰۹	۶۰۱۳	۶۰۱۶	۶۰۰۲
۶۰۱۵	۶۰۰۳	۶۰۰۸	۶۰۱۴
۶۰۰۴	۶۰۱۸	۶۰۱۱	۶۰۰۷
۶۰۱۲	۶۰۱۶	۶۰۰۵	۶۰۱۷

۳۱۔ نقش آیۃ الکرسی برائے حفظ ماتقدم تحفظ از صدمہ دیو و پری و جن و شیطان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَادَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَامُجِیْبَ دَعْوَاتِ الْمُضْطَرِّیْنَ یَااِلٰهَ الْعَالَمِیْنَ بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ.

لکھ کر پھر یہ نقش آیۃ الکرسی والا لکھا جائے اور موم جامہ کر کے گلے میں ڈالا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۶۷۱	۳۶۷۴	۳۶۷۷	۳۶۶۴
۳۶۷۶	۳۶۶۵	۳۶۷۰	۳۶۷۵
۳۶۶۶	۳۶۷۹	۳۶۷۲	۳۶۶۹
۳۶۷۳	۳۶۶۸	۳۶۶۷	۳۶۷۸

۳۲۔ قید سے رہائی کے لیے

اگر کسی کو سزا ہوگئی ہو یا قید کا اندیشہ ہو یا گرفتار ہو گیا ہو، یہ نقش لکھ کر پشت پر سیدھے شانہ کی طرف چسپاں کردے، انشاءاللہ تعالیٰ رہائی ہو جائے۔ نوٹ: اس نقش میں ۶ کے پہاڑے کی چال ہے۔

۷۸۶

۱۸	۴۸	۶
۱۲	۲۴	۳۶
۴۲	یا باسط	۳۰

۳۳۔ برائے زوج صالح کنواری کی شادی کے لیے

عبارات ذیل کو لکھ کر گلے میں ڈالے۔ یہ عبارت اگر شوہر بدکار ہو تو بی بی لکھ کر گلے میں پہنے اور کنواری لڑکی نیک شوہر ہو تو وہ بھی پہنے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ تَوْلِكَ هٰذَا وَبِحُرْمَةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْزُقْ فُلَانَ بِنْتَ فُلَانَ زَوْجًا مُوَافِقًا غَيْرَ مُخَالِفٍ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

۳۴۔ لقوہ کا تجربہ شدہ نسخہ سو فی صدی کامیاب

جیسے ہی لقوہ کی شکایت ہو فوراً بلا تاخیر مریض کو خالص شہد نیم گرم پانی میں ملا کر دیں اور غذا میں جنگلی کبوتر کا شوربا صبح شام پلائیں۔ بس اس کے سوا اور کچھ نہ دیں، کم سے کم پاؤ سیر شہد روزانہ صبح سے شام تک پلا دیا کریں۔ گیارہ دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن میں انشاءاللہ بالکل آرام ہوگا۔ کسی دوسری دوا کی ضرورت نہ پڑے گی۔

۳۵۔ سات سلام

نزلہ اور امراض شکم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔ اگر آیات شفاء کے ساتھ لکھ کر دیں تو آنتوں کی دق اور سل کے لیے بھی مجرب ہے۔ درود شفاء کے ساتھ اس طرح لکھ کر دیں۔ بِحَقِّ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ. وَبِحَقِّ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ

رَبٍّ رَّحِيْمٍ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ.

۳۶۔ دافع دیو پری سحر خصوصاً شیر خوار بچوں کے لیے

یہ تعویذ کاغذ پر لکھ کر گلے میں ڈالیں:

۳۷۔ اگر کوئی بچہ رات کو ڈرتا یا چونکتا ہو

تو یہ سورۂ مبارکہ لکھ کر موم جامہ کر کے بچے کے گلے میں ڈالیں، انشاءاللہ بچہ دن و رات آرام سے رہے گا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَالْعَصْرِ. اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ. اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ.

۳۸۔ نقش حیض و نفاس جاری کرنے کے لیے

اس نقش کو لکھ کر موم جامہ کر کے عورت کی بائیں ران میں باندھے:

۷۸۶

ی	م	ھ	ح
ده	د	عد	۱۱۵
مرع	۱۱	۱۵	دو
۱۹	۲	۳	۱۱

۳۹۔ دردسر اور آدھے سر کے درد کے مجرب نقوش

برائے دردسر

۷۸۶

ط	ط	ط	ط
ط	ط	ط	ط
ط	ط	ط	ط
ط	ط	ط	ط

آدھے سر کے درد کے لیے: جس طرف درد ہو اُس کے دوسری جانب موم جامہ کر کے باندھے:

۷۸۶

اللہ	اللہ	اللہ
اللہ	اللہ	اللہ
اللہ	اللہ	اللہ

پورے سر کے درد کے لیے

ک	ھ	ی	ع	ص
ع	س	ک	ھ	ی
ھ	ک	ی	ع	ص
ص	ک	ھ	ی	ع
ی	ع	ص	ک	ء

۴۰۔ دم ہلکا کتا، سانپ

کسی کمہار سے مٹی لے کر یا جنگل میں سے کسی درخت کے مُنڈھ کے ساتھ کی پاکیزہ مٹی ایک روٹی کے پیڑے کے مطابق لے کر کمہار کے چک پر سات چکر سیدھے اور سات اُلٹے پھیر کر سورہ فاتحہ گیارہ دفعہ اور سورہ الم ترکیف گیارہ دفعہ اور گیارہ دفع درود شریف اور ایک دفعہ ہدہ پڑھ کر دم کر دو اور پاخانہ پیشاب کی جگہ کے بغیر سر سے پاؤں تک سارے جسم پر روز مرّہ پھیرے اور جب

بدن پر پھیرے اور پھیر کر کسی تھال میں رکھ کر زرہ زرہ کر کے بیچ سے لوں نکالنے لگے۔ انشاء اللہ جس رنگ کے کتے نے کاٹا ہو گا ویسے ہی رنگ کے لوں نکلیں گے اور کھٹی بادی چیز سے پرہیز کرے۔ روز مرہ گھی کے گھونٹ مرچ سیاہ کھائے۔ انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔

۴۱۔ دم بخار، سر درد، ڈر، خوف، سایہ

تین دفعہ سورہ فاتحہ، گیارہ دفع سورہ الم نشرح، گیارہ دفعہ قل شریف، گیارہ دفعہ درود شریف پڑھ کر دم کرے۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔ بلکہ ایک دفعہ ہدہ بھی پڑھ لے۔ اور پینے کو درود شریف لکھ دے۔ سات دن یا گیارہ دن یا اکیس دن یا اکتالیس کورے کچے میں بارش یا نلکے کے پانی میں پیئے۔ درود شریف یہ ہے: صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

۴۲۔ نسخہ برائے نظر تیز کرنے کے لیے

خشخاش (آدھ چھٹانک)، چارمغز (آدھ چھٹانک)، بادام (آدھ چھٹانک)

ان تینوں کو رات کو بھگو کر رکھ دیں۔ بادام کو چھیل لیا جائے۔ ایک چھٹانک مکھن اور ایک چھٹانک کوزہ مصری خالی پیٹ، بارہ بجے روٹی کھائیں۔ خشک اور گرم چیزوں سے پرہیز کریں، مثلاً چائے، مسور کی دال وغیرہ۔

۴۳۔ برائے درد

تخم علیون (ایک تولہ)، تخم جوائن (ایک تولہ)، تخم کلونجی (ایک تولہ)، تخم میتھی (ایک تولہ)

سفوف بنا کر کھانے کے بعد ایک چٹکی استعمال کریں۔

۴۴۔ برائے دانت درد

سنتِ فجر کے بعد سورہ فاتحہ اکتالیس (۴۱) مرتبہ

ا ب ج د

کسی تختی پر ریت ڈال کر مذکورہ حروف لکھیں۔ چھری رکھیں اور سات بار سورۃ فاتحہ بھی پڑھیں۔

۴۵۔ ناف کے لیے

تسمیہ ۱۱۱ مرتبہ روزانہ۔ گیارہ مرتبہ تعویذ پر دم کر دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۴۶۔ بخار کے لیے

سورہ یٰسین، ہر مبین پر ایک گرہ اور ۱۰۰ مرتبہ درود شریف۔

۴۷۔ دردِ زہ کے لیے

ہینگ سونگھائی جائے۔ ۵۱ منٹ کا وقفہ اور گڑ کھلایا جائے مع بسم اللہ ۴۱ مرتبہ الحمد شریف پڑھ کر دم کرے۔

۴۸۔ برائے بخار

قالو سُبْحَانَکَ لَا عِمَانَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ یَاحَافِظُ یَا نَاصِرُ یُاحفیظ یااللّٰہ یاھو یا محمد یاجبرائیل یامکائیل

یا حضرت جناب بابا جی جن شاہ المدد	۶	۱	۸
	۷	۵	۳
	۲	۹	۴

۴۹۔ برائے چندری

بسم اللّٰہ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یا شافی المرض یا دافع بلیات یااللّٰہ یاھو

یاجبرائیل یامیکائیل

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

یااسرافیل یاعزرائیل

۵۰۔ واسطے خوف، سایہ، نظر

ماشاء اللّٰہ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم یا حافظ یا ناصر و یا اللّٰہ یاحفیظ

یاجبرئیل یامیکائیل

یا حضرت جناب بابا جی جن شاہ المدد	۶	۱	۸
	۷	۵	۳
	۲	۹	۴

۵۱۔ برائے ہر مرض

اگر کوئی بیمار ہو جائے اور کوئی علاج فائدہ نہ کرے تو یہ دو نقش لکھ کر ایک بیمار کے گلے میں باندھ دے اور ایک بازو میں باندھے۔ انشاء اللہ جلد صحت ہوگی۔

(بازو کے لیے)

یاجبرائیل یامیکائیل

۸	۳	۴
۱	۵	۹
۹	۷	۲

یااسرافیل یایاعزرائیل

(گلے کے لیے)

۵۲۔ برائے فتح

نَصرٌ مِنَ اللّٰہِ وَ فَتحٌ قَرِیبٌ یااللہ یا محمد یا حسن یا حسین یا جبرائیل یا میکائیل یا علی یا فاطمه

۸	۱	۶	یاابوبکرصدیق
۳	۵	۷	یاعمرفاروق
۴	۶	۲	یاعثمان غنی

یااسرافیل یاعزرائیل

یاشیخ عبدالقادر جیلانی المدد ے یاشاہِ نقشبند بہاؤالدین المدد ے

یاحضرت باباجی چنن شاہ المدد ے

۵۳۔ واسطے بخار واری

۵۴۔ برائے سردرد

یادائم یاحکیم یااللہ یاھو

یاجبرائیل یامیکائیل

۸	۱	۶
۳	۵	۷
۴	۹	۲

یااسرافیل یاعزرائیل

یاشافی الامراض یادافع البلیات

۵۵۔ برائے اٹھرا گلے واسطے

باندھنے کے لیے:

احدلہٗ احدلہٗ علیٰ حقه	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
احوا شهوا برحمت كبها	یا اللہ یاھو فلاں بنت فلاں یاالرحم الرحمین

پینے کے واسطے:

یااللہ یاھو	یااللہ یاھو	یااللہ یاھو
یااللہ یاھو	یااللہ یاھو	یااللہ یاھو
یااللہ یاھو	یااللہ یاھو	یااللہ یاھو
یااللہ یاھو	یااللہ یاھو	یااللہ یاھو

۵۶۔ نسخہ اٹھرا

نیم (تولہ)، مہدی (تولہ)، زیرا سفید (تولہ)، باہمن سرخ (تولہ)، باہمن سفید (تولہ)، دھائی بوئی (تولہ)، ہردوکتھ (دوتولہ)، کچور (تولہ)، چاسکو (تولہ)، دھنیاں (تولہ)، مغاں (تولہ)، مرچ سیاہ (تولہ)، صندل سرخ (تولہ)، صندل سفید (تولہ)، زمسی (تولہ)، والبہ

(تولہ)، چھڑ گنڈی (تولہ)، منڈ بوٹی (تولہ)، گیری (تولہ)، قلمی شورہ (تولہ)، چارا جوائن (چار تولے)، دھتر دانہ (تولہ)، بردورونکد (دو تولے)

ہر چیز کو باریک کر کے پیس لیں اور کپڑے میں چھان کر کوار گندل کا گودا نکال کر ان چیزوں میں مکس کر کے بڑے چنے کے دانے کے برابر گولی باندھ کر ایک تعویذ اور ایک گولی شروع چاند آٹھ روز کھا کر پھر سات روز چھوڑ دے اور پندرہ دن ہو جائیں گے۔ پھر چاند گوڈا لگانے کے بعد سات روز کھائے اور آٹھ روز چھوڑ دے تو ایک مہینہ پورا ہو گیا۔ اس حساب سے پندرہ تعویذ اور پندرہ گولی اکٹھے کھائے۔ کل گولی تعویذ نو مہینے کے ایک سو پینتیس (۱۳۵) ہوئے۔

۵۷۔ برائے حب

اَنَّهُ وَمِنْ يُحِبُّوْنَهُمْ وَ كَحُبِّ اللّٰهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا الِلّٰه.

یا جبرائیل یا میکائیل

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

یا اسرافیل یا عزرائیل

۵۸۔ درد ناف

حم	حم
حم	حم
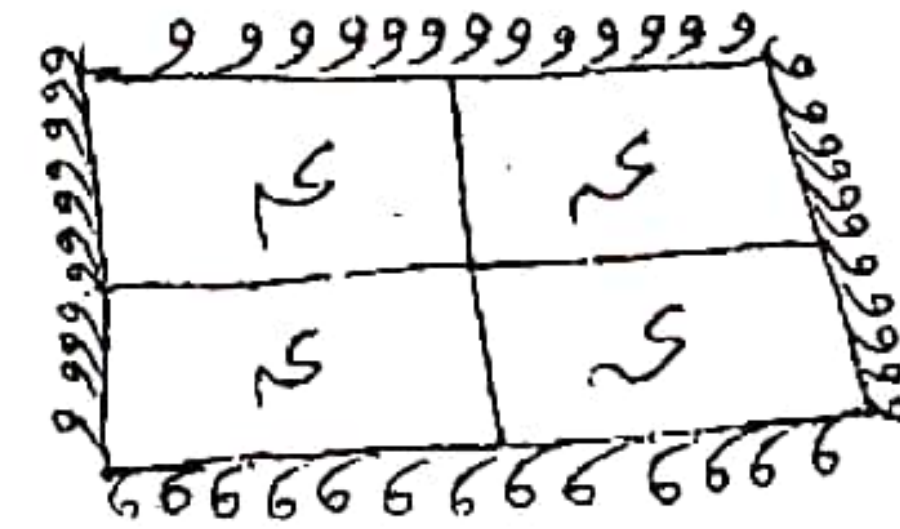
ت	ت
ت	ت

۵۹۔ برائے تپ

ماشاء اللّٰه لاحول ولاقوۃ اللّٰه باللّٰه العلی عظیم.

یا جبرائیل یا میکائیل

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

یا اسرافیل یا عزرائیل

یا شافی الامراض یا دفع بلیات

۶۰۔ واسطے درد رحم

ح	ح	ح	ح	ح	ح	ح
لا	لا	لا	لا	لا	لا	لا
ح	ح	ح	ح	ح	ح	ح
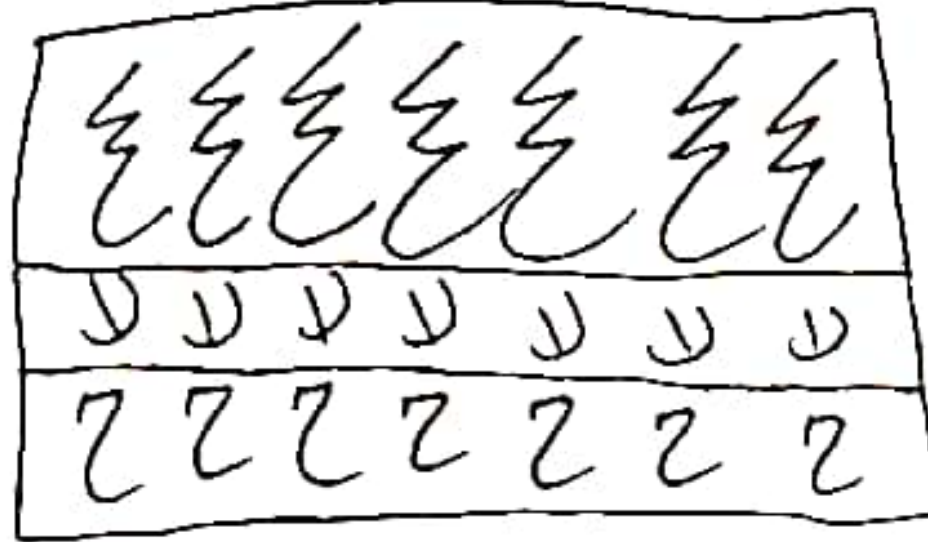
۶۱۔ برائے تپ پینے کا

یا جبرائیل یا میکائیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اسرافیل عزرائیل

۶۲۔ بچھو کا دم الٹ جانا برائے درد

علی علی یاھو یاھو
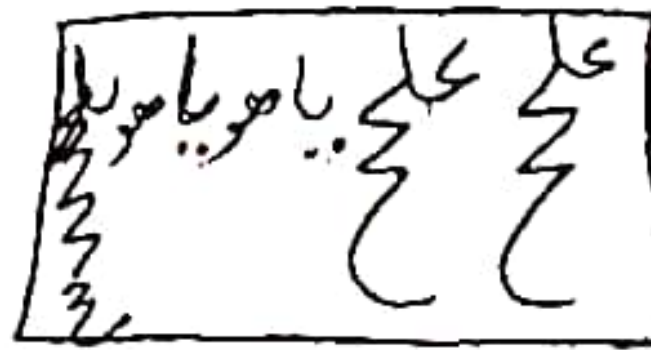
۶۳۔ واسطے حب

مطلوب کے گھر دفن کرنا:

یا جبرائیل یا میکائیل

۱۴	۱۱	۲	۱۷
۵	۱۶	۱۵	۱۰
۳	۶	۹	۱۲
۸	۱۳	۱۸	۷

یا اسرافیل یا عزرائیل

۶۴۔ برائے سر درد

یا قاضی الحاجات

۸	۱۱	۱۴	۱
۱۳	۲	۷	۱۲
۲	۱۶	۹	۶
۱۰	۵	۴	۱۵

یا غفور الرحیم

۶۵۔ تعویذ برائے گم ہوئے واسطے

چرخے کے ساتھ باندھ کر سات چکر سیدھے اور سات الٹے لگائے۔ پھر پندرہ بیس منٹ سیدھا گھمائے۔ ساتھ درود شریف پڑھے۔

یابدوح یاعلی
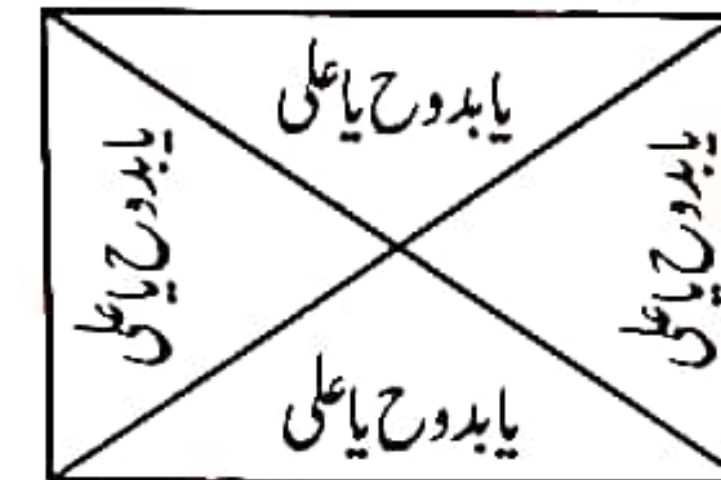
یابدوح یاعلی

یابدوح یاعلی

یابدوح یاعلی

۶۶۔ تعویذ برائے حب

یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ یا جبرائیل

یابدوح یابدوح یابدوح یابدوح یابدوح

۱۱	۸		۱	۱۴
۱۴	۱۶		۳	۷
۱۶	۱۲		۳	۲
۴	۱۰		۱۵	۵

فلاں بنت فلاں

۶۷۔ برائے بخار سوتک

سایہ ڈر خوف جن بھوت کے واسطے بتیاں ایک صبح ایک وقت ظہر وقت عصر شام یا ایک شام ایک صبح کالی لیر میں لپیٹ کر بتی بنا کر دہکائے۔ طریقہ لکھنے کا:

فرعون ہمان نمرود شدادا ابلیس لعین

ہمان فرعون نمرود شدادا ابلیس لعین

نمرود ہمان نمرود شدادا ابلیس لعین

شداد نمرود ہمان فرعون ابلیس لعین

۶۸۔ برائے مرگی

ایک گلے باندھنا ایک گھول کر پینا بارش کا پانی کورے کجے میں ڈال کر بھگو دو تین گھونٹ روزمرہ اکتالیس روز پیئے۔

یاجبرئیل یامیکائیل

۳۵۹۸۴	۳۵۹۸۸	۳۵۹۸۱	۳۰۹۷۷
۳۵۹۷۱	۳۵۹۷۸	۳۵۹۷۴	۳۵۹۸۹
۳۵۹۷۳	۳۵۹۸۳	۳۵۹۶۳	۳۵۹۸۲
۳۵۹۸۷	۳۵۹۹۱	۳۵۹۸۰	۳۵۹۹۷

یااسرافیل یاعزرائیل

۶۹۔ دم ہجیراں

سورۃ فاتحہ بمع بسم اللہ شریف پوری الحمد شریف ختم کر کے فی گانٹھ کے اندر پھونک کر باندھیں اور اکتالیس گانٹھوں میں باندھیں دوھری (پنجابی لفظ) بکرے کی یا ہرن کی کھال کی سوا گز ہونی چاہیے۔ دوھری گلے میں ڈال دیں اور ساتھ سیاہ مرچیں آدھ پاؤ دم کر کے چار یا پانچ دانے صبح شام روزمرہ کھائے اور مٹی گاچنی پاؤ یا ڈیڑھ پاؤ دم کر کے پانی میں پتلی گھول کر تین چار دفعہ دن میں لیپ کرتے رہیں جب تک پوری صحت نہ ہو جائے مرچ سیاہ روزمرہ کھاتے رہیں مٹی گاچنی کا لیپ کرتے رہیں۔ پرہیز گائے کا گوشت، تیل کی چیز، کھٹی بادی کھٹی لسی، کھٹا دہی وغیرہ وغیرہ سے پورا پورا پرہیز ہونا چاہیے۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔

۷۰۔ دم تاپ تلی پر دم کرنا

تلوار کی دھار پر ایک بینگن بھی دم کرتے وقت ساتھ لے لیں تا کہ وہ بھی دم ہو جائے اگر موسم کے لحاظ سے بینگن نہ ملے تو سردی کے موسم میں مولی لے لے اور دم کر دے تلوار کی دھار پر اور بینگن پر مولی پر یہ پڑھے گیارہ دفعہ سورہ فاتحہ، گیارہ دفعہ سورہ الم نشرح، گیارہ دفعہ الم ترکیف، گیارہ دفعہ درود شریف پڑھ کر دم کر لے اور ایک دفعہ ہدہ پڑھے۔ ہدہ یہ ہے: ہدہ خدا دا۔ ہدہ

خدا دے رسول دا۔ ہدہ چار یار دا۔ ہدہ ستاں سلطاناں دا۔ ہدہ دواز داہ آماماں۔ ہدہ پیر عبدالرحمان دا۔ ہدہ دست گیر دا۔ ہدہ شاہِ نقشبند عالی جناب دا۔ ہدہ بابا جی خواجہ نور محمد دا۔ ہدہ ہادی نامدار دا۔ ہدہ بابا جی چنن شاہ دا۔ یا حضرت محمد امین شاہ دا۔

بیسواں باب

استخارہ کے طرق وآداب

استخارہ کا مفہوم

لفظی معانی اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا کے ہیں، کسی بھی دینی و دنیوی کام کے سلسلہ میں جس میں بظاہر کوئی شرعی عذر نہ ہو۔ کسی کام کو کرنے سے قبل استخارہ کر لینا سنت بھی ہے اور بہتر بھی۔

حدیث: حاکم اور ترمذی نقل کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو استخارہ تعلیم فرماتے جس طرح آیاتِ قرآنی کی تعلیم فرماتے۔ دوسری روایت جامع الاصول میں نقل کی ہے کہ ہرگز نقصان نہ اٹھائے گا وہ شخص جس نے استخارہ کیا اللہ تعالیٰ سے اور ندامت نہ اٹھائے گا جو آپس میں مشورہ کرے اور فقیر نہ ہوگا جو میانہ روی اختیار کرے گا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے انس! جس کام کو بھی قصد کرے تو استخارہ کر اللہ تعالیٰ سے سات بار پھر جو کچھ تیرے دل پر اَلقا ہو اس پر عمل کر کہ وہی بہتر ہے۔

مسئلہ

ظفر جلیل شرح حصن حصین میں لکھتے ہیں جب کسی مباح کام کا ارادہ کرے مثلاً سفر، تعمیر عمارت، نکاح اور مانند اس کے جیسے تجارت، کسی کی شرکت، سواری اور سواری کا جانور، پالنے والے جانور، مال تجارت، ملازمت وغیرہ کاموں میں استخارہ کرنا بہتر ہے۔ فرائض واجبات مستحبات کے کرنے اور حرام ومکروہ افعال کو چھوڑنے پر استخارہ نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح روزانہ کی ضروری باتوں مثلاً کھانے پینے پہننے کے لیے استخارہ نہیں کرنا چاہیے۔ آج کل استخارہ کی فکر سٹہ بازوں، چوروں، زانیوں کو زیادہ ہوتی ہے کہ کل نمبر کونسا آئے گا، آج مال ہاتھ آئے گا یا نہیں۔ فلاں عورت قابو میں آئے گی یا نہیں، اسی طرح مال غیر اور دوسرے کی زمین پر قبضہ جمانے، شریک

کا دیوالیہ نکالنے والوں کو مجرب استخارے درکار ہوتے ہیں مگر سٹہ بازوں کو سب سے زیادہ اس کی دھن رہتی ہے کہ اسے کوئی استخارہ بتا دے یا نمبر بتا دے۔ ایسے لوگ راہ چلتوں کو چھیڑ کر اس کی گالیوں سے نمبر نکالتے ہیں جتنے تھپڑ جوتے پڑتے گن کر لگاتے ہیں۔ معاذ اللہ جن کی اعتقادی کیفیت کا یہ عالم ہو کہ قرآن و حدیث کے استخارے اور ذلیل و رذیل فاحشہ عورتوں کی گالیوں کو ایک ہی میزان میں تولیں وہ تو جس سزا کے مستحق ہیں اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے مگر ان کی دینی اور دنیوی تباہی کے بڑے ذمہ دار سٹہ بازوں کے پیر ہیں جو استخاروں کے نام پر ان کو برباد کر رہے ہیں۔ چوری پر آمادہ کرتے ہیں۔ اکثر سٹہ بازوں کی بیویوں کو طلاقیں انہیں پیروں کی بدولت ہوتی ہیں۔ کہ نمبر بتا کہ اتنا یقین دلا دیتے ہیں کہ وہ چوری کرنے یا سود پر رقم لینے یا بیوی کا زیور کپڑے حاصل کرنے کی دھن میں لڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ طلاق پر نوبت پہنچ جاتی ہے۔ سٹہ باز یہ خیال کرتا ہے کہ آج ہی ساری عمر کا گیا ہوا واپس آ جائے گا مگر سوائے بدی کے آج تک کسی کو اس کام میں سنورتے نہیں دیکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو خدا کی ذات پر بھروسہ اور کلام خدا پر اعتقاد جتنا کمزور ہوتا جاتا ہے اتنا ہی وہ حرام ذائقہ کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ جن کو خدا پر کامل بھروسہ ہے وہ اس پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ رزاق مطلق قادر و معطی حلال ذرائع دینے پر قادر ہے۔ مولیٰ کریم ہدایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تسبیح کے ذریعہ استخارہ

تسبیح دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کی برابر والی انگلیوں سے پکڑ کر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سات بار نَادِ عَلِیًّا مُظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَکَ فِی النَّوَائِبِ کُلُّ هَمٍّ وَّ غَمٍّ سَیَنْجَلِیْ بِنُبُوَّتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ بِوَلَایَتِکَ یَا عَلِیُّ. بس یا علی کی تکرار کرتا رہے اور دیکھے اگر تسبیح آگے پیچھے زور زور سے ہلے تو اس کام کو کرنے کا اشارہ ہے اور داہنے بائیں ہلے تو انکار یعنی اس کام کو نہ کرنے میں بہتری ہے۔

پانی سے استخارہ

ایک کاغذ پر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ لکھ کر ایک طشت یا کونڈے میں پانی بھرے دل میں مستقل یہ خیال کرے کے فلاں کام کریں یا نہیں اس کاغذ کو پانی کے بیچ میں ڈال دیں۔ خواہ کھول کر ڈالیں یا گولی بنا کر۔ بہتر کھلا ہی ڈالنا ہے خود اس طرف بیٹھے کہ پانی کا برتن سامنے ہو اور

تم قبلہ رخ ہو۔ اب مع بسم اللہ الحمد شریف چند بار پڑھنا شروع کرو۔ اگر کاغذ داہنے کنارے جا لگے تو کامیابی کی بشارت ہے۔ اگر قبلہ رخ جائے گا کامیاب ہو گا مگر کوشش اور صبر و استقلال سے کام لینا ہو گا۔ اگر بائیں کو جائے تو انکار تصور کرے۔ نہ کرنا بہتر ہے۔ اگر آگے کو آئے تو کام بہت جلد پورا ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر استخارہ شروع کرنے سے قبل مٹھائی پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی نیاز دلا کر پاس رکھ لیں۔ بعد حکم ملنے کے تقسیم کریں یا خود کھا لیں۔

نماز استخارہ

بعد نماز مغرب سے طلوع فجر تک کسی وقت بھی کریں۔ تازہ وضو کریں۔ اس کے بعد کسی سفید کاغذ مٹھائی پر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دیں اور ۱۵ بار یَا مُظْهِرَ الْعَجَائِبِ، ۱۱ بار یَا کَاشِفَ الْغَرَائِبِ، ۹ بار درود شریف پڑھ کر آسمان کی طرف دم کریں۔ اور دو رکعت نفل نماز بہ نیت استخارہ پڑھیں۔ پہلی رکعت میں بعد سبحان کے الحمد شریف شروع کریں جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پر پہنچیں تو اس کی تکرار کریں۔ جب تک تکرار کرتے رہیں کہ ۵۰۰ کی تعداد پوری نہ ہو جائے۔ یا بدن گھوم نہ جائے۔ کبھی صرف چہرہ گھومتا ہے اور کبھی پورا جسم، بسا اوقات جسم اتنی طاقت سے گھومتا ہے کہ کوئی پہلوان بھی روکنا چاہے تو روک نہیں سکتا۔ اگر داہنے ہاتھ کی طرف گھومے تو کامیابی کی طرف اشارہ ہے اور بائیں کو تو ناکامی کا۔ جب تعداد ۵۰۰ کی پوری ہو جائے اور بدن نہ گھومے تو اس کام کو چند یوم کے لیے ملتوی کر دے اور کچھ دن بعد پھر یہ عمل کرے تو تعداد پوری ہونے پر الحمد پوری کرے اور سورۂ اخلاص ہر دو رکعت میں پڑھ کر نفل تمام کرے۔ بعد کو شیرینی تقسیم کرے۔

نماز استخارہ حسنین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین

بعد نماز عشاء تازہ وضو کرے اور لباس اجلا ہو اس کی ضرورت نہیں کہ نیا لباس پہنے۔ گھر کی بنی یا مسلمان کے یہاں سے خریدی ہوئی مٹھائی پر نیاز حسنین کریمین اور جمیع شہیدانِ کربلا اور ان کے پسماندگان کی دلائے پھر اسی مصلے پر کہ جن میں سبز و سرخ رنگ بھی ہوں ورنہ بمجبوری سفید پر کھڑے ہو کر ۳ بار درود شریف ایک بار آیت الکرسی شریف، ۳ بار سورۂ اخلاص۔ اس کے بعد فریاد فریاد فریاد بدرگاہ تو بدوستی مصطفٰی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و بدوستی علی مرتضی کرم اللّٰہ تعالٰی وجہہٗ و حسن مجتبٰی و حسین شہید کربلا انچہ

مطلوب فی دارم بالنصرام رساں گیارہ بار پڑھ کر دو رکعت نماز نفل کی نیت باندھیں۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد سات بار سورۂ اخلاص پڑھیں اور دوسری رکعت کی الحمد شریف میں جب اِھْدِنَــــا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پر پہنچیں تو ایک سو گیارہ بار اس کی تکرار کریں۔ اس درمیان میں بدن گھومے گا۔ جب بدن داہنے یا بائیں گھوم کر اپنی اصلی حالت پر آ جائے فوراً الحمد کو پورا کر کے ایک بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نماز پوری کریں۔ خواہ اس کی تکرار گیارہ ہی بار کی ہو۔ اب مزید تکرار نہ کرے۔ اگر داہنے کو گھومے تو اس کام میں نفع ہوگا۔ اگر بائیں کو گھوما تو اس کام کو کرنے میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور اِھْدِنَــــا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تعداد پوری ہوگئی کوئی اشارہ نہ ہوا تو ہاں کے یہ معنی ہوں گے۔ اس کام کو تمہاری مرضی پر چھوڑا جا رہا ہے کرنے نہ کرنے میں نقصان نہیں۔

روزانہ پیش آنے والی باتوں کا استخارہ

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا خصوصی عطیہ ہے ہر روز تاحیات بعد نماز عشاء مدینہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو کر ۹ بار یہ درود پڑھے۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً وَّسَلَامًا عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. پھر بستر پر بیٹھ کر ایک سو سات بار اَللّٰهُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی اِخْتِيَارِیْ اور لیٹ کر سوتے وقت درود شریف مندرجہ بالا پڑھتا رہے۔ اگر کسی رات نیند اتنی غالب ہو کہ پورا عمل نہ پڑھ سکے گا یا عمل پڑھنے کے بعد کسی ضرورت کی وجہ سے بات کرنا پڑے تو تین بار درود شریف اول آخر اور سات بار درود مذکور پڑھ لے یہ رات دن کے پیش آنے والے واقعات کا استخارہ ہے۔ خصوصاً جو کام آپ کرنے والے ہوں اور وہ نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔ یا فی الواقع وہ کام نقصان دہ نہیں مگر اس کے طریقہ کار میں خامی کی بنا پر نقصان ممکن ہے تو اس سے قبل از وقت آگاہ کر دیا جاتا ہے، مگر کبھی کسی سے ذکر نہ کرے کہ مجھے استخارہ کے ذریعے اس بات کا علم ہوا ہے۔

استخارہ غوثیہ

بعد نماز مغرب یا بعد نماز عشاء دو رکعت نماز نفل، نیت استخارہ ادا کرے اور ہر رکعت میں بعد الحمد سورہ الم نشرح اپنے نام کے اعداد قلبی کے مطابق پڑھے۔ بعد سلام سونے کی جگہ بیٹھ کر يَاشَيْخ عَبْدُالْقَادِرْ اَلْجِيْلَانِیْ شَيْئًا لِلّٰهِ ۲۵ بار اول آخر درود غوثیہ ۵ بار پڑھ کر بغیر کلام کیے سو جائے۔ اگر ضرورتاً بات کی بھی جائے تو نفل پڑھنے کی حاجت نہیں۔ صرف بعد کی دعا مع درود ۲۵

بار پڑھ لیں۔

اعداد قلبی نکالنے کا طریقہ

اپنے نام کے جتنے عدد ہوں ایک دوسرے میں جوڑیں، مثلاً اقبال احمد کے اعداد ۱۸۷ ہیں، ان کو آپس میں جمع کیا تو ۱۶ ہوئے، ۱۶ کو آپس میں کیا تو ۷ ہوئے، گویا جتنے بھی اعداد ہوں ان کو جوڑ کر اکائی میں تبدیل کر لیں وہ ہی آپ کے نام کے اعداد قلبی ہیں۔

درود غوثیہ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَاٰلِهٖ بَارِكْ وَسَلِّمْ.

استخارہ صحابہ کرام

یہ استخارہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تعلیم فرمایا۔ یہ استخارہ تمام خوبیوں کا جامع ہے اور خوبیوں کے ساتھ ایک خوبی یہ ہے کہ جس امر مشکل میں اسے پڑھا جائے۔ اگر اس میں دین و دنیا کا نقصان نہیں تو اس کے انجام سے خبردار کرنے کے ساتھ ہی اس کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل ہو جاتی ہے اور وہ کار مشکل بڑی آسانی سے انجام پاتا ہے۔ دوسرے اس استخارہ کے ذریعے یہ ضروری نہیں کہ سوتے ہی میں بتایا جائے بلکہ تین دن کے اندر کسی دوست عزیز کے ذریعہ اس کام کی اچھائیوں یا برائیوں سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ یا اہل غرض کے قلب پر القا فرما دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے کرنے والے کا دل اسی طرف خود بخود مائل ہو جاتا ہے جس میں اللہ کی طرف سے بہتری ہوتی ہے۔

دن یا رات میں جس وقت بھی چاہے اگر وقت مکروہ نہ ہو تو مسجد جائے۔ اگر وضو ہو تو تحیۃ المسجد دو رکعت ادا کرے۔ اس کے بعد تازہ وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھے۔ اگر وضو نہ ہو تو مسجد میں داخل ہو کر وضو کرے۔ دو رکعت تحیۃ المسجد و تحیۃ الوضو دونوں کی نیت سے پڑھیں۔ علاوہ مسجد کے اگر یہ پڑھیں تو صرف تحیۃ الوضو کی نیت سے دو رکعت ادا کریں۔ اس کے بعد تین بار درود شریف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں۔ بہتر یہ ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ بلا شمار یعنی جتنی بار چاہیں پڑھیں یا بعد درود تین بار الحمد شریف پھر درود شریف پڑھ کر دو رکعت نماز نفل بہ نیت استخارہ و استعانت پڑھے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعد سلام یہ دعا اپنے نام کے اعداد قلبی کے مطابق پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ

اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ (یہاں اپنے مقصد کو بیان کرے کہ میرا مکان تعمیر ہو جائے یا سفر کامیاب ہو یا تجارت مبارک ہو یہاں ایسے جملے نہ کہے جائیں کہ یہ کام ہوگا یا نہیں) عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَ یَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ (یہاں پھر اپنا مقصد بیان کرے) عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

استخارہ نکاح

جب کوئی کسی عورت سے یا عورت کا سرپرست کسی مرد سے نکاح کرنا چاہے تو منگنی کو شہرت دینے سے قبل یہ استخارہ کرے۔

تازہ وضو کر کے دو چار یا اس سے زائد جتنی بھی استطاعت ہو یہ درود شریف بہ نیت استخارہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواح طیبات کو بخشے۔ اس کے بعد درود شریف اور الحمد شریف بہ نیت حمد و ثنا جتنی بار چاہے پڑھے۔ اس کے بعد یَا حَمِیْدُ تَحَمَّدْتُ بِالْحَمْدِ وَالْحَمْدُ لِیْ حَمْدِ حَمْدِکَ یَا حَمِیْدُ ۳ بار۔ یَا مَجِیْدُ مَجَّدْتُ بِالْمَجْدِ وَالْمَجْدُ لِیْ مَجْدِ مَجْدِکَ یَا مَجِیْدُ ۳ بار۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ فَاِنْ رَاَیْتَ اَنَّ لِیْ (فلاں یہاں اس کا نام مع والدہ کے لیں جس کے ساتھ عقد کرنا ہو) خَیْرًا لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ فَاقْدُرْھَا لِیْ وَاِنْ کَانَ فِیْ غَیْرِھَا خَیْرًا مِّنْھَا لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَاٰخِرَتِیْ فَاقْدُرْھَا لِیْ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۳ بار پڑھے اور سو جائے۔ اس استخارے سے بھی پہلے استخارے کی طرح استعانت بھی ہے۔ تین یوم پڑھنے کے بعد جو بہتر ہوگا اس کی صورت خود بخود سامنے آجائے گی۔

استخارہ شب جمعہ

شب جمعہ کو دو رکعت نماز نفل پڑھے اس کا ثواب تمام امت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بخشے۔ اس کے بعد ۲۷ بار اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاغْفِرْ لِکُلِّ مُؤْمِنٍ وَّ مُؤْمِنَۃٍ۔ پھر درود شریف ۵ بار، پھر سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۷۰ بار۔ یَا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ ۱۰۰ بار، یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ ۱۰۰ بار، یَا مُبِیْنُ بَیِّنْ لِیْ ۱۰۰ بار، رَاشْرَحْ صَدْرِیْ ۱۰۰ بار، پھر ۱۱ بار درود شریف اپنے مقصد کو تصور میں رکھ کر پڑھتے اور بغیر کلام کیے سو رہے۔ اگر نیند نہ آئے تو کسی وعظ و میلاد شریف کی محفل میں چلا جائے یا جہاں چند مسلمان بیٹھتے ہوں وہاں جا کر بیٹھے اور اہلِ جلسہ کی گفتگو سے استخارہ کا جواب حاصل کرے۔ ناچ گانا فسق و فجور کی مجلس یا جہاں سب ہی بدکار لوگ ہوں نہ جائے۔

استخارہ سورۂ فاتحہ

بروز جمعرات کو روزہ رکھیں اور شب جمعہ کو یہ عمل کریں۔ اگر کوئی اہم ضرورت فوراً درپیش ہو تو کسی شب بھی کر سکتے ہیں۔ بعد نماز عشاء جب سونے کا ارادہ کریں تو تازہ وضو کر کے بستر پر لیٹ کر داہنے ہاتھ کی درمیانی انگلی دل پر رکھ کر درود شریف ۵ بار، سورۂ فاتحہ ۳۳ بار پڑھیں۔ ہر بار اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۳ بار اسی طرح ہر بار ختم سورۃ پر آمین ۳ بار کہیں۔ جب ۳۳ بار تعداد پوری ہو جائے تو انگلی اٹھا کر دل پر دم کریں اور یہ دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَ یَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ.

پھر ۱۱ بار درود شریف اگر یہ دعا حفظ یاد نہ ہو تو پرچے پر لکھ لیں۔ یا کتاب دیکھ کر پڑھیں اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر داہنے ہاتھ پر دم کر کے مٹھی بند کر کے سر کے نیچے رکھ کر سو جائیں۔ جب آنکھ کھلے دو نفل شکرانہ کے ادا کریں۔ اگر نماز فجر میں زیادہ وقت ہو تو پھر سو جائیں، ورنہ نماز کے وقت

تک ذکر ودعا میں مشغول رہیں۔ نماز فجر ادا کر کے کسی غریب مجبور کو گھر لا کر کھانا کھلائیں۔

استخارہ با موکل

بہت ہی مشکل امر میں یہ استخارہ بہتر ثابت ہوتا ہے جس رات یہ استخارہ کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے غسل کرے، صاف کپڑے پہنے اور چھ رکعت نماز نفل ایک سلام سے اس طرح پڑھے کہ اول رکعت بعد سبحان اور الحمد کے سورہ والشمس ۷ بار، دوسری میں بعد الحمد کے سورۂ واللیل ۷ بار، پھر رکوع وسجود کے بعد قعدے میں التحیات اور درود ودعا کے بعد بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو کر سبحان اور الحمد کے بعد سورۂ والتین ۷ بار، چھٹی رکعت میں بعد الحمد سورۂ قدر ۷ بار۔ پھر رکعت پوری کر کے سلام پھیر دے اور اپنے مقصد کو دل میں جما کر ۷ بار درود اور ۷ بار یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَبَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَبَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَبَّ اِسْحٰقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَبَّ يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَبَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَبَّ مِيْكَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَبَّ اِسْرَافِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَبَّ عِزْرَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ وَالْفُرْقَانِ الْعَظِيْمِ اَرِنِيْ فِيْ مَنَامِي اللَّيْلَةَ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ.

صبح کو اُٹھ کر فاتحہ دلائے۔

عمل غم اور قرض سے نجات کے لیے

یہ عمل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو رنج وغم اور قرض کے بار کو دُور کرنے کے لیے صبح وشام پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی اور چند ہی روز میں وہ غم والم اور قرض کے بار سے سبکدوش ہو گئے مگر حدیث شریف سے تعداد اس عمل کی ثابت نہیں اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ آدھی رات ڈھلنے سے سورج کی کرن چمکنے تک صبح ہے اور دوپہر ڈھلنے سے غروبِ آفتاب تک شام ہے۔ اس کے پیشِ نظر فقیر نے اس عمل کا یہ وقت مقرر کیا ہے کہ صبح طلوعِ فجر کے بعد نماز سنت سے فارغ ہو کر اسی مقام پر بیٹھا رہے۔ اول درود تاج ۳ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ۲۱ بار پھر فجر کی جماعت تک یہ دعا بے شمار پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ.

آخر میں ایک بار درود تاج پڑھے اور شام کو عصر کی نماز کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے اور بغیر کام کیے اس طرح اذانِ مغرب تک اس دعا کو حضورِ قلب کے ساتھ اپنے غموں اور فکروں کو پیشِ نظر رکھ کر بچشمِ نم پڑھتا رہے کہ یہ دعا ایسی ذاتِ مقدس کی تعلیم فرمودہ ہے جس کے متعلق اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اسی زبانِ مبارک نے اس عمل کو ۲۱ دن کے بعد مقید فرمادیا۔ فقیر نے اس عمل کا تجربہ نہیں کیا جو صاحب بھی عمل کریں فقیر کو مطلع کریں۔ صبح شام سے اک اشارہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب بھی غم و الم کا ہجوم ہو رات دن پڑھتے رہیں۔ دست بکار، دل بیار، زبان باذکار۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے صبح شام ۱۱۔۱۱ بار تحریر فرمایا ہے۔

قرض سے نجات پانے اور وصول ہونے کا عمل

اگر کسی پر آپ کی رقم ہے اور وہ دینا نہیں چاہتا، دینے کے لائق تو ہے مگر نیت خراب ہے، بد معاش بدکار ہے، وصول ہونے کی کوئی صورت نہیں یا کسی کا اس پر قرض ہے مجبوراً اور ضرورتاً لیا تھا مگر دینے کی کوئی سبیل نہیں یا بدکاری نادانی کی وجہ سے مقروض ہو گیا، اب ہوش آیا کہ میں اب تک کیا کرتا رہا، خدا کو چھوڑ کر حرام کی طرف کیوں متوجہ ہوا اور وہ سچے دل سے توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع ہو تو ایسے خوش نصیب حضرات کے لیے یہ عمل مژدۂ رحمت ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الرِّضَآءَ بَعْدَ الْقَضَآءِ وَبَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّتَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ شَوْقًا اِلٰى لِقَآئِكَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّآءَ وَلَا مُضَرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ بعد نماز فجر ۱۰۱ بار، بعد نماز ظہر ۹۱ بار، بعد نماز عصر ۸۱ بار، بعد نماز مغرب ۷۱ بار، بعد نماز عشاء ۶۱ بار، بعد فجر ۷۱ بار، بعد ظہر ۸۱ بار، بعد عصر ۹۱ بار، بعد مغرب ۱۰۱ بار، بعد ظہر ۹۱ بار، بعد عصر ۸۱ بار، بعد مغرب ۷۱ بار، بعد عشاء ۶۱ بار۔ اسی طرح ہر روز ہر نماز میں ردّ و بدل کرتا رہے۔ اگر سات دن میں اثر ظاہر نہ ہو تو جس دن عمل شروع کیا تھا اسی رات کو نصف شب کے بعد اُٹھے اور غسل کرے، پھر دروازۂ کریم پر حاضر ہو، دو نفل ادا کرے اور کھڑے ہو کر یہ دعا شروع کرے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتُوْبُ

اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتَقْضِیَ لِیَ حَاجَتِیْ. پڑھتے پڑھتے کچھ دیر بعد بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے پھر سجدے میں جا کر پڑھے۔ اسی طرح کبھی سجدے میں کبھی کھڑے کبھی بیٹھے پڑھے، روتا جائے، پڑھتا جائے اور امید رکھے کہ اب حاجت پوری ہوئی۔ اب مژدہ ملا یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔ اذانِ فجر کے بعد سنتِ فجر ادا کرے اور اسی جگہ بیٹھے اور یہی دعا پڑھتا رہے۔ جب اتنا وقت باقی رہ جائے کہ مسجد پہنچ کر جماعت میں شامل ہو سکے گا۔ بچشمِ نم مسجد کو جائے راستہ میں کسی سے کلام نہ کرے اور یہی پڑھتا رہے۔ جب دروازہ مسجد پر پہنچے تو دست بستہ یوں عرض کرے:

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ.

کتابیات

''تصوف وسلوک'' کی ترتیب وتالیف میں جن کتب سے مدد حاصل کی گئی ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف	سن ترتیب وتالیف
۱۔	کتاب اللمع فی التصوف	شیخ ابونصر سراج طوسیؒ	۳۷۸ھ
۲۔	کتاب التعرف	شیخ ابوبکر بن ابراہیم بخاری الکلاباذیؒ	۳۸۰ھ
۳۔	قوت القلوب	شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ مکیؒ	۳۸۶ھ
۴۔	طبقات الصوفیہ	شیخ عبدالرحمٰن محمد بن الحسینی نیشاپوریؒ	۴۱۲ھ
۵۔	حلیۃ الاولیاء	محدث کبیر شیخ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانیؒ	۴۳۰ھ
۶۔	رسالہ قشیریہ	شیخ ابوالقاسم بن ہوازن القشیری نیشاپوریؒ	۴۶۵ھ
۷۔	کشف القلوب	شیخ المشائخ ابوالحسن علی بن عثمان ہجویریؒ	۴۷۰ھ
۸۔	طبقات الصوفیہ	شیخ الاسلام عبداللہ بن محمد انصاری ہرویؒ	۴۸۰ھ
۹۔	احیاء العلوم	شیخ محمد امام غزالیؒ	۵۰۵ھ
۱۰۔	آداب المریدین	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	۵۶۳ھ
۱۱۔	زبدۃ الحقائق	شیخ الطریقت عزیز بن محمد نسفیؒ	۶۱۶ھ
۱۲۔	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فریدالدین عطارؒ	۶۳۰ھ
۱۳۔	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	۶۳۲ھ
۱۴۔	فتوحات مکیہ	شیخ محی الدین ابن عربیؒ	۶۳۷ھ
۱۵۔	مرصاد العباد	نجم الدین امام رازیؒ	۶۵۴ھ
۱۶۔	لمعات	شیخ فخرالدین عراقیؒ	۶۸۸ھ
۱۷۔	نفحات الانس	مولانا جامیؒ	

۱۸۔	دلیل العارفین	خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	
۱۹۔	فوائد السالکین	خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ	
۲۰۔	راحت القلوب	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ	
۲۱۔	مکتوبات امام ربانی	حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ	
۲۲۔	مکتوبات معصومیہ	حضرت خواجہ محمد معصومؒ	
۲۳۔	عمدۃ السلوک	حضرت سیّد زوار حسین شاہؒ	
۲۴۔	تصوف وسلوک	حافظ محمد ذوالفقار نقشبندی	۲۰۰۴ء
۲۵۔	البینات شرح مکتوبات	ابوالبیان حضرت مولانا محمد سعید احمد مجددی	۲۰۰۶ء

سلوک، عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی راستہ چلنا، راہ طے کرنا، برتاؤ، طرزِ عمل، رویہ، درستی، محبت، امداد، بھلائی، نیکی، نیک روی ہیں۔ مگر سلوک تصوف کی بھی ایک اصطلاح ہے جس کے معنی حق تعالیٰ کا تقرب چاہنا اور تلاشِ حق ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے خواجگان نقشبندیہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر ذات باری تعالیٰ کس طرح تعلق استوار کرنا ہے، اس بارے میں روشنی ڈالی ہے۔ موجودہ دَور میں اکثر لوگ پریشانیوں اور بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کے لیے قرآن کریم کی آیات اور خواجگان نقشبندیہ کے عطا کردہ لطائف اور نقوش کو مرتّب کیا گیا ہے تاکہ یارانِ طریقت اور قارئین اس سے بھرپور فائدہ حاصل کریں۔ اس کتاب کو نماز کی ادائیگی پابندی کے ساتھ کرتے ہوئے پڑھیں تو رَبُ العزت انشاءاللہ بہت نفع دیں گے۔

Rs. 600/-

عظیم پبلی کیشنز
گلی نمبر 10 محلہ فیصل آباد، گوجرانوالہ
پاکستان Tel:0321-6441756